سلسلۂ ندوۃ المصنفین دہلی
(۱۳۳)

مسلمانوں کی بحری سرگرمیاں

بعض اساسی معلومات اور اُن کی توضیح

یعنی

فنِ جہازرانی، جہازرانی کی تاریخ اور مسلمانوں کی بحری سرگرمیوں، اور محیّر العقول کارناموں پر پہلی محققانہ کتاب جس میں علم الملاحۃ اور اس کے متعلقہ گوشوں پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے

تالیف
ڈاکٹر ابوالنصر محمد خالدی صاحب
رفیقِ اعزازی ندوۃ المصنفین دہلی

ندوۃ المصنفین جامع مسجد دہلی ۶

سلسلۂ ندوۃ المصنفین دہلی
(۱۳۳)

مُسلمانوں کی بحری سرگرمیاں

بعض اساسی معلومات اور اُن کی توضیح

یعنی

فنِ جہازرانی، جہازرانی کی تاریخ اور مُسلمانوں کی بحری سرگرمیوں اور محیر العقول
کارناموں پر پہلی محققانہ کتاب جس میں علم الملاحۃ اور اُس کے
متعلقہ گوشوں پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے

تالیف
ڈاکٹر ابوالنصر محمد خالدی صاحب
رفیقِ اعزازی ندوۃ المصنفین دہلی

ندوۃ المُصنّفین جامع مسجد دہلی

Marfat.com

Marfat.com

سلسلہ ندوۃ المصنفین دہلی

(۱۳۳)

مُسلمانوں کی بحری سرگرمیاں

بعض اساسی معلومات اور اُن کی توضیح

یعنی

فنِ جہازرانی، جہازرانی کی تاریخ اور مُسلمانوں کی بحری سرگرمیوں اور محیر العقول کارناموں پر پہلی محققانہ کتاب جس میں علم الملاحۃ اور اُس کے متعلقہ گوشوں پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے ؛

تالیف

ڈاکٹر ابُو النّصر محمّد خالدی صاحب
رفیقِ اعزازی ندوۃ المصنّفین دھلی

شایع کردہ
ندوۃ المصنّفین اُردو بازار جامع مسجد دہلی ۶

Marfat.com

134971

حقوقِ طبع محفوظ

پہلی بار

رجب المرجب ۱۳۹۴ھ مطابق اگست ۱۹۷۴ء

قیمت مجلّد : ——— پچیس ۲۵ روپے

قیمت غیر مجلد : ——— بائیس ۲۲ روپے

مطبوعہ :- کوہِ نور پریس دہلی

کاتب :- شاہد نور خاں وجیہہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فہرست مضامین

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۱۔	مقدمہ : مسلمانوں کی بحری سرگرمیاں بعض اساسی معلومات اور ان کی توضیح	۵
۲۔	اسمائے جہاز و کشتی	۲۲
۳۔	القاب جہاز	۱۴۰
۴۔	اجزائے جہاز	
۵۔	عملۂ جہاز	۲۴۶
۶۔	افعال متعلقہ جہاز و کشتی	۲۸۷
۷۔	متعلقات جہاز رانی	۳۲۱
۸۔	متفرق متعلقہ موضوعات	۳۷۷
۹۔	فہرست مصادر	۴۴۱
۱۰۔	جہاز یا کشتی سے متعلق ضرب الامثال	۴۴۴

Marfat.com

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مسلمانوں کی بحری سرگرمیاں

بعض اساسی معلومات اور ان کی توضیح

مسلمانوں کی تمدنی تاریخ کے بکثرت ایسے موضوع ہیں جن پر اب تک کما حقہ توجہ نہیں کی جا سکی ہے۔ تاریخ حربیات، بری و بحری اور تاریخ تجارت بری و بحری اور ان سے متعلق بہت سے ضمنی موضوع ایسے ہی ہیں۔ تاریخ اسلام کے ان خلاؤں کو جلد یا بدیر بہرحال پر کرنا ایک علمی فرض ہے۔ صرف شوق تجسس کی آسودگی ہی کے لیے نہیں بلکہ ان موضوعات کی خصوصی و عمومی افادیت تاریخ اسلام کے طالب علم کی توجہ کو بار بار اپنی طرف منعطف کراتی رہتی ہے۔ تاریخ اسلام کا جو طالب علم یہ ضرورت پوری کرنا چاہتا ہے قدرتاً اس کے ہاتھ سلف صالح کے چھوڑے ہوئے ورثہ کی طرف بڑھتے ہیں کہ جو کچھ ہو چکا ہے اس کی بنیاد پر اپنے کام کو آگے بڑھائے۔ مسلمانوں کے تقریباً چودہ سو سال کے نہایت وسیع تصنیفی و تالیفی کارناموں کو پیش نظر رکھتے ہوئے، جس کا غالبا بیشتر حصہ کسی نہ کسی صورت میں اب تک منتقل ہوتا چلا آرہا ہے بار بار یہی خیال ہوتا ہے کہ انہوں نے اسلامی بحریہ کے موضوع پر ضرور کچھ نہ کچھ لکھا ہوگا، چنانچہ اس مفروضہ ورثہ کی تلاش میں

Marfat.com

به ترتیب زمانی سب سے پہلے محمد بن ندیم متوفی ۳۹۰ ھ (؟) کی الفہرست کی طرف رخ کریں تو علوم طبعی و فلسفہ کے ضمن میں دو تین کتابوں کے عنوان ایسے نظر آتے ہیں جن سے گمان ہوتا ہے کہ شاید ان میں کچھ نہ کچھ مطلوبہ مواد مل جائے۔ مگر افسوس ہے کہ یہ کتابیں اب موجود نہیں رہیں۔ قریباً ساڑھے پانسو سال گزرنے کے بعد مفتاح السعادہ کے مؤلف احمد، طاش کبری زادہ متوفی ۹۶۸ نے بیسیوں علوم و فنون پر لکھی ہوئی چھوٹی بڑی ہر طرح کی ہزاروں کتابوں کی نشاندہی کی ہے مگر علم الملاحۃ کی تعریف کرتے ہوئے وہ بھی صرف اتنا ہی لکھتے ہیں کہ "یہ علم صرف ان لوگوں کو مشق و ممارست سے حاصل ہوتا ہے جو اس میں مہارت پیدا کرنا چاہیں۔ اس لیے لوگ اس فن پر بہت کم لکھتے ہیں اس فن میں جو کتابیں ہیں وہ اس فن کے ماہروں کے ہاں موجود ہیں" (کتاب مذکور ج ۱ ص ۳۱۴ و ۳۱۵)، آگے کسی کتاب یا رسالہ کی کوئی نشاندہی ہے اور نہ کسی مصنف مؤلف یا مترجم ہی کا نام لیا گیا ہے جس نے کچھ لکھا ہو۔ کبری زادہ کے قریباً ایک صدی بعد حاجی خلیفہ متوفی ۱۰۶۷ سے توقع تھی کہ اپنی تالیف کشف الظنون عن اسامی الکتب والفنون میں پندرہ ہزار سے زیادہ کتابوں وغیرہ کا ذکر کرتے ہوئے کسی نہ کسی ایسی کتاب یا رسالہ کا پتہ ضرور دیں گے جو فن جہازرانی یا جہازرانی کی تاریخ سے متعلق ہوگا مگر وہ بھی اپنے قریبی پیشرو کے بیان پر کچھ اضافہ نہیں کر سکے (کتاب مذکور ج ۲ ص ۵۱۲)

کبری زادہ کے یہ لکھنے پر کہ جہازرانوں کے پاس اس فن کی کتابیں موجود ہیں بڑی توقع پیدا ہوتی ہے۔ یہ توقع اس طرح پوری ہوتی ہے کہ نویں صدی ہجری کے آخر میں دنیائے اسلام کا ایک ممتاز ناخدا احمد بن ماجد پیدا ہوا۔ یہ صرف ایک غیر معمولی ماہر ملاح ہی نہیں بلکہ ایک مصنف اور پر گو ناظم بھی تھا۔ غالباً اس کی راہبری میں واسکوڈے گاما سنہ ۹۰۳ ہجری میں کالی کٹ پہنچا تھا۔ فن جہازرانی پر ابن ماجد نے

Marfat.com

ایک سے زائد رسالے، متعدد ارجوزے اور چند قصائد تالیف کیے ہیں۔ تصنیف را مصنف نیکو کند بیان کے لحاظ سے بہتر یہ ہے کہ اس کی تحریروں کے تفصیلی خاکے پیش نظر رہیں۔

ان خاکوں پر نظر ڈالتے ہوئے علم الملاحۃ کی تعریف یاد رہے تو ان کے سمجھنے میں خاطر خواہ مدد ملے گی۔ طاش کبری زادہ نے علم الملاحۃ کی یہ تعریف کی ہے۔

" علم الملاحۃ کے ذریعے کشتی کے آلات، سمندر میں اس کو چلانے کی کیفیت اس کا وزن اور وزن کے لحاظ سے ہواؤں کے چلنے کی رفتار اور کشتی چلانے کا وقت معلوم ہوتا ہے۔ اس میں سمندروں اور ملکوں کی سمت معلوم کرنا، سمندر میں وقت معلوم کرنا، ہواؤں اور طوفانوں کے وقت ان کی سمتیں بھی معلوم ہونا ضروری ہے اور یہ بھی کہ کون سی ہوا بارش لائے گی اور کون سی نہیں۔ علم ہندسہ، تجربات، سمندر کے عجائبات کا جاننا، ملکوں اور سمندروں کا جغرافیہ معلوم کرنا تو اس علم کے مبادیات ہیں۔ (مفتاح السعادۃ۔ ج ۱ ص ۳۱۴)

ابن ماجد کی تحریروں کے خاکے یہ ہیں۔ خاکے دیتے ہوئے یہاں حتی الامکان فنی اصطلاحوں سے گریز کر کے عام فہم عبارت میں اصل کی ترجمانی کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

الفوائد فی اصول البحر والقواعد: شاید بارہ برجوں کے اعتبار سے یہ رسالہ بارہ فوائد پر مشتمل ہے۔

ف ۱: کشتی سب سے پہلے کس نے بنائی، کیوں بنائی اور کیسی بنائی۔

ف ۲: بحری سفر کرنے کے لیے کن عمومی امور کے معلوم رہنے کی ضرورت ہے اور ملاح میں کیا صفتیں ہونی چاہیے۔

ف ۳: ہر ستارے کی منزل سے واقفیت کہ کونسا ستارہ کب اور کہاں طلوع ہوتا ہے اور اس کا راستہ کیا ہوتا ہے۔

ف ۴: اخنان یعنی ابرۃ الملاحین کے خانے۔ کسی جہاز کے راستہ سے کھینچا گیا وہ موہوم

خط معلوم کرنا جو نقاط اصلیہ کے کسی ایک سمت نہ چل رہا ہو بلکہ اس سے ہٹ کر چل رہا ہو
مگر ادھر ادھر نہ دور رہا ہو۔

ف۵: اخنان سے متعلق دوسرے ضروری وجزوی امور کی تفصیل۔

ف۶: قطب نما اور اس کی نوعتیں۔

ف۷: باشیات وتہامات یعنی افق اور ارتفاعِ قطب کے درمیانی فاصلوں کے چھ
نقاط اور ہیئتی مشاہدے۔

ف۸: سفر سے پہلے ناخداؤں کے لیے ہدایتیں۔

ف۹: دورانِ سفر میں ناخداؤں کے لیے ہدایتیں۔

ف۱۰: مشہور جزیروں کی کیفیت۔

ف۱۱: موسموں کا بیان۔

ف۱۲: بحیرۂ قلزم وغیرہ کا بیان۔

۴½ × ۳½ کی تقطیع کے انیس سطری مسطر کا یہ رسالہ ۹ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس
کے علاوہ صرف دو رسالے نثر میں ہیں جن کے صفحات کی مجموعی تعداد صرف چند ہے
باقی سب ارجوزے ہیں جن کے ابیات کی مجموعی تعداد قریباً چار ہزار ہے۔

۲۔ حاویۃ الاختصار فی اصول البحار: یہ ارجوزہ ایک دیباچہ اور گیارہ فصلوں پر مشتمل
ہے۔ ابیات کی تعداد قریباً ایک ہزار ہے۔ ان فصلوں کا خلاصہ یہ ہے۔

۱۔ عام امور کا بیان جن کا جاننا ملاحوں کے لیے ضروری ہے۔

۲۔ منازل اور اخنان۔

۳۔ باشیات کے قواعد۔ نیروز عربی وغیرہ اور فارسی سنین۔

۴۔ باشیات اور موسم۔

۵۔ عربوں اور دوسرے ملاحوں کے قطب نما۔

۶۔ زیچ کی بحث۔

۷۔ جزیروں کے قطب نما۔

۸۔ عرب سے ہندوستان تک کے حسابات۔

۹۔ جاہ، فرقد اور نعش کے قیاسات۔

۱۰۔ استوایات اور قطع ازدام سے بے نیاز ہونے کی ترکیب۔

۱۱۔ ساعات، سات ستارے اور ازدام وغیرہ معلوم کرنے کی تقویم۔

ایک رسالہ اور ایک ارجوزہ کے محتویات کی غیر فنی تفصیل اس لیے دی گئی ہے کہ علم الملاحۃ کے اصول و مبادی کا ایک واضح خاکہ ذہن میں آجائے۔

ابن ماجد کی تحریر کا زمانہ نویں صدی کے نصف آخر سے شروع ہو کر صدی کے ختم پر منتہی ہوتا ہے۔

ابن ماجد کے بعد ہی حضر موت کے علاقہ میں سلیمان بن احمد بن سلیمان مہری گزرا ہے۔ اس کے متعلق بجز اس کی تصنیفوں کے اور کچھ معلوم نہیں۔ سلیمان کے جملہ چار رسالے ہیں اور سب کے سب نثر میں ہیں۔ ان کے صفحات کی مجموعی تعداد قریباً دو سو اڑتیس ہے۔ ان رسالوں کا موضوع اور ان کے محتویات قریب قریب وہی ہیں جن کا ذکر علم الملاحۃ کی حد میں گزر چکا ہے۔ رسالوں کے نام یہ ہیں۔

(۱) قلادۃ الشموس واستخراج قواعد الاسوس۔ صرف پانچ صفحات (۲) تحفۃ الفحول فی تمہید الاصول۔ بارہ صفحات (۳) العمدۃ المہریہ فی ضبط العلوم البحریہ۔ پچانوے صفحات (۴) المنہاج الفاخر فی علم البحر الزاخر۔ چونسٹھ صفحات۔

ابن ماجد کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ چھٹی صدی ہجری سے پہلے اس فن کی کسی تصنیف یا تالیف کا پتہ نہیں ملتا۔ مسلمانوں میں غالباً احمد بن تبرویہ پہلا شخص ہے جس نے اس فن پر چند تالیفیں اپنی یادگار چھوڑیں۔ اس سے پہلے لوگ غالباً خلافت کے

Marfat.com

مشرقی وجنوبی علاقوں کے رہنے والے، خواشیر بن یوسف ارکی کی معلومات سے استفادہ کرتے تھے۔ یہ ناخدا چھٹی صدی اور اس کے کچھ پس وپیش زمانہ میں دُبو گرہ ہندی کے جہاز میں سفر کرتا تھا۔ ان کے زمانے کے مشہور ناخداؤں میں احمد بن محمدؒ المغیری بھی تھا۔ ان ماہر ملاحوں کے بعد عبدالعزیز بن احمد مغربی، موسیٰ قندرانی اور میموں بن خلیل مشہور ہوئے ہیں۔ ان کے بعد محمد بن شاذان، سہل بن ابان اور لیث بن کہلان آتے ہیں۔ ابن ماجد نے لیث بن کہلان کے پوترے اسماعیل بن حسن کے پاس ایک راہ نامہ رہنامج دیکھا جو سنہ پانسو اسی ہجری میں لکھا گیا تھا۔

جس طرح ابن ماجد نے اپنے اسلاف کی معلومات سے استفادہ کیا اسی طرح اس کے اخلاف خاص کر ترکی ملاحوں نے اس کے مشاہدوں اور تجربوں سے فائدہ اٹھایا کہ اس وقت دنیائے اسلام کی سیادت انہی کو حاصل تھی۔ ترکی بحریہ کی باقاعدہ تاسیس سلطان محمدؒ فاتح متوفی سنہ آٹھ سو چھیاسی ہجری کے زمانے میں ہو چکی تھی۔ علمی فن ہونے کی وجہ سے ترکی ملاحوں کو قدرتاً تصنیف وتالیف کی طرف توجہ نہیں ہوئی لیکن قریباً نصف صدی کے اندر ہی انہوں نے اس فن کو قید تحریر میں لانا شروع کر دیا۔ چنانچہ محی الدین پیری رائز متوفی سنہ نو سو اکسٹھ نے "بحریہ" کے عنوان سے ترکی زبان میں ایک کتاب لکھی۔ محی الدین مشہور ترکی امیر البحر کمال کا بھتیجا تھا۔ "بحریہ" میں محی الدین نے عربی میں لکھنے والے ناخداؤں کی تحریروں سے پورا پورا استفادہ کیا۔ اس کا ایک ہم عصر سدی علی متوفی سنہ نو سو ستر ہوا ہے۔ یہ ہندوستان بھی آیا تھا۔ گجرات کے صدر مقام احمد آباد میں اس نے سنہ نو سو باسٹھ ہجری میں علم الملاحت پر ایک مبسوط کتاب "المحیط" کے نام سے لکھی سدی علی نے ابن ماجد کے محولہ صدر رسالہ اور ایک ارجوزہ اور سلیمان مہری کے تین رسالوں تلاوۃ، تحفہ اور عمدۃ کے مضامین کا خلاصہ بھی دیا ہے۔ "بحریہ" اور "محیط" دونوں ترکی زبان میں ہیں۔ راقم السطور ترکی نہیں جانتا اسی لیے براہ راست استفادہ نہیں کر سکا۔ ابن

Marfat.com

ماجد اور سلیمان کے رسالے فراں نے پارس سے دو اجزا میں شایع کر دیئے ہیں۔ اس کے ساتھ تقریباً پونے تین سو صفحوں کا تیسرا جزو بھی ہے۔ باوجود مطبوع ہونے کے یہ چیزیں بھارت میں بہت ہی کم یاب ہیں اور کم از کم مستقبل قریب میں توقع نہیں کہ کوئی اس طرف توجہ کرے۔ اس لیے یہاں اس کے مشتملات کا نہایت اجمالی خاکہ دیا جاتا ہے تاکہ اس کے موضوعات کا کچھ اندازہ ہو سکے۔

۱۔ عربوں کے آلات جہازرانی (انگریزی)، از پرنسپ۔ یہ مضمون ابتداءً سنہ اٹھارہ سو چھتیس عیسوی میں طبع ہوا تھا۔

۲۔ ساحل کارومنڈل کے ملاح کشتی رانی وغیرہ میں کیا طریقہ استعمال کرتے ہیں (انگریزی) از کانگریو۔ یہ ملحوظ پہلے پہل سنہ اٹھارہ سو پچاس عیسوی میں شایع ہوا تھا۔

۳۔ ملاحوں کی لوح پر کار کی اصلیت اور قطب نما کی ایجاد (فرانسیسی) از ساسور یہ مقالہ سنہ انیس سو ... بیس میں چھپا تھا۔ یہاں فراں کے اضافوں کے ساتھ شایع ہوا ہے۔

۴۔ ابن ماجد اور سلیمان کے رسالوں کی شرح (فرانسیسی) از ساسور۔

۵۔ ابن ماجد، سلیمان اور کے خلکے وغیرہ (فرانسیسی)، از فراں۔

یہاں اتنی بات اور اضافہ کرنی ہے کہ فراں کو ابن ماجد کے رسالوں کے مخطوطوں کا علم نہ ہو سکا جو کلیہ اسلامیہ پشاور کے کتب خانے میں موجود ہے۔ عام طور پر طالب علموں کو اس کا علم نہیں کرایا گیا تاہم اورینٹل کالج میگزین بابت سنہ انیس سو چھبیس عیسوی جلد ... شمارہ دوم میں لکھا ہوا مضمون بھی مفید ہوگا۔

ابن ماجد نے سلیمان کے رسالوں کے سوا عربی زبان میں جہاز رانی کے متعلق پوری ... بلکہ تجسس کے بعد بھی اب تک کسی کتاب کا علم نہیں ہو سکا۔ اس فن کی کتابوں کے ... نایاب ہوئے کی ایک وجہ تو خود کبری زادہ نے بتا دی ہے کہ یہ خالص علمی فن ہے، اس ... ہمہ تن سرگرم عمل رہنے والوں کو لکھنے پڑھنے سے زیادہ دلچسپی کا نہ ہونا قرین قیاس بھی

ہے۔ الاّ ماشاء اللہ۔ ملاحوں کے بارے میں تو یہ بات خاص طور پر مشہور ہے کہ وہ نوشت وخواند سے نابلد رہنے کو اپنے لیے باعث نقص نہیں سمجھتے تھے۔ آپ نے غالباً وہ اصلی یا فرضی لیکن مشہور اور شاید مبنی بر حقیقت حکایت سنی ہوگی جس میں بیان کیا گیا ہے کہ دریا پار کرنے کے لیے ایک عالم کشتی میں سوار ہوئے۔ کچھ دور چلنے کے بعد کھیویئے سے عالم نے پوچھا ارے بھئی، تم نے کچھ منطق بھی پڑھی ہے؟ جب جواب میں کھیویا حیرت سے منہ تکنے لگا تو پوچھا کیا پڑھنا لکھنا بھی نہیں جانتے؟ اس کا جواب صاف نفی میں ملا تو کہا تم نے چپو مارنے ہی میں ساری عمر ضائع کردی۔ جب کشتی بیچ دریا میں پہنچی اور ہوا کے زور سے جھکولے کھاتے ہوئے ڈگمگانے لگی تو ملاّ صاحب کے ہوش اڑنے لگے۔ ملاح نے پوچھا حضرت کیا آپ نے کبھی تیراکی سیکھنے کی کوشش کی ہے۔ الخ۔

اور جو ملاح اپنے مشاہدوں اور تجربوں کو قید تحریر میں لانے کے فائدوں سے واقف ہو چکے تھے وہ بھی زبان وبیان پر ایسی قدرت نہیں رکھتے تھے کہ اپنی بات صحیح زبان میں واضح طور پر بیان کرسکیں۔ اس کی مثال خود ابن ماجد کی نظم و نثر ہے جس میں لغت، صرف اور نحو کی بکثرت بے راہ رویاں پائی جاتی ہیں۔ ایک ایسا گروہ کہ

سدا ان کو مرغوب سیر وسفر تھا　　جو لنکا میں ڈیرہ تو بربر میں گھر تھا

اس کی زبان پر بھانت بھانت کی بولیوں کا چڑھ جانا یا صرف ونحو کے قاعدوں کی پابندی نہ کرنا کوئی تعجب کی بات نہیں ہے۔ ملاحوں کی زبان کے متعلق جو عام رائے تھی۔ درج ذیل واقعہ سے بخوبی ظاہر ہوتی ہے۔

محمد حاتمی نے جبھتہ الادب کے نام سے ایک کتاب لکھی تھی۔ اس کی ابتدا متنبّی پر تنقید سے اس طرح شروع ہوتی ہے۔ "میں نے متنبّی سے پوچھا بتاؤ تو تمہاری اس بیت کا کیا مطلب ہے:

طلب الامارۃ فی الثغور ونشوہٗ　ما بین کرخایا الی کلواذا۔؟

یہ تم نے کہاں سے لیا۔ ما احسبک اخذتھا الا عن الملاحین۔ میں سمجھتا ہوں تم نے اس کو ملاحوں سے حاصل کیا ہے (یاقوت۔ بلدان کلواذی۔ ج ۴۔ ص ۳۰۲)

خلاصہ کلام یہ کہ علم الملاحۃ کی کتابوں کے نہ ملنے کی ایک وجہ اس فن کے لوگوں کی علمی و تصنیفی مشاغل سے طبعاً بے اعتنائی تھی۔ اور جو چند کتابیں ضرورتاً وجود میں آگئی تھیں ان کی زبان بھی ایسی تھی کہ سوائے خصوصی تربیت پائے ہوئے ارباب فن کے وہ عام پڑھے لکھے لوگوں کی سمجھ میں نہیں آسکتیں۔

ان کتابوں کی اشاعت نہایت محدود رہنے کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ ان میں درج شدہ معلومات کی حیثیت آج کل کی زبان میں گویا تجارتی راز کی سی تھی۔ خود ابن ماجد نے بھی اشارتاً کہا ہے کہ بعض ملاح اپنی معلومات دوسرے ملاحوں سے چھپانے کی کوشش کرتے ہیں۔ ان کو اندیشہ لگا رہتا ہے کہ دوسرے ملاح ان کے رازوں سے واقف ہو جائیں گے تو ان کی تجارتی یا مواصلاتی سرگرمیاں سرد پڑ جائیں گی۔ اس طرح کی معاشی رقابتوں کے ساتھ اس سیاسی واقعہ کا بھی اضافہ کیجئے کہ نویں صدی ہجری کی ابتدا سے دسویں صدی ہجری کے اختتام تک بحر ہند اور اس کے متصلہ سمندروں پر غلبہ پانے کی بڑی زبردست بین الاقوامی بحری کشاکش جاری تھی۔ ایک طرف تو حروب صلیبیہ میں شکست کھایا ہوا لیکن چند ہی مدت بعد اندلس سے مسلمانوں کو نکالا ہوا مغرب تھا اور دوسری طرف مشرقی ترک، صفوی ایرانی اور ہندی مغل تھے جو نہایت وسیع و عریض بری علاقوں کی نعمتوں سے مستفید ہو رہے تھے۔ اس لیے نہیں بحری مہم آزمائیوں کی ضرورت ہی نہیں تھی۔ مشرقی سمندروں میں صرف وہ ملاح تھے جو کسی حکومت کی سرپرستی کے بغیر خود ہی ان بحری مہم پسندوں اور قسمت آزماؤں کا مقابلہ کر رہے تھے جن کو ان کی حکومتوں کی حمایت حاصل تھی۔ اس لیے یہ لوگ گر اپنی بحری معلومات کو راز میں رکھنے کی کوشش کرتے رہے ہوں تو اس میں بھی

Marfat.com

کوئی تعجب کی بات نہیں۔

خلاصہ کلام یہ کہ علم الملاحۃ کی مربوط تاریخ مرتب کرنے میں مواد کی قلت سب سے بڑی رکاوٹ ہے۔ ابن ماجد کے رسالوں کے تفصیلی تعارف سے یہ بھی واضح ہوگیا کہ اس فن کی تاریخ نویسی کا فرض وہی شخص اچھی طرح ادا کرسکتا ہے جو اس فن کے اصول و مبادی سے صرف نظری طور پر ہی نہیں بلکہ عملاً بھی واقف ہو۔ اس طرح کی فنی تاریخ مرتب کرنے کے لئے یہ کتابیں یقیناً ناگزیر ہیں۔ البتہ ایسے ملاحوں کے پیدا ہونے کے لئے غالباً ابھی کافی مدت لگے گی جو اپنے اسلاف کے فنی کارناموں کو نئے سرے سے مرتب کریں اور اس سے علمی و فنی استفادہ کریں۔

صاحب قلم ملاحوں کی غیر موجودگی میں تمدنی مورّخ صرف غیر فنی تاریخ ہی مرتب کر سکے گا۔ اور اس کے لئے خالص فنی و علمی مواد نسبتاً زیادہ سودمند نہیں ہوسکتا مسلمانوں کے بحری معرکوں یا ان کی سمندری تجارتی سرگرمیوں کی روداد مرتب کرنے والے کے لئے لازماً عربی ادب کے عام ذخیرہ کی طرف متوجہ ہونا پڑے گا۔ سب سے پہلے عام تاریخوں کی طرف رُخ کرنا غالباً فطری سا تھا مگر بہت جلد اندازہ ہوا کہ ان میں درج شدہ معلومات عدد درجہ منتشر و مختصر ہونے کے علاوہ ناقص بھی ہیں۔ اس لئے عام عربی ادبیات کی طرف نظر اٹھا کر ۔

"غوطہ دریائے "کتب" میں ہے لگانا بہتر آگے تقدیر سے خرمہرہ ملے یا گوہر" کہتے ہوئے تلاش شروع ہوئی تو معلوم ہوا کہ تفسیر و حدیث یا شعر و ادب ہی نہیں بلکہ فقہ و نحو کی کتابوں میں بھی اسلامی بحریہ کے متعلق بعض نہایت کارآمد معلومات بکھری ہوئی ہیں۔ بیاض العین ص ۱۷ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ایک بہت بڑا جہاز سات سمندروں کا چکر کاٹتے ہوئے طوفانوں کا پیہم مقابلہ کرکے چور چور ہوگیا ہے۔ اس کے کل پرزے، عرشے، تختے سمندر کی سطح پر ادھر اُدھر تھپیڑے کھاتے

ہوئے نبرد رہے ہیں۔ اب سمندروں کو پھر سے مسخر کرنے کے لئے نئے جہاز بنائے بغیر چارہ نہیں اور ضرور بنانا چاہیئے۔ اس لیے جدید جہاز ساز پیدا کرنے کا ایک طریقہ یہہ بھی ہے کہ پرانے جہازکے ایسے پرزوں ٹکڑوں کو جو ساحل سے آ لگے ہیں۔ جمع کر کے حتی الامکان ویسا ہی جہاز تیار کیا جائے جو ٹوٹنے سے پہلے تھا۔ ایسی جہاز سازی کا مقصد پدرم سلطاں بود کا نعرہ مہیا کرنا ہرگز نہ ہونا چاہیئے۔ اور نہ یہہ کہ جدید جہاز ان پرانے از کار رفتہ جہازکے جیسے ہی بنائے جائیں بلکہ اس کا مقصد ایک از یاد رفتہ نشانی کی طرف توجہ دلانا ہے کہ اِنَّ فِیْ ذَالِکَ لَاٰیَۃً لِقَوْمٍ یَّتَفَکَّرُوْنَ۔

ناشکری ہوگی اگر اس کوشش کے نتائج پیش کرتے ہوئے اہل مغرب کی ان تھک اور خدمات کا ذکر نہ کیا جائے جو انہوں نے مسلمانوں کی بحری تاریخ مرتب کرنے کے سلسلہ میں انجام دیں۔ اس سلسلہ میں بطور مقدمہ یہہ بات پیش نظر رہنی چاہیئے کہ اسلامی علوم وفنون سے اہل یورپ کی دلچسپی کا پہلی صدی ہجری ہی سے شروع ہوجانا طبعی تھا۔ اس لیے کہ باز نطینیوں سے مسلمانوں کے مصالحانہ یا مخاصمانہ تعلقات کی ابتدا سنہ آٹھ ہجری ہی سے ہو چکی تھی۔ مختلف اور زیادہ تر سیاسی اسباب کی بناء پر جس کی تفصیل یہاں بے محل ہے قریباً چار صدیوں تک یہہ دلچسپی شوق تجسس سے آگے نہیں بڑھی۔ اسلامی مشرق سے علم وفن حاصل کرنے کا آغاز، اندلس سے قطع نظر، حروب صلیبیہ اور اس کے بعد سوا۔ حروب صلیبیہ کا سب سے اہم سیاسی نتیجہ یہہ نکلا کہ مشرق اوسط و مشرق بعید تک پہنچنے کے خشکی کے رستے بند پاکر اہل مغرب نے سمندروں کا رُخ اختیار کیا۔ مشرقی سمندروں پر مسلمانوں کا تسلط اتنا مستحکم نہیں تھا کہ وہ یہاں بھی اہل مغرب کے سیلاب کو روک سکتے۔ یہاں جن مسلمان ملاحوں کا غلبہ تھا اگرچہ ان کو اسلامی حکومتوں کی باقاعدہ سرپرستی حاصل نہیں تھی تاہم وہ اتنے منظم اور مغربی طوفان سے اتنے چوکس ضرور تھے کہ ان کو اہل مغرب آسانی سے اپنی جگہ سے بے دخل بھی نہیں کرسکے

Marfat.com

تھے۔ ان کو رستے سے ہٹانے کے لیے ان کے زیر تسلط سمندروں سے مغربی اقوام کا پوری طرح واقف ہونا ضروری تھا۔ اس لیے ان کی بحریاتی فن سے آگاہی بھی ضروری تھی اس محاذ پر سب سے پہلے اسپین و پرتگال کی کوشش غالبًا فطری سی تھی۔ اس لئے کہ ان کو مسلمانوں کی بحری قوت خاص کر بحیرۂ روم کی قوت سے کافی واقفیت تھی۔ علاوہ بریں مسلمانوں کو نکال باہر کرنے کی وجہ سے ان میں خود اعتمادی بھی پیدا ہو گئی تھی۔ قریبًا یقین سے کہا جا سکتا ہے کہ اسلامی بحریہ سے متعلق معلومات کا ایک قابل لحاظ حصہ اسپینی مصادر میں مل سکے گا۔ لیکن اس کے لیے صرف زبان دانی ہی کافی نہیں ہے بلکہ اسپینی ادب کا وافر ذخیرہ بھی مہیا ہونا ضروری ہے جو بھارت میں ممکن نہیں۔ یہاں اس اہم مصدر کی طرف صرف توجہ ہی دلائی جا سکتی ہے۔ اسپینیوں کے بعد اہل ہالستان نے اور پھر فرانسیسیوں اور انگریزوں نے مسلمانوں کے بحریاتی معلومات کی طرف توجہ کی لیکن اس کا مقصد وقتی اور مادی فائدہ سے زیادہ نہیں تھا۔ البتہ انیسویں صدی عیسوی کی ابتداء سے استفادہ کے ساتھ ساتھ علمی دلچسپی بھی شروع ہوئی۔ چونکہ انگریزوں کی مادی قوت میں سب سے زیادہ بحریہ کو دخل تھا۔ اس لئے غالبًا انہوں نے مسلمانوں کی بحریاتی معلومات کے علمی مطالعہ کی طرف زیادہ توجہ کی ہوگی۔ پرنسپ کے مقالہ کا حوالہ اوپر گزر چکا ہے۔ اٹھارہ سو اڑتالیس عیسوی میں گارساں دی تاسی نے بحرۂ احمر میں چلنے والی مروجہ عربی بحری اصطلاحوں کی ایک فہرست تیار کی۔ اس کے قریبًا چالیس سال بعد (اٹھارہ سو اسی) وستنفلڈ نے عربی جہازوں کے ناموں کی ایک فہرست بنائی ان کی تعداد قریبًا سرسٹھ ہے۔ محمد حمید اللہ نے یہ پوری فہرست معارف اعظم گڑھ بابت انیس سو چھتیس عیسوی میں نقل کر دی ہے۔ اس کے دو سال بعد گلٹ سٹ نے "عربی جہازوں کی نوعیت" پر جرمن زبان میں ایک مقالہ لکھا۔ جرمن زبان سے ناواقفیت کی بناء پر ایک کرم فرما کی عنایت

سے محولہ جرمن مقالوں کے صرف خلاصوں سے استفادہ ہو سکا۔ اس سلسلہ میں ہنگری کے یہودی مستشرق گولڈ زیہر کا ایک مضمون بھی قابلِ ذکر ہے۔ انیس سو بیس عیسوی میں بُرنو فرانسیسی نے "رباط واقع شمالی افریقہ کی جہازی صنعت اور اس کی عربی اصطلاحوں" پر ایک کتابچہ شائع کیا۔ ان میں درج شدہ معلومات کی نوعیت مقامی ہے اور وہ بھی صرف موجودہ زمانے سے متعلق۔ تقریباً اسی زمانہ میں فراں نے ابن ماجد اور سلیمان کے رسالوں کا عکسی نسخہ شائع کر کے اسلامی بحری تاریخ کی ایک اہم بالشان خدمت انجام دی جس کی تفصیل گزر چکی ہے۔ ۱۹۲۹ء انیس سو انتیس عیسوی میں "قرآن اور سمندر" کے عنوان سے بارتولد نے ایک مضمون لکھ کر بعض اہم مصادر کی طرف توجہ دلائی۔ اس کے چند سال بعد کندرمان نے عربی جہازوں کے ناموں کے متعلق ایک مفصل مقالہ شائع کیا۔ محترمی محمد حمید اللہ مدظلہ نے ازراہ کرم اردو میں اس کا خلاصہ راقم السطور کے لیے مہیا فرمایا (جزاہ اللہ خیرالجزاء)۔ کندرمان نے زیادہ تر ترکی اور عربی زبان میں لکھے ہوئے مواد پر اعتماد کیا ہے اور جہازوں کی ساخت پر خصوصی توجہ کی ہے۔ ہارنل کے دو مقالے بھی اس سلسلہ کی مفید کڑیاں ہیں جو اس نے "لکڑی کی کشتیوں کی ابتداء" اور "عربوں کی بحری صنعت" پر سپرد قلم کیے ہیں۔ گانو کا سلسلہ مضامین "تونس کی بحری اصطلاحوں کا مطالعہ" اور ایورن کا رسالہ "مشرقی عرب کی عربی ڈونگیاں" صرف موجودہ زمانہ کے مواد و حالات پر مشتمل ہیں۔

یہ اہل مغرب کی صرف ان کوششوں کا ذکر ہے جن سے راست یا بالواسطہ استفادہ کیا جا سکا۔ انہوں نے مسلمانوں کی جہاز رانی سے متعلق اس سے کہیں زیادہ معلومات فراہم کی ہیں مگر نہایت محدود ذرائع سے ان تحریروں کا خاص کر ہندستان میں مہیا ہونا ممکن نہیں لہذا جتنا بھی بن پڑا پیش کر دیا گیا کہ آئندہ کام جاری رکھنے والا مستشرقین کے کیے ہوئے کم از کم ابتدائی کام سے تو واقف رہے۔

Marfat.com

زیر بحث موضوع کی تاریخ مرتب کرنے کے سلسلہ میں خود مسلمانوں نے جو کوشش کی اس کا جائزہ بھی ناگزیر ہے۔ اس سے معلوم ہوگا کہ اب تک کیا کچھ ہوا ہے اور کیا کرنا باقی ہے۔ یہ جائزہ شروع کرتے ہوئے ذرا ایک بھاری بھرکم کتاب الٹتے چلیے جو اسماعیل سرہنگ نے حقائق الاخبار عن دول البحار کے نام سے تین ۳ اجزار میں تالیف کی ہے۔ یہ اجزار تینتیس ۳۳ سطری تقطیع کے قریباً چودہ سو صفحات پر پھیلے ہوئے ہیں۔ پہلے دو اجزار تیرہ سو چودہ ہجری میں شائع ہوئے اور تیسرا جزء ۱۹۲۳ء انیس سو تیئیس عیسوی میں نکلا۔ جیسا کہ نام سے ظاہر ہے مؤلف نے اس میں دنیا بھر کے ان تمام ملکوں کی تاریخ سمیٹنے کی سعی کی ہے جن کی سرحدیں سمندر تک پھیلی ہوئی تھیں۔ ایک طویل مقدمے کے بعد آدم علیہ السلام سے ابتدا کرتے ہوئے فنیقیہ، میدیا، مقدونیہ روما و بازنطیہ کے بعد عرب قبل اسلام خلافت والمغرب سے ہوتے ہوئے سلطنت عثمانیہ پر پہلا جزء ختم کیا ہے۔ یہہ ساری داستان سرائی اکثر و بیشتر سیاسی حوادث پر مشتمل ہے البتہ ایک مفید کام یہ کیا ہے کہ من جملہ اور ملکوں کے بعض اسلامی ملکوں کی اکثر بندرگاہوں کا وصف بیان کرتے گئے ہیں۔ ضمناً متعلقہ ملکوں کے بحریہ کا بھی ذکر آگیا ہے۔ گو اکثر صورتوں میں یہہ بھی آدھے پون صفحے سے زیادہ نہیں ہے۔ مؤلف کا اصل مقصد سلطنت عثمانیہ کے بحری معرکوں کو قلمبند کرنا ہے جن کی باقاعدہ ابتدا محمد فاتح متوفی ۸۸۶ھ آٹھ سو چھیاسی ہجری سے ہوتی ہے۔ دوسرا جزء صرف مملکت مصر کی کہانی سناتا ہے۔ یہاں بھی مؤلف نے بطالسہ سے شروع کر کے خلافتی دور سے گزرتے ہوئے اپنے ہم عصر خدیو عباس حلمی تک کے وقائع قلم بند کر دیئے ہیں۔ تیسرا جزء بھی اس کا تکملہ ہے۔ دور متاخر کے عثمانی و مصری بحریہ کی تاریخ پر اس کتاب کے اہم و مفید ہونے میں کوئی شک نہیں مگر اس کے پہلے کی تاریخ پر جتنا کچھ اور جیسا کچھ بھی لکھا گیا ہے وہ قریباً سب کا سب بے سند و بے ترتیب ہے۔ بحر ہند اور اس سے متصلہ سمندروں میں مسلمانوں کی حربی یا تجارتی سرگرمیوں کے متعلق تو کہنا چاہیے کہ کچھ بھی نہیں ہے اس

Marfat.com

لیے دوسری سینکڑوں کتابوں کی طرف رجوع ہونے کی ضرورت جوں کی توں باقی رہتی ہے
زیرِ نظر موضوع سے متعلق منتشر معلومات کو ترتیب سے بیان کرنے کی کوشش سب سے پہلے شاید مصر میں شروع ہوئی جب کہ عبدالفتاح نے رسالہ الملال بابت سنہ ۱۹۱۲ انیس سو بارہ عیسوی میں سفن الاسطول الاسلامی کے عنوان سے دو مضمون لکھے۔ حسب توقع ان میں زیادہ تر مصری بحریہ کے حالات کا خلاصہ تھا۔ اس کو علیحدہ رسالہ کی صورت میں بھی شائع کیا گیا۔ اس سنہ میں کاظم دجیلی نے مجلۃ لغۃ العرب میں السفن فی العراق جیسے عنوانوں سے چند مقالے لکھے۔ پھر سنہ ۱۹۲۷ انیس سو ستائیس عیسوی میں حبیب زیات نے السفن والمراکب کے عنوان سے ایک مقالہ لکھا۔ بعد میں تھوڑے سے اضافہ کے ساتھ اس کو معجم المراکب والسفن کے شاندار نام سے نشر کیا گیا۔ ان سب کوششوں کو تقدمِ زمانی کا شرف ضرور حاصل ہے مگر واقعہ یہ ہے کہ ایک ہندوستانی سید سلیمان ندوی نے سب سے زیادہ اہم کام انجام دیا۔ انہوں نے عربوں کی جہازرانی کے عنوان سے چار خطبے پڑھے جو سنہ تیرہ سو چھپن ہجری میں شائع ہوئے۔ پوری اسلامی بحری تاریخ کے سمندر کو کوزہ میں بند کرنے کی کوشش میں جتنی اور جیسی خامیاں ہو سکتی ہیں ان کا ان خطبوں میں پایا جانا قدرتی بات تھی۔ اس رسالہ پر محمد حمید اللہ کا استدراک رسالہ معارف کی سینتیسویں جلد بابت سنہ ۱۹۳۶ انیس سو چھتیس عیسوی میں شائع ہو گیا ہے۔ اس استدراک سے موضوع کی وسعت کے سوا یہ اندازہ بھی ہوا کہ اس خصوص میں کوشش کرنے کے لئے کس درجہ کے صبر و سکون کی ضرورت ہے اور کتنی محنتِ شاقہ برداشت کرنی پڑے گی۔

سنہ تیرہ سو چونسٹھ و چھیاسٹھ ہجری میں محمد یاسین حموی نے تاریخ الاسطول العربی اور الملاح العربی کے نام سے ایک رسالہ اور ایک مقالہ لکھا۔ ان دونوں کی حیثیت عرب قومیت کی چلتی ہوئی دعایت سے کچھ بھی زیادہ نہیں۔ البتہ علی محمد فہمی نے انگریز علما کی نگرانی میں جامعہ لندن سے ڈاکٹریٹ کی سند حاصل کرنے کے لئے جو رسالہ لکھا ہے وہ یقیناً

Marfat.com

ایک گراں قدر علمی خدمت ہے۔ اس کا عنوان ہے "مشرقی بحیرۂ روم میں مسلمانوں کی بحری قوت" مقدمہ کے علاوہ اس میں پانچ باب ہیں جن میں مصر کے بحری مراکز، شام، افریقیہ وافریطش کے مرکز جہاز سازی کا ساز وسامان، بحری تنظیم اور بحیرۂ روم میں مسلمانوں کے جہازوں کا بیان ہے۔ تین ضمیموں میں مصر کے جنگل، طولونی بحریہ اور مقدسی کے دیئے ہوئے جہازوں کے ناموں پر بحث کی گئی ہے۔ تعدادِ صفحات تقریباً ڈیڑھ سو ہے۔ تقطیع متوسط۔

اس کے علاوہ مسلمانوں کی کسی اور کوشش کا علم نہیں ہوا۔

آئندہ اوراق میں جو مواد پیش کیا جارہا ہے وہ حالیہ معلومات میں کیا اضافہ وترمیم کرتا ہے؟ اس کا جواب تو ناظرین ہی دے سکتے ہیں، البتہ اس کی نوعیت اور اس کے حدود کا تعین مستودِ اوراق کا کام ہے، اس سلسلہ میں چند امور کا خیال رکھنا مناسب ہوگا۔ اولاً یہ کسی ایک سمندر کی اسلامی بحری تاریخ نہیں ہے۔ بلکہ یہ مسلمانوں کی جملہ بحری سرگرمیوں پر حاوی ہے لیکن یہ ایسی بنیادی معلومات ضرور ہیں جن کو زمانہ وار یا علاقہ وار یا دونوں طرح محدود کر کے کوئی منظم بحری تاریخ لکھی جاسکے جیسے مثلاً: اموی دَور کے بحری محاربات یا بحیرۂ فارس میں مسلمانوں کا تجارتی بیڑہ یا قرونِ وسطیٰ کے ہندی مسلمانوں کی بحری سرگرمیاں وغیرہا۔ گویا ان معلومات کی حیثیت ایسے تختوں، کیلوں اور رسّوں کی ہے جن کو مہیا کئے بغیر کوئی معمولی کشتی بھی تیار نہیں ہوسکتی چہ جائیکہ ایک مکمّل جہاز تعمیر کیا جائے۔ پورے لوازم تعمیر مہیا ہونے کے لئے یقیناً بہت سے ماہر کاریگروں کی محنت اور طویل مدت درکار ہوگی۔

ثانیاً: جتنا مواد مہیا کیا گیا ہے وہ بالکل خام یا ابتدائی حالت میں جوں کا توں ڈھیر نہیں کردیا گیا ہے بلکہ بحث و نظر کے بعد ہر ہر جزو کے کارآمد ہونے کے درجہ اور اس کے مقام کو متعین کرنے کی بھی کوشش کی گئی ہے۔

ثالثاً: جو کچھ مہیا کیا گیا ہے اس کے نامکمل ہونے کا جتنا احساس مجھ کو ہے کسی دوسرے کو نہیں ہوگا اور شاید ہو بھی نہیں سکتا لیکن کُل کی طلب میں جزو کو فوت

کرنا بھی کسی طرح مناسب نہیں تھا۔ نہایت ہی محدود ذرائع ہونے سے زیادہ میری ذاتی مجبوریاں بھی عدم تکمیل میں مانع رہیں۔ لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ اِلَّا وُسْعَہَا کی بشارت نہ ہوتی تو اس کو بھی منظر عام پر لانے کی ہمت نہ ہوتی۔ والکمال للہ۔

ملاحظات

۱۔ جملہ معلومات کو عصری عربی لغت نویسی کے لحاظ سے مرتب کیا گیا ہے۔ یعنی جہاز یا جہاز رانی سے متعلق کسی اسم یا فعل کو با ترتیب حروف تہجی ثبت کر کے اس سے راست تعلق رکھنے والے جملہ معلومات اکٹھا کر دیئے گئے ہیں۔

۲۔ کلمات کو لفظوں سے متعین کرنے میں طوالت اور علامتیں لگانے میں طباعت کی غلطیوں کا امکان تھا اس لئے صرفی وزن بتانے کے لئے کسی معروف اردو لفظ سے کام لیا گیا ہے۔

۳۔ مرجع کا مکمل عنوان صرف پہلی مرتبہ دے کر بعد میں اس کے اختصار پر اکتفا کی گئی ہے مراجع کی تفصیلی فہرست آخر میں ہے۔ دوسرے اختصارات وہی ہیں جو ایسی تحریروں میں عموماً استعمال ہوتے ہیں۔ مثلاً جزو کے لئے ج یا لغت کے لئے مادہ وقس علی ہذا۔

۴۔ جہاں کہیں ایک ہی مصدر کا حوالہ دیا گیا اس کا مطلب یہ ہے کہ رجوع کردہ کسی دوسرے مصدر میں زیر نظر اطلاع نہیں ملی اور لغت میں نہ ملنے کے معنی مادہ یا مظان میں نہ ملنے کے ہیں نہ کہ پورے معجم میں۔

Marfat.com

اسمارِ جہاز وکشتی

الآمِد۔ الف ممدود و میم مکسور : لدا ہوا جہاز۔[1]

الآمدہ : بھری ہوئی کشتی۔

غلہ، سامان یا ایسی ہی کسی چیز سے بھری ہوئی کشتی۔ خالی کشتی کیلئے یہ صفت استعمال نہیں ہوتی۔[2]

مادّہ کے معنی غصب یا غایت ہیں۔ بھری ہوئی کشتی سے اس کا کوئی تعلق سمجھ میں نہیں آیا۔

اس سلسلہ میں قابلِ لحاظ بات یہ ہے کہ قاموس میں اس معنی کا کوئی شاہد نقل نہیں کیا گیا۔ دوسرے مرجوعہ مصادر میں بھی کہیں دیکھنے میں نہیں آیا۔ اس لئے مذکورہ معنوں میں آمد کا خالص عربی الاصل ہونا مشکوک معلوم ہوتا ہے۔ غالباً زیادہ تر جنوبی بندرگاہوں جیسے مثلاً عدن وغیرہ کے عوام کی زبان پر ہو گا۔ البتہ اس کا نہایت قدیم الایام سے عربی میں رائج ہونا قطعی ہے۔

134971

---

[1] تاج العروس۔ مادّہ ء م د

[2] تاج العروس من جواہر القاموس ، تاج اور دوسری متداولہ معاجم۔ مادہ = ء م د

Marfat.com

الاسطول: بضمتین، سین دندانہ دار کے بعد طائے عربی - جنگی بیڑہ اساطیل جمع
یہ لفظ عربی زبان میں غالباً اس وقت داخل ہوا جب کہ اموی دور میں یونانیوں (بازنطینی) سے بحری لڑائیاں شروع ہوئیں لیکن تعجب ہے کہ اس دور کے کسی شاعر کے کلام میں یہ لفظ نہیں پایا گیا۔ البتہ ابتدائی عباسی دور ہی میں جو تاریخیں وغیرہا لکھی گئیں ان میں اموی دور کے حوادث بیان کرتے ہوئے ہی لفظ استعمال کیا گیا اور اس زمانہ کے شاعروں نے بھی اپنے اشعار میں یہ لفظ باندھا جیسے مثلاً بحتری جس کا ایک شعر یہ ہے -

یسوقون اسطولاً کان سفینۃ ۔۔۔ سحائب صیف من جھام و محطر[1]

ابن ہانی اندلسی کے یہاں بھی یہ لفظ کئی بار آیا ہے[2]۔

حسب توقع اسطول یونانی لفظ کی تعریب ہے[3]۔

قدامہ بن جعفر نے تیسری صدی ہجری کے اواخر کا ذکر کرتے ہوئے بتایا ہے کہ :-
"شام و مصر کے اگلے مورچوں سے جو جہاز قبرص میں جمع ہوتے تھے ان کی تعداد اسّی تا ایک سو ہوتی تھی" وليسمى ما يجتمع منها الاسطول كما يسمى ما يجتمع من الجيش فى البر المعسكر" جس طرح خشکی پر جمع ہونے والی فوج کو علی التوسع معسکر کہتے ہیں اسی طرح سمندر میں جمع ہونے والے جہازوں کو مجموعی طور پر اسطول کہتے ہیں۔ اور مصر و شام کے جملہ جہازوں پر سالانہ ایک لاکھ دینار خرچ ہوتے ہیں[4]۔

صلیبی محاربوں کے دوران جو بحری لڑائیاں ہوئیں ان کی نہایت دلچسپ و سبق آموز روداد من جملہ اور مؤرخوں کے ابن شداد، عبدالرحمان اور عماد الدین نے بھی قلمبند

---

[1] د - ج ۲ ص ۲۳
[2] د - ص ص ۱۸۹، ۵۴۵ - نزہتہ المشتاق ص ۱۰۲ و ۱۹۲ = الاسطول للغزوۃ۔
[3] التنبیہ والاشراف ص ۱۴۱ - شفاء ص ص ۳۸، ۱۱۹
[4] کتاب الخراج - ص ۲۵۵ -

Marfat.com

کی ہے۔[۱]

اصطول : جنگی بیڑہ۔

اسطول بعض وقت سین مہملہ کی بجائے صاد سے بھی لکھا گیا ہے اس لئے ردیف صاد میں بھی درج کرنا مناسب معلوم ہوا۔ یہ املا عموماً المغرب واندلس میں رائج رہا۔ مثلاً فی سنہ ۷۰۵ وصلت اصطول المھدیۃ بسبی کثیر من بلاد الروم یا فی سنہ ۵۱۷ وصلت اصطول اللفرنج الی۔۔۔۔۔ یا فی سنہ ۵۳۷ خرج اصطول صاحب صقلیہ[۲]

الاعوادی : کشتیاں۔

یہ لفظ صرف ایک مصری ماخذ میں ملا جس کا موضوع نظم ونسق ہے۔[۳]

عربی میں اعواد جمع ہے عود کی اس کے معنی ہیں لکڑی۔ کشتی کو صرف لکڑی سے تعبیر کرنے کا محاورہ عرب میں بہت ہی قدیم ہے۔ چنانچہ جب معاویہ نے سیدنا عمر سے عرض کی کہ انہیں یونانیوں پر بحری حملہ کرنے کی اجازت دی جائے تو آپ نے

---

[۱] الروضتین ج ۱ ص ص ۸۰، ۹۰، ۱۰۰، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۶۹ ج ۲ ص ص ۹۲، ۱۵۴، ۱۷۰ اور آگے۔

الفتح القسی۔ ص ص ۲۲۴ تا ۲۲۹

النوادر السلطانیہ ص ص ۳۸، ۶۸، ۱۰۵

[۲] البیان المغرب ۱ ص ص۔ ۳۱۴، ۳۱۸، ۳۲۲

ملحوظ:۔ نصوص منقولہ سے ظاہر ہے کہ اس مؤرخ نے اصطول کو کبھی بصیغہ تانیث اور کبھی بصیغہ تذکیر استعمال کیا ہے۔

[۳] قوانین الدواوین ۔ص ۱۶ ۔

عمرو بن العاص سے مشورہ کیا۔ عمرو نے لکھا: سمندر ایک بڑی مخلوق ہے اس پر چھوٹی مخلوق سوار ہوتی ہے۔ (سوار کیا ہوتی ہے گویا) لکڑی پر کیڑا چمٹ گیا ہے:

دودٌ علی عودٍ[۱] فانکسر العود ہلک الدُّوْد[۲]

اس نص کے پیش نظر اگر اعوادی کو چھوٹی کشتی فرض کریں تو شاید غلط نہ ہو۔ جسامت کی بیشی یا کمی سے قطع نظر وظیفی حیثیت سامنے رکھئے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اعوادی شاید ایسی کشتی تھی جو مصر کے جنوبی علاقہ سے ایندھن اور نجاری لکڑیاں شمالی علاقہ میں منتقل کرتی تھی جہاں لکڑی کی قلت تھی۔

ظرف کا نام مظروف کی وجہ رکھنا عربی میں بھی عام ہے۔ اعواد میں یائے نسبت لگا کر اعوادی بولنا بھی غلط نہیں۔ مدائن سے مدائنی وغیرہ کی مثالیں پہلے سے موجود ہی تھیں۔

بہرطور خیال رہے کہ جب تک کسی اور ماخذ سے اعوادی کا کچھ مزید پتہ نشان نہ ملے متعین طور پر کچھ بتانا دشوار ہے۔

افروطة : بیڑہ۔

یہ لفظ مسلمانوں نے صرف نصرانی جہازوں کے لئے استعمال کیا ہے[۴]۔

انحدر : ح د ر کے باب انفعال سے لغوی معنی ڈھلوان سے اترنا[۵]۔ لیکن

۱ــہ البیان والتبیین ج ۲ ص ۱۱۳ ـ ج ۳ ص ۸۷

۲ــہ طبقات الصحابۃ ج ۲ ـ قسم ۱ ص ۲۰۳ و ۲۰۴

۳ــہ ددزی ـ اصلاً لاطینی لفظ ہے ـ عربی میں بفتح اوّل وسکون ثانی و رائے مہملہ مضموم ـ پانچواں حرف طائے تازی ـ

۴ــہ معاجم متداولہ ـ

Marfat.com

جغرافیہ و تاریخ میں دریا کے منبع سے دہانے کی طرف جانے والی کشتی کے لئے خاص ہے۔ اس معنی میں توسیع کر کے یہ لفظ ایسے وقت میں استعمال ہونے لگا جب کہ کشتی ہوا کے بہاؤ کے رخ چلے نہ کہ اس کے خلاف[1]۔

اگر کشتی دریا کے دہانہ سے اس کے منبع کی طرف چلے تو اس کے لئے عموماً ش ب ل = شبال بولتے ہیں۔

بارجۃ بکسر راء مہملہ و بفتح جیم معجمہ : بڑی کشتی جو جنگ کے لئے استعمال کی جائے جمع بوارج[2]۔

فاگانان نے بارجۃ کی جمع براجی بالفتح و بکسر جیم بھی نقل کی ہے[3]۔

مقدسی کے یہاں اس کا املاء ببرج بالفتح و بیائے ساکن و رار مسکور ہے[4]۔ عربی میں اس لفظ کا قدیم ترین ماخذ غالبًا بلاذری ہے۔ فتوح البلدان میں ہے : حجاج نے مکران پر محمد نمری کو مقرر کیا۔ اس کے زمانۂ ولایت میں مالدیپ کے راجہ نے والئ عراق کی جناب میں تقرب حاصل کرنے کے لئے اپنے ملک کی مسلمان عورتوں کو ایک کشتی میں سوار کر کے عراق روانہ کیا۔ یہ ان عربوں کی اولاد تھیں جو اس ملک میں تجارت کرتے تھے اور فوت ہو گئے تھے۔ دیبل کے قریب میدوں کی ایک جماعت نے کشتی پر چھاپہ مارا یہ لوگ بوارج میں سوار تھے[5]۔

---

[1] التنبیہ والاشراف ص ۳۶۴ ۔ المواعظ والاعتبار۔
ج ۲ ص ۳۵۹/ ۳۶۱ : الخدرت العشاریات۔

[2] لسان و تاج : ب ر ج

[3] تحت اللفظ۔

[4] احسن التقاسیم ص ۳۱ ۔ [5] فتوح البلدان ص ۳۵ اور آگے۔

Marfat.com

طبری نے بھی یہ لفظ کئی جگہ استعمال کیا ہے مثلاً حوادث سنہ دو سو اکاون ہجری میں ہے "دخل من البصرۃ عشرۃ سفائن بحریۃ تسمی البوارج۔ فی کل سفینۃ اشتیام وثلاثۃ نفاطین ونجار وخباز وتسعۃ وثلاثون رجلاً من الجذافین والمقاتلۃ فذالک فی کل سفینۃ خمسۃ واربعون رجلاً"[1] بصرہ سے دس کشتیاں آئیں جو بوارج کہلاتی ہیں۔ ہر ایک کشتی میں ایک اشتیام، تین نفط پھینکنے والے، ایک بڑھئی، ایک نان پز اور انتالیس چپو مارنے اور لڑنے والے اس طرح بارجہ کے عملہ کی تعداد پینتالیس نفر ہوتی ہے۔

مسعودی تیسری صدی ہجری کے ربع آخر یا چوتھی صدی کے ربع اول میں ہندوستان آیا تھا۔ اس کا کہنا ہے کہ بوارج ہندوستان کے جہاز ہیں[2]۔

دوسری جگہ زیادہ تخصیص سے کہتا ہے "فی الدیبل جنس من السند یقال لھم المید لھم بوارج فی البحر تقطع علی مراکب المسلمین المجتازۃ الی ارض الھند والصین وجدّہ وقلزم وغیرہا کالشوانی فی بحر الروم"[3] دیبل میں سندیوں کا ایک گروہ ہے جس کو مید کہتے ہیں یہ بوارج میں سوار ہو کر مسلمانوں کے ان جہازوں پر حملہ کرتے ہیں۔ جو ہند، چین، جدّہ آتے جاتے اور بحیرۂ قلزم میں سفر کرتے ہیں۔ بوارج ایسے ہوتے ہیں جیسے بحیرہ روم میں شوانی۔ قریباً چوتھی صدی ہجری تک بھی ان سندیوں کی بحری تاختیں بحر ہند میں جانب مشرق کم از کم جزیرہ سقوطرہ تک تو ضرور ہوتی تھیں۔ اس کی صراحت مسعودی نے کردی ہے[4]۔

بزرگ اپنی ذاتی سرگذشت بیان کرتا ہے کہ لقینی فی طریقی سبعون بارجۃ محاربتھم۔

---

[1] اخبار الرسل والملوک۔ ق ا ص ۱۳۵۹، ۲۷۰۔ ق ۳ ص ۱۵۸۲

[2] التنبیہ والاشراف۔ ص ۲۵۵

[3] ایضاً۔ ص ۵۵

[4] مروج الذہب۔ ج ۳ ص ۳۷

Marfat.com

فحاربتهم ثلثة ايام متوالية واحرقت عدة منها[1] وفي بحر نحو سرنديب البوارج الذين يقطعون و اذا ظفروا بمراكب اكلوا اهلها وهم اشر قوم وليس في سائر الاماكن من يقطع البحار مثلهم[2]

میرے راستے میں ستر بوارج ملے ہیں ان سے مسلسل تین شبانہ روز جنگ کرتا رہا اور کئی بوارج کو آگ لگا دی۔ سرندیپ کے قریب جو بوارج مسافروں کی راہ مارتے ہیں جب کسی جہاز پر قابو پا جاتے ہیں تو اس کے مسافروں کو کاٹ کر کھا لیتے ہیں یعنی آدم خور ہیں کسی مقام کے بحری ڈاکو ایسے شریر نہیں ہیں جیسے کہ یہ ہیں۔

یاقوت نے یہ لکھا ہے کہ "سالی سقطری بوارج الهند الذين يقطعون المسافرين من البحار فاما الآن فلا[3]"

سقطری ہندی بوارج کا اڈہ تھا۔ یہ مسافروں کو لوٹا کرتے تھے مگر اب ایسا نہیں ہوتا یہ بیان شنیدہ معلوم ہوتا ہے، دیدہ نہیں۔ یہ البتہ ممکن ہے کہ یاقوت کا بیان کردہ حال عارضی ہو اس لئے کہ یاقوت کے بعد آنے والوں مثلاً ابن بطوطہ نے محمد بن تغلق کے فرستادوں کے سقطری میں لٹنے پٹنے کے واقعہ کی تفصیل بتاتے ہوئے لکھا ہے کہ یہاں قزاقوں کی کثرت ہے جو صرف مال پر ہاتھ ڈالتے ہیں کسی کو قید نہیں کرتے اس لئے کہ یہ خود غلاموں کی اولاد ہیں[4]۔

صرف سقطری ہی نہیں بلکہ بحیرۂ عرب اور خاص کر ہندوستان کے مغربی ساحل سے افریقہ کے مشرقی ساحل کے درمیان جتنے جزیرے تھے ان میں سے اکثر قزاقوں کے اڈے تھے ان میں سے بعض جزیروں کے باشندے کشتی سازی اور سمندری لڑائی کے

---

[1] عجائب الہند - ص ۱۳۰   [2] ایضاً - ص ۱۱۴ اور آگے۔

[3] بلدان ج ۳ ص ۱۰۲ سقطری۔

[4] تحفۃ ج ۱ ص ۲۶۲ جاری۔ بحیرۂ عرب میں ہندیوں کی قزاقی کے لیے یہی کتاب ج ۴ ص ۲۰۶ دیکھیے۔

Marfat.com

لیے تو بہت مشہور تھے مثلاً جزیرہ جاشک۔ متعدد جغرافیہ نویسوں نے اس کے متعلق یہی لکھا ہے۔ ان میں سے ایک قزوینی کا بیان بطور نمونہ دیکھیے[1]

جاشک کے باشندے سمندری لڑائی اور کشتی سازی میں بہت ماہر ہیں۔ ان میں کے بعض تو سمندر میں تیرتے ہوئے خشکی کے کنارے پر ٹھہرے ہوئے سپاہیوں سے مقابلہ کرتے ہیں۔ یہ لوگ سمندر میں کئی کئی دن تیرتے رہتے ہیں۔ جزیرۂ قیس کے باشندوں کا کہنا ہے کہ ہندوستان کے کسی حکمران نے چند لونڈیاں کسی کو تحفۃً بھیجی تھیں۔ جاشک کے جنوں نے ان پر قبضہ کر لیا۔ یہ جاشکی انہیں کی اولاد ہیں۔

دوسرے جغرافیہ نویسوں کی طرح قزوینی بھی اس بیان کے سلسلہ میں ان کو یونانیوں کی اولاد لکھتا ہے۔

اہل بوارج کی مسلسل لوٹ مار اتنی زیادہ مدت تک جاری رہی کہ بعد میں بوارج اور قزاقی و ایذارسانی مترادف المعنی لفظ ہوگئے اور عربی ادب میں بارجۃ کے معنی انتہائی شریر النفس کے ہو گئے۔ کہتے ہیں ما فلان الا بارجۃ یعنے وہ سراپا شر ہے[2]۔

اُوپر کے بیانات سے فی الجملہ اور باتوں کے یہ قطعی ثابت ہوتا ہے کہ بوارج سندھی تھے البتہ بارجۃ یا بیرجۃ کے ہندی الاصل ہونے میں بعض محققوں نے شبہ ظاہر کیا ہے۔ قدماء میں زمخشری ہے جو اس کو عربی ہی سمجھ کر ب رج کے باب تفعل سے ماخوذ بتاتے اور بتکلف اس کے معنی ایسی کشتی کے بتاتے ہیں جن پر سائبان (غُطار) نہ ہو[3]۔

---

[1] آثار البلاد ص ۵۳ جاری۔ عجائب المخلوقات ص ۱۱۱۔

[2] المخصص ج ۱۰ ص ۲۶ نیز تاج۔ ب رج۔

[3] الفائق ج ۱۔ ص ۲۰۔

Marfat.com

جدید عالموں میں ادّی شیر ہے جو اس کو فارسی بارگاہ : کا معرب سمجھنے پر مائل ہے[1]
لیکن بات صاف ہے کہ بارجتہ یا بیرجتہ بیڑہ کی تعریب ہے۔ یہ محض قیاس نہیں ہے بلکہ اس
پر بیرونی کی شہادت موجود ہے۔ بیرونی کا ہندوستان آنا، قابل لحاظ مدت تک ٹھیرنا اور یہاں
علم حاصل کرنا ایک مشہور بات ہے لہٰذا اسکی شہادت میں شک نہیں ہو سکتا۔ وہ لکھتا ہے: البوارج
لصوص مواضعهم کجه وسموا بهذا لانهم تلصصون فی النذاریج واسمها بیڑہ[2]۔ اس
لحاظ سے مقدسی کا املا بیرجتہ بیڑہ سے زیادہ قریب التلفظ ہے۔ گو وزن صرفی دونوں کا ایک
ہی ہے لیکن رائج بارجتہ ہوا۔

بازرگاں بفتح زائے معجمہ۔ تیسرا حرف رائے مہملہ: الف: مال جہاز۔ ب: تاجروں کا جہاز
یعنی ایسا جہاز جس کے مسافر بیشتر تجارت پیشہ ہوں[3]۔
فارسی لفظ ہونا ظاہر ہے لیکن چھٹی صدی ہجری کے بعد عربی تحریروں میں بھی بے تکلف استعمال ہونے لگا۔

بالوع: ایک قسم کا جہاز۔ یہ حکایۃ ابی القاسم کا لفظ ہے[4] لغوی معنی گھر میں بنایا ہوا گڑھا
جس میں عموماً کوڑا کرکٹ یا گندہ پانی ڈالا جاتا ہے۔ چکی کا منہ کہ اس میں ہر طرح کا اناج ڈالا جاتا ہے
دیگ جس میں جو چیز ڈالی جائے گویا غائب ہو جاتی ہے۔
اس اعتبار سے بالوع کے معنی ہر طرح کا معمولی ساز و سامان پہنچانے لانے والا
جہاز ہو سکتے ہیں۔ لیکن جب تک کسی اور مصدر کا پتہ نہ لگے متعین طور پر یہ بتانا ممکن
نہیں کہ یہ کس قسم کا جہاز تھا۔

باہرہ: کشتی۔ مادّہ ب ھ ر کا اسم فاعل۔
بالگرامی کی توجیہ ہے: چونکہ کشتی پانی کو چیرتی ہے اور اس پر غالب رہتی ہے
اس لئے اس کا یہ نام پڑ گیا۔ مادہ کے اصلی معنی یہی ہیں[5]۔ اس طرح غالباً یہ مجازی معنی ہیں

---

[2] فی تحقیق ما للہند ص ۱۰۲
[1] الالفاظ الفارسیہ ص ۱۸۔ [3] دوزی دکندرمان۔ تحت اللفظ [4] حکایۃ ابی القاسم و احسن التقاسیم ص ۲۷
تا ۳۲۔ نیز اسی سلسلہ کی کتابیں ج ۳ ص ۲۳۱۔ [5] تاج۔ محیط دلستان۔ ب ھ ر۔

Marfat.com

کسی خاص قسم کی کشتی شاید نہیں ہے۔ معاجم کے علاوہ نثر یا نظم میں یہ لفظ کہیں پڑھنے میں نہیں آیا۔

بُراکیہ بالضم وبکاف عربی مکسور۔ جمع بُرکان بالضم : اس کے متعلق سوائے اس کے کچھ معلوم نہ ہوسکا کہ یہ بھی کشتی کی ایک قسم ہے[۱] صاحب قاموس نے کشتی کی قسم لکھا تھا۔ اس کے شارح نے اس پر کچھ اضافہ نہیں کیا[۲] اور صاحب محیط نے البتہ اس کی جمع بھی بتائی ہے[۳]

بَرشتہ۔ بالفتح را، ساکن وشین معجمہ مفتوح۔ جمع مکسر بَراش بروزن پکار و جمع سالم برشات : بڑی لانبی کشتی۔ یہ لفظ ہندوستانی مؤرخوں یعنی الغ خانی اور زین الدین کے یہاں ملتا ہے۔ ظفر الوالہ میں یوں آیا ہے :۔

واتفق فی خروج آیا زمن الدیو وصول الامیر حسین المصری فی برشتین[۴]......

اور زین الدین کے یہاں برشتۃٌ کبیرۃٌ وبرشتۃُ الافرنج۔ سنہ نوسو پینتالیس ہجری میں وصل سلیمان پاشا فی مایۃ من الغربان والبرشات[۵]۔

دوزی کے یورپی مصادر کا بیان ہے کہ یہ کشتی لانبی ہوتی تھی، اس پر چھت بھی ہوتی تھی اور مصری برشہ اتنی بڑی ہوتی تھی کہ اس میں چھ سات ہزار من گیہوں اور کئی ہزار دُنبے سما سکتے تھے[۶]

ان دونوں بیانات سے ظاہر ہے کہ برشہ صرف مصری سمندر ہی میں نہیں بلکہ ہندوستانی سمندر میں بھی چلتی تھی۔ دوسرے اور خاص کر مغربی مصادر میں اس لفظ کے نہ آنے سے معلوم ہوتا ہے کہ برشہ یا اس طرح کی کسی کشتی سے

---

۱ لسان۔ مادہ۔ ب ر ک۔ احسن التقاسیم ص ۳۰۔ ۲ تاج۔ ب ر ک۔

۳ محیط۔ ب ا ر ک ۔ ۴ ظفر الوالہ : ص ۳۷، ۳۹، ۴۱ ـــــ تاریخ گجرات ص ۳۲

۵ تحفۃ المجاہدین۔ ص ص ۳۹، ۴۵ ۶ دوزی۔ تحت اللفظ۔

Marfat.com

مغربی ملاح غالباً واقف نہیں تھے۔

بہ عانی: حرکات نامعلوم: جہاز

مقدسی نے جس سیاق میں کشتیوں کے نام گنوائے ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے دیئے ہوئے یہ سارے نام ایک دوسرے کے مترادف ہیں۔ مقدسی لکھتا ہے: اسلامی دنیا میں کئی ایسے شہر ہیں جن کے نام ایک ہی ہیں لیکن وہ مختلف ملکوں میں واقع ہیں۔ مثلاً سوس کہ اس نام کا ایک شہر مغرب اقصی میں، ایک مغرب ادنی میں، ایک وسط ایشیا میں اور ایک خوزستان میں ہے۔ چند ایسے شہر ہیں جن کے نام دو ہیں لیکن مقام ایک ہی ہے مثلاً مکہ و بکہ اور ایسی اشیار تو بہت سی ہیں کہ ان کے نام مختلف مقاموں پر مختلف ہیں لیکن ان سب کا مدلول ایک ہی ہے۔ اس نوع کی مثالیں تو بکثرت ہیں جیسے من و رطل یا لحام، جزار و قصاب یا عشار، مکاس، سرحدی و صاحب الطریق[1]

اسی طرح مقدسی نے چھپن[۵۶] مثالوں میں ایک سو چوالیس الفاظ لکھے ہیں۔ ستاونویں مثال میں سفینۃ سے لیکر بیرجۃ تک تینتیس[۳۳] پر چھپن الفاظ دیئے کہ ان سب کے معنی کشتی ہیں۔

یہاں مقدسی کی غلطیوں کی اصلاح بے محل ہے البتہ اتنی تنبیہ بہر طور ضروری ہے کہ لغویوں اور خاص کر ائمہ عربی کے نزدیک ایک ہی مسمی کے دو اسم نہیں ہو سکتے الا یہ کہ ترجمہ ہو یا یہ کوئی دو یا دو سے زیادہ زبانیں اصلاً علیحدہ ہوں اور کسی نہ کسی سبب یا اسباب کی بنا پر ان میں تھوڑے یا بہت سے الفاظ ایک دوسرے میں ضم ہو گئے ہوں۔ پہلے اصول کی مثال مزدور کے معنی میں عربی میں فاعل اور فارسی میں روزگاری ہے۔ یا حصن، قلعہ، قہندز و کلات ہے۔ دوسرے اصول کی مثال عربی فارسی ہے کہ فارسی میں بکثرت الفاظ داخل ہو گئے ہیں اور

[1] احسن التقاسیم ص ۳۱ تا ۳۲۔

Marfat.com

عربی نے تھوڑے سے فارسی الفاظ ضم کر لیے ہیں۔ اس سے مترادف یعنے ہم معنی ہونا ثابت نہیں ہوتا۔ بہر حال کسی چیز کا وہی ہونا اور اُس جیسا ہونے کا فرق اچھی طرح ذہن نشین رہنا چاہیئے۔

مقدّسی نے بزعم خود مترادفات دیتے ہوئے یہ نہیں بتایا کہ کونسے ملک یا علاقہ میں کونسا لفظ بولا جاتا تھا۔ مثلاً حاکم و قاضی یا زجّاج و قواریری کو بے تکلّف مترادف کر دیا گیا ہے لیکن یہ معلوم ہونا چاہیئے کہ انتظامی یا سیاسی مقتدر کو حاکم کہاں بولتے ہیں۔ اور قاضی کہاں؟

کشتیوں کی مثال میں تو غضب کیا ہے کہ چھتیس ۳۶ الفاظ کو ایک دوسرے کا مترادف قرار دیا ہے اور حسب سابق یہاں بھی صراحت کیا اشارۃً بھی نہیں بتایا کہ برعانی کس علاقہ میں بولتے تھے۔ زدرق کہاں کی بولی تھی اور بیرجہ کس کی زبان پر تھا۔ یہ تو ممکن ہے کہ ملیبار پر بننے والے جہاز اسپین کے کارخانہ میں تیار ہونے والے جہاز سے علت غائی بلکہ علت فاعلی میں بھی ایک ہی سے ہوں لیکن علت مادی اور خاص کر علت صوری بھی ایک ہی ہو عملاً یہ ممکن نہیں چنانچہ آئندہ مادوں کی تحت دوسرے مصادر سے جمع کیے ہوئے تھوڑے یا بہت مواد سے معلوم ہوگا کہ مقدسی نے ایک ہی شئی یعنی کشتی پر دلالت کرنے والے جو چھتیس ۳۶ نام دیئے ہیں ان میں آپس میں کس کس طرح تھوڑا لیکن اکثر و بیشتر صورتوں میں بڑا اور نمایاں فرق پایا جاتا ہے۔

یہ بات کچھ راقم السطور ہی کی نکالی ہوئی نہیں ہے بلکہ قدیم عالموں نے بھی جہاں کہیں ضمناً کشتیوں یا جہازوں کا ذکر کیا ہے ان کے فرق کو ملحوظ رکھنے کی تاکید کی ہے۔ ابوالمطہّر ازدی، محمد بن احمد نے (چوتھی صدی ہجری) حکایۃ ابی القاسم البغدادی والتمیمی میں صاف لکھا ہے: یحتاج ان تعرف الوان المراکب من السفن والسمیریات والمراکب العمالیات والزبازب والطیّارات والشذوات والبرمات والحراقات۔

Marfat.com

والزلالات والمالست (کذا) والکمندوریات والمبالورع والطبطاب والمالست (کذا) والجدی والجاسوس والورحیات والقوارب والخیطیات والشلمی والجعزیات مخیطة بامراس من القنبار یعنے فلاں فلاں قسم کے جہازوں کا فرق معلوم رہنا چاہیئے۔

راقم الحروف کو "حکایۃ ابی القاسم" حیدرآباد میں دستیاب نہیں ہوئی۔ اوپر کی عبارت دی خویہ کی فہرس و فرہنگ سے نقل کی گئی ہے جو اس نے احسن التقاسیم کے آخر میں دی ہے یعنے ج ۳ ص ۲۳۱۔

برکتہ بالضم وبسکون را و بفتح کاف عربی جمع بُرَک بالضم و بفتح را جمع الجمع اَبراک بالفتح و بُرکان بالضم وبسکون را : لغوی معنی پانی کا ایک چھوٹا سفید پرندہ مجازاً کشتی[۱] (اصطخری نے لکھا ہے کہ سنہ تین سو چوبیس ہجری میں عمان کے ایک تاجر کے چار سو برکتہ جل گئے[۲] (فہمی نے لامنس کے حوالہ سے لکھا ہے کہ یہ عمان کی مقامی زبان کا لفظ ہے اور یہ کہ برکتہ میں قریباً پچاس خروار بوجھ بار کیا جا سکتا ہے[۳]۔

برکوس بالفتح وبسکون را و بضم کاف عربی جمع براکیس : چھوٹا جہاز[۴] سوار السبیل کی عبارت ہے بُرکُوش بضم با بسم اللہ بسکون را و بضم کاف عربی واو ساکن آخر میں شین معجمہ بایطالیانی بُرکوسو Barcosa نوعے از کشتی کہ مابین بر و فرقاطہ می باشد[۵]۔

فاگنان کے پاس بھی اس کا املا شین معجمہ ہی سے ہے[۶]۔ ایک برکوس میں قر

۱؎ معاجم متداولہ

۲؎ المسالک۔ ص ۱۳۹ ۳؎ مسلم سی پاور۔ ص ۱۵۵

۴؎ الروضتین۔ ج ۲۔ ص ۱۸۷ ۵؎ تحت اللفظ۔

۶؎ برمحل۔

پچیس ۲۵ آدمی بیٹھ سکتے ہیں۔ الفتح القسی کی عبارت ہے: اخذمن الفرنج برکوسان فیھانیف وخمسون نفرا[1] فرنگیوں کی دو کشتیوں پر قبضہ کیا گیا جن میں قریباً پچاس آدمی تھے اور دوسری جگہ ہے اخذ برکوس فیہ من الفرنج ..... وھم نیف وعشرون منھم اربعتہ خیالتہ[2] فرنگیوں کے ایک برکوس پر قبضہ کیا گیا جس میں قریباً بیس[2] آدمی تھے۔ ان میں چار گھڑسوار تھے۔ حروب صلیبیہ کے زمانہ میں فرنگیوں نے جہاز کی یہ قسم بکثرت استعمال کی[3] مسلمانوں میں اس کا رواج غالباً اسی زمانہ سے ہوا کہ اس سے پہلے کی تاریخوں میں یہ نام دیکھنے میں نہیں آیا۔ مشرقی سمندروں کے ملاح بھی اس سے غالباً ناواقف ہی رہے۔

برمتہ بروزن سُرمہ: (یہ بھی بزعم مقدسی[4] کشتی کا مترادف ہے لیکن حکایۃ ابی القاسم کے مطابق دوسری کشتیوں یا جہازوں سے ممتاز[5] تھی کو اس کے متعلق کوئی معلومات حاصل نہ ہوسکیں[6] اگر یہ عربی لفظ ہے تو لغتاً اس کے معنی پتھر کی ہانڈی ہونگے[7] دوزی نے پانی لانے یا پانی کو محفوظ رکھنے کا مٹی کا ظرف لکھا ہے[8]۔ اس کی جمع بُرم بالضم و بفتح را یا بِرام بالکسر و بفتح را آتی ہے۔ حکایۃ ابی القاسم میں اس کی جمع بُرمات بالضم و بسکون را لکھی ہے۔ بحریوں میں غالباً یہی رائج بھی تھی۔ لغوی معنوں کے ساتھ اگر ہم یہ واقعہ بھی یاد رکھیں کہ بعض چھوٹے جزیروں یا ساحلی مقاموں پر میٹھا پانی دستیاب نہیں ہوتا تھا اس لیے دوسرے مقاموں سے مسلسل یا متواتر بہرحال کشتیوں کے ذریعہ باقاعدہ پانی مہیا کیا جاتا تھا[9] تو قیاس ہوتا

---

[1] الفتح القسی - ص ۳۱۷ - [2] ایضاً و نیز ص ۳۱۶ - ۳۲۸ [3] مثلاً التوالعلطانیہ ص ۱۴۰ - ۱۴۴ [4] احسن ص ۳۱ [5] تفصیل برعاتی میں گذری۔ [6] مسلم سی یادر [7] معاجم متداول۔ [8] دوزی تحت اللفظ [9] ایسے کئی جزیرے ہیں جہاں میٹھا پانی نہیں ہوتا۔ دوسرے مقامات سے کشتیوں کے ذریعہ لایا جاتا تھا۔ مثلاً جنوبی مصر کے مشرقی ساحل پر قلزم نامی جزیرہ نہایت خشک بے آب رہ گیا ہے۔ ان کے لئے کہا گیا۔ یجمل الیھم الماء فی المراکب احسن ص ۱۹۶ - یا جزیرہ سواکن ہے۔ یہاں بھی باہر سے میٹھا پانی لایا جاتا ہے والماء یجلب الیھا فی القوارب - (قاربۃ) تحفہ ۱۶۱۲۲ -

Marfat.com

ہے کہ ایسی بڑی کشتی بُرمہ کہلاتی ہوگی جو صرف پانی لانے کے لیے مخصوص ہو، سفر، شکار یا جنگ کے لیے عموماً استعمال نہ ہوتی ہو۔

بُرَیق : چھوٹا جہاز[1]

بطاسہ : لغت اسپانیہ است۔ جنگی جہاز۔ تجارتی جہاز[2]

بطاش بالفتح طاءِ تازی مشدّد آخر میں شین معجمہ : دو مستولوں والا بڑا جہاز[3] غالباً اسپینی الاصل۔ مشرقی سمندروں میں اس کے رائج ہونے کی کوئی شہادت نہیں مل سکی۔

بطستہ بالفتح و بالضم و بسکون طاءِ مہملہ جمع بطس بالضم و بفتح طاء : جنگی کشتی۔ معرب غالباً اسپینی سے ماخوذ ہے[4]

محاربات صلیبی سے پہلے مسلمان غالباً بطستہ سے واقف نہیں تھے؛ اس لیے کہ الف: چھٹی صدی سے پہلے کی تاریخ میں یہ لفظ نہیں ملتا۔ ب: صلیبیوں کا ابتدائی بحری حملوں کا ذکر کرتے ہوئے مؤرخ مرکب کا عام لفظ استعمال کرتے ہیں[5]۔ ج: مشرقی سمندروں میں اس قسم کی کشتی غالباً بعد میں بھی استعمال نہیں ہوئی۔ البتہ یہ ممکن ہے کہ یہاں پہلے سے جو جنگی کشتیاں ہوں اُن میں بطستہ کی کسی فنی خوبی کا اضافہ کیا گیا ہو۔ بشرطیکہ یہاں کی کشتیاں اس خوبی سے خالی ہوں جیسا کہ ابھی معلوم ہوگا۔ بعد میں بحیرۂ روم میں خود مسلمانوں نے بھی بہت جلد ایسی کشتیاں تیار کرائیں۔ بطستہ کا ذکر صلاح الدین کے زمانہ میں خاص طور پر مشہور ہوا[6] اور آخری صلیبی جنگوں تک چلتا رہا[7]۔

---

[1] سوار السبیل۔ بضمن بُرکوش۔ بغیر کسی وضاحت یا حوالہ۔ [2] سوار السبیل۔

[3] دوزی اور کندرمان: تحت اللفظ۔ [4] محیط ب ط س والمنجب ص ۴۴۰۔ [5] نجوم ج ۵ ص ۱۸۱، ۱۸۸ [6] الفتح القسی۔ مثلاً ص ص ۲۸۲ تا ۲۸۴ و ۲۸۹ تا ۲۹۲۔

[7] المواعظ والاعتبار۔ ج ۱۔ ص ۳۵۲۔

Marfat.com

البطسہ کی ضخامت مختلف ہوتی تھی۔ غالباً بڑے سے بڑے بطسہ میں ڈھائی ہزار افراد کی گنجائش ہوتی تھی۔ عبدالرحمٰن نے یہ واقعہ ثبت کیا ہے کہ سنہ پانسو ستھتر ہجری میں فرنگیوں نے غداری کی۔ سمندر میں مسلمان تاجروں پر غلبہ پالیا لیکن ــــ سہل اللہ بطستہ لھم عظیمۃً تحتوی علی الفین وخمسمائۃ نفس[۱] فرنگیوں کی ایک بڑی بطسہ جس میں ڈھائی ہزار نفر تھے، ہوا کی شدت سے دمیاط کے سرحدی قلعہ کی طرف بہہ آئی اور اس کے بیشتر افراد غرق ہوگئے۔ (چھوٹی سی چھوٹی بطسہ میں بھی تقریباً چار سو آدمیوں کی گنجائش ہوتی تھی۔ عبدالرحمٰن ہی نے لکھا ہے ظفر الاسطول المصری ببطستہ فیھا ثلثمائۃ وخمستہ وسبعون علجا من خیالتہ وتجار[۲] مصری بیڑے نے فرنگیوں کی ایک بطسہ پر قبضہ کرلیا۔ اس میں از قسم پیادہ و سوار و تجار تین سو پچھتر نفر تھے۔

مسلمانوں کے جہاز سازوں اور جہاز رانوں کی فنی مہارت اس درجہ کی نہیں تھی کہ وہ بطسہ جیسی کشتی تیار کریں جس میں ہزاروں افراد کی گنجائش ہو۔ انہوں نے جو بطسہ تیار کیا تھا اس میں زیادہ سے زیادہ سات سو افراد کی گنجائش تھی۔ ان کی بنائی ہوئی ایک بطسہ کا حال پڑھیے۔ سنہ پانسو ستاسی میں سلطان صلاح الدین نے بیروت میں ایک بہت بڑی بطستہ ــ عظیمتہ ہائلتہ ــ تعمیر کروایا۔ اس میں غلّہ اور اسلحہ کے علاوہ چھ سو پچاس یا سات سو سپاہی تھے۔ لیکن جب یہ سمندر میں داخل ہوئی تو اسے فرنگیوں کے چند چھوٹے جہازوں نے گھیر لیا۔ مسلمانوں نے فرنگیوں کے چند جہازوں کو آگ لگا دی۔ مگر بالآخر مغلوب ہوتے معلوم ہوئے تو ان کے سردار یعقوب حلبی نے اپنے بطسہ میں شگاف ڈال دیئے چنانچہ بطسہ سارے ساز و سامان اور سپاہیوں کے ساتھ غرق ہوگئی فرنگیوں کے ہاتھ نہیں لگ سکی[۳]۔

---

[۱] الروضتین۔ ج ۲ ص ۲۷ [۲] ایضاً ایضاً ص ۷۴ اور آگے۔

[۳] ایضاً ایضاً ص ۱۸۴ ۔ النوادر السلطانیہ ص ۱۴۸ اور آگے۔

جنگی اغراض کے علاوہ پہلے فرنگیوں نے اور بعد میں مسلمانوں نے بطسہ کو غلہ اور دوسرے سازوسامان کے حمل ونقل کے لیے بھی استعمال کیا تھا۔ علار الدین نے لکھا ہے کہ: وقعت ببطسۃ کبیرۃ تشتمل علی میرۃ للفرنج وذخیرۃ وامتعۃ کبیرۃ[۱] فرنگیوں کی ایک بڑی بطسہ تباہ ہوگئی جس میں بہت سا غلہ وسامان تھا۔ علار الدین وغیرہ کی شہادت ہے: والطار علی السلطان وصول البطس المستدعاۃ من مصر بالغلات۔ فعمّرا سامۃ بطسۃً کبیرۃً وطارہا بالعمائۃ غرارۃ قمح ونقل الیھا الطعام واضاف الادوام وقطیعا من الاغنام۔ وھذہ بطسۃ من الفرنج ماخوذۃ وھی علی ساحل بیروت منبوذۃٌ فامر السلطان بترمیمھا[۲] صلاح الدین نے مصر سے جہازوں، بطس کے ذریعہ غلہ طلب کیا تھا۔ جب اس کے آنے میں دیر ہوئی تو سلطان نے اسامہ کو حکم دیا کہ فرنگیوں سے چھینی ہوئی بطسہ بیروت میں پڑی ہوئی ہے اس کی ترمیم کی جائے چنانچہ سلطان کے نائب اسامہ نے اس بطسہ میں گیہوں کے چار سو تھیلوں کے علاوہ بہت سی اشیائے خوردنی، کئی قسم کی نمکین چیزیں اور چند بکرے روانہ کیے۔

بطس حمالۃ: یہ مرکب توصیفی بعد میں جنگی بطسوں کو باربرداری کے بطسوں سے ممیز کرنے کے لیے استعمال ہونے لگا۔[۳]

بَطَسَتہ، بَطَشہ، بُطنُشہ: شاید از زبان دلماتیا آمدہ Bastasia: کشتی بزرگ کہ بغرض تجارت یا جنگ در دریائے اعظم رواں شود۔ بَطَش جمع[۴]

راقم الحروف کا خیال ہے کہ: ب ط سین دندانہ دار یا شین معجمہ یا طائے تازی کے الف اصلاً ایک ہی ہے ان کا مدلول بھی ایک ہی ہے۔ اختلاف حرف وتلفظ اختلاف زمان ومکان کا نتیجہ ہے۔

یہ کہنے کی شائد ہی ضرورت ہو کہ عربی مبین میں یہ لفظ نہیں آیا بہت بعد غالباً

۱۔ الفتح ص ۲۲۵ ۲۔ الفتح ص ۲۸۲ اور آگے۔

۳۔ ایضاً ص ۲۸۴، ۳۱۵ نیز النوادر ص ۱۳۹۔ ۴۔ سوا ۱۶۱ السبیل۔

Marfat.com

چھٹی صدی ہجری کے اواسط میں داخل ہوا۔

بغلتہ : مال کشتی۔

بہت بڑی کشتی جو زیادہ تر اناج کے حمل ونقل کے لیے استعمال ہوتی ہے[1]۔

بغل کے ایک معنی سست رفتاری یا چلنے میں تھکن ظاہر ہونے کے بھی ہیں۔ بغلتہ کی سست رفتاری کی بنا پر یہ نام دیا گیا۔ یہ سست رفتاری جگہ جگہ مال اتارنے چڑھانے کے لیے ہوتی تھی جیسے ہندوستان میں مال گاڑی ہوتی ہے۔

لیکن آرنلڈ اور ظفر الدین احمد کا خیال ہے کہ یہ شاید اندلوسی Bajal یا Box سے ماخوذ ہے اور یہ کہ "مرکبے در بحر احمر رواں می شود"[2]۔

مگر اندلوسی الاصل ہوتا تو بحیرۂ روم میں زیادہ چلتی نہ کہ بحر احمر میں۔ ہماری رائے تو بغل سے ماخوذ ہونے کی طرف مائل ہے۔ واللہ اعلم۔

بوصی بالضم وبکسر صاد مہملہ اور آخر میں یائے معروف : ڈونگی غالباً فارسی الاصل — ابن درید وغیرہ کا کہنا ہے کہ فارسی میں بوزی تھا زکو صاد سے بدلا گیا ہے[3]۔

بوصی عربی زبان میں نہایت قدیم زمانہ سے رائج ہے۔ ممکن ہے عبرانی سے ماخوذ ہو۔ طرفتہ کا شعر ہے[4]:

وَاَتْلَعَ نَهَّاضٌ اِذَا صَعَّدَتْ بِهٖ ۔ کَسُکَّانِ بُوصِیٍّ بِدَجْلَةَ مُصْعِدِ

---

[1] دوزی۔ تحت اللفظ۔ لغوی معنی کے لیے کوئی سی عربی قاموس [2] سواد السبیل۔

[3] جمهرة اللغة۔ مادۃ۔ ج ر و ب ص و نیز باب ما تكلمت به العرب من الكلام الاعجمی حتی صار كاللغة۔ ج ۳ ص ۴۹۹ اور آگے۔ تاج۔ ب و ص۔ اور سواد السبیل۔

[4] المعرب۔ ص ۵۴۔ شفاء العلیل۔ ص ۴۲۔ فرائد اللغة ص۔ ۲۷۸۔ الالفاظ الفارسیہ المعربة۔ ص ۲۱۔

Marfat.com

اعشیٰ[۱] اور ابو محجن[۲] کے کلام میں بھی ہے۔ لغوی بحث کے لیے طرفہ کے والیہ کی شرحوں کے علاوہ بغدادی سے رجوع کیا جا سکتا ہے[۴]

ناصر خسرو[۵] سنہ چار سو تینتالیس ہجری میں اُبلہ آیا۔ یہاں سے درکشتی بزرگ کہ آن را بوصی می گفتند نشستم و خلق بسیار از جوانب کہ آن کشتی را می دیدند دعا می کردند کہ یا بوصی سلمک اللہ تعالیٰ۔ ایک بڑی کشتی میں جو بوصی کہلاتی ہے بیٹھا لوگ دعا کر رہے تھے کہ اللہ اس کشتی کو سلامتی سے چلائے۔ (ناصر خسرو نے کشتی کی گنجائش نہیں بتائی۔ صرف بڑی کہنے سے کچھ اندازہ نہیں ہوتا۔ ہو سکتا ہے کہ صرف فرات میں چلنے والی بوصی بڑی ہو ورنہ سمندری بوصی کے چھوٹے ہونے کی شہادت زیادہ ملتی ہے۔

شعر لبشار کے شارح اسماعیل برقی پانچویں صدی ہجری کے ادیب ہیں۔ وہ لکھتے ہیں۔ بوصی لکڑی کے کئی تختوں سے نہیں بلکہ یہ ایک ہی لانبی شہتیر سے بنائی جاتی ہے۔ اس میں جوف نہیں ہوتا۔ ینشار علی غیر بدنتہ بل علی خشبۃ کد قل لطولہ تکون اصلا لہ صماء غیر جوفاء[۶]۔ اس کو میں نے بحر حجاز میں اسی طرح دیکھا اور اسمیں سفر کیا ہے۔

ظن غالب یہ ہے کہ پانچویں صدی کے بعد اس طرح کی بوصی بحیرۂ احمر میں زیادہ رائج نہیں رہی۔

---

[۱] قرشی۔ ص ۸۶۔ تبریزی ص ۶۹۔ زوزنی ص ۶۵۔

[۲] د : ص ۱۰۵ [۳] د : ص ۱۳۔

[۴] خزانۃ الادب ۔ ج ۲۔ ص ۲۴ اور آگے۔ ج ۳ ص ۴۸۹

[۵] سفرنامہ ناصر خسرو ص ۱۳۴۔

[۶] المختار من شعر بشار ص ۱۷۱

Marfat.com

پتوہ بالفتح نوعے از کشتی کہ از چوب سازند و ایں لفظ ہندی است کہ کشتی خورد مثل ڈونگی باشد[1]

تکنہ بفتح تائے قرشت و بسکون کاف عربی و نون مفتوح: ایک قسم کی کشتی۔

یہ صرف اہل بصرہ کی زبان پر تھا[2] ظفرالدین کی تحقیق کے مطابق تکنہ دراصل ترکی لفظ ہے۔ اس کے معنی ایسے حوض یا سنگین ظروف کے ہیں جس میں پانی محفوظ رکھیں اور بوقت ضرورت استعمال کریں[3]

دسویں صدی ہجری میں عرب ملکوں پر ترکوں کے تسلّط کے بعد بربنائے مشابہت اصل میں محاورۂ عام نے وسعت پیدا کر دی۔ اور عرب ملاح اصلیت سے ناواقف ہو گئے اور کشتی کو تکنہ بولنے لگے۔

التلوی : کشتی۔

اس لفظ کے وزن و صرفی تغیر پر لغویوں کی بحث[4] کہ آیا یہ تفعل کے وزن پر ہے یا فعوعل کے، دلچسپ ضرور ہے لیکن کشتی کی نوعیت کی بابت کچھ نہیں بتایا گیا[4] بعد کے لغویوں نے بھی[5] صرف نقل پر اکتفا کی۔ بشاری مقدسی کے یہاں[6] آنے سے ظاہر ہے کہ اس لفظ کا استعمال صرف ادبی کتابوں ہی تک محدود نہیں تھا۔ گو وضاحت اس نے بھی نہیں کی کہ اس کا مدلول کس شکل و صورت کا تھا اور کہاں تھا۔ اس لفظ کا کسی ارامی یا حبشی لفظ کی تعریب ہونا غالبًا بعید از قیاس نہیں ہے۔

---

[1] اندراج و غیاث۔ [2] زوزنی۔ تحت اللفظ۔
[3] سوار السبیل۔ برمحل۔ [4] مخصص۔ ج ۱۰ ص ۲۵۔
[5] محیط۔ ت ل و [6] احسن۔ ص ۳۰۔

جاسوس۔ ج س س مضاعف کا اسم مفعول بمعنی فاعل: کشتی کی ایک قسم۔

یہ مقدسی کے مترادفات سفینہ اور ابوالقاسم کے فردق مراکب میں شامل ہے[1]۔ کندرمان اور فہمی نے[2] اس کے لغوی معنی کے اعتبار سے قیاس کیا ہے کہ یہ غالباً خفیہ خبر لگانے والی کشتی ہوگی۔ لیکن لغوی قیاس ہی کی بناء پر یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ ایسی کشتی جو صرف اُتھلے پانی میں چلتی ہو، گہرے سمندروں میں عادتاً نہ چلتی ہو۔ اس لیے کہ ج س س کے معنی زمین روندنا یا کسی چیز کو چھونا بھی ہیں۔ بہرطور جب تک کسی اور مصدر سے کچھ وضاحت نہ ہو کوئی بات یقین سے کہنا ممکن نہیں۔

جبلیہ بفتحتین ولام مکسور: کشتی کی ایک قسم۔

مقدسی کے مترادفات سفینہ میں ہے[3] کہیں اور یہ لفظ کشتی کے معنی میں پڑھنے میں نہیں آیا۔ وہی خویہ وغیرہ کا قیاس ہے کہ یہ کشتی کے ان ناموں میں ہے جو کسی مقام سے منسوب ہوتی ہیں۔ جبال نامی کئی مقام ہیں[4] معلوم نہیں یہ کشتی کس جبل کی طرف منسوب ہے۔ فہمی کا خیال علاقہ شام کے جبل کی طرف گیا ہے۔ جو ساحلی مقام ہے[5]۔ لیکن جب تک کہیں اور کسی قدیم مصدر سے اس کی وضاحت نہ ہو قطعیت سے کوئی بات بتانا مشکل ہے۔

جَدِی بروزن کبھی: ایک قسم کا جہاز۔

یہ لفظ حکایتہ ابی القاسم کے علاوہ کہیں اور نہیں ملا۔ وہاں یہ جس سیاق میں آیا ہے اس کی تفصیل برعانی میں دیکھی جاسکتی ہے۔

---

[1] احسن۔ ص ۳۰۔ ابوالقاسم کی فہرس اسی مقالہ کے مادہ برعانی میں گزر چکی ہے۔

[2] مسلم سی پاور۔ ص ۱۵۸ [3] احسن۔ ص ۳۱

[4] بلدان۔ جبال۔ ج ۲ ص ۲۰ [5] مسلم سی پاور۔ ص ۱۵۸۔

Marfat.com

جراب بالضم بروزن شمار : اسباب، مال یا بار سے خالی جہاز۔ سامان سے لدے ہوئے جہاز پر جراب کا اطلاق نہیں ہوتا[1]۔

لغوی معنی اور اصطلاحی معنوں میں کوئی دور کا تعلق بھی نہیں معلوم ہوتا۔ مادہ کے معنی کھجلی ہیں۔ خالی جہاز کے معنوں میں ممکن ہے دخیل یا معرب ہو۔ ایک امکان "غراب" ہی کی دوسری شکل ہونا بھی ہے۔ خصوصاً ان لوگوں کی زبان پر جو غین معجمہ کا صحیح تلفظ نہیں کر سکتے۔ سوائے معاجم کے کسی نظم و نثر میں یہ لفظ نہیں ملا۔ اسکی جمع قیاسی اجربۃ ہونی چاہیئے مگر محولہ مصادر میں نہیں دی گئی۔

جرم بالفتح و بسکونِ راء مہملہ بروزن گرم و سرد۔ جمع جُرُوم بضمتین : بہت لانبی، کھلی ہوئی لیکن بڑے عرشہ والی کشتی۔

لسان[2] میں اس کو یمنی کشتی کہا گیا ہے۔ صاحب محیط نے[3] اس کو شامی اور مصری ملاحوں کی اصطلاح بتایا ہے۔ عربی مادہ کے لغوی معنی کاٹنا ہیں۔ چونکہ کشتی بھی سمندر کو چھری کی طرح کاٹتی جاتی ہے اس بنا پر شائد مجازاً لانبی کشتی کو جرم کہا گیا ہو۔ مقریزی کا[4] کہنا ہے کہ بحیرۂ دمیاط کے سمندری علاقہ آبنائے روم میں بڑے بڑے جہاز داخل نہیں ہو سکتے۔ اس لیے — فلا تقدر مراکب البحر الکبار ان تدخل منہ وانما ینقل ما فیہا من البضائع فی مراکب نیلیتہ تعرف عند اہل دمیاط بالجروم واحدہا جرم۔ ان میں جو سامان ہوتا ہے وہ دریائے نیل کی کشتیوں کے ذریعہ منتقل ہوتا ہے جن کو دمیاط کے باشندے جروم کہتے ہیں۔

---

[1] تاج، محیط و بستاں۔ ج ر ب۔

[2] لسان اور دوسرے متداولہ معاجم — ج ر ب۔

[3] محیط۔ ج ر ب ماضی قریب میں اس کے رواج کے لیے ملاحظہ ہو۔ دوزی تحت اللفظ۔

[4] المواعظ۔ ج ۱ ص ۳۶۱۔

Marfat.com

جربیبیۃ : بفتح جیم و رائے مہملہ مکسور تیسرا حرف یا، چوتھا حرف با ر بسم اللہ مکسور پانچواں حرف یا، آخر میں تائے تانیث : جنگی کشتی۔

زنگی کی بغاوت کے سلسلہ میں ابن جریر نے لکھا ہے کہ : مُوَفَّق نے اس پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا اور کشتیوں اور ملاحوں کا شمار کرایا تو ...... فکانوا زهاء عشرة آلاف ملاح ممن یجری علیه الرزق من بیت المال مشاهرة سوی سفن اهل العسکر التی یحمل فیها المیرة ویرکبها الناس فی حوائجهم وسوی ما کان لکل قائد ومن یحضره من اصحابه من السمیریات والجریبیات والزوارق التی فیها الملاحون الراتبة[1] یعنی قریباً دس ہزار ایسے ملاح تھے جنہیں بیت المال سے باقاعدہ مشاہرہ ملتا تھا۔ اہل فوج کی وہ کشتیاں بھی تھیں جن سے سازوسامان منتقل کیا جاتا ہے اور لوگ اپنی دوسری ضروریات کے لیے بھی استعمال کرتے ہیں۔ ان سب کے سوا، ہر قائد کی کشتیاں بھی تھیں جن میں وہ اور اس کے ساتھی بیٹھتے ہیں۔ یہ کشتیاں از قسم سمیریات و جربیبیات و زوارق تھیں۔ ان میں تنخواہ یاب ملاح ہوتے تھے۔

اس عبارت سے کچھ پہلے اس کتاب میں جربیبیات کا اجمالی حوالہ دو جگہ اور آیا ہے[2] اور طبع یورپ حوادث سنہ ۲۵۵ ق ۳ ص ۱۷۶۱ پر ہے : والسمیرات فی بطون دجلة ...... والسمیرات واهل القری فی) الجریبیات والمجونحات۔

جعفریۃ ۔ نہری کشتی۔

جیسا کہ برعانی کے ضمن میں گزرا بصیغہ جمع سالم یعنی جعفریات آیا ہے[3] جعفر کے معنی نہر ہیں۔ اس سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ غالباً صرف دریاؤں میں چلتی تھی۔ سمندر میں کام

---

[1] اخبار الرسل طبع مصر حوادث سنہ ۲۶۹ ج ۱۱ ص ۳۱۶۔

[2] ایضاً حوادث سنہ ۲۵۵ ق ۳ ص ۱۷۵۸ و ۱۷۸۵ اور حوادث سنہ ۲۵۶ ایضاً ص ۱۸۳۶

[3] ملاحظہ "برعانی"۔

نہیں آسکتی تھی بلکہ اس کی ساخت ہی شاید ایسی ہوتی ہوگی کہ صرف دریاؤں میں کام آسکے۔ کسی اور مرجع میں اس کا سراغ نہ لگا۔ اس وجہ سے مزید تفصیل ممکن نہیں۔

جفاءِ مہموز اللام بالضم : خالی کردہ جہاز۔ من جملہ اور معنوں کے ایک لغوی معنی ہانڈی کو اُلٹ دینا بھی ہیں۔ خالی جہاز کے معنی اسی سے نکلتے ہیں[1]۔

جفایۃ بالضم ج ف ی ناقص یائی : خالی کشتی[2]

لغوی معنی درخت کو جڑ سے اکھیڑنا یا کسی چیز سے بھرے ہوئے برتن کو اُلٹ دینا[3]۔ سامان سے خالی کی ہوئی کشتی اسی سے ہے۔

جفل بالفتح وبسکون فار جمع جفول بروزن عقول : کشتی یا جہاز۔

جفل کے معنی ہوا کا بادلوں کو اڑا لے جانا ہیں۔ چونکہ کشتی کو بھی ہوا گویا اُڑا لے جاتی ہے اس لیے وہ جفل کہلاتی ہے[4]۔ عربی میں بہت قدیم زمانہ سے مستعمل ہے۔ جریر کا[5] شعر ہے ؎

کانّ الرحلَ فوق قرا جفولٍ ؛ اتام الماتِحانِ لہ الشراعا

غالباً یہ کسی خاص قسم کی کشتی یا جہاز کا نام نہیں تھا بلکہ اس کا اطلاق ہر بادبانی کشتی پر ہوتا تھا۔ تاریخی ادب میں اس لفظ کا نہ آنا بھی اس خیال کی تائید کرتا ہے۔

جفن : بالفتح وبسکون فار جمع اجفان بروزن اخلاق وجفان بروزن کتاب[6] وجفون بروزن فنون[7] اور شاذ و نادر جفانی بروزن زبانی : کشتی۔

کشتی کے معنی میں جفن کسی مرجوعہ معجم میں نہیں ملے اگرچہ تاریخوں وغیرہ میں خاص کشتی کے معنوں میں یہ لفظ بار بار آیا ہے۔ معاجم میں جفنۃ آیا ہے جس کے معروف معنی

---

[1] تاج اور دوسرے معاجم متداولہ۔ ج ف ء۔ [2] لسان۔ ج ف و محیط۔ ج ف ی [3] ایضاً

[4] لسان، تاج ولبستان۔ ج ف ل۔ فرائد۔ ص ۱۹۹۔ [5] د۔ ص ۳۶۶ و ۳۶۸۔

[6] دوزی۔ تحت اللفظ۔ [7] تذکرۃ بالاخبار ص ۳۳۷ وفرہنگ ص ۲۷۔

Marfat.com

شاہ کاسہ ہیں[1]

جفن بمعنی کشتی پانچویں صدی ہجری سے پہلے دیکھنے میں نہیں آیا اس سے شبہ ہوتا ہے کہ کہیں یہ لفظ دخیل یا معرب تو نہیں بہرحال جفن کے معنی ہیں الف: معمولی کشتی ابن بطوطہ نے لکھا ہے[2] رکبت البحر فی الجفن .... ووصلت الی سبتۃ ۔ میں جفن میں بیٹھ کر سبتہ پہنچا۔

ب۔ جنگی کشتی۔ البیان المغرب میں[3] ہے۔ سنہ پانسو سترہ ہجری میں ۔ انھزم الروم الی اجفانھم وعدد الاجفان ثلاث مائۃ وعدد الخیل فیھا نحو الف فارس۔ رومی اپنی کشتیوں کی طرف پسپا ہوئے جن کی تعداد تین سو تھی۔ ان میں قریبًا ایک ہزار سوار تھے گویا فی جفن تیس بتیس سفر کر سکتے تھے۔ جہازی عملہ اس کے علاوہ تھا۔ جفن بڑی ہو یا چھوٹی بہرحال کشتی تھی جہاز نہیں تھا۔ البیان المغرب کے مصنف نے صاف لکھا ہے کہ[4] سنہ چار سو اٹھانوے میں ۔ وصل الرومانیون الی المھدیۃ باجفان کثیرۃ ومعھم ثلاثۃ وعشرون مرکبا ۔ رومی بہت سی کشتیوں میں مہدیہ پہنچے ان کے ساتھ تیئیس ۲۳ جہاز تھے[5] جفن میں جتنے دبیز تختے استعمال ہوتے تھے اس کا اندازہ ذیل کے[6] واقعہ سے ہوگا۔

سلاجقۂ روم کے سلطان مسعود دوم متوفی سنہ ۶۹۱ھ کا بیٹا غازی چلپی صنوب (واقع ایشیائے کوچک بحیرۂ اسود کے جنوبی ساحل کی بندرگاہ) ہی میں مقیم تھا۔ پیراکی میں اس کا کوئی نظیر نہیں تھا۔ سمندر میں پانی کے اندر یہ اتنی دیر تک رہ سکتا تھا کہ اس کا تصور کرنا ممکن نہیں۔ یہ عام طور پر جنگی کشتیوں "اجفان حربیہ" میں بیٹھ

---

[1] الرحلتین۔ ج ۲۔ ص ۱۲۷ [2] تحفۃ ج ۴۔ ص ۳۷۴ نیز دیکھیے ص ص ۱۹۸ و ۲۶

[3] البیان المغرب ص ۳۱۸۔ و تحفۃ ج ۲ ص ۲۳۴، ۳۵۵، ۳۳۴، نیز ج ۴ ص ص ۱۵ ۱۶۷ و ۱۹۹، ۲۰۶ [4] البیان المغرب ص ۳۱۱۔ [5] جہاز اور کشتی کے فرق کی بحث مرکب اور سفینہ آرہی ہے۔ [6] تحفۃ ج ۲۔ ص ۲۵۰ اور آگے۔

سمندری لڑائیوں پر روانہ ہوتا۔ جب جنگ شروع ہوتی تو سمندر میں کود پڑتا۔ دشمن کی کشتیوں کے نیچے تیرتے اور غوطے لگاتے ہوئے پہنچکر لوہے کے کسی تیز آلے سے — یخرق بھا اجفان العدو۔ دشمن کی کشتیوں میں شگاف ڈال دیتا جس سے کشتیاں فوراً ڈوب جاتیں۔

جلبہ بالفتح وبسکون لام وفتحۂ بار جمع جلاب بالکسر و جلب بالفتح وبسکون لام نیز جمع سالم جلبات بفتحتین : بحیرۂ احمر میں چلنے والی بڑی کشتی[۱]

قدیم معاجم ان معنوں سے خالی ہیں لیکن بعض تاریخوں اور سفرناموں میں تفصیلی معلومات ملتی ہیں۔ ابن جبیر نے[۲] لکھا ہے جلبہ بحیرۂ احمر میں چلتی ہے۔ یہ تختوں کو سی کر بنائی جاتی ہے۔ اس میں کیلے بالکل استعمال نہیں ہوتے۔ تختوں کو ناریل کے ریشوں سے بٹی ہوئی پتلی رسیوں سے سیا جاتا ہے تختوں کے درمیان جو درزیں ہوتی ہیں ان کو جنگلی کھجور کی لکڑی کے برادہ سے بھرا جاتا ہے۔ جب اس طرح جلبہ تیار ہو جاتی ہے تو اس کو معمولی چکنائی یا ارنڈی کے تیل یا قرش — ایک قسم کی بہت بڑی مچھلی کی چربی۔ پلاتے ہیں۔ چربی پلانے کا مقصد لکڑی کو نرم کرنا ہے تاکہ اس سمندر میں جو بکثرت پہاڑیوں کی دراڑیں ہیں ان میں سے جبلہ آسانی سے گزر جائے۔ ادھر ادھر ٹکرا کر ٹوٹ نہ جائے۔ کیلوں سے جوڑے ہوئے جہاز کو اس سمندر میں اس لیے استعمال نہیں کرتے کہ ان میں لچک نہیں ہو سکتی۔

جلاب کی لکڑی اور ناریل کا ریشہ ہندستان سے آتا ہے۔ جلبہ کے متعلق عجیب بات یہ ہے کہ اس کا بادبان جنگلی کھجور کے پتوں سے تیار ہوتا ہے جو ملکے اور نرم ہوتے ہیں یہ سب اجزا نہایت متناسب اور موزوں ہوتے ہیں۔ کوئی جزو بھی اتنا بوجھل نہیں

---

[۱] عجائب الہند۔ ص ۹۳۔ دوزی۔ تحت اللفظ وتحت مادہ ف ل د۔

[۲] تذکرۃ بالاخبار۔ ص ۱۵۸۔

ہوتا کہ کشتی کا توازن بگڑ جائے۔

ابن بطوطہ کے اس بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ جلبہ بحیرۂ روم میں نہیں ہوتی تھی بلکہ صرف بحیرۂ احمر اور بحیرۂ فارس سے مخصوص تھی۔ مراکش کا یہ جہاں گرد سیاح جلبہ سے بحیرۂ فارس ہی میں واقف ہوا[1]

جلبہ کے سلسلہ میں مقریزی نے[2] جو تفصیلیں دی ہیں وہ نہایت دلچسپ ہیں۔ لکھتا ہے: مصر اور المغرب کے حاجی حجاز جانے کے لیے دو سو سال تک عیذاب ہی کا راستہ اختیار کرتے رہے۔ پہلے یہ مصر آتے اور فسطاط سے قوص تک نیل میں کشتیوں کے ذریعہ سفر کرتے، وہاں سے عیذاب تک کا صحرا اونٹ پر طے ہوتا۔ یہ مسافت سترہ روز کی تھی۔ عیذاب سے جلاب میں بیٹھ کر جدّہ پہنچتے۔ گویا شمال سے جنوب آکر پھر شمال مشرق کی طرف نہیں لوٹتے۔

اسی طرح ہند، یمن اور حبشہ کے تاجر و مسافر سمندر طے کر کے عیذاب آتے اور قوص تک اونٹ پر سفر کر کے مغرب پہنچتے۔ قریباً چار سو پچاس ہجری سے چھ سو ساٹھ ہجری تک یہی عمل رہا۔ اس سال رکن الدین بیبرس بندقداری نے پھر خشکی کا قدیم رستہ کھولا یعنی مصر و مغرب سے جزیرہ نمائے سینا ہو کر جانب جنوب حجاز تک آنے کا رستہ تھا۔ اس طرح قریباً ایک سو سال تک یعنی آٹھ سو بیس ہجری تک مشرق و مغرب میں آنے جانے کے لیے بیشتر خشکی کا اور کمتر تری کا رستہ استعمال ہونے لگا تا آں کہ جدہ براہِ عیذاب یا فسطاط براہ عیذاب والا آبی رستہ بالکل معطل ہو گیا اور جلاب کی آمد و رفت بھی بند ہو گئی۔

اس دوران قریباً تین صدیوں تک عیذاب کا شمار بجا طور پر دنیا کی بڑی بڑی

---

[1] تحفۃ۔ ج ۲۔ ص ۱۵۸۔

[2] المواعظ ج ۱۔ ص ۳۲۷ اور آگے۔

Marfat.com

لنگر گاہوں میں ہوتا رہا کہ ہر سال لاکھوں حاجیوں کے علاوہ سال تمام مشرق و مغرب کے تاجروں کا نقطۂ اتصال یہی مقام تھا۔ اہل عیذاب کو حاجیوں کے سامان کے حمل و نقل کی اجرت ملتی تھی جس سے وہ مالدار ہو گئے تھے۔ دلچسپ بات یہ تھی کہ اجرت کا انحصار حاجی یا حمال کی مرضی یا بتراضی طرفین نہیں ہوتا تھا بلکہ ہر حاجی پر لازم تھا کہ وہ ایک مقررہ رقم بطور محصول ادا کرے اور اپنے سامان کی حمل و نقل سے ایک حد تک مطمئن ہو جائے۔ عیذابیوں میں شاید ہی کوئی ایسا قسمت کا مارا ہو گا جس کے پاس کم از کم ایک جلبہ نہ ہو۔ یہ لوگ اپنے جلبات کو کرایہ پر چلاتے اور حاجیوں کو عیذاب سے جدہ اور پھر جدہ سے عیذاب لاتے لے جاتے تھے۔ اس طرح ان کی ثروت بہت بڑھ گئی تھی۔ اس کے بعد مقریزی نے عیذابی ملاحوں کی زیادتی کو ثبت کرنے کے لیے ابن جبیر کی ذاتی و عینی شہادت پیش کی ہے[۱] خوش قسمتی سے یہ شہادت بھی ہمارے یہاں محفوظ ہے۔ ابن جبیر لکھتا ہے! عیذاب کے لالچی ملاح زیادہ سے زیادہ اجرت حاصل کرنے کی حرص میں ایک ایک جلبہ پر حاجیوں کا اتنا سامان لاد دیتے ہیں جو اس کی قوت سہار سے زیادہ ہوتا ہے۔ اور پھر ہر جلبہ میں اتنے حاجیوں کو ٹھونس دیتے ہیں کہ بیچارے ٹھیک طرح سے بیٹھ بھی نہیں سکتے۔ ہر جلبہ پرندوں سے بھرا ہوا پنجرہ معلوم ہوتا ہے۔ اس طرح جلبہ کا مالک ایک ہی چکر میں اتنی رقم وصول کر لیتا ہے جو نئی جلبہ بنانے کے لیے کافی ہو جاتی ہے۔ اگر کوئی حاجی زیادتی بار کی شکایت کرے یا بیٹھنے کی جگہ نہ پا کر بڑبڑانے لگے تو ملاح بے جھجک کہہ دیتا ہے! کشتی بچانا ہمارا کام، جان بچانا حاجی کا کام۔ علینا بالالواح و علی الحجاج بالارواح۔ یہ فقرہ عیذاب کے ہر باشندہ کی زبان پر چڑھا ہوا ہے۔

غرض آٹھویں صدی کے اواخر یا نویں صدی ہجری کی ابتدا سے عدن کی بندرگاہ آباد ہونے لگی تو یہ بھی لازماً جلبات کی آمد و رفت کا مرکز بن گئی۔

---

[۱] تذکرۃ بالاخبار۔ ص ۱۷

Marfat.com

عیذابیواں کے جلبانت کی بناوٹ کے متعلق مقریزی نے ابن جبیر کے بیان کا خلاصہ دیا ہے اس پر کوئی اضافہ نہیں کیا[1]

جلاسہ بالضم و بتشدید الام : جنگی کشتی۔

یہ لفظ غالباً فرانسیسی سے لیا گیا ہے سوائے مقریزی کے[2] کسی اور قدیم یا جدید مرجع میں نظر نہیں آیا۔ مقریزی کی عبارت ہے : واخذ المسلمون من الافرنج ست شواني وجلاسة

جهازرانی کے سلسلے میں عربی کے ج ل س کا باب تفعیل اکثر مستعمل ہے مثلاً ابن بطوطہ لکھتا ہے :۔ ہرمز ہی ساحل البحر ...... والاجفان مجلستة عندها[3] ایسے موقع پر تجلیس کے معنی کشتی کا ساحل یا چٹان سے ٹکرا کر بیکار ہو جانا یا جہاز کا ریتی میں پھنس جانا ہوتے ہیں۔ دوزی نے[4] دوسرے شواہد بھی نقل کیے ہیں۔

جنابیہ۔ بندرگاہ جنابا : جنابہ میں بنی ہوئی شذا نامی کشتی۔ دریائے شیرین (جسے آج کل دریائے طاب یا دریائے زہرہ کہتے ہیں) جہاں سمندر میں گرتا ہے وہاں سے تھوڑے فاصلہ پر صوبہ فارس کی مغربی سرحد کے قریب مہربان کی بندرگاہ تھی۔ اس کے مشرق میں خلیج کے ساحل پر دوسری بندرگاہ سینیز تھی۔ جنابہ اس سینیز کے جنوب میں ابتک موجود ہے[5]

ابوجعفر کی عبارت ہے : واحتاج ابواحمد الموفق الی الاستکثار مایحاربہ فی الماء ...... والنفذ رسولًا الی سیراف وجنابا فی بناء الشذا یعنی الموفق کو پانی میں جنگ کرنے کے آلات کی ضرورت پڑی تو اس نے ایک شخص کو شذا بنانے کی فرمائش کرکے جنابا[6] روانہ کیا۔ اسی مؤلف نے دوسری جگہ لکھا ہے : ووافی ابوالعباس ابنہ بالشذوات الجنابیة سالمۃ بما فیھا من السلاح والرجال۔ یعنی ابوالعباس اپنے بیٹے سے شذوات جنابیہ لیے ہوئے صحیح سالم ملا[7]۔ ایک اور فقرہ ہے :...... ثم عبّا منصور اصحابہ وجمع الی الشذا التی کانت

---

[1] المواعظ ج ا ص ۳۲۸ [2] المواعظ۔ ج ا ص ۳۵۲ [3] تحفۃ۔ ج ۲۔ ص ۲۳۴

[4] دوزی۔ تحت المادہ۔ [5] جغرافیہ خلافت مشرقی ص ۳۸۹ دانش اردو۔

[6] تاریخ الرسل حوادث ۲۶۷ھ ج ۱۱ ص ۲۷۹ طبع مصر۔ [7] ایضاً طبع یورپ ق ۳ حوادث ۲۵۷ھ ص ۱۸۲۴

معہ الشنذا الجنابیات[1] میں منصور نے جنگ کی تیاری کی اور اپنی شنذا کے ساتھ جنابی شنذا بھی ملحق کر لیے۔

ان شواہد سے ظاہر ہے کہ جنابا یا جنابتہ شنذا ہی کی ایک قسم تھی۔

طبری کے علاوہ کسی اور ماخذ میں یہ لفظ شنذا کی نسبت کے ساتھ بھی نہیں ملا۔

(۱) جوانجیہ بالفتح و بکسر نون و حار حطی۔ جمع سالم: دریائی کشتی۔

یہ لفظ سوائے الاغانی کے دوسری جگہ نہیں ملا۔ اس میں[2] ہے: رکب المتوکل بسر من رائ رکبتہ لم یر احسن منھا ثم نزل فی الماء فجلس فیہ والجیش معہ فی الجوانجیات سر من رار سے متوکل عباسی متوفی سنہ دوسو سینتالیس کا جلوس نکلا وہ کشتیوں میں بیٹھ کر دریا میں اترا اس کے ساتھ اہل فوج جوانجیات میں بیٹھے ہوئے تھے۔

اگر لغوی معنوں کا اعتبار کیا جائے تو اس کے معنی ایسی کشتی کے ہوں گے جو خلیفہ کے حاشیہ سے مختص ہوگی۔ خلیفہ کی کشتی کے داہیں بائیں چلتی ہوگی یا یہ ایسی کشتیاں ہونگی جو صرف دریا میں سیر کے لیے بنائی گئی ہوں۔ سمندر میں نہ چل سکتی ہوں۔ بغداد کے لب ساحل نہ ہونے سے بھی اس معنی کی تائید ہوتی ہے۔

جوانجیہ میں یار نسبت کی مانی جائے تو جوانجیہ کا واحد ہوگا جانختہ یعنی جنخ کا اسم فاعل۔ مگر یہ تاویل اسی وقت صحیح ہو سکتی ہے۔ جب کہ معرب نہ ہو افسوس ہے کہ موجودہ معلومات کے اعتبار سے معرب ہونا یا نہ ہونا بھی قطعیت سے نہیں بتایا جا سکتا۔

جودی: کشتی۔

ناصر خسرو سنہ چار سو اڑتالیس ہجری میں حیفاء واقع مغربی بحیرہ روم آیا تھا۔ یہ اپنے روزنامچہ میں لکھتا ہے[3] آں جا کشتی سازاں بودند و آں کشتی ہائے دریا

---

[1] حوادث سنہ ۲۶۷ ج ۱۱ ص ۲۸۲ و ۲۸۳ [2] الاغانی۔ ج ۱۰ ص ۱۶۴ طبع دار۔ [3] سفرنامہ۔ ص ۲۶

باقی ص ۵۲ پر

Marfat.com

را جودی می گویند۔ وہاں بہت سے کشتی ساز ہیں۔ یہ لوگ کشتی کو جودی کہتے ہیں۔

قرآن مجید سورۂ ھود آیت چھیالیس میں آیا ہے کہ نوح علیہ السلام کی کشتی کوہ جودی واقع شمالی ایران پر ٹھہری تھی اس لیے غالبًا بطور تفاؤل لوگ کشتی کو جودی کہنے لگے۔ ناصر خسرو کی توجہ دہانی سے ظاہر ہے کہ اس نے کشتی کا یہ نام یعنی جودی کسی اور مقام پر نہیں سُنا۔

یہ کہنے کی غالبًا ضرورت نہیں کہ سوائے ناصر خسرو کے کسی اور مرجع میں یہ لفظ نہیں ملا۔

جہاز بالفتح باب فتح سے مصدر۔ جمع سالم۔ قدیم عربی میں اس کے معنی گھر، مسافر دلہن یا مردہ کے کفن دفن کا سامان یا تیاری کرنا وغیرہ ہیں۔ پھر خاص طور پر ایسے تجارتی مال واسباب کے لیے استعمال ہونے لگا جو سمندر کے رستے درآمد و برآمد کیا جاتا تھا۔ مثلًا مسعودی نے لکھا ہے: بنی الزبیر بن العوام دارہ بالبصرۃ وھی معروفۃ فی ھذا الوقت وھو سنہ ۳۳۲ ینزلھا التجار وارباب الاموال واصحاب الجھاز من البحرین وغیرھم[1]

ابتدا میں مال لانے لے جانے والی کشتیوں کے ساتھ سفینۃ جھازیۃ یا مرکب جہازی استعمال ہونے لگا[2] پھر جہاز کے معنی سمندری تجارتی آمد و رفت کے ہوگیے اس معنی میں قدیم ترین شہادت سلیمان تاجر کی[3] ہے وہ لکھتا ہے انقطع للصین الجھاز

---

[1] مروج۔ ج ۴ ص ۲۵۳ [2] دوزی۔ تحت اللغظ۔ السفن الجھازیہ۔ نزہتہ المشتاق فرہنگ ص ۲۸۰ جاری۔

بقیہ حاشیہ کشتی نوح سے دلچسپی رکھنے والے مبسوط تفسیروں کے علاوہ درج ذیل ماخذوں کی طرف بھی توجہ کر سکتے ہیں۔

الف: یاقوت بلدان۔ جودی ج ۲ ص ۱۴۴۔ ب: تحفہ ج ۲ ص ۵۹۔ ج عجائب المخلوقات ص ۱۵۷۔

Marfat.com

الیھم۔ دوسری جگہ ہے : یمنعون الجہاز الی ہذہ الناحیۃ تیسری جگہ ہے : والسبب فی تغیّر امر الصین...... والقطاع الجہاز الیہا من سیراف .... بعد میں بڑی مال کشتی بھی جہاز کہلانے لگی[1] صرف مال تجارت بھی خاص کر وہ جو براہ سمندر درآمد یا برآمد کیا جائے جہاز کہلانے لگا[2]

نویں صدی سے جہاز کا لفظ عربی میں بھی[3] بالکلیہ اسی معنوں میں استعمال ہونے لگا جن معنوں میں وہ اب فارسی اور اردو میں رائج ہے[4] یعنی کشتیاں نہیں بلکہ آمدورفت و حمل ونقل کا بڑا ذریعہ گو زمانۂ حال میں مصر و شام اس کو ترک کرنے کی طرف مائل ہیں لیکن عراق اور خاص کر بصرہ میں اب بھی جہاز اسی معنوں میں مستعمل ہے۔

چنک بضم جیم فارسی وسکون نون۔ سب سے بڑا چینی جہاز جمع چنوک بروزن عقول۔

اس جہاز سے متعلق سب سے پہلے ابن بطوطہ ہی نے تفصیلی معلومات دی ہیں۔ وہ لکھتا ہے : چینی جہازوں کی باعتبار جسامت تین قسمیں ہیں سب سے بڑا چنک کہلاتا ہے۔ متوسط جسامت کا جہاز بفتح زَوْ اور چھوٹے جہاز کو کُکم بکافین مفتوحتین کہتے ہیں۔

بڑے جہاز کے بادبان بارہ ہوتے ہیں اور کم از کم تین۔ یہ بادبان بانس کے بدوں سے بنے ہوئے ہوتے ہیں جیسے حصیر ہوتی ہے۔ ان کو کبھی نہیں لپیٹتے۔ ہوا کے دوران کے اعتبار سے صرف پلٹاتے رہتے ہیں۔ جب جہاز لنگر انداز ہوتا ہے تو حسب سہولت ہوا کا جو رخ مناسب معلوم ہو اس رُخ پر کھڑا کر دیتے ہیں۔

---

[1] سلسلۃ التواریخ ص ۶۲، ۱۲۶

[2] محیط۔ ج ھ ز [3] نزہتہ المشتاق (مغرب) ص ۱۳۳

[4] فوائد ج ۱ ورق ۸۵۔ بہار عجم و فرہنگ آنند راج تحت اللفظ۔

Marfat.com

بڑے جہاز میں بارہ سو آدمی ہوتے ہیں۔ بحریوں کی تعداد چھ سو اور سپاہیوں کی تعداد چار سو ہوتی ہے۔ سپاہیوں میں نیزہ باز و ڈھال بردار کے علاوہ چرقیے بھی ہوتے ہیں اور یہی نفط پھینکتے ہیں۔

ہر بڑے جہاز کے ساتھ تین جہاز نصفی ثلثی اور ربعی بندھے ہوئے ہوتے ہیں یعنی ایسے جہاز جن کے بادبان مستول سے نصف، ایک تہائی یا ایک چوتھائی بلندی تک اٹھائے گئے ہوں۔

یہ جہاز صرف شہر زیتون یعنی پیکین میں بنتے ہیں۔ ان کے بنانے کی ترکیب یہ ہے: پہلے لکڑی کی دو دیواریں کھڑی کرتے ہیں۔ پھر ان دونوں دیواروں کے نچلے حصوں کو بہت ہی موٹے موٹے تختوں سے جوڑتے ہیں۔ جوڑنے کے لیے لوہے کے تین تین ہاتھ لانبی (اذرع) کیلیں استعمال کرتے ہیں جب اس طرح دونوں دیواریں فرش سے مل جاتی ہیں تو اس کے اوپر جہاز کا پہلا فرش بچھاتے اور پانی پر لیجاتے اور وہیں پورا جہاز بناتے ہیں خشکی کی سطح پر مکمل نہیں کرتے۔ حسب ضرورت وہیں جا کر نہاتے اور بول و براز بھی وہیں کرتے ہیں۔ دیواروں کی دونوں جانب بڑے بڑے پتوار ہوتے ہیں ایک ایک پتوار چھوٹے مستول کے قریبًا برابر ہوتا ہے۔ ہر پتوار پر پندرہ تا بیس نفر ہوتے ہیں یہ سب کھڑے ہو کر اپنے آگے کی طرف چپو مارتے ہیں۔

ہر جہاز کی چار منزلیں ہوتی ہیں جن میں سے ہر منزل میں بیوت، مصاری اور غرف ہوتے ہیں۔ غرفوں میں زیادہ تر تاجر رہتے ہیں۔ ہر مصریہ میں کئی حجرے اور ایک سنداس ہوتی ہے۔ مصاری پر اڑ ڈنڈا لگا رہتا ہے کہ جب چاہیں کھولیں یا موندیں۔ اس میں رہنے والا اپنے ساتھ عورتوں بچوں کو بھی رکھ سکتا ہے مصاری ایک دوسرے سے بالکل علیحدہ ہوتے ہیں ان میں رہنے والے بعض وقت تو پورے دوران سفر میں بھی ایک دوسرے سے خشکی پر اترنے تک واقف نہیں

Marfat.com

ہونے پاتے۔ بحری ان میں اپنے بچوں کو رکھنے اور بڑے بڑے لکڑی کے گملوں میں سبزیاں، ترکاریاں اور ادرک اُگا لیتے ہیں۔

وکیل مرکب کی حیثیت ایک بڑے امیر کی سی ہوتی ہے کہ جب خشکی پر اترتا ہے تو خادم، حشم، سپاہی اور باجہ اس کے ساتھ ہوتا ہے اور وہ بطور جلوس نکلتا اور بادشاہ کی حیثیت سے خیمہ زن رہتا ہے۔

چین میں بعض ایسے بھی ہیں جو ایسے کئی کئی جہازوں کے مالک ہیں۔ ان کے وکیل ملکوں ملکوں پھرتے اور تجارت کرتے ہیں۔[1]

دوسری جگہ[1] لکھا ہے: ہم بحر الکاہل پہنچے جو بالکل ساکن رہتا ہے۔ اس لیے ہر جنک کے پیچھے تین جہاز اور بندھے ہوتے ہیں۔ جنک ان کو کھینچتا ہے۔ جنک میں مستول جیسے بڑے قریباً بیس[۲۰] چپو ہوتے ہیں۔ ہر چپو پر قریباً تیس[۳۰] آدمی ہوتے ہیں۔ یہ ایک دوسرے کے آمنے سامنے صف بنا کر کھڑے ہوتے ہیں۔ ہر چپو میں دو بہت موٹے اور بڑے رسّے ہوتے ہیں باری باری سے ہر صف ایک دوسرے کے بعد یہ رسّا کھینچتی رہتی ہے۔ اس طرح یہ چپو چلتے رہتے ہیں۔ رسّا کھینچتے ہوئے کھویّے بڑی خوش آوازی سے گاتے رہتے ہیں۔ اکثر وبیشتر وہ لعلی لعلی الالپتے ہیں۔

چین کی دریاؤں میں جس طرح کے جہاز چلتے تھے اس کے متعلق بھی اس نے ایک دلچسپ اطلاع دی ہے[2] لکھتا ہے: ہم نے دریا میں ایسے جہازوں میں سفر کیا جو ہمارے ملک یعنی المغرب کی جنگی کشتی غزوینہ سے مشابہ تھے البتہ بڑا فرق یہ تھا کہ ان چینی دریائی جہازوں میں کھویّے کشتی کے وسط میں کھڑے ہو کر چپو مارتے ہیں۔ مسافر کشتی کے اگلے اور پچھلے حصہ میں رہتے ہیں۔ جہاز پر ایک بہت بڑا کپڑا بطور سائبان ڈالتے ہیں۔ یہ کپڑا چین ہی کے کسی نباتی چیز سے بنایا جاتا ہے۔ یہ نبات "کتان" یعنی اَلسی کے

---

[1] شگفتہ۔ ج ۴ ص ص ۹۱ تا ۹۴۔ [2] ایضاً ایضاً ص ص ۱۴۴ تا ۱۴۶ جاری۔

Marfat.com

درخت سے مشابہ ہوتی ہے جو اگرچہ ایسی نہیں ہے مگر قنّب یعنی بنگ کے پتوں سے زیادہ نرم ہے۔

حرابی بالفتح : جنگی کشتیاں۔

یہ کبھی بصیغہ واحد استعمال نہیں ہوا۔ ادریسی نے[۱] لکھا ہے: وبمدینۃ بجایۃ دار صناعۃ لانشاءِ الاساطیل والمراکب والسُّفن والحرابی لانّ الخشب فی اودیتھا وجبالھا کثیر۔ بجایہ واقع اندلس میں جہاز سازی کا کارخانہ ہے۔ اس میں جہاز، کشتیاں اور جنگی کشتیاں بنتی ہیں اس لیے کہ اس مقام کی وادیوں اور پہاڑوں میں لکڑی بکثرت پائی جاتی ہے۔ اور مقریزی[۲] کے یہاں یہ اطلاع ملتی ہے: طولونیوں کے زمانہ میں (۲۵۷ تا ۲۹۲) ہر قسم کے جہاز اور کشتیاں جزیرہ میں — قاہرہ قدیم سے تقریباً آٹھ میل — بنتی تھیں لیکن فاطمیوں کے زمانہ میں (۳۵۸ تا ۵۶۷) دریائے نیل میں چلنے والی کشتیاں ہیں مثلاً شونی وغیرہ قاہرہ میں اور جنگی کشتیاں جیسے حرابی وغیرہ حسب سابق جزیرہ میں تیار ہونے لگیں۔

حربیۃ کی جمع حرابی قاموسوں میں نہیں ملتی اور غالباً یہ معیاری عربی بھی نہیں ہے لیکن استعمال عام نے حربیات کی طرح حرابی کو بھی کم از کم مؤرخوں کے یہاں اپنی جگہ بنا لی ہے۔

یہاں اتنی بات اور اضافہ کرنی ہے کہ حرابی کا اطلاق ہر قسم کی جنگی کشتی پر نہیں ہوتا مگر معلومات کی قلت کے سبب سے فی الحال اس کی تفصیل کرنی بھی ممکن نہیں۔

حراقہ : حرق بمعنی جلانا یا آگ لگانا کا اسم فاعل بصیغۂ مبالغہ۔ جمع حرّاقات وحراریق۔ وہ کشتی جس میں نفط پھینکنے اور دشمن کے جہاز میں آگ لگانے والے

---

[۱] نزہتہ۔ ص ۱۰۰، ۱۱۲۔ نیز ملحقہ فرہنگ ص ۲۸۳۔

[۲] مواعظ۔ ج ۲ ص ۳۷۳۔

بیٹھتے ہیں[1]

اس قسم کی کشتیوں کی ابتدا بازنطینیوں سے ہوئی تھی[2] اسلامی بیڑہ میں اس کا استعمال غالباً اموی دور میں شروع ہوا ہوگا۔ اسلامی بحریہ کی ابتدا انہی کے بالکل ابتدائی زمانہ میں ہوئی اور بازنطینیوں کو سمندر میں کئی شکستیں دی گئی تھیں مگر ہم عصر ماخذوں میں حراقہ کا ذکر نہیں مل سکا۔

حراقہ کے بارے میں غالباً پہلی شہادت پانچویں عباسی خلیفہ ہارون متوفی سنہ ایک سو ستر ہجری کے زمانہ کی ہے[3] اس کے بعد حراقہ کا استعمال بہت عام ہوگیا جس کے حوالے تاریخ الرسل والملوک میں بکثرت آئے ہیں[4] ازاں جملہ ایک بیت ہے[5]

فالزمهم بطن حراقته و صرّت مجاذيفهم سائرنيا

اندلس میں اس کے استعمال کا زمانہ متعین طور پر معلوم نہ ہو سکا۔ یہ البتہ یقینی ہے کہ ابن عبدربہ متوفی تین سو ستائیس حراقہ سے اچھی طرح واقف تھا[6] المغرب اور بحیرۂ روم کے پورے جنوبی ساحل پر حراقہ کا استعمال تیسری صدی ہجری سے پہلے ہی عام ہو چکا تھا۔ مصر اور المغرب کے مؤرخوں کے یہاں اس کی شہادتیں موجود ہیں[7]

حروب صلیبیہ کے زمانہ میں حراقہ کا استعمال بہت عام ہوگیا حتیٰ کہ نو دس جہازوں کے بیڑہ کے ساتھ بھی کم از کم دو تین حراقات ضرور ہوتے تھے[8]

صلیبی بحری محاربوں کے سلسلہ میں جہاں جہاں حراقہ کا ذکر آیا ہے ان سب کو بغور پڑھنے اور مختلف بیانات میں ربط پیدا کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حراقہ اصلاً ایک اقدامی کشتی تھی، مدافعت میں بہت ہی کم استعمال ہوتی تھی۔ اس کا صرف ایک ہی

---

[1] لسان وفرائد اور دوسری متداولہ معاجم۔ [2] سوار السبیل۔ تحت اللفظ۔ [3] الاغانی ج ۴ ص ۱۰۳، ج ۱۰ ص ۱۰۶ و ۱۰۷ و ۱۳۱ [4] مثلاً حوادث سنہ ۲۳۵، ۲۶۴۔ ق ۳ ص ۱۳۸۵، ۱۵۳۵، ۱۹۲۷

[5] ایضاً حوادث سنہ ۲۵۱۔ ق ۳ ص ۱۵۴۰ [6] العقد۔ ج ۱ ص ۳۶۴ (باقی اگلے صفحہ پر)

Marfat.com

بادبان ہوتا تھا۔ چپو مارنے والوں کی تعداد دس بارہ سے زیادہ نہیں ہوتی تھی۔ چوں کہ ہلکی ہوتی تھی اس لیے سریع الحرکت تھی۔ بڑے بڑے جہاز ایک دوسرے سے سرگرم پیکار ہوتے تو حراقہ عموماً جنگ کے قزاقانہ طریقہ پر عمل کرتی تھی۔

بحری جنگوں کے علاوہ ابتدائی عباسی دور ہی سے حراقہ تفریحی اغراض کے لیے بھی استعمال ہونے لگا تھا۔ محمد بن جریر کی روایت[۵۹] ہے کہ ہارون کے بیٹے اور جانشین امین نے حراقہ کو گویا تفریحی اغراض کے لیے مخصوص ہی کر دیا تھا۔ اس نے بے دریغ رقم خرچ کر کے پانچ ایسے حراقات بنوائے تھے جن کی شکلیں اژدہا، شیر، عقاب، گھوڑے اور ہاتھی جیسی تھیں۔ امین کے ندیم خاص حسن بن ہانی نے اپنے قصیدوں میں ان تفریحی حراقات کا ذکر کیا ہے۔ دو شعر یہ ہیں[۶۰]:

الا ترى ما اعطى الامين اعطى ما لم تره العين

ولم تبلغه الظنون ال ليث والعقاب والدلفين

ایک دوسرے قصیدے کے تین شعر ہیں[۶۱]

قد ركبت الدلفين بدر الدجى ؛ مقتحما للماء قد لجا

فاشرقت دجلة من نوره ؛ واسفر الشطان واستبهجا

---

[۵۷] البیان المغرب ج ۱ ص ۹۸۔ نزہتہ۔ نسیم المغرب ص ۱۶۸ و ۱۹۳۔ قوانین الدواوین۔ ص ۱۶۔ بدائع الزہور ص ۶، ۳۰، ۹۸، ۱۰۱، ۱۴۴، ۱۷۵، ۱۷۷، ۱۹۰۔

النجوم الزاہرہ ج ۶ ص ۳۶۵۔ ج ۸ ص ۱۵۶۔ ج ۹ ص ۱۲۷

[۵۸] الروضتین ج ۲ ص ۱۱۹، ۱۶۱۔ المواعظ ج ۱ ص ۲۹۲، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۸۔ الفتح ص ۲۵۸، ۳۱۷۔ النوادر السلطانیہ ص ۱۱۹۔

---

[۶۰] اخبار الرسل۔ ق ۳ ص ۹۱۷، ۹۵۱، ۹۵۲۔

[۶۱] ایضاً ص ۹۵۳ و دیوان ابی نواس ص ۲۶۵ جانی۔

Marfat.com

امین نے دلفینی شکل کے حراقہ کے ساتھ ایک اور بہت بڑا حراقہ تیار کروایا تھا جس پر اس نے تین لاکھ درہم خرچ کیے تھے۔ موسم گرما کی ٹھنڈی چاندنی راتوں میں یہ کشتیاں جہاں جہاں دجلہ میں چلتی رہتی تھیں۔ شراب ارغوانی کے دور چلتے اور راگ و رقص کی محفل برپا ہوتی تھی۔ جب چاندنی نہ ہوتی اور اندھیری رہتی تو کشتیوں کے کنارہ پر بنے ہوئے شمع دانوں میں چراغ روشن کیے جاتے تھے۔ لب ساحل سے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ستارے سمندر میں تیر رہے ہیں۔ زمین پر آسمان کا سماں بندھا ہوا ہے یا پھر ع؎ تماشا ہے پانی میں چنگاریاں ہیں۔

ہندوستان میں غالباً اودھ میں گومتی جیسی ندی میں چاندنی راتوں یا سرِ شام سیر کرنے کے لیے کچھ اسی قسم کی کشتیاں تیار کرائی گئی تھیں۔ مختلف شکلوں اور رنگوں کے اعتبار سے نام بھی ان کے کچھ ایسے ہی رکھے گیے تھے جیسے مثلاً مورپنکھی، سونا مکھی، شام سندر وغیرہ[1]

بعض مقاموں   مثلاً مصر میں بادشاہ کی تخت نشینی یا ایسے ہی دوسری سرکاری تقریبوں میں حراقات کا مظاہرہ اور اس کے ساتھ بحری کرتبوں کی نمائش ایک عام چیز ہو گئی تھی۔ مقریزی کے یہاں مصر میں ایسی تقریبوں کا حال نہایت تفصیل سے ملتا ہے[2] جنگی اغراض کے لیے اس کا استعمال حروب صلیبیہ کے زمانہ میں دوبارہ شروع ہوا۔ تفریحی اور حربی اغراض میں مستعمل ہونے کی وجہ سے عربی تاریخ وادب میں بہت کم کتابیں ایسی ہونگی جس میں اس کا ذکر کسی نہ کسی حیثیت سے نہ آیا ہو۔ اور لغویوں نے تو یہاں تک لکھ دیا کہ حراقہ ہلکی پھلکی دھیرے دھیرے چلنے والی

---

[1] رانی کیتکی۔ انشاء اللہ خان انشاء۔ انجمن ترقی اردو۔ [2] المواعظ ج ۲ ص ۳۵۳ تا ۳۷۰ اور ۳۷۲ تا ۳۷۴۔ اردو میں اجمالی بیان کے لیے تاریخ فاطمین مصر: نشریات دار الترجمہ جامعہ عثمانیہ۔

Marfat.com

کشتی کو کہتے ہیں[۱]۔

رسمی و سرکاری موقعوں کے علاوہ صاحب ثروت افراد کے علیحدہ علیحدہ ذاتی حراقات بھی ہوتے تھے۔ تیسری صدی ہجری کے بعد تمام اسلامی ملکوں اور خاص کر دجلہ و فرات میں حراقات تفریحی اغراض کے لیے تقریباً مخصوص سے ہو گئے تھے[۲]۔

حربیات : بالفتح و بسکون راء مہملہ و بکسر باء : جنگی کشتیاں۔

از روئے صرف یہ حربیۃ کی جمع ہے لیکن جیسا کہ دوزی نے لکھا ہے[۳] صرف حربیہ بصیغۂ واحد بطور اسم جنگی کشتی کے معنوں میں غالباً کہیں استعمال نہیں ہوا۔ جہاں کہیں یہ لفظ آیا بصیغۂ جمع ہی آیا۔ صفت کے طور پر تو ظاہر ہے کہ آتا ہی ہے مثلاً مراکب حربیۃ یا سفینۂ حربیۃ۔

حفّانۃ : ح ف ن مضاعف کا اسم مبالغہ کسکران و غضبان : بھری ہوئی یا خالی کشتی۔

قدیم لغویوں کے یہاں مختلف فیہ ہے کہ حفانہ آیا خالی کشتی کو کہتے ہیں یا بھری ہوئی کو۔ اختلاف کی وجہ یہ ہے کہ حف اضداد سے ہے۔ لازم و متعدی دونوں طرح مستعمل ہے یعنی اس کے بال اکھیڑنا۔ احاطہ کرنا اور لازم خشک ہونا، مال کا تھوڑا ہونا ہیں۔ صاحب لسان نے مختلف لغویوں کے بیان نقل کر کے حفانہ کے معنی خالی کشتی ہونے کو ترجیح دی ہے[۴]۔

لسان و تاج کے علاوہ دوسری معجموں میں یہ لفظ نہیں پایا گیا۔ مراجعہ مراجع میں بھی اس کا پتہ نہیں لگ سکا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قدیم لفظ ضرور ہے البتہ

۱؎ اساس و تاج۔ ح ر ق۔ ۲؎ التنبیہ والاشراف ص ۳۴۸۔ الدیارات ص ۲۹۔ معجم الادباء۔ ج ۲ ص ۱۴۹۔ ج ۳ ص ۲۵۶ ج ۱۶ ص ۱۴۰۔ ۳؎ ڈوزی تحت اللفظ

۴؎ لسان مادہ ح ف ف و غ م د۔ تاج صرف مادہ غ م د۔

Marfat.com

بعد میں بحریوں میں رائج نہیں رہا۔ صاحب تاج کا دوسرے مادہ میں ضمناً اس کا ذکر کرنا بھی اس قیاس کی تائید کرتا ہے۔

حمالتہ : حمل سے اسم مبالغہ۔ مال کشتی۔

حمل کے لغوی معنی بوجھ، بار یا وزن عام ہیں۔ حمالتہ بطور صفت پہلے پہل مال کشتی کو عام سفری یا جنگی کشتی سے ممیز کرنے کے لیے استعمال ہوتا رہا ہوگا لیکن بعد میں جب تجارت کا بازار گرم ہوا اور بندرگاہوں پر مال تجارت سے بھری ہوئی کشتیوں کی بھتات ہونے لگی تو مال کشتی کے لیے صرف حمالتہ کافی سمجھا گیا[1] استعمال عام ہونے کے باوجود حمالتہ کے مجازی معنی لغویوں سے سند قبول حاصل نہ کر سکے۔

حمامتہ : ح م م مضاعف سے اسم مبالغہ۔ تیز رو کشتی۔

مقدسی کے مترادفات سفینہ میں ہے[2] حم فعل متعدی کے ایک معنی جلدی کروانا بھی ہیں۔ اس لحاظ سے غالباً یہ ایسی سبک اور تیز رو کشتی تھی جو حربی اغراض کے لیے بہت موزوں ہوگی۔ مقریزی کا بیان بھی اس کی تائید کرتا ہے وہ لکھتا ہے[3]۔ امر احمد بن طولون ببناء الحصن علی الجزیرۃ واتخذ مائتہ مرکب حربیتہ سوی ما یضاف الیھا من العلابیات والحمائم والعشاریات والسنابیک وقوارب الخدمتہ و عمد الی سدّ وجہ البحر الکبیر وان یمنع ما یجیئ الیہ من مراکب طرسوس وغیرھا من البحر الملح الی النیل بان توقف ھذہ المراکب الحربیتہ فی وجہ البحر الکبیر۔ یعنی احمد بن طولون متوفی دو سو ستر ہجری نے دریائے نیل کے جزیرہ میں جو قاہرہ سے قریب ہی ہے ایک قلعہ تعمیر کرنے کا حکم دیا اور علابیات، حمائم، عشاریات، سنابک اور ضروریات فراہم کرنیوالی کشتیوں کے علاوہ ایک سو جنگی جہاز تیار کیے، انکے ذریعہ بحیرۂ روم کی طرف سے دشمنوں کے حملوں کو روکنا چاہا۔ اس تیاری کی ایک غرض یہ بھی تھی کہ طرسوس واقع ایشیائے کوچک

---

[1] قوانین الدواوین۔ ص ۱۶، المواعظ۔ ج ۲ ص ۳، ۲ ۔ [2] احسن۔ ص ۳۱ ۔

[3] مواعظ ج ۳ ص ۲۹۲۔ مقریزی کے بیان میں جہاز و کشتی کے لیے جو دوسرے (باقی ص ۶۲ پر)

Marfat.com

وغیرہ کی طرف سے جو جنگی جہاز دریائے نیل کی طرف آتے ہیں ان کو بھی روکا جائے
یہ سب جہاز اور کشتیاں بحیرۂ روم کے جنوبی ساحل پر مدافعت کے لیئے تیار
رہتی تھیں۔ (قاموسوں میں یہ لفظ ان معنوں میں نہیں ملا)

خشب بفتحتین : کشتی۔

خشب کے اس معنی سے بھی قاموسین خالی ہیں۔ لیکن نویں دسویں صدی بلکہ اس کے بعد بھی اہل علم نے خشب کو کشتی کے معنی میں استعمال کیا ہے۔ مقریزی کے یہاں ہے احرق الفرنج اخشابھم کلھا و اتلفوا مراکبھم یریدون التحصن بمیاط۔ فرنگیوں نے اپنی کشتیاں جلادیں اور اپنے جہاز تباہ کردیئے کیونکہ وہ اب دمیاط میں قلعہ بند ہونا چاہتے تھے۔ یہاں سے نکلنے کا ارادہ ترک کردیا تھا۔[1]

عبداللہ الغ خانی نے بھی کئی جگہ استعمال کیا ہے۔ یہاں بطور مثال دو نصوص نقل کی جاتی ہیں : وھرب من استطاع من الفرنج الی خشبھم و رفعوا الا الاقلاع ھاربین من المرسی لبعد حرق سائر الخشب لاھل عدن[2]۔ جو فرنگی بھاگ سکے اپنی کشتیوں کی طرف بھاگے یہ اہل عدن کی تمام کشتیوں میں آگ لگا کر لنگرگاہ سے فرار ہوگئے۔

ولما وصل الخشب المنکرۃ من عدن الی بندر المتینہ جب لوٹی کشتیاں کسی نہ کسی طرح عدن سے متینہ پہنچیں تو[3]

(بقیہ حاشیہ) الفاظ آئے ہیں ان کی تفصیل سین عین وقاف کے باب میں ہوگی۔

[3] بلاد فلسطین وشام۔ ص ۴۹۰ اور اشاریۃ۔

[1] المواعظ۔ ج ۱ ص ۳۵۸ [2] ظفرالوالہ۔ ص ۱۴ [3] ایضاً ص ۴۶، ۴۲، ۲۲۲ ۲

خشب کا اطلاق جنگی کشتیوں کے علاوہ سفری کشتیوں پر بھی ہوتا تھا چنانچہ یہی مؤرخ لکھتا ہے: واجتمع فی البندر من الخشب السفر بیتہ ما یقارب المائۃ بندرگاہ میں قریباً ایک سو سفری کشتیاں جمع ہوگئی تھیں۔[1]

کشتی کیلئے خشب کا استعمال علی الاتساع روزمرہ کی سہولت کیلئے ہے اسلئے کہ کشتی کا غالب جزو لکڑی ہے جیسے مثلاً اردو میں لباس کی ہر شکل وصورت کیلئے کہتے ہیں کپڑے بنائے ہیں یا کپڑے نکل گئے ہیں وغیرہ۔

خشب کے سلسلے میں ایک دلچسپ بات یہ نقل کرنی ہے کہ بعض وقت کشتی یا جہاز کے جملہ اجزاء حسب سہولت کسی کارخانہ میں تیار کر لیتے تھے۔ بعد میں یہ اجزاء بار کرکے بندرگاہ لے جاتے اور وہاں ان کو جوڑا جاتا تھا۔ جیسے آجکل موٹر کے بہت سے اجزاء انگلستان کے کارخانوں میں تیار ہوتے ہیں اور انہیں ہندوستان لاکر جوڑا جاتا ہے۔

حروب صلیبیہ کے زمانہ میں اس واقعہ کی کئی مثالیں ملتی ہیں۔ فبنی صاحب الکرک سفناً ونقل اخشابھا علی الجمال الی الساحل ثم رکب المراکب قلعہ کرک واقع شام میں کشتیاں اسی طرح تیار ہوئیں کہ ان کے سارے چوبی اجزاء بنا لیے گئے پھر ان کو اونٹوں پر بار کرکے ساحل پر لایا گیا۔ اور یہاں یہ سب اجزاء ایک دوسرے سے جوڑ لئے گئے۔[2] دوسری جگہ ہے ومن جملتہ ما ظفر بہ نحو لطیفۃ بالسلسلۃ من المراکب لفرنج تحمل اخشاباً منجورۃ الی عکہ ومعھا نجارون لینوا منھا شوانی ناسو لنجارون ومن معھم نیف وسبعون واما الاخشاب فقد انتفع بھا المیاھد ون من جملہ اور چیزوں کے مسلمانوں نے فرنگیوں کے ایک بطسہ پر قبضہ کر لیا جس میں گڑے چھیلے بہت سے تختے تھے۔ بطسہ میں کئی بڑھئی بھی تھے یہ سب عکہ جا رہے تھے کہ وہاں ان تیار تختوں کو جوڑ کر جنگی کشتیاں تیار کریں بڑھیوں وغیرہ کی جملہ تعداد قریباً ستر تھی۔[3]

---

[1] ظفر الوالہ ص ۲۸۷ [2] کتاب الروضتین۔ ج ۲ ص ۳۵ [3] ایضاً ص ۳۷

قلعہ ابلہ کی فتح کے سلسلہ میں بھی اسی طرح کا عمل ہوا[1]

الخصف ۔ بفتحتین : ندی پار کرنے کی چھوٹی سی ناؤ۔

"کھجور کے پتوں سے بُنا ہوا بڑا ٹوکرا" یہ معنی ہر قاموس میں ملتے ہیں۔ خصف کو خصاف بر وزن حساب بھی بولتے ہیں۔ ان دونوں کا واحد خصفۃ (بفتحتین) ہے[2]۔ مندرجہ صدر معنی کی تحدید صرف ابن السکیت نے کی ہے[3]۔

خلیۃ : بالفتح و بکسر لام و یا رمشدد۔ الف: کشتی جو بغیر چپو کے صرف ہوا کے زور سے یا پانی کے بہاؤ پر چلے۔ ب: بڑی کشتی جس کے پیچھے دوسری جان بچاؤ کشتی ساتھ رہے۔ ج: بڑی کشتی۔ اس کی جمع خلایا[4]

قدیم لفظ ہے شعر میں بھی آیا ہے۔ طرفہ کے معلقہ کی بیت ہے[5]

کانّ حدوج المالکیّۃ غدوۃً ؛ خلایا سفینٍ بالنواصف من دد

اور اعشیٰ بصیر نے کہا ہے[6]

یکبّ الخلیّۃ ذات القلاع ؛ وقد کاد جؤجؤھا یحطم

خ ل و اور اس کے مشتقاتی معنوں سے خلیہ کا کوئی تعلق نہیں ہے[7]۔

ممکن ہے عربی میں دخیل ہو مگر اس کی کوئی واضح شہادت نہیں مل سکی۔ نثر کے مرجعہ مصادر میں خلیہ نظر نہیں آیا۔

---

[1] کتاب الروضتین ج ۱ ص ۱۹۱۔ [2] معاجم متداولہ۔

[3] اصلاح المنطق ص ۷۶۔

[4] المخصص۔ ج ۱۰ ص ۲۶ ۔ لسان وتاج۔ خ ل و

[5] زوزنی۔ ص ۵۴۔ تبریزی ص ۷۔ مختار الشعر الجاہلی۔ ج ۱ ص ۳۰۸۔

[6] د۔ ص ۳۲۔ [7] مقاییس اللغۃ۔ خ ل و۔

Marfat.com

خلیج بالفتح وبکسرلام وبسکون یار آخر میں جیم ۔جمع خلج بالضم وبسکون لام چھوٹی کشتی قدیم لفظ ہے شعر میں بھی آیا ہے اس لیے قاموسوں میں مل جاتا ہے[1] نابغہ زبیانی کی دو بیتیں ہیں[2]

لدیہ یقمص بالعدولی ؛ وبالخلج المحملۃ الثقال

مضر بالقصور یذود عنہا ؛ قراقیر النبیط الی السلال

باب سمع سے خلج کے معنی مضطرب ہونا، آگے پیچھے یا دائیں بائیں جھکنا، گھسٹتے ہوئے چلنا بھی ہیں۔ کشتی کی رفتار میں یہ سب یا ان سے مشابہ چند باتیں ہوتی ہیں اس لیے کشتی کو بھی مجازاً خلج کہنے لگے[3]

اس کی دو جمعیں اور بھی آئی ہیں۔ خلج بضمتین وخلجان بالضم وبسکون لام مگرشاذ کسی تاریخی یا ادبی کتاب میں نہ ملنے سے ظاہر ہے کہ بعد میں یہ لفظ رائج نہیں رہا

الخن : بکسر خائے معجمہ نون مشدد: خالی کشتی۔

مادہ خ ن ن مضاعف کے معنی کاٹنا اور کسی ٹوکری یا تھیلی سے یکے بعد دیگرے اشیا باہر نکالنا ہیں[4]

مندرجہ صدر معنی اسی سے ماخوذ ہیں۔

اس لفظ کے عربی ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔

---

[1] المخصص۔ ج۱۰ ص ۲۶۔ لسان۔ خ ل ج و ع د ل ۔ فرائد ص ۱۹۹۔

[2] مختار الشعر الجاہلی ج ۱ ص ۲۱۴۔

[3] جغرافیہ کی اصطلاح خلیج کو ان معنوں سے کوئی تعلق نہیں۔ یہ اصطلاح دراصل فارسی لفظ کاریز کی تعریب ہے جس کے معنی "حصۂ از آب دریائے اعظم کہ زیر زمیں رود" ہے۔ دیکھئے سواء السبیل تحت اللفظ۔

[4] نفائس وتاج مادہ خ ن ن ۔ لسان مادہ خ ن ن اور غ م د۔

خیاستہ: بکسر خائے معجمہ چوتھا حرف سین دندانہ دار۔ دریائے نیل میں چلنے والی سب سے بڑی کشتی[1]

خیطیّتہ: بالفتح و بسکون یاء و بکسر طاء عربی آخری یا مشدّد۔ ایک قسم کی کشتی۔

ابوالقاسم و مقدسی کے مترادفات سفینہ میں ہے[2] خیط کے معنی سینا معروف ہیں موجودہ معلومات کے لحاظ سے سب سے پہلے یعقوبی کے یہاں ملتا ہے جس نے لکھا ہے کہ ایلہ میں بنی ہوئی المراکب الخیطیّۃ میں چین کا سفر کیا جاتا ہے[3] ادریسی نے بحر ہند وغیرہ کے جن سفری جہازوں کا وصف بیان کیا ہے وہ غالباً خیطیہ سے متعلق ہے گو اس نے یہ لفظ استعمال نہیں کیا ہے۔ وہ لکھتا ہے: وکل ما فی بحرالہند والصین من المراکب السفریۃ صغاراً اوکباراً فانھا منشارۃ من الخشب المحکم بخبرہ (کذا فی الاصل) وقد حمل اطراف بوضعہ علی لبعض و ہندم وخرز باللیف وجلفط بالدقیق وشحم البابۃ[4] یعنے بحر ہند و چین میں مسافروں کو لانے لے جانے والے جتنے جہاز ہوتے ہیں وہ خواہ چھوٹے ہوں یا بڑے سب اس طرح بنائے جاتے ہیں کہ مضبوط قسم کی لکڑی کے تختوں کو صاف کر کے نجار تناسب سے ترتیب دے کر ایک دوسرے میں پیوست کر دیتے ہیں۔ درزیں تاڑ، سیندھی یا ناریل کے پتوں کے جوڑے سے بند کی جاتی ہیں۔ (ایک خاص قسم کی) بکنی کو بابہ نامی ایک سمندری جانور کی چربی میں ملا کر کشتی کو چکنایا جاتا ہے۔ ان کشتیوں میں لوہا استعمال نہیں کیا جاتا بلکہ تختوں کو اس طرح گویا سیا جاتا ہے۔

ظن غالب یہ ہے کہ یہ اس قسم کی کشتی ہوگی جس کا مفصل وصف ابن جبیر نے بیان کیا ہے[5] بہرحال ادریسی کے بیان سے من جملہ اور باتوں کے یہ بھی واضح ہے کہ یہ جنگی کشتی نہیں۔ بلکہ

---

[1] سوار السبیل۔ بضمن ذہبیتہ۔ ص ۵۳۔ پوری عبارت ذہبیتہ کے سلسلہ میں آرہی ہے۔

[2] ملاحظہ ہو عنوان برعانی۔ احسن۔ ص ۳۱۔ مسلم سی ص ۱۵۹۔

[3] کتاب البلدان۔ ص ۳۶۰۔ [4] نزہتہ۔ ص ۱۲۔

[5] تفصیل جلبتہ میں آچکی ہے۔

Marfat.com

صرف سفری اغراض کے لیے تھی۔ نیز یہ کہ اصل خصوصیت ساخت میں تھی نہ کہ حجم یا جسامت میں گویا یہ ایک عمومی نام ہے جیسے آجکل ہوائی جہازوں کی قسمیں باعتبار ساخت ہوتی ہیں۔

اس سلسلہ میں مسعودی نے جو کچھ لکھا ہے وہ بھی پڑھنے کے قابل ہے۔ جزیرہ اقریطش (موجودہ زبان میں کریٹ) واقع مشرقی بحیرۂ روم میں سال کے بنے ہوئے جہازوں کے تختے پائے گئے جن میں سوراخ تھے اور تختوں کو ناریل کے نارے سے سیا گیا تھا۔ یہ تختے ایک تباہ شدہ جہاز کے تھے جنہیں سمندر کی موجوں نے یہاں پھینک دیا تھا کیونکہ سیئے ہوئے جہاز صرف بحر ہند میں ہوتے ہیں۔ بحیرۂ روم اور بحیرۂ عرب کے جملہ جہازوں میں کیلے ٹھونکے جاتے ہیں۔ بحر ہند کا پانی لوہے کی کیلوں کو گلا دیتا ہے۔ اس لیے وہاں کے لوگ تختوں کو جوڑنے کے لیے ناریل کا گودا ـــ ریشہ استعمال کرتے ہیں اور پھر چربی اور چونا ملا کر سیئے ہوئے حصّوں کو پوت دیتے ہیں[1]

اسی سیاق میں ابن بطوطہ کا یہ بیان پڑھیے۔ جوز النارجیل علیہا لیف یشبہ الشعر وھم یصنعون منہ حبالاً یخیطون بھا المراکب عوضاً عن مسامیر الحدید ویصنعون منہ الحبال للمراکب[2]۔

ابوزید نے لکھا ہے کہ: انّ الخشب المخروز لایکون الا لمراکب سیراف خاصۃً ومراکب الشام والروم مسمورۃ غیر مخروزۃ[3] اور پھر آگے لکھتا ہے: و بعمان من یقصد الی ہذہ الجزائر التی فیہا النارجیل۔ ومعھم آلات النجار وغیرہا۔ فیقطعون من خشب النارجیل ما ارادوا فاذا جفّ قطع الواحاً ویفتلون من لیف النارجیل ما یخرزون بہ ذلک الخشب ویستعملون منہ مرکباً وینحتون منہ اوقالا وینسجون من خوصہ شراعاً ومن لیفہ خرابات وھی القلوس عندنا۔ فاذا فرغوا من جمیعہ شحنت المراکب بالنارجیل نقصد بھا عمان[4]

---

[1] مروج: ج ۱ ص ۳۶۵۔

[2] تحفۃ۔ ج ۲ ص ۲۰۷۔

[3] سلسلۃ التواریخ ص ۸۸۔ [4] ایضاً ص ۱۳۱۔

Marfat.com

خیک بالکسر و یار معروف وکاف عربی : ڈونگی۔

فارسی لفظ ہے۔ فارسی لغات میں ہے۔ مشک چوبیں (کذا فی الاصل) باشد کہ آن را پُرباد کردہ بران نشستہ از دریا عبور نمایند[1]

لکڑی کی مشک میں ہوا بھرنا قرین عقل نہیں معلوم ہوتا ظن غالب یہ ہے کہ "چوبین" خطائے کتابت ہے صحیح لفظ غالباً چرمی ہے۔

فارسی میں خیک مطلق مشک کے معنوں میں مستعمل ہے[2]

دراعۃ : بڑی حربی کشتی۔

درع کے معنی کرتا یا ازار پہننا ہیں۔ پھر اس کے معنی ہوئے وہ لباس جو جنگ میں بطور مدافعت پہنا جائے۔ جنگی کشتی پر زمانہ حال میں لوہے کی چادریں چڑھائی جاتی ہیں۔ اس لیے یہ دراعۃ کہلاتی ہیں۔

یہاں یہ جتانے کی شاید ہی ضرورت ہو کہ یہ زمانہ حال میں چودھویں صدی ہجری کے ربع اول کے بعد کی اطلاع ہے[3]

زرمونۃ : بالفتح وبسکون رار مہلہ میم مضموم واو ساکن آخر میں نون : ایک قسم کی کشتی۔

یونانی الاصل لفظ ہے[4] یہ لفظ کم از کم پانچویں صدی ہجری کے وسط میں ضرور رائج رہا کہ اس زمانہ کے ایک مؤلف رشید بن زبیر نے لکھا ہے کہ سنہ چار سو چوالیس ہجری میں روم کے (بازنطینیہ) شہنشاہ نے مستنصر باللہ کے یہاں بہت سے تحفے روانہ کیے۔ یہ مصر کے علاقہ تنیس میں ایک بحری کارواں کے ذریعہ بھیجے گئے تھے۔ وہاں کے

---

[1] فرہنگ انندراج دبہار عجم۔ [2] دست گرداں لغات جیسے غیاث اللغات وغیرہ۔

[3] محیط المحیط۔ تسہیل العربیہ۔ الدلیل الی مرادف العامی۔ ص ۲۵۹۔

[4] سوار السبیل۔

حاکم نے سارے تحفے "الی المستنصر باللہ فی شلندی وردفیہ الرسول و درمون لحمل ثقیل الھدیۃ"
خلیفہ کے پاس بھیج دیئے۔ اس بحری کارواں میں روم کا ایلچی شلندی بھی تھا۔ اور
تحفوں کا ذخیرہ درمون میں تھا کیونکہ تحفوں کا مجموعی وزن بوجھل تھا[1]

اس سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ "درمون" مال بردار اور بڑا جہاز تھا۔

درمون کا حوالہ صرف ایک ہی کتاب میں نظر آیا۔ جدید قاموسوں میں بھی نہیں ملا۔

دسراء: بفتح دال مہملہ سین ساکن را، ممدود۔ کشتی۔

قرآن کی آیت وَحَمَلْنٰهُ عَلٰى ذَاتِ اَلْوَاحٍ وَّدُسُرٍ[2] کی تشریح و تفسیر کے سلسلہ میں
ایک ضعیف قول ہے کہ یہ دسراء کی جمع ہے[3] لیکن اس کی کوئی اصلیت نہیں ہے اس لیے
قدیم یا جدید کسی شاہد کی توقع نہیں کی جا سکتی۔ اس کی تفصیلی بحث دسر میں ملے گی۔

دکاسۃ: غالبًا بالکسر جمع تھا حرف سین مہملہ۔ جمع دکاسات۔ ایک قسم
کی کشتی۔

سوائے مقریزی کے اور کسی جگہ دیکھنے میں نہیں آیا۔ مقریزی کی متعلقہ عبارت یہ
ہے: الخدمت فی الطراز ...... ولا یتولاہ الا اعیان المستخدمین من ارباب العمائم والسیوف
...... ولہ عشاری دیماس مجرد معہ وثلاثتہ مراکب من الدکاسات ولھا رؤسا ونواتیہ
لا یبرحون ونفقاتھم جاریۃ من مال الدیوان[4] خلفاء فاطمیہ کے مخصوص عہدہ داروں میں
ایک صاحب طراز (کارچوبی کپڑے کے کارخانہ کا داروغہ) بھی تھا۔ اس عہدہ پر
نہایت ممتاز شخص مامور کیا جاتا تھا۔ اس کا یہ اعزاز تھا کہ عشاری قسم کی ایک کشتی
"دیماس" کے علاوہ اس کو دکاسات قسم کی تین کشتیاں بھی دی جاتی تھیں جس کے

---

[1] الذخائر والتحف ص ۷۶، ۷۷ [2] ۵۴۔ القمر ۱۳
[3] الجامع لاحکام القرآن۔ ج ۱۷ ص ۱۳۲، ۱۳۳۔ تاج۔ دس ر۔
[4] المواعظ والاعتبار۔ ج ۲ ص ۳۵۲۔

Marfat.com

رئیس اور ملاح انہیں پر مامور رہتے تھے۔ ان کے اخراجات حکومت کی طرف سے ادا ہوتے تھے۔ غالباً معرب لفظ ہے قدیم معجموں میں نہیں ملتا۔

دوخلہ : بفتح دال مہملہ واؤ مجہول فتح خاء معجمہ مشددۃ اللام یا بتخفیفِ لام آخر میں تاء معقود۔ کھجور کے پتوں سے بنی ہوئی کشتی۔

لسان کی عبارت ہے ''سفینۃ من خوص یوضع فیھا التمر والرطب'' [۱]۔

دخ ل کے معروف معنی سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ یہ غالباً صرف بصرہ والوں کی بولی تھی جہاں کھجور کی کثرت ہے چنانچہ اس کا قدیم ترین شاہد جاحظ کے یہاں پایا گیا [۲] کھجور کے پھٹروں اور پتوں سے بنی ہوئی کھلے منہ کی بڑی بڑی بوریوں کو چربی یا ایسی ہی کسی چیز سے چکنا کرتے ہیں اس میں صرف ایک شخص بیٹھا چپو چلاتا ہوا دریا کے ایک کنارے سے دوسرے کنارے پہنچ جاتا ہے۔

آج کل بھی دجلہ و فرات کے کناروں پر ایسا ہی ہوتا ہے۔ جہاں گاؤں آباد ہیں۔

دوخلہ غالباً آرامی لفظ ہے جس کے معنی زنبیل کے ہیں [۳]۔

دونما : بضم دال مہملہ واؤ معروف نون مکسور و دوسرا نون ساکن پانچواں حرف میم آخر میں الف : ایک قسم کی کشتی۔

سوائے محیط المحیط [۴] کے اس کا کہیں اور پتہ نہیں لگا۔ دوزی نے بھی [۵] اس پر کوئی اضافہ نہیں کیا۔ البتہ سوار السبیل میں اس کو دو طرح یعنی ''دونامنۃ'' دال مضموم واؤ ساکن نون کے بعد الف پھر نون ساکن میم مفتوح آخر میں تائے تانیث اور ''دونمہ'' باسقاط الف یعنی تیسرا چوتھا حرف نون پہلا مفتوح دوسرا ساکن باقی حسب سابق۔ آگے ترکی

---

[۱] لسان دخ ل۔ [۲] حیوان۔ ج ۲ ص ۱۷۹۔ [۳] سوار السبیل۔

[۴] محیط۔ دون م [۵] دوزی۔ تحت اللفظ۔

Marfat.com

اصل کا املا بھی وہی ہے جو ہم نے دیا ہے اور معنی لکھے ہیں : کشتیہائے جنگی[1]

دونی : لانبی تیز رو کشتی۔

یہ لفظ استین گاس میں ملا۔

دونیج : بضم دال : واؤ معروف بکسر نون یا ساکن آخر میں جیم اس کی جمع **دوانیج :** کشتی۔

یہ لفظ غالباً ہندی کے دونا کی تعریب ہے۔ سوار السبیل میں دنج یعنی بغیر واؤ کے ہے اور معنی لکھتے ہیں : فارسی دونی۔ نوعے از کشتی کہ درکار و منڈل میرانند۔ اس کے بھی ہمارے قیاس کی تائید ہی ہوتی ہے[2]۔ عجائب الہند میں[3] یہ لفظ متعدد بار آیا ہے۔ مقدسی کے مترادفات صفینہ میں بھی ہے[4]۔ یاقوت کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ جزیرہ قیس کے حکمراں سے اہل ہند اس لیے مرعوب تھے کہ اس کے پاس بہت سے جہاز اور دوانیج تھے اصل عبارت ہے۔ وقیس جزیرۃ وہی کیش فی بحر عمان ولملکھا ہیبۃ وقدر عند ملوک الھند لکثرۃ مراکبہ ودوانیجہ[5]

غالباً یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ بحیرۂ روم یا دوسرے مغربی سمندروں کے سلسلہ میں یہ لفظ کہیں استعمال نہیں ہوا۔

ذات القلاع : بادبان والی کشتی۔

مندرجہ صدر معنی زیادہ تر شعر میں آئے ہیں۔ نثر میں شاید ہی کہیں آیا ہو۔ ابتدائی عربی جاننے والے واقف ہوں گے کہ ذو ان چھ اسموں سے ہے جن کا رفع واؤ سے نصب الف سے اور جر یا سے ظاہر ہوتا ہے۔ ذو کا لام کلمہ یا ہے اس کا مؤنث ذات ہے

---

[1] کتاب مذکور۔ بر محل [2] سوار السبیل۔ بر محل۔

[3] ص۔ ص ۳۷، ۴۳، ۵۱ تا ۵۳ [4] احسن ص ۳۱ مسلم سی پاور ص ۱۵۷۔

[5] بلدان۔ ق ی س۔ ج ۴ ص ۲۱۶۔

ذو ہمیشہ بطور مضاف مستعمل ہوتا ہے۔ تنزیل میں ہے ذو فضل۔ ذوالجلال۔ ذات الصدور
یہ مرکب اضافی برائے بیان ہے یعنی بادبان والی۔ تنزیل میں اسی طرح کی اضافت ذات
الواح وَدُسُرٍ آئی ہے۔

دو شعر بطور مثال نقل کیے جا رہے ہیں۔

قال الاعشیٰ:-

یَکُبُّ الخَلِیَّۃَ ذاتَ القلاع ؎ وقد کان جُوْرُ جورُھا یَنْحَطِمْ

وقال کثیر:-

ومرّت سراعًا عیرُھا وکانھا ؎ دوافعُ بالکریون ذات قلوع

ذات الواحٍ: الالواح۔ الملواح = کشتی۔

تنزیل سورۃ القمر میں ہے وَحَمَلْنٰہُ عَلٰی ذَاتِ اَلْوَاحٍ وَّدُسُرٍ۔ یہاں ذات الواح
کے معنی کشتی ہونا لغویوں اور مفسروں میں متفق علیہ ہے[1] صرف الواح بمعنی کشتی فرزدق
کے یہاں[2] آیا ہے۔

الکنی الی من کان بالصین اورمت ؎ بہ الهند الواحٌ علیھا جلالھا

لوح کے معنی تختی، پٹی معروف ہیں۔ اس کی جمع قلّت الواح ہے۔ اس سے
ایسا متبادر ہوتا ہے کہ کشتیٔ نوح غالبًا چند ہی تختوں سے بنائی گئی تھی واللہ اعلم۔
ابو نواس متوفی ایک سو ننیانوے کے یہاں یہ لفظ ملواح کی شکل میں اس
طرح آیا ہے[3]۔

رکبتہ بلیل ونافتی ملواح

دارعتہ بقیر ظاھرہ النتاح

---

[1] الجامع لاحکام القرآن۔ ج ۱۷ ص ۱۳۲ [2] د ص ۶۲۳ د العقد ج ۲ ص ۸۷
[3] د۔ ج ۱ ص ۲۸۰۔

ذہبیۃ : بفتح ذال معجمہ ہائے ہوز مفتوح بار بسم اللہ مکسور بار مشدّد۔

ایک مصری کشتی جو فیضان نیل کے روز استعمال ہوتی تھی۔ جس میں چھ بڑے کمرے ہوتے تھے۔ دوزی نے یہ صراحت بھی کی ہے کہ ذہبیۃ میں عرشہ نہیں ہوتا۔ اگلے حصہ میں ایک بڑا کمرہ ہوتا ہے اس میں چھ آدمی بیٹھ یا لیٹ سکتے ہیں۔ اس کا بادبان بہت بڑا اور پھیلا ہوا ہوتا ہے[1]۔ اس پر سنہری رنگ کیا جاتا تھا۔ اس لیے ذہبیۃ (سنہری) کہتے تھے۔ لیکن ارنلڈ اور ظفر الدین احمد نے لکھا ہے کہ یہ قدیم مصری لفظ ہے اس سلسلہ میں انہوں نے جو تفصیل دی ہے وہ بہت معلومات افزا ہے۔ لکھتے ہیں:

کشتیہائے دریائے نیل کہ برائے مسافراں و آمد و رفت ایشاں مہیا باشد مختلف قسم می باشد: الف۔ کلاں را ذہبیہ خوانند و کشتی کہ از ذہبیہ کوچک باشد: ب کانجہ[2] نام دارد و کشتی کہ از کانجہ کوچک باشد و صرف یک حجرہ داشتہ باشد: ج قارب[3] نام دارد و کشتی کلاں کہ تا یکسال اسباب معیشت را مکتفی باشد: د مرکب[4] نام دارد و کشتی کہ از ہمہ کشتیاں کلاں تر باشد: ھ حیاسۃ[5] نام دارد[6]۔

رقیہ : بالفتح قاف مکسور یا مشدّد = باربردار کشتی۔

مقدسی کے مترادفات سفینہ سے ہے[7]۔ ابن جریر نے زنگی کی بغاوت کے بیان میں لکھا ہے کہ جب موفق نے حملہ کرنے کا ارادہ کیا تو ۔۔۔۔ امر بجمع السفن والمعابر ۔۔۔۔ واحصی ما فی الشذا والسمیریات والرقیات التی کانت تعبر فیہا الخیل[8] کشتیاں وغیرہ جمع کرنے کا حکم دیا۔ پھر کشتیاں از قسم شذا سمیریات و رقیات شمار کی گئیں جن میں گھوڑے عبور کرائے جاتے ہیں۔

---

[1] حوادث الدہور ص ۵۰۲، ۵۴۷ - بدائع الزہور ج ۲ ص ۲۰۱ - دوزی تحت اللفظ -

[2] سوار السبیل مادہ ذہبیۃ - مذکورہ معلومات کے علاوہ مزید معلومات کے لیے دیکھیے سفرنامہ حسن ذاھر

[3] احسن التقاسیم ص ۳۰ [4] اخبار الرسل ص ۱۱۹۱، ۲۲۲۲، ۲۲۴۵، ۲۲۴۸، ۲۲۵۰، ۲۲۶۷، ۲۲۸۲، ۹۳۲۴، ۲۲۷۷، ۹۱۱۹ -

اس عبارت سے ظاہر ہے کہ رفیہ ایسی بڑی باربردار کشتی تھی جس سے عموماً جانور منتقل کیے جاتے تھے۔ ڈی خویہ کا خیال ہے کہ رفیہ کو یہ نام اس لیے دیا گیا ہوگا کہ وہ شہر رقہ میں بنتی ہوگی[1] یا یہ بھی ممکن ہے کہ رقہ سے پانی میں تیرائی جاتی ہوں۔

رِکوۃ بکسر رائے مہملہ تیسرا حرف واؤ مفتوح: چھوٹی کشتی جمع رکوات بفتحتین و رِکاؤ بالکسر۔

رک ونا قص واوی کے معنی کھودنا، درست کرنا، اور بوجھ دوگنا کرنا فصیح عربی ہے۔ مندرجہ معنی اس کی عملی اس لیے معنیاتی وسعت ہے۔ یہ لفظ قدیم معتمد علیہ قاموس میں ثبت ہے[2] کوئی وجہ نہیں کہ اس کو عامی سمجھا جائے[3]

رماده: یہ رائے مہملہ مفتوح دوسرا حرف میم تیسرا حرف دال مہملہ۔ بحری بیڑہ۔ دوزی وغیرہ کی تحقیق کی رو سے یہ لفظ اسپینی سے ماخوذ ہے[4] عربی معجموں میں رمد کا مذکورہ معنوں سے کوئی دور کا تعلق بھی نہیں معلوم ہوتا۔ اس لیے دوزی کی رائے اقرب الی الصواب معلوم ہوتی ہے۔

الرمث: بفتحتین = چند مربوط لکڑیوں کی نہایت سادہ کشتی۔ کشتی سے مشابہ چند مربوط لکڑیاں جن پر بیٹھ کر مچھیرے مچھلی پکڑتے ہیں۔

حدیث شریف میں ہے[5] اتی رجال من بنی مدلج الی رسول اللہ صلعم فقالوا یا رسول اللہ! انا اصحاب ہذا البحر نعالج الصید علی رمث الخ یعنی ہم لوگ اس سمندر میں رمث پر بیٹھ کر مچھلیاں پکڑتے ہیں۔ اس وقت ہمارے ساتھ میٹھا پانی بہت تھوڑا ہوتا ہے۔ اگر اس کو وضو میں صرف کر دیں تو پینے کے لیے نہیں رہتا۔ آپ صلعم نے

---

[1] مسلم سی پاور: ص [2] المخصص ج ۱ ص ۲۶ ۔ لسان تاج مادہ رک و بتثلیث الراء
[3] الدلیل الی مرادف العامی ص ۴۸ [4] دوزی۔ تتمہ۔ تحت اللفظ وکندرمان۔
[5] کتاب السنن للدارمی: کتاب الطہور۔ باب: الوضوء من ماء البحر۔ مستدرک الحاکم ج ۱ ص ۱۴۱

فرمایا: سمندر کا پانی پاک ہے۔ اس سے وضو کیا جا سکتا ہے۔

رمث باب نصر۔ رمثاً کے اصلی معنی کسی شئی کو درست کرنے کے ہیں۔ یہاں فعل بمعنی مفعول ہیں۔ ابوصخر ہذلی کا شعر ہے[1]

تمنیت من حبی علیۃ اننا ٭ علی رمث فی الشرم لیس لنا وفر

زمخشری نے الفائق میں الرمث کے معنی لکھے ہیں: دریا عبور کرنے کے لیے چند لکڑیوں کی سادی کشتی[2] مگر یہی زمخشری اپنی کتاب مقدمۃ الادب[3] میں الرمث کے معنی مستول بتائے ہیں۔

رمث کی جمع ارماث[4]

روغ : سست رفتار جہاز[5]۔

زبربادیۃ : زائے معجمہ و بائے بسم اللہ مفتوح تیسرا حرف رائے مہملہ چوتھا حرف بائے بسم اللہ۔ کشتی۔

اس کا ذکر مقدسی نے مترادفات سفینہ میں کیا ہے[6]۔ نہی کے مصادر کی رو سے دریائے دجلہ عبور کرنے کی کشتی[7]۔ کندرمان نے اس کو خطائے کتابت سمجھا ہے۔ ان کی رائے میں یہ لفظ زبزبیۃ (پہلا اور تیسرا حرف زائے معجمہ) یا زنبریۃ ہے (زائے معجمہ کے بعد نون[8])

راقم الحروف کا خیال ہے کہ یہ لفظ فارسی کے زیر بمعنی نیچے اور باد بمعنی ہوا کا مرکب ہے۔ البتہ دوسرے حرف کے نیچے ایک نقطہ کی کمی سہو کتابت یا سہو

---

[1] مقاییس۔ مادہ۔ رمث وشن رم۔ امالی القالی ج ۱ ص ۱۴۸، ۱۴۹۔ سمط ص ۴۰۲۔ جمہرۃ مادہ ث م ر ج ۲ ص ۱۴۔ [2] الفائق مادہ الراء مع الجیم ج ۱ ص ۵۰۵ و النہایۃ فی غریب الحدیث ج ۲ ص ۱۰۸ [3] مقدمۃ الادب ص ۲۵۳ [4] المخصص ج ۱۰ ص ۲۹ اساس و لسان (تاج مادہ دم [5] فرائد ۳۲۱ [5] دوزی مادہ روغ۔
[6] احسن ص ۳۱ [7] مسلم سی پا در ص ۲۱۵ [8] کندرمان ص ۳۴

قرارت ہے۔ یائے نسبت اور تائے تانیث عجمتہ و جمع کے لیے ہے۔ معنی ہونگے جس کے نیچے ہوا ہو یا جو ہوا سے بھرا ہوا ہو۔ بالفاظ دیگر ایسی کشتی یا ایسا آلہ جس میں ہوا بھریں اور اس پر بیٹھ کر ندی پار کریں۔ فارسی میں اس کا مترادف خیک اور عربی میں طوف ہے۔

زیربازبنہ غالباً ڈھوروں کی کھال سے بنائی جاتی تھی اور صرف چھوٹی ندیاں عبور کرنے میں استعمال ہوتی تھی۔

زبزب : چھوٹی کشتی۔ پہلا اور تیسرا حرف زائے معجمہ مفتوح دوسرا اور آخری حرف بائے بسم اللہ۔

زبزب کی جمع زبازب آتی ہے[1] یاقوت کے[2] بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ایک چھوٹی کشتی تھی۔ اور تغری بردی نے تو صراحت کردی ہے کہ الزبازب ھی المراکب الخفیفتہ اور لکھا ہے کہ سنہ تین سو ستر میں دجلہ میں طغیانی آئی۔ مکان منہدم ہوگیے۔ لوگ کشتیوں کے ذریعہ بھاگنے لگے اور عضد الدولہ نے ہیاء الزبازب تحت دارہ' اپنے محل کے نیچے زبازب کو تیار رکھا تاکہ اگر پانی محل تک آجائے تو زبزب میں بیٹھ کر نکل جائے[3] وکان علی بن عیسیٰ بن الفرج م ۴۲۰ یوماً یمشی علی شاطئ دجلہ والرضی والمرتضی العلویان فی زبزب ومعھما ابوالفتح عثمان بن جنی فقال لھما : من عجب احوال الشریفین أن یکون عثمان جالساً معھما فی الزبزب وعلی یمشی علی الشط بعیداً منھما[4] خفاجی نے سند میں یہ شعر لکھا ہے[5]

زبازبٌ تعلی اذا سیّرت ؛ عقاربٌ تجری علی زیبق

---

[1] لسان وتاج۔ مادہ زب ب'۔۔۔ [2] معجم الادبا تذکرہ حسن بن محمد مہلبی۔ ج ۹۔ ص ۱۴۹۔

[3] نجوم۔ ج ۴۔ ص ۱۲۹ [4] معجم الادبا تذکرہ علی بن عیسیٰ۔ ج ۱۴۔ ص ۸۰۔

[5] شفاء ص ۱۱۷۔

Marfat.com

مگر ماخذ نہیں بتایا۔ سوار السبیل میں اس کو معرب بتایا گیا ہے لیکن اصل کی نشاندہی نہیں کی گئی[1] اتنی بات تو بہر طور یقینی ہے کہ یہ قدیم لفظ نہیں ہے بلکہ ابتدائی عباسی دور کی یادگار ہے[2]

زخرف : زائے معجمہ مضموم خائے معجمہ ساکن رائے مہملہ مضموم آخر میں فار۔ جمع زخارف : کشتی

زخرف کے معنی کشتی صرف لغویوں نے لکھے ہیں۔ سند میں کوئی شعر یا نثری ٹکڑا نہیں دیا گیا۔ مرجوعہ مصادر میں یہ لفظ ان معنوں میں نہیں پایا گیا۔ قاموسوں میں مذکورہ معنوں کے علاوہ یہ بھی لکھا ہے کہ زخرف ہر وہ شئے ہے جس سے کشتیوں کو زینت دی جائے[3]

قرآن میں یہ لفظ مختلف شکلوں میں چار مرتبہ آیا ہے۔ اور ہر جگہ زینت کے معنی میں ہے[4] عام استعمال میں ایسا ہی ہے پھر کشتیوں کو زینت دی جانے والی اشیاء کو زخرف کیوں لکھا گیا ہے سمجھ میں نہیں آیا۔ جوفری کی تحقیق کی رو سے[5] عربی زبان میں یہ لفظ قطعاً دخیل ہے۔

زرزر : پہلا حرف اور تیسرا حرف زائے معجمہ مفتوح دوسرا حرف رار مہملہ ساکن اور آخری حرف رائے مہملہ۔ تنگ کشتی جو کشادہ نہ ہو۔

---

[1] سوار السبیل۔ مادہ زبزب۔

[2] احسن۔ ص ۱۳۱۔ حکایات ابی القاسم وکتاب الدیارات۔ ص ۳۰۔ الذخائر والتحف ص ۲۴۹ ونشوار المحاضرہ۔ ص ۹۳۔

[3] مخصص۔ ج ۱۰۔ ص ۲۶ ــــ لسان وتاج مادہ زخرف۔

[4] سورۃ الانعام۔ ۱۱۲۔ سورۃ الاسراء ۔ ۹۳ اور سورۃ الزخرف ۔ ۳۵۔

[5] فارن وکیا بلری ۔ ص ۱۵۰۔

Marfat.com

یہ معنی صرف لغویوں نے ثبت کیے ہیں۔ دوسرے مصادر میں یہ لفظ نہیں ملا[1]

زلاج : مادہ زل ج کا اسم فاعل بمعنی اسم مفعول بصیغۂ مبالغہ : ایک قسم کا جہاز۔
مقریزی نے تنیس کے حالات میں لکھا ہے[2] سنہ ایک سو نناوے میں خرج السری
بن الحکم فی زلاج وخرج ---- فی مثلہ ---- وقد عدّ فی باطن زلاجہ الحبال ——
ابن الحکم ایک زلاج میں نکلا اور فلان بھی اسی طرح کے ایک زلاج میں نکلا۔ اس
نے اپنے زلاج کے نیچے بہت سے رسّے جمع کر رکھے تھے۔
اس عبارت میں واضح نہیں ہے کہ زلاج کس قسم کا جہاز تھا۔ زلاج کے متعلق
احمد ابن العذاری کا بیان ہے کہ[3] منصور بن اسماعیل بن یونس نے سنہ دو سو
بیانوے میں قیروان کے ساحل پر زلاج نامی (قسم کا) جہاز تیار کرایا۔ وانشاء مرکباً
وسمی الزلاج (کذا الاصل)۔
اس سے بھی زلاج کی نوعیت کا کچھ پتہ نہیں لگتا۔ افسوس ہے کہ سوائے ان
دو مصادر کے کسی اور جگہ یہ لفظ نہیں ملا۔
زل ج کے معنی کسی چیز کو ڈھکیلنا یا چلنے میں جلدی کرنا ہیں۔ لغوی معنی کے اعتبار
سے ظاہر ہوتا ہے کہ زلّاج غالباً ایسا جہاز ہوگا جس کی ساخت میں سرعت رفتار
کا خصوصی خیال رکھا گیا ہو۔ واللہ اعلم۔

زلال : زائے معجمہ لام مشدّد (مضاعف) کا اسم فاعل بصیغۂ مبالغہ : تفریحی کشتی۔
کبھی بہیئتہ مذکر زلال اور کبھی بہیئتہ تانیث زلالۃ[4] جمع سالم زلالات۔
زلال کا ذکر ہارون[5] سے پہلے نہیں ملتا۔ گو اس کا امکان ضرور ہے کہ ہارون

---

[1] لبنان۔ تاج ولسان [2] مواعظ۔ ج ۱۔ ص ۲۸۸۔ [3] البیان المغرب۔ ج ۱۔
ص ۱۳۲۔ [4] حکایات ابی القاسم۔ [5] الاغانی : ج ۴ ص ۱۰۲۔ زلال کا تفریحی کشتی ہونا
اس کتاب میں اور دو جگہ بھی مذکور ہے۔ ملاحظہ ہو۔ ج ۱ ص ۱۱۱ و ۱۷۱۔

Marfat.com

سے پہلے ہی اس قسم کی کشتی عراق میں رائج ہو چکی ہو۔

قابل وثوق اخباریوں کا بیان ہے کہ رشید جب زلالۃ میں بیٹھتا تو اس کو ملاحوں کا گانا بہت پسند آتا تھا۔ ملاحوں کی غلط سلط زبان یعنی الفاظ کو بگاڑ کر بولنا اور اعراب کا لحاظ نہ کرنے سے اس کو بہت اذیت ہوتی تھی۔ اس لیے رشید نے ایک روز کہا کہ ہمارے یہاں جو شاعر ہیں ان کو چاہیے کہ ان ملاحوں کیلئے مناسب اشعار موزوں کر دیں۔ مشیروں نے عرض کی کہ اس غرض کے لیے ابوالعتاہیۃ ہی مناسب ہے۔ چنانچہ ابوالعتاہیۃ کو ملاحوں کے لیے اشعار موزوں کرنے کا حکم ملا۔ اس نے کچھ اشعار موزوں کر کے ملاحوں کو دیئے۔ رشید جب حراقہ میں سوار ہوا تو ملاحوں نے ابوالعتاہیۃ کے شعر گائے جن سے رشید اتنا متاثر ہوا کہ رونے لگا۔[1]

شابشتی نے زلال کے متعلق جو نہایت اہم اطلاع دی ہے اس کا لب لباب یہ ہے معتصم کی خلافت کے زمانہ میں (۱۹۔۷۔۲۱۸ تا ۸۔۳۔۲۲۷) اس کا ایک بھائی جو اپنی ماں کی طرف سے حسب و نسب کا اصیل ہونے کے ساتھ ساتھ علم و ادب میں بھی ممتاز تھا بیمار ہوا۔ بیماری نے اتنا زور پکڑا کہ بے چارہ اُٹھنے بیٹھنے سے معذور ہو گیا۔ بستر پہ پڑے پڑے اُکتا کر چاہا کہ ایک زلال تیار کرائے اور اس میں بیٹھ کر دریا کی سیر کرے اور تفریح حاصل کرے۔ لیکن اسحاق بن ابراہیم طاہری نے (م ۲۳۵) اس کو ایسا کرنے سے منع کیا اور کہا: ہذا شئی لا نحبّ ان یعمل الا بامر امیر المومنین واذنہ۔ ہم خلیفہ کی اجازت اور اس کے حکم بغیر ایسا نہیں کر سکتے۔ چنانچہ وجہ و مقصد بتا کر خلیفہ سے زلال بنانے کی اجازت طلب کی گئی تو خلیفہ نے اجازت دے دی۔ مگر اسحاق نے کہا کہ ورد علیّ کتاب امیر المومنین باطلاق بناء زلال لم یحدّلی طولہ ولا عرضہ فوقفت امرہ لی ان استطلع الرای فی ذلک۔ خلیفہ نے زلال بنانے کی اجازت تو دے دی لیکن

[1] الدیارات ص ۴۲ اور آگے۔

Marfat.com

فرمان میں اس کے طول و عرض کی صراحت نہیں کی گئی ہے۔ لہٰذا جب تک اس کی وضاحت نہ ہو جائے میں خلیفہ کا حکم نافذ نہیں کر سکتا۔ چنانچہ پھر خلیفہ سے اس بارے میں دریافت کیا گیا۔ خلیفہ نے اسحاق کی دور اندیشی کی تحسین کی اور طول و عرض کی صراحت کر دی۔ اس صراحت کے بعد رشید کے بیٹے نے زلال تیار کرایا۔ تنالبشتی کے اس وثیقہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ زلال ایسی وضع و قطع کی تفریحی کشتی تھی جس کو صرف خلفاء استعمال کر سکتے تھے۔ دوسرے لوگ خواہ وہ خلیفہ کے بھائی ہی کیوں نہ ہوں بغیر خلیفہ کی تحریری اجازت کے ایسی کشتی بنا سکتے تھے اور نہ استعمال کر سکتے تھے۔ خلیفہ سے طول و عرض کی وضاحت معلوم کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر زلال بنانے اور استعمال کی اجازت ملتی بھی تو اس وضاحت کے ساتھ کہ ایسی اور ایسی زلال بنائی جائے نہ کہ اپنی مرضی کے مطابق جیسی چاہے بنا لی جائے۔

خلاصہ کلام یہ کہ زلال کا استعمال خلافت کی ایک خصوصیت تھی۔ اس سے کہیں یہ نہ خیال کیا جائے کہ یہ صرف دورِ زوال کے چوچلے ہیں۔ ایسی خصوصیتیں یا اس کے مشابہ خصوصیتیں ہر جگہ ہوتی ہیں حتیٰ کہ موجودہ زمانہ کی عمومی عوامی حکومتوں میں بھی ایسا ہی ہوتا ہے اور ایسا ہونا نامعقول نہیں ہے۔

ابو جعفر کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ معتصم کے بہت بعد بھی زلالات رائج رہے اور یہ کہ ان کی تعداد میں بہت زیادہ اضافہ ہوا[1]۔

زنبری: بہت بڑا جہاز۔ زاء معجمہ مفتوح نون ساکن۔ باء بسم اللہ مفتوح راء مہملہ مکسور آخر میں یاء[2]

---

[1] اخبار الرسل۔ حوادث سنہ ۲۵۱ ص ۱۶۴۰ و حوادث سنہ ۲۶۴ ص ۱۹۲۷ طبع یورپ و حوادث سنہ ۲۶۹ ج ۱۱ ص ۳۰۳ طبع مصر "زلال" کے دوسرے عربی مصادر کے لیے ملاحظہ ہو "دوزی" تحت اللفظ۔ [2] مخصص۔ ج ۱۰ ص ۲۶۔ اور لسان و تاج۔

ادی شیر وغیرہ کی تحقیق کی رو سے زنبری فارسی لفظ ہے۔[1]
ابتدائی اموی دور کے شعراء کے یہاں یہ لفظ موجود ہے جس سے عربی میں اس کے استعمال کی قدامت ظاہر ہوتی ہے۔ سمردل بن شریک یربوعی کہتا ہے[2]

الّا آلٌ یتّضعُ الحداب ویعتلی ۔۔۔ نُنُزلَ الجمال اذا ترنّم حادی

کالزنبری تقاذ فتہ لجستہ ۔۔۔ ویصُدّ عنہا بکلال دھوادی

فی موج ذی حدب کان سفینۃ ۔۔۔ دون السماء علی ذری اطوادی

جریر نے تو کئی جگہ باندھا ہے یہاں دو شعر بطور مثال پیش ہیں[3]

رفعُ المطی بما وسمتُ مُجاشعا ۔۔۔ والزنبری یعومُ ذوالاجلال

تخالھن نعاماً ھاجہُ فزعٌ ۔۔۔ اوزنبرٌیا زھتہ الریح مشحونا

زنجیّہ : کشتی۔

زار معجمہ مکسور نون ساکن جیم مکسور یار مشدّد آخر میں تا، تانیث۔ سوائے جحظتہ برمکی کسی اور جگہ یہ لفظ نہیں ملا۔ جحظتہ کا انتقال سنہ تین سو چوبیس میں ہوا[4]۔ اس سے خیال ہوتا ہے کہ یہ لفظ چوتھی صدی سے پہلے مستعمل نہیں تھا۔ جحظتہ کے محولہ ابیات یہ ہیں[5]

وقہوۃ تسمت راکبہا ۔۔۔ فی السیر تحدی بالنّائی والوتر

فی بطن زنجیۃ مقیّرۃ ۔۔۔ لا تشتکی ماالم السفر!

عربی مادہ زن ج سے تو اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ کیونکہ اس کے معنی ہیں پیاس سے آنتوں کا سکڑنا۔ اہل عرب ملک سوڈان کے ایک نسلی گروہ کو زنج کہتے ہیں۔ اس

---

[1] الالفاظ الفارسیۃ الخ۔ ص ۷۹ ؛ سوارالسبیل [2] یاقوت: بلدان۔ جزیرہ قلعہ ج ۲ (ق) ۳۶۴
[3] د: ص ۴۲۶ و ۵۸۳ اور نقائض جریر والفرزدق۔ ص ۶۹۶ ۔ [4] ارشاد ترجمہ احمد بن جعفر ج ۲۔ ص ۲۴۱ ۔ [5] یاقوت۔ بلدان۔ عمی۔ ج ۳۔ ص ۸۰۹

Marfat.com

اعتبار سے سوڈانیوں یا زنجیوں کی کشتی کو زنجیہ کہنا شاید غلط نہ ہو۔ لیکن جب تک کوئی دوسرا ماخذ دریافت نہ ہو قیاس کی حیثیت اٹکل سے زیادہ نہیں معلوم ہوتی

زنک : بڑا چینی جہاز۔ زنوک جمع۔

زائے معجمہ مفتوح نون ساکن آخری حرف کاف عربی۔ زنک ایسا لفظ ہے جو جہم فارسی کی فصل میں بعنوان جنگ گزر چکا ہے۔ اس کا تلفظ عربی میں علاوہ زنک کے زنّک بھی ہے (تفصیل فصل زائے معجمہ میں آرہی ہے) زنک صرف تغری بردی نے لکھا ہے[۳]۔ چوں کہ اس کی عبارت سے نویں صدی ہجری کے مسلمانوں کے بحری قوانین کے متعلق ایک نہایت اہم اطلاع ملتی ہے اس لیے پوری عبارت کا نقل کرنا ضروری ہے۔

سنہ آٹھ سو پینتیس (۸۳۵) ہجری میں مکہ سے قاہرہ میں یہ اطلاع ملی کہ "ان عدۃ زنوک قدمت من الصین الی سواحل الہند وارسیٰ فیہا اثنان لساحل عدن فلم ینفق بہا بضائعہم من الصینی والحریر والمسک وغیرہ۔ ذلک لاختلال حال الیمن فکتب کبیر الذین المرکبین الزنکیین الی الشریف برکات ابن حسن امیر مکہ والی سعد الدین ابراہیم ناظر جدہ یستاذن فی قدومہم الی جدہ فکتبا الی السلطان فی ذلک ورغباہ فی کثرۃ ما یتحصل فی قدومہم من المال فکتب لہم السلطان بالقدوم الی جدہ"۔۔۔ چند جہاز۔ زنوک۔ ہندوستان کے ساحلوں پر سے آئے اور ان میں سے دو عدن کے ساحل پر لنگر انداز ہوئے ہیں۔ چوں کہ اس وقت یمن کی (سیاسی ومعاشی) حالت میں خلل آگیا تھا اس لیے ان جہازوں پر بار کیا ہوا مال از قسم چینی برتن، ریشمی کپڑا اور مشک وغیرہ فروخت نہ ہو سکا۔ ان دو زنکوں کے سربراہوں نے شریف مکہ اور ناظر جدہ کو لکھا ہے کہ جدہ آنے اور وہاں اپنا مال فروخت کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی

---

[۱] ارشاد ترجمہ احمد بن جعفر۔ ج ۲۔ ص ۲۱۱   [۲] یاقوت۔ بلدان۔ عمی۔ ج ۳۔ ص ۸۰۹

[۳] نجوم نسخہ پاپر۔ ج ۶ ص ۶۷۸ حوادث ۸۳۵۔

جائے۔ اس درخواست کی بناء پر شریف مکہ و ناظر جدّہ دونوں نے سلطان مصر کو اس گزارش کی اطلاع دیتے ہوئے لکھا کہ ان کی درخواست منظور فرمائی جائے۔ مراسلہ میں سلطان کو اس بات کی بھی ترغیب دی کہ اگر چینی جہازوں کو جدّہ آنے کی اجازت دی جائے تو ان کے آنے سے بہت سا مال فروخت ہو سکے گا اور محصول سے مملکت کو قابل لحاظ آمدنی ہوگی۔

اس وثیقہ سے ظاہر ہے کہ آج کل کی طرح اس زمانے میں بھی ہر مملکت اپنے ملحقہ سمندر پر اقتدار اعلیٰ رکھتی تھی۔ دوسرے یہ کہ عدن سے آگے بحیرۂ قلزم میں داخلہ کے لیے خاص سلطان وقت سے اجازت لینی پڑتی تھی۔ امیر مکہ یا ناظر جدہ بھی اس معاملہ میں بے اختیار تھے۔ تیسرے یہ کہ از روئے قاعدہ قلزم میں داخلہ کے لیے براہ راست سلطان سے درخواست نہیں کی جا سکتی تھی بلکہ حسب قاعدہ و دستور بالواسطہ درخواست کرنی پڑتی تھی اور آخری بات یہ کہ نویں صدی میں بھی بحری تجارت آزاد تھی اور نہ مسلمان بحری مواصلات سے غافل تھے۔

زوّ: زائے معجمہ مفتوح واؤ مشدّد: بڑی کشتی۔

ایسی کوئی شہادت نہیں مل سکی جس سے زوّ کا دوسری صدی کے ربع آخر سے پہلے مستعمل ہونا معلوم ہو سکے۔ ابو جعفر نے لکھا ہے کہ[2] جلس الرشید فی الزوّ فی الفرات ..... وقال للعباس بن الفضل بن الربیع: اخرج و مر برفع الختاتخ المطروحة علی الزو یعنے ہارون دریائے فرات میں ایک "زوّ" میں بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے عباس کو حکم دیا کہ "زو" پر جو تختے پڑے ہوئے ہیں وہ اٹھا دیئے جائیں۔

اسی مؤرخ نے یہ بھی اطلاع دی ہے کہ آٹھواں عباسی خلیفہ معتصم (م ۲۲۸ھ)۔

---

[1] نجوم نسخہ پاپر۔ ج ۷ ص ۸۶۸ حوادث ۸۳۵ھ

[2] تاریخ الرسل: حوادث سنہ ایک سو ننانوے، ق ۳۔ ج ۲۔ ص ۶۸۲۔

۲۲۷ھ) محرم سنہ دو سو بیس (۲۲۰) میں عاشورا کے روز ایک "زو" میں سوار ہو کر نکلا تھا[1]۔

معتصم جانشین واثق (م ۶-۱۲-۲۳۲) کے متعلق یہ واقعہ ملتا ہے کہ اس نے دجلہ کی نہر قاطول میں ایک زو میں بیٹھ کر آبی پرندے شکار کیے[2]۔

واثق کے جانشین متوکل (م ۴-۱۰-۲۴۷) کے متعلق بیان کیا گیا ہے کہ اس نے ایک بہت بڑا زو تیار کرایا تھا[3]۔(۴) اس میں بیٹھ کر یہ دجلہ میں سیر کے لیے نکلتا تھا۔ چنانچہ مشہور شاعر بحتری نے متوکل کی مدح میں جو قصیدے کہے ہیں ان میں سے ایک قصیدہ میں زو کا ذکر بھی کیا ہے[4]۔ "زو" والے شعر یہ ہیں:۔

ولم ار کا لقاطولِ یحمل ماؤہ ؛ تدفّق بحرٌ بالسماحۃِ طام

ولا جبلاً کالزّو یوقف تارۃً ؛ وینقادُ اِمّا فدکۃٗ بزمام

تیرہویں عباسی خلیفہ معتز (م ۷-۲۷-۲۵۵) نے ایرانیوں کی اس عید کی رات جو اس زمانہ میں صداق کہلاتی تھی۔ دو زو ایک دوسرے سے باندھ کر ان میں آگ لگوائی اور اس شعلہ بار کشتی کو دجلہ میں رواں کیا اور پانی میں آگ کا تماشا دیکھا اس موقع پر بحتری نے جو مدحیہ قصیدہ لکھا ہے اس کے دو شعر یہ ہیں[5]:۔

تعجّبتُ من فرعون اذ ظن انہ ؛ الٰہٌ لان النیل من تحتہ یجری

ولو بصرت عیناہ بالزو لازدری ؛ حقیر الذی نالت یداہ من الامر

بحتری کے سوا دوسرے شعراء نے بھی زو کا وصف بیان کیا ہے[6]۔

زوّ چینی جہاز غالباً چنگ کی تعریب ہے[7]۔ کیونکہ ابن بطوطہ نے جہاز ون

---

[1] حوادث سنہ دو سو بیس۔ [2] ج ۲ ص ۱۱۶۸۔ [3] الاغانی۔ ج ۷ ص ۱۵۸۔

[4] یاقوت۔ بلدان۔ زوّ ج ۲ ص ۹۶۰ [5] د۔ ج ۲ ص ۲۲۳۔

[6] د ج ۲ ص ۲ [7] موشح ص ۳۴۳۔ [8] سواءالسبیل۔ برمحل

Marfat.com

کی وسعت وگنجائش کے اعتبار سے چینی جہازوں کی جو تین قسمیں بڑا۔ منجھولا اور چھوٹا بتائی ہیں ان میں زو کو متوسط درجہ کا لکھا ہے[1]

چوں کہ یہ چشم دید بیان ہے اس لیے اس کو قابل اعتماد ماننے میں کوئی امر مانع نہیں معلوم ہوتا۔

ابن منصور نے "زو" کو عربی لفظ زو (مضاعف) بمعنی ساتھی یا جوڑا سے ماخوذ بتاتے ہوئے اس کو عراقیوں کے محاورہ سے مخصوص کیا ہے[2] یہ جلیل القدر لغوی بحتری کے میمیہ کی وجہ سے دھوکہ میں پڑا جس کے دو شعروں کی وضاحت اوپر دے دی گئی جس سے مغالطہ کی وجہ بآسانی معلوم ہوجاتی ہے۔

زوراء: مادہ زور (اجوف واوی) کے ازور (الصیغۃ تفضیل) کا مؤنث : کشتی لفظی معنی چاند یا کمان جیسی خمیدہ چیز۔ یہ لفظ بشر بن ابی خازم کے جس شعر میں آیا ہے وہ یہ ہے ؎

اجالدُ صفهم و لقد اُرانی   علی زوراء تسجد للرّیاح

بشر نے سفینہ کو زوراء بطور مشابہت کہا ہے ورنہ زوراء کے معنی سفینہ کسی اور نے نہیں لکھے۔ زوراء عموماً کمان کے لیے بولا گیا ہے[3] یہ بھی خیال رہے کہ مندرجہ صدر شعر ابن قتیبہ کی روایت پر مبنی ہے[4] دوسری روایت قرواء ہے (جس کی توضیح فصل قاف میں آئے گی) اس سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ سفینہ کے لیے زوراء عام لفظ نہیں رہا۔

زورق بروزن جوہر: چھوٹی کشتی۔ زیادہ تر دریا کے ایک کنارہ سے دوسرے کنارہ تک پہنچنے کے لیے۔

زنبان اسعدی کا شعر ہے[5] ؎

---

[1] تحفہ۔ ج ۴ ص ۹۱ [2] لسان ولسان مادہ زوو [3] کامل المبرد ص ۳۴ ، ۲۸۳ نسخہ یورپ [4] الشعر والشعراء ص ۲۲۸۔ [5] العقد ج ۴ ص ۸۶، ادج ۵ ص ۱۹۹، مرج۔ ج ۴۔ ص ۴۲۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۸۶ پر)

نسما آبی ذات سباب دمشق ؛ کانھا ابدا لکلال زورق
ذوالرمہ نے بھی باندھا ہے[۱]
ابن المعتز نے ہلال کو زورق سے مشابہ بتایا ہے[۲]
فانظر الیہ کزورق من فضتہ ؛ قد اثقلتہ حمولتہ من عنبر
زورق سے عربوں کی واقفیت نہایت قدیم ضرور ہے لیکن ان کی زبان میں یہ لفظ ارامی سے آیا ہے۔ اور ارامی میں اکادی سے۔ پہلے عربی اور پھر فارسی میں اس لفظ کی غیر معمولی اشاعت کی ایک وجہ یہ بھی معلوم ہوتی ہے کہ خلافت کے مشرقی علاقوں میں یہ لفظ زمانہ قبل اسلام میں بھی رائج تھا اور پھر اتنا عام ہو گیا کہ سیکڑوں کتابوں میں کسی نہ کسی حیثیت سے مل جاتا ہے[۳] حتیٰ کہ اردو میں بھی رائج ہے۔

ژالہ : ندی پار کرنے کی مشک۔

یہ جالہ کی اصلی صورت ہے یعنی چوبہا وعلف برہم بندند و چند پوست گاو پر بادکردہ زیر آن نصب کنند و بر آن نشستہ از آب ہائے عمیق عبور سازند[۴]

بقیہ حاشیہ :۔ معجم الادبا ج ۸ ص ۲۴۷۔ معاہد التنصیص ج ۴ ص ۱۷۔

[۱] تاج و لسان والمعرب بر تحت اللفظ۔ مقدمۃ الادب ص ۵۳۔

[۲،۳] نجوم ج ۳ ص ۹۰۔ مندرجہ ذیل چند ماخذوں سے زورق کے استعمال کا حال معلوم ہوگا۔

(الف) التنبیہ ص ۳۸۱، احسن، ص ۳۰، ۱۹۶، ۲۰۶ (ب) یاقوت، بلدان ج ۲۔ ص ۳۲، ۷۲، رأس ثنی اور ج ۱، ص ۲۶۹ کرنبا۔ (ج) البیان المغرب۔ ج ۳ ص ۲۳۸ (د) نجوم ج ۱ ص ۱۶۱ و ج ۵ ص ۷۱، ۳۷۵، ۶۱۵ (ھ) نشوار المحاضرہ۔ ص ص ۹۳ تا ۹۵، ۱۱۵ : زورق مصنفہ دہری بندیا چیدت دالی (و) سفرنامہ ناصر خسرو ص ۵۵ (ز) نزہتہ ص ۷ [۴] بہار عجم و غیاث اللغات

سابحۃ : کشتی

سورۃ النازعات کی تیسری آیت والسابحات سبحًا کے سلسلہ میں سابحۃ کی ایک تفسیر سفینہ بھی آئی ہے[1] کیونکہ س ب ح باب فتح کے ایک بنیادی معنی سعی و کوشش اور مجازی معنی تیرنا بھی ہیں جس کا اسم فاعل سابح تیرنے والا بمعنی کشتی ہو سکتے ہیں۔

سابحۃ بمعنی کشتی سوائے تفسیروں کے کسی اور جگہ نہیں ملا۔

ساخرہ : خوش رفتار کشتی جمع سواخر بروزن جواہر۔ س خ ر کا اسم فاعل[2] ابن سیدہ[3] کا شعر شاہد ہے :

سواخر فی سواء الیم تحتفر

"سواخر" بطور صفت بھی بکثرت آتا ہے مثلاً کہتے ہیں سفن سواخر یعنی ایسی کشتیاں جو ہوا کے بہاؤ پر آسانی سے چلتی ہیں۔ یہ صفت "مواخر" یعنی بتکلف مشکل سے چلنے والی کشتی کے بالمقابل بولی جاتی ہے[4]

السامریات : کشتیاں

ابن الوردی نے لکھا ہے کہ فی البصرۃ بطائح مائیۃ معمورۃ بزوارق وسامریات بصرہ کے نشیبی علاقے پانی سے بھرے رہتے ہیں۔ ان میں زورق و سامریات چلتی ہیں۔ ... کہیں اس کا واحد نہیں لکھا[5] "سمیریہ" کے تعلق سے ابن حوقل کا جو بیان نقل ... رکھیے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ سمیری کی جمع ہے ... سمیرۃ او ان کی جمع سماریات، سمیریات اور سامریات کا اختلاف ... اس لفظ کے دخیل ہونے کی طرف اشارہ کر رہا ہے۔ واعلم عند اللہ۔

---

[1] الجامع لاحکام القرآن۔ تفسیر سورۃ النازعات اور لسان و تاج وغیرہ۔

[2] لسان اللسان و بستان۔ [3] المخصص ج ۱۰ ص ۲۷ [4] مفاتیح ... مادہ س خ ر۔

[5] خریدۃ العجائب ص ۲۷۔

سفرہ: چمڑہ کی چھوٹی گول کشتی

مقتدر باللہ عباسی سنہ دو سو پچانوے میں خلیفہ ہوا (اٹھارہواں) اور تین سو بیس میں قتل ہوا۔ اس کے زمانہ خلافت میں صقالبہ (موجودہ بلغاریہ) کے حکمران کی ایک درخواست وصول ہوئی کہ بغداد سے وہاں اسلامی احکام سکھانے کے لیے عالم بھیجے جائیں چنانچہ سنہ تین سو نو ہجری میں عالم روانہ ہوئے۔ وفد میں احمد بن فضلان بن العباس بھی تھا۔ اس نے ایک سفرنامہ لکھا ہے کہ ہم نے جرجان میں جاڑا بسر کیا پھر جیحوں جو منجمد ہو گیا تھا پگھلنے لگا۔ ہم نے نہریں عبور کرنے کے لیے "استعملنا السفور من جلود الجمال لعبور الانہار التی نحتاج ان نعبرہا فی بلد الترک" اونٹ کے چمڑوں سے بنی ہوئی کشتی استعمال کی۔ پھر ایک اور ندی عبور کرنے کو "فاخرج الناس سفرہم وھی من جلود الجمال فبسطوھا واخذوا بالاثاث من الجمال الترکیۃ لانھا مدورۃ فجعلوہا من جوفہا حتی تمتد ثم حشوھا بالثیاب والمتاع فاذا امتلأت جلس فی کل سفرۃ جماعۃ من خمسۃ وستۃ واربعۃ واقل واکثر ویاخذون بایدیہم خشب الجدنک (؟) فیجعلونہ کالمجاذف ولا یزالون یجدفون والماء یحملھا وہی تدور حتی نعبر"۔

لوگوں نے اپنے اپنے "سفرے" نکالے جو اونٹ کی کھال سے بنائے گئے تھے (یہ تہ بتہ کیے ہوئے یا لپٹے ہوئے تھے) پھر انہیں پھیلایا۔ ترکی اونٹوں پر جو سامان تھا وہ نکالا۔ یہ "سفرے" گول اور جوف دار تھے۔ ان میں کپڑے اور دوسرا سامان رکھا۔ جب وہ پُر ہو گئے تو ان میں سے کسی میں پانچ کسی میں چھ اور کسی میں چار یا کبھی کم و بیش لوگ بیٹھے انہوں نے اپنے ہاتھوں میں جدنک (؟) کی لکڑیاں لیں۔ اور انہیں چپو کی طرح بنالیا۔ پھر انہوں نے "سفرے" کھیتے ہوئے کئی ندیاں پار کیں۔

اس علاقہ میں ندیوں کا پاٹ اسی طرح "سفروں" کو گول پھراتے ہوئے پار کیا جاتا ہے۔

Marfat.com

رسالہ ابن فضلان ص ۸۶، ۱۰۴ جاری

نیز ملاحظہ ہو الکامل لابن اثیر ج ۹ ص ۳۳۴ حوادث ۶۱۷۔

سفینۃ : بتشدید یا، سفیات : کشتی

ابن الوردی متوفی سات سو انچاس ہجری نے لکھا ہے کہ جزیرۂ قمر (راس کماری) میں ایک مرکب تیار ہوتا ہے۔ وھی منحوتۃ من قطعۃ واحدۃ و خشبۃ واحدۃ و طول کل مرکب ستون ذراعاً بالرشاشی تحمل مائتین مقاتل تسمی السفیات[1] اور وہ ایک ہی لکڑی کے سالم تختے میں کاٹی جاتی ہے۔ ہر مرکب کا طول ساٹھ ذراع الرشاشی ہوتا ہے۔ اس میں دو سو سپاہی بیٹھ سکتے ہیں۔

ابو زید نے جزائر مشرقی جادہ کے بیان میں بھی لکھا ہے کہ وہاں کے لوگ ایسی روزقوں میں نکلتے ہیں جو منقورۃ من خشبۃ واحدۃ[2] ایک ہی تختہ سے کاٹی جاتی ہیں۔ ابن بطوطہ نے بھی خلیج بنگال میں ایسی کئی کشتیاں دیکھی تھیں جو سب کی سب ایک ہی شہتیر کی بنی ہوئی تھیں[3]۔

لغت میں سفئی کے معنی ہیں وہ چیز جس کو ہوا اڑا لے جائے۔ باد آوردہ یاد برفتہ۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سفیہ غالباً صرف ہوا کے زور سے چلتی تھی اور اس میں چپو مارنے والے بھی نہیں ہوتے تھے۔ راقم الحروف نے انیس سو تریسٹھ میں مدراس کے ساحل پر دیکھا کہ قریباً دو گز لانبے شہتیر پر تین آدمی کھڑے ہوئے ہیں اور شہتیر دھیرے دھیرے ساحل کی طرف آرہا ہے۔ وہاں کے لوگوں سے پوچھنے پر معلوم ہوا کہ یہ مچھیرے اگر سمندر ساکن ہو تو ساحل سے دس دس پندرہ پندرہ میل دور تک بھی نکل جاتے ہیں۔

ابن الوردی کی عبارت میں طول بتانے کے لیے ذراع رشاش لکھا ہے اس کی

---

[1] خریدۃ العجائب۔ ص ۵۸۔ [2] سلسلۃ التواریخ۔ ص ۱۷۔

[3] تحفہ۔ ج ۴۔ ص ۲۲۲۔

تحقیق نہ ہو سکی کہ رشناش سے کیا مراد ہے "دو سو سپاہی بیٹھ سکتے ہیں" سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس کا طول قریباً چار سو گز ہوتا ہوگا۔ والعلم عند اللہ۔

السفینۃ : کشتی، سفینۃ، بروزن مکین، سفن، سفنین، سفائن بروزن مساجد، جمع۔ قرآن میں یہ لفظ چار مرتبہ آیا ہے[1] جاہلی شاعروں کے کلام میں بھی ملتا ہے[2] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امت مسلمہ کو جہازی مسافروں سے تشبیہ دیتے ہوئے فرمایا کہ ایک شخص کی غلطی سے پورا جہاز غرق ہو سکتا ہے اگر اس کے ساتھی اس کو اس غلط روش سے نہ روکیں۔[3]

بعض لغویوں کے نزدیک یہ سفن سے ماخوذ ہے جس کے معنی چھیلنا ہیں سفینہ گویا سطح آب کو چھیلتا ہے اس طرح فعیلہ بمعنی فاعلہ ہے۔ بعض دوسرے لغوی اس کو سفن بمعنی البسولہ سے ماخوذ ہونے کا امکان ظاہر کرتے ہیں۔ کیونکہ کشتی ابتداءً ایک ہی شہتیر کو چھیل کر بنائی گئی تھی۔ اس طرح فعیلہ بمعنی منفعلہ ہوا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ سفن کے معنی لپٹے جانے یا چپکے ہوئے رہنے کے ہیں اور سفینہ پانی سے چمٹا سا رہتا ہے اس لیے یہ معنی ہوئے[4] لیکن تحقیق بتاتی ہے کہ یہ ایک ارامی لفظ سے ماخوذ ہے[5]

یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ زمانہ قبل رسالت میں بحیرۂ قلزم و بحیرۂ فارس میں چلنے والی کشتیوں میں فی کشتی ایک سو آدمی سفر کر سکتے تھے کشتی کا عملہ اس کے سوا

---

[1] المعجم المفہرس لالفاظ القرآن ص ۲۵۲ [2] دیوان زہیر ص ۱۱۸، ۱۲۷ — دیوان العجاج ج ۱ ص ۸۹ — دیوان ابن مقبل ص ۲۵۶ — مفضلیات ص ۵۷۷ — تبریزی ص ۹۲، ۳۰ — زوزنی ص ۵۴، ۱۷۲ — تفسیر قرطبی ج ۱ ص ۵۷ — الازمنہ والامکنہ ج ۲ ص ۳۰۳

[3] عیون الاخبار ج ۲ ص ۱۲۔

[4] مقاییس ولسان، مادہ س ف ن — جمہرۃ ج ۳ ص ۳۹ مقدمۃ الادب ص ۵۳

[5] سوار السبیل — فارن وکابلری آف دی قرآن۔

Marfat.com

تھا چنانچہ یمن کے سردار سیف بن ذی یزن نے حبب حبشیوں کے خلاف فوجی مدد طلب کی تھی تو کسریٰ نے اپنے یہاں کے آٹھ سو لوگوں کو آٹھ کشتیوں میں روانہ کیا تھا[۱]

اگر کشتی کی کوئی خاص قسم بیان کرنا ہو تو عموماً مرکب توصیفی لاتے ہیں جیسے مثلاً السفن اللطاف، ہلکی پھلکی کشتیاں[۲]

علمائے ہیئت جس ستارے کو سفینۃ کہتے ہیں۔ اس کی وجہ تسمیہ کے لیے متن جملہ اور کتابوں کے درج ذیل دو کتابیں دیکھی جاسکتی ہیں۔

الف : کتاب الانواء ص ۸۱۔

ب : الازمنۃ والامکنۃ ج ۲ ص ۳۸۱، ۳۸۳۔

سل : بالکسر یا بالفتح و بہ تخفیف لام نوعے از کشتی کہ از چوب ونی برہم بندند۔ بہ معنی فارسی فرہنگوں میں ہیں[۳] عربی ماخذ بشمول معاجم اس سے خالی ہیں۔

سل و سلہ دونوں ایک ہی اصل سے معلوم ہوتے ہیں لیکن بلا اختلاف ہر فارسی فرہنگ میں یہ دونوں علاحدہ علاحدہ دیئے گئے ہیں اس لیے ان دونوں کے ماخذ جدا جدا معلوم ہوتے ہیں۔ عجب نہیں کہ اس کی اصل کا سراغ سنسکرت یا عوامی ساحلی ہندی میں مل جائے۔

السلاریۃ بالفتح، سلالیر جمع، لانبی کشتی۔

یہ یونانی لفظ کی تعریب ہے[۴] کشتی کی نوعیت معلوم نہ ہوسکی۔

---

[۱] سیرۃ رسول اللہ صلعم ج ۱ ص ۶۵ جاری [۲] تقویم البلدان ص ۱۳۷

شعر میں سفینہ کے وصف کے لیے ملاحظہ ہو ارشاد الاریب الی معارفۃ الادیب۔ ترجمہ الحسین بن البلید متوفی ۲۰۹۔

[۳] تذکرہ القاسم بن سلام متوفی ۲۲۳۔ [۳] برہان قاطع وغیرہ۔ [۴] دوزی۔ تتمہ وسوار السبیل

Marfat.com

سلبار : اس کلمہ کا ٹھیک ٹھیک تلفظ معلوم ہو سکا اور نہ اس کے مدلول کی تعین ہو سکی شاید یہ جہاز کی کوئی قسم ہے[1]

سَلّتہ : بالفتح وبتشدید لام : دریا پار کرنے کا ٹوکرہ یا پٹارہ۔

بظاہر عربی لفظ معلوم ہوتا ہے لیکن کسی عربی معجم میں نہیں ملا۔ اور نہ عربی میں لکھی ہوئی کسی کتاب میں پایا گیا۔ البتہ فارسی کی اکثر و بیشتر معجموں میں دیا گیا ہے۔ اور لکھا ہے:

سُلّہ چیزے باشد کہ از چوب و خلاشہ درہم بندند و بآن از آب گزرند بمعنی کشتی ہم آمدہ است[2]

سلورۃ : بالضم وبہ تشدید لام، سلاریہ جمع : لانبی کشتی۔

ممکن بلکہ بظن غالب یہ سلاریتہ ہی کی دوسری شکل ہے۔ ابن بطوطہ نے لکھا ہے کہ میں نے ایک روز دریائے دجلہ میں وہ کشتی جو ان کے وہاں شبارہ کہلاتی ہے، دیکھی۔ وہی شبّہ شلورۃ اور وہ سلورۃ سے متشابہ ہے[3]

سلورۃ غالباً زیادہ تر بحیرۂ روم میں چلتی تھی۔ تب ہی تو اس نے شبارہ کو سلورہ سے مشابہ بتایا۔

حسب توقع قدیم معجموں میں یہ لفظ نہیں ملا۔ تحفہ کے فرانسیسی مترجم نے اپنے ایک ہم زبان لغوی کا حوالہ دیا ہے کہ یہ حبشی زبان کا لفظ ہے[4]

السماریتہ : بالفتح وبہ تشدید میم : چھوٹی کشتی۔

غالباً یہ وہی کشتی ہے جو مشرق میں سمیریہ کہلاتی تھی۔ اور اندلس یا المغرب میں سماریتہ۔ دوزی کے[5] اندراج سے ایسا ہی متبادر ہوتا ہے۔ آگے ملاحظہ ہو "سمیریتہ"۔

---

[1] احمد بن ماجد ج ۱ ورق ۷۳۔ [2] اندراج وبہار عجم وغیرہ۔ [3] تحفہ۔ ج ۲ ص ۱۱۶۔
[4] ایضاً فرانسیسی ترجمہ۔ [5] دوزی۔ تتمہ۔

Marfat.com

السماویۃ: بالفتح وبکسر واؤ کشتی۔ سماویات جمع

یہ لفظ کشتی کے مستدیر (گول) ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ طبری نے یہ لفظ واحد و جمع دونوں طرح کئی مرتبہ استعمال کیا ہے[۱] مگر کہیں اس کی ہیئت یا اس کے وظیفہ کی صراحت نہیں کی جس سیاق میں آیا ہے اس سے سپاہیوں کو منتقل کرنے والی کشتی ظاہر ہوتی ہے۔

یہ کشتی بعد میں مقریزی کے زمانہ تک بھی رائج رہی اور اس کا چلن عراق و مصر دونوں جگہ رہا۔ چنانچہ وہ ایک جگہ لکھتا ہے۔ وخلت العشاریات اللطاف ویقال لہا سماویات، ہلکی عشاری کشتیاں آئیں جن کو سماویات کہا جاتا ہے[۲]

السمیریۃ: بضم سین و فتح میم و کسر رائے مہملہ، سمیریات جمع: کشتی۔

لغویوں نے اس لفظ کو سمر سے ماخوذ بتایا ہے[۳] جو راقم الحروف کے نزدیک محل نظر ہے۔ ابن حوقل نے سمریۃ کی جمع سماریات لکھی ہے اس سے ہمارے اس قیاس کی تائید ہوتی ہے کہ سمارہ اور سمیریۃ غالباً ایک ہی ہے کیونکہ سماریات کا سمارہ کی جمع ہونا عربی ذوق کے زیادہ موافق ہے۔

ابن حوقل نے سماریات کے متعلق اپنا ایک مشاہدہ نقل کیا ہے اس سے ان کی نوعیت ظاہر ہوتی ہے۔ وہ لکھتا ہے۔ مجھ سے لوگوں نے کہا کہ بلال بن ابی بردہ کے (متوفی ایک سو بیس ہجری تقریباً) زمانہ میں بصرہ اور اس کے مضافات میں ایک لاکھ بیس ہزار سے زیادہ نہریں تھیں اور ان میں زورق چلتے تھے۔ مجھے نہروں کی

---

[۱] اخبار الرسل حوادث سنہ ۲۵۵ ص ص ۱۷۵۹ - ۱۷۶۱ - ۱۷۶۴

ایضاً ایضاً سنہ ۲۵۸ ص ص ۱۸۶۳ - ۱۸۶۹ - ۱۸۷۱

〃 〃 سنہ ۲۶۲ ایضاً ۱۹۰۱ تا ۱۹۱۱

〃 〃 سنہ ۲۶۴ 〃 ۱۹۱۸ تا ۱۹۲۱

(باقی اگلے صفحہ پر)

Marfat.com

تعداد صحیح نہیں معلوم ہوتی تھی لیکن جب میں نے بذات خود دیکھا کہ ایک تیر پرتاب کے فاصلہ میں کئی نہریں ہیں اور ان سب میں "سماریات" رواں دواں ہیں تو مجھے میرے خبر دینے والوں کی خبر پر یقین آ گیا[1]

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ کشتیاں نسبتاً چھوٹی ہوتی تھیں۔ علی بن محمد (م ۳۱۶۸) کا بیان ہے کہ سمیریات تفریحی اغراض کے لیے بھی بکثرت استعمال ہوتی تھیں[2] تنوخی کے بیان سے بھی ایسا ہی متبادر ہوتا ہے[3]

السنبوق بالضم دبہ نون غنۃ، سنابق و سنابیق جمع : جہاز

خفاجی کا کہنا ہے کہ سنبوق قدیم مصادر میں نہیں آیا[4] قدیم سے خفاجی کی مراد شائد دور جاہلیہ ہے ورنہ جاحظ (م ۲۵۰ ھ) کے یہاں تو یہ لفظ کئی بار آیا ہے مثلاً فخر السودان میں ہے : ان ملک الزنج ان غضب علی اہل مملکتہ ---- بعث الف سنبوقۃ فی کل سنبوقۃ الف رجل .... والا ارسل الف سنبوقۃ اخری[5] زنجیوں کا بادشاہ باغیوں کے خلاف ایک ہزار سنبوق بھیجتا ہے۔ اگر اس سے کام نہ بنے تو مزید ایک ہزار سنبوق روانہ کرتا ہے۔ ہر سنبوق میں ایک ہزار سپاہی ہوتے ہیں۔

اگر جاحظ کی اطلاع میں غلطی نہیں ہے اور غالباً نہیں ہے تو اس سے سنبوقہ کی گنجائش اور مشرقی افریقی ملکوں کی بحری قوت کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے۔

مگر مشرقی ملکوں میں جو سنبوق بنتے اور چلتے تھے۔ ان کی گنجائش یقیناً اتنی نہیں ہوتی تھی جتنی کہ مشرقی افریقی ملکوں کے سنبوق کی اسی لیے قدیم[6] وجدید[7] لغویوں نے صراحت کی ہے کہ سنبوق چھوٹی کشتی ہے۔ اتنی چھوٹی کہ اس میں صرف دو شخص ہی بیٹھ

بقیہ حاشیہ [4] المواعظ۔ ج ۲ ص ۳۶۶ [5] حکایۃ ابی القاسم : لسان وتاج [1] المسالک الممالک ص ۱۵۹ [2] الدیارات ص ص ۲۸، ۳۰، ۳۱، ۷۵ [3] نشوار المحاضرہ ص ۱۴۳

[4] شفا ص ۱۱۸ [5] رسائل الجاحظ۔ ج ۱ ص ۲۱۷ (باقی اگلے صفحہ پر)

سکتے ہیں لئے اگر جاحظ کی عبارت میں نقل کرنے میں غلطی ہوئی ہو تو صحیح عبارت شاید فی سنبوق ایک سپاہی ہے۔ یہ شبہ اس لیے کیا جا رہا ہے کہ صرف نحوی ہی نہیں بلکہ ابن ماجد جیسے ماہر ملاح نے[2] بھی سنبوق کو چھوٹی کشتی بتایا ہے۔

نویں اور دسویں صدی ہجری میں سنبوق بحیرۂ ہند اور ہندوستان کے مغربی ساحل پر بھی عام تھی۔ عبداللہ النع خانی[3] اور زین الدین[4] دونوں نے سنبوق کو ایک جنگی کشتی لکھا ہے اور غالباً صحیح بھی ہے۔

بعض عرب لغوی جو عربی ادب خصوصاً کلاسیکی ادب میں آئے ہوئے ہر لفظ کو خالص عربی ہونا ثابت کرنا چاہتے ہیں وہ سنبوق کو س ب ق سے ماخوذ بتاتے ہیں جو صحیح نہیں ہے۔ یہ اصلاً سنبوک ہی کی دوسری صورت ہے۔ کاف عربی قاف سے بدلا گیا ہے[5] تفصیل سنبوک میں ملاحظہ ہو۔

السنبوک: بالضم و بہ نون غنہ تیسرا حرف بائے لبسم اللہ مضموم سنا یک رنا یکی جمع اساس میں ہے میں نے سنا ہے کہ قارب کو ملاح سنبوک کہتے ہیں[1] خفاجی نے زمخشری کی تفسیر کے حوالے سے لکھا ہے کہ سنبک کو سنباب گھوڑے کے سم سے مشابہ ہونے کی بناء پر کہا جاتا ہے لیکن قدیم عربی میں دیکھنے میں نہیں آیا[2] بلگرامی نے[3] صحیح لکھا ہے کہ سنبوک فارسی محض ہے اور یہ سنب کی (سم) تصغیر ہے۔ اصل یہ ہے کہ سنبوک گھوڑے کی سم یا اس کی نعل کی شکل پر بنائی جاتی ہے اس لیے بربنائے تشبیہ تمام اسی لفظ سے موسوم ہوئی۔

(حاشیہ صفحہ گذشتہ)

[1] لسان۔ صاحب التاج نے صاغانی کے حوالے سے لکھا ہے کہ سنبوق س ب ق سے ماخوذ ہے پھر شک ظاہر کیا ہے کہ فی الحالۃ نونہ نظر۔ بعدازاں س ن ب ک میں اپنی تحقیق کا ماحصل قلم بند کیا ہے۔

[1] محیط ولبستان [6] الدلیل الی مرادف الخ ص ۱۸۴ [2] احمد بن ماجد۔ ج ۱ ورق ۸۲

[3] ظفر الوالہ ج ۱ ص ص ۳۹ - اہم جاری۔ [4] تحفۃ المجاہدین ص ۲۵ -

[5] سواء السبیل۔ الالفاظ الفارسیۃ المعربۃ ص ۹۵ -

(باقی اگلے صفحہ پر)

Marfat.com

سنبوک کا اطلاوی "سنبوچو" سے ماخوذ ہونا بہت بعید از قیاس ہے تحقیق وہی ہے جو زمخشری و بلگرامی نے کی۔

احمد بن ماجد[1] زین الدین[2] اور مقریزی[3] نے سنبوق اور سنبوک دونوں استعمال کی ہیں۔

فارسی میں یہ لفظ اسی مندرجہ معنی میں مستعمل ہے لیکن باسقاط واو یعنی سنبک[4] اس کی تقلید میں اردو والے بھی سنبک باندھتے ہیں۔

ملا وجہی کی بیت[5] ہے

دیاراں سُنے جوں کہ چن حال اُسے ؛ چلے لے کے سنبک میں تو گھال اُسے

السود : بالضم ۔ کشتی۔

سود کے مشتقات میں سیاہی و برتری کے معنی شامل رہتے ہیں مثلاً سود بالفتح کے ایک معنی ہیں سیاہ پتھروں کا ٹیلا اور بالضم کے معنی ہیں گہرے سبز رنگ کا سیاہی مائل گنجان پودا۔ کشتی کو سود اس لیے بولتے ہیں کہ اس پہ قیر ملا جاتا ہے۔ اموی دور کے ایک مشہور شاعر فرزدق کی بیت ہے[6]

تنا تی بلالاً مد حتی حیث یمحّت ؛ بہ العیس او سود علیہا جلالھا

قاموس میں یہ لفظ مندرجہ معنی میں نہیں ملا۔

السوقیہ بالضم : کشتی۔

اگر یہ لفظ خالص عربی ہی ہے تو اس کے معنی ایسی کشتی ہوں گے جو تجارتی مال

بقیہ حاشیہ: [4] مادہ۔ قرب [5] شفا۔ ص ۱۱۸ [6] تاج۔ س ب ک [1] احمد بن ماجد ج ۱ ورق ۷۷۔ [2] تحفتہ المجاہدین ص ۳۱۔ [3] المواعظ ج ۳ ص ۲۹۲ [4] غیاث اور دوسری فارسی فرہنگیں [5] قطب مشتری ص ۱۷ و ضمیمتہ۔

[6] د = ص ۶۶۴

بردار ہو۔ سوائے بشاری کے یہ لفظ کہیں اور دیکھنے میں نہیں آیا[1]

الشبّارۃ: بالفتح و بہ تشدد بائے موحدہ = بڑی کشتی، جمع سالم۔

اخبار الرسل میں یہ لفظ بہ صیغہ واحد و جمع کئی بار آیا ہے[2] ابن بطوطہ نے بھی ایک جگہ استعمال کیا ہے[3] کسی کا شعر بھی ہے کہ[4]

واختی القلفاءُ شبّارۃٌ ؛ ملاّحُھا فدرکب الکوثلا

ظفرالدین نے[5] شبہ ظاہر کیا ہے کہ شاید ارامی باشد۔ راقم الحروف کے ایک کرم فرما فارسی کے شبّارہ بمعنی چمگادڑ کی تعریب سمجھنے کی طرف مائل ہیں۔ شبارہ اصلاً شب پارہ، پارۂ شب رات کا ایک حصہ رات کا ٹکڑا ہے واللہ اعلم۔

قزوینی نے[6] ایک جگہ لکھا ہے کہ جبل کسی زمانہ میں ایک آباد و پُر رونق شہر تھا سبک مغزی میں یہاں کا ایک قاضی ضرب المثل ہو گیا ہے۔ ہوا یہ کہ ایک مرتبہ خلیفہ مامون واسط جا رہا تھا جبل کے قاضی نے سُنا تو چند لوگوں کو فراہم کر کے کہا کہ مامون ادھر ہی سے گزرے گا تم سب کو چاہیئے کہ اس کے روبرو میری ستائش کرو۔ لیکن ہوا یوں کہ جب مامون کا شبارہ دجلہ سے گزرتے ہوئے جبل کے قریب آیا تو اس وقت وہاں کوئی موجود نہیں تھا۔ لیکن قاضی منتظر تھا ادھر ادھر دیکھا کوئی نظر نہیں آیا تو خیال ہوا موقع ہاتھ سے نکلا جا رہا ہے اس لیے دجلہ کے کنارے مامون کے شبارہ کے مقابل آ کر چلانے لگا۔ جبل کا قاضی کیا خوب آدمی ہے۔ یحیٰی بن اکثم جو اس کو پہچانتا تھا۔ بے اختیار ہنس پڑا۔ مامون نے سبب پوچھا تو عرض کی

---

[1] احسن التقاسیم ص ۳۱۔

[2] اخبار الرسل، حوادث سنہ ۲۵۱ ق ۳ ص ص۔ ۱۵۶۳، ۱۵۷۸، ۱۵۸۹، ۱۵۹۰، اجاری ۱۶۱۳۔

[3] تحفہ۔ ج ۲ ص ۱۱۶ [4] یاقوت۔ بلدان۔ تحت اربل۔ ج ۱ ص ۱۸۹۔

[5] سوار السبیل = دوزی۔ نسخہ [6] آثار البلاد۔ ص ۲۴۳۔

Marfat.com

امیر المومنین! یہ جبل کا قاضی ہے۔ اپنی آپ مدح کر رہا ہے۔ یہ سن کر مامون بھی ہنس پڑا۔ اور فوراً قاضی کو مناسب وظیفہ پر علیحدہ کرنے کا حکم دے دیا۔

طبری اور قزوینی کے بیانوں سے ظاہر ہے کہ شبارہ صرف فوجی اغراض ہی کے لئے نہیں بلکہ خلیفہ اور دوسرے امراء کی سواری کے لیے موزوں تھا۔

الشباک : بروزن رُمان یا نجار دونوں طرح = مچھیروں کی کشتی۔ شباکات وشبابیک جمع ظفرالدین نے لکھا ہے کہ کشتی کلاں، اندلسی لفظ کی تعریب[1] لیکن اس کو خالص عربی نہ سمجھنے کی کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی۔ شبکتہ کے معنی جال اور شباک کے معنی جالی دار، روشن دان فصیح عربی ہے۔ بطور مجاز مرسل اس کشتی کو بھی شباک کہنا جس میں بیٹھ کر جالا پھینکا یا پھیلایا جاتا ہے بعید از قیاس نہیں۔ معنیاتی تبدیلی اور تحول کی ایسی مثالیں بھی شاذ نہیں ہیں[2]۔

الشبوق ۔ کشتی

عربی لفظ شبق سے اس کا کوئی دور کا تعلق بھی نہیں معلوم ہوتا مقدسی کے[3] مترادفات سفینہ میں شامل ہے۔ کہیں اور نہیں ملا۔ بار بار یہی خیال ہوتا ہے کہ یہ تصحیف ہے۔ اصل لفظ سنبوق ہوگا۔ بہر طور جب تک کسی اور ماخذ میں نہ ملے تعین ناممکن ہے۔

الشختیرہ : بفتح اول وسکون ثانی وکسر ثالث = بڑی کشتی۔ شخاتیر جمع۔ اس لفظ کی دوسری صورت الشختورہ بضم تائے قرشت وسکون واؤ بھی ہے۔

جن جن مصادر میں یہ لفظ آیا ہے ان سب کے تقابلی مطالعہ سے واضح ہوا کہ اصلاً یہ ایک یونانی جنگی کشتی تھی۔ شختیرہ اسی کی تعریب ہے۔ یہ جنگی کشتی حسب ضرورت

---

[1] سوار السبیل۔ [2] دوزی تتمہ ۔ نیز مقابلہ کیجے "کبک" سے۔

[3] احسن = ص ۳۱۔

Marfat.com

بار برداری کے بھی کام آتی تھی مصر میں یہ تفریحی اغراض کے لیے بھی استعمال ہوتا تھا۔ مقریزی نے[1] لکھا ہے کہ سنہ سات سو چھ ہجری میں سلطان بیبرس نے شختاتیر اور دوسرے جہازوں کو خلیج حاکمی میں داخل ہونے سے منع کر دیا اور ابن قلانسی (م ۵۵۵ھ) نے یہ واقعہ قلم بند کیا ہے کہ[2] ایک بڑا بازنطینی شختورہ بندرگاہ صور، واقع ساحل شام میں وارد ہوا۔ اس میں بکثرت مال بھرا ہوا تھا۔ اور اس میں سفر کرنے والے بھی بہت سے تھے۔

شحن : کشتی کا مال سے بھرا ہوا یا لدا ہوا ہونا۔

تنزیل میں اس کا اسم مفعول تین جگہ آیا ہے[3] اس لیے قاموسوں کے علاوہ تفسیروں میں بھی اس کے معنی مع شواہد بآسانی مل جاتے ہیں[4]

الشذا بفتحتین : ایک چھوٹی کشتی۔

اس لفظ کے عربی الاصل نہ ہونے پر لغویوں میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ البتہ اس کے واحد و جمع دونوں میں اختلاف ہے کیوں کہ اس کی اصلیت ان سے پوشیدہ رہی۔ انہوں نے بہ تقاضائے دیانت جلیبا سنا ولیبا ثبت کیا۔ لسان میں اسکا واحد شذاۃ اور جمع شذوات بفتحات ثلاثہ اور تاج میں شذارۃ اور جمع شذا بتایا گیا ہے[5]

ظفر الدین کی تحقیق کے مطابق یہ اصلاً یونانی ہے اور عربی میں ارامی سے آیا ہے[6]

عراق میں بصرہ کے قریب زنجیوں کی بغاوت چہارشنبہ چھبیس رمضان سن دوسو

---

[1] مواعظ۔ ج ۳ ص ۲۳۳ [2] ذیل تاریخ دمشق ص ۳۳۲۔ روضتین ج ا ص ۱۰۰ پر شختیرہ بسین دندانہ دار چھپا ہے۔ جو صحیح نہیں معلوم ہوتا۔ [3] معجم المفہرس لالفاظ القرآن۔ ص ۳۷۶۔

[4] اساس ولسان۔ اصلاح المنطق۔ ص ۲۵۸۔ جمہرۃ۔ ج ۲ ص ۱۷۰ = مادہ ش ح ن۔ مخصص۔ ج ۱۰ ص ۲۶۔ تفسیر قرطبی ج ۱۳ ص ۱۲۱۔ اغانی ج ۷ ص ۱۴۲۔ نہایت الارب ج ۱ ص ۱۱۵۔ یاقوت معجم البلدان۔ ج ا ص ۲۲۸۔ مقالہ ارھک۔ مُعْضِلیات ص ۸۶۔ (بقیہ حاشیہ ص ۱۰۱ پر)

بچپن سے شروع ہوئی اور سہ شنبہ کے دن دو صفر سنہ دو سو ستر میں ختم ہوئی۔ اس عرصہ مدت میں خلافتی اور زنجی فوجوں نے شذوات کا استعمال بکثرت کیا اس لیے ان حوادث کے ذکر میں یہ لفظ متعدد بار آیا ہے[1]

یاقوت کی ایک اطلاع کے بموجب ہارون کے زمانہ میں اس کو ایک تفریحی کشتی کے طور پر بھی استعمال کیا جاتا تھا[2] جغرافیہ دانوں وغیرہ نے بھی اس کا ذکر کیا ہے[3]

الشرعۃ: بفتحتین = کشتی، اشراع جمع۔

لغوی معنی = وہ چیز جو حامل شراع = بادبان ہو[4]

الشرندیۃ بالفتح: جنگی کشتی، شرندیات جمع۔

یہ لفظ قاموسوں میں نہیں ملتا۔ صرف جغرافیہ نویسوں کے یہاں آیا ہے۔ ابن حوقل نے دو جگہ ذکر کیا ہے۔ ایک جگہ ہے: المراکب الشرندیات الحربیات اور دوسری جگہ ہے مراکب اہل الروم الحربیۃ والشرندیۃ[5]

یہ کسی یونانی لفظ کی تعریب ہے[6] آگے ملاحظہ ہو ش ل ن د۔

شطی: دہ مستولی کشتی۔ شیاطی بالکسر جمع۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ)

[1] لسان و تاج و محیط۔ [2] سوار السبیل۔ [1] اخبار الرسل۔ حوادث سنہ ۱۹۸۔ ق ۳ ج ۲ ص ۲۹۰۔ ایضاً ایضاً سنہ ۲۵۶ تا ۲۵۹ و سنہ ۲۶۴ و ۲۶۷ ج ۱۱ (ط۔ مصر) ص ص ۲۶۷۔ ۲۷۶۔ ۲۷۸۔ ۳۰۶۔ ۳۱۷۔ [2] یاقوت۔ بلدان ج ۲ ص ۷۶۴۔ مقالہ رحبۃ مالک بن طوق۔ [3] احسن ص ۳۱ و حکایات ابی القاسم۔ الذخائر والتحف ص ۱۳۸۔

[4] تاج و بستان۔

[5] المسالک والممالک۔ ص ۱۳۱ حاری۔

[6] سوار السبیل۔

Marfat.com

ابن بطوطہ نے[1] لکھا ہے کہ رکبت البحر فی شطی .... فوصلت الی بلاد الاندلس میں ایک شطی میں بیٹھ کر اندلس پہنچا دوزی نے[2] اس کا واحد تین طرح بتایا ہے۔

الف :۔ بالفتح و بہ تشدید طائے عربی۔

ب :۔ بالفتح و بکسر طائے عربی۔

ج :۔ شیطیتہ بالفتح چوتھا حرف یائے مشدد اور جمع شیاطی۔ یہ غالباً کسی اسپینی لفظ کی تعریب ہے قدیم معجموں میں نہیں ملتا[3]

الشقف : کشتی۔

یہ لفظ سوائے سوار السبیل کسی دوسری جگہ نہیں ملا۔ اس لیے حرکات کا تحقیق علم نہ ہو سکا۔ بہرطور اس کے معرب ہونے میں کوئی شبہ نہیں[4]

الشلمی : کشتی۔

یہ لفظ سوائے حکایات ابی القاسم کہیں اور نہیں ملا۔

تلفظ کا علم ہو سکا اور نہ اصلیت کا پتہ چلا۔ بظاہر عربی میں دخیل معلوم ہوتا ہے

الشلندی بفتحتین : جنگی کشتی، شلندیات جمع۔

ظفرالدین کی رائے صحیح معلوم ہوتی ہے کہ یہ شندیہ کی دوسری صورت ہے رائے مہملہ لام سے بدلا گیا ہے۔ جن جن مصادر میں لام سے لکھا ہے وہ یہ ہیں۔

اخبار الرسل ج ۳ ق ۳ ص ۱۴۱۷، ۱۴۱۸

احسن ص ص ۳۱، ۱۷۷

قوانین الدواوین ص ۱۶

---

[1] تحفتہ ج ۴ ص ۳۵۳۔ [2] دوزی نسخہ بر محل [3] لیکن قدیم تاریخوں جیسے اخبار الرسل (ج ۳ ق ۳ ص ۱۴۱۷، ۱۴۱۸) میں یہ لفظ مندرجہ صدر معنی میں آیا ہے۔

اصل لفظ غالباً اسپینی سے قدیم تر زبان جیسے مثلاً ارامی یا یونانی ہے۔ [4] سوار السبیل۔

Marfat.com

مواعظ ج ۲ ص ۳۷۳

الفتح القسی ص ۲۵۸ جاری

الذخائر والتحف ص ۷۶، ۷۷

قدیم قاموسوں میں یہ لفظ نہیں ملتا۔ نسبتاً حالیہ معجموں میں ملتا ہے[۱]

الشلیر بالکسر و بہ تشدید لام حرف سوم یا مجہول مجزوم کشتی جو عکیری سے مشابہ ہوتی ہے

ابن بطوطہ نے[۲] اپنے سفرنامہ میں لکھا ہے کہ شلیر ایک ایسی کشتی ہے جس کو عکیری

کہا جاتا ہے، زیادہ مشابہ ہے۔

سوائے ابن بطوطہ کسی اور جگہ یہ لفظ مندرجہ صورت میں نظر نہیں آیا۔

الشموط : کشتی۔

یہ مقدسی کے مترادفات سفینہ میں شامل ہے[۳] سوائے اس ایک حوالہ کے ہمارے کسی اور ماخذ میں نہیں آیا۔ نہیں کہا جا سکتا کہ اس کا صحیح تلفظ کیا ہے۔ عربی میں ش م ط مادہ سے جتنے لفظ آئے ان میں سے کسی ایک کا بھی اس سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ بظاہر کسی یونانی یا لاطینی لفظ کی تعریب معلوم ہوتا ہے۔

الشنان : بالکسر یا بالفتح = ندی پار کرنے کا لکڑی کا گٹھا۔

خفاجی کا کہنا ہے لکڑیوں کا گٹھا جس پر بیٹھ کر ندی پار کریں۔ یہ لفظ فارسی سے ماخوذ ہے[۴] عربوں میں ندی پار کرنے کا یہ ابتدائی طریقہ بہت قدیم زمانہ سے رائج ہے۔ جوالیقی کا شاہد ہے۔ فی سنۃ اثنتین وسبعین رکبت شناناً من قصب فاذا الحسن علی شاطی دجلۃ فنادیت الشنان المحملۃ معی۔ سنہ بہتر[۷۲] میں ایک شنان پر بیٹھا ہوا دجلہ سے گزر رہا تھا۔ حسن کنارہ پر تھے۔ ان کو آواز دی اور اپنے ساتھ بٹھا لیا[۵]

---

[۱] محیط، بستان و دوزی۔ برمحل [۲] تحفۃ۔ ج ۴ ص ۱۰۷ [۳] احسن ص ۳۱۔

[۴] شفا۔ ص ۱۳۰ [۵] المعرب = ص ۲۱۰ -

اس سے ظاہر ہے کہ شنان محض لکڑیوں کا گٹھا نہیں بلکہ کشتی ہوتی تھی۔ غالباً ابتدائی اور بھدی قسم کی اور وہ بھی لکڑیوں سے نہیں بلکہ نرکلی سے بنائی ہوئی ظفرالدین لکھتے ہیں کہ[1] فارسی شنان چوب ہائے چندکہ باہم بستہ باشد و بر آں سوار شدہ از آب دریا بگذرند بہ فارسی سل خوانند۔ ادی شیر نے[2] لکھا ہے مجھے فارسی فرہنگوں میں یہ لفظ نہیں ملا۔ غالباً کسی سریانی لفظ سے ماخوذ ہے۔ جس کے معنی دشوار ہیں۔ اس قسم کی دریائی سواری کو شنان شائد اس لیے کہتے ہیں کہ اس کے ذریعہ دریا عبور کرنا دشوار ہے۔

معلوم نہیں ادی شیر نے کونسی فرہنگیں دیکھی ہیں۔ فارسی میں پیراکی سے متعلق متعدد الفاظ شین نون سے شروع ہوتے ہیں مثلاً شار = تیرنا' تیرنے والا' پایاب پانی' کم گہرا آبی مقام۔ شناور = پیراک' شناوش = تیرنا' تیراک۔ شناوبدن تیرنا۔ شناہ = تیراکی' تیراک۔ شنائی = تیرنا[3] یہ سب الفاظ ظاہر کرتے ہیں کہ عربی لفظ شنان فارسی سے ماخوذ ہے۔

الشونتہ' الشنی' الشینیۃ' الشانیہ' الشیین = لانبی جنگی کشتی۔ شوان جمع۔

یہ لفظ مختلف مصادر میں جس طرح آیا ہے اس کی تفصیل یہ ہے :۔

الف : الشونتہ : بستان مادہ ش و ن ۔ فرائد اللغتہ ص ۲۷۰ ۔ مواعظ = ج ا ص ص ۳۴۶ - ۳۵۶ جاری ۔ بدائع الزھور ص ص ۲۶ ۔ ۵۵ ۔

ب : الشینی : احسن ۔ ص ۳۱ ۔ المعجب ص ص ۱۶۳ - ۲۰۴ ۔

ج : الشینیہ : المسالک والممالک ص ص ۱۳۱ جاری ۔

د : الشانیہ : محیط مادہ ش ن ی ۔

---

[1] سوار السبیل [2] الالفاظ الفارسیتہ المعربتہ ص ۱۰۳ ۔

[3] فرہنگ اندراج ۔

Marfat.com

ھ : الشینین : تاج مادہ ش ون اورس ن ی ۔ قوانین الدواوین ۔ ص ۱۶ ۔

د : الشوانی بصیغہ جمع : احسن ص ۴۴ : عاینت حرب الروم فی الشوانی ۔ البیان المغرب ج ۱ ص ص ۱۳۰ ۔ ۳۱۱ = وصل الرومانیون الی المھدیہ باجفان کثیرۃ حربیۃ تسمی الشوانی و معھم ثلاثۃ و عشرون مرکباً ۔۔۔ فقعدوا الی باب دارالصناعۃ لیمنعوا اسطول المھدیہ من الخروج ۔ فخاب ظنھم و خرجت اسطول المھدیۃ الیھم فھزموھم رومی (یونانی = بازنطینی) بہت سی جنگی کشتیوں کے ساتھ جن کو شوانی کہا جاتا ہے مہدیہ میں داخل ہوئے تاکہ مہدیہ کا اسطول بندرگاہ سے باہر نہ نکل سکے لیکن ان کا یہ خیال صحیح نہیں نکلا ۔ مہدیہ کا اسطول ۔۔۔

اس کشتی کی گنجائش کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ وکان مع الفرنج مائتا شینی فی کل شینی مائۃ و خمسون راجلاً ۔ فرانسیسیوں کے ساتھ دو سو شینی تھے اور ہر ایک شینی میں ایک سو پچاس نفر تھے[1] الروضتین ج ۱ ص ۲۳۴ ۔ ج ۲ ص ۱۲۷

شوانی کا ذکر جن کتابوں میں بار بار آیا ہے ان میں سے چند کے حوالے یہ ہیں:

(۱) نزھۃ ص ۱۱۲ و فرہنگ کتاب ہذا ص ۱۵۱ ۔

(۲) الفتح القسی ص ص ۷۳ ۔ ۷۹ تا ۸۱ ۔ ۱۳۵ ۔ ۱۴۲ ۔ ۲۲۴ ۔ ۲۲۶ ۔ ۲۵۸ جاری ۳۱۹ ۔ ۳۳۹ ۔ ۳۳۷ ۔

(۳) النوادر السلطانیہ ص ص ۳۸ ۔ ۱۰۵ ۔ ۱۱۹ ۔ ۱۴۹ ۔

(۴) الروضتین ج ۲ ص ص ۱۱۹ ۔ ۱۲۸ ۔ ۱۵۴ ۔ ۱۶۱ ۔ ۱۸۴ ۔ ۲۰۱ ۔

(۵) مواعظ ۔ ج ۱ ص ص ۲۹۳ ۔ ۳۴۶ ۔ ۳۵۱ ۔ ۳۵۶ جاری ج ۲ ص ۳۶۸ ۔

(۶) نجوم ج ۴ ص ۱۵۱ ۔ ج ۶ ص ص ۳۶۹ ۔ ۳۷۶ ج ۷ ص ص ۱۴۹ ۔ ۱۵۴ ۔ جاری ج ۸ ص ص ۱۱ ۔ ۱۹ ۔ ۱۵۵ جاری = تجہزت عمارۃ الشوانی و جھزت بالمقاتلۃ الخ ۔ (۷) تقویم البلدان ۔ ص ۲۱۱ ۔

Marfat.com

الصرصور بضم ہر دو صاد : کشتی۔

یہ لفظ سوائے معجموں کے کہیں اور نہیں ملا[1] صرصور کے ایک معنی فربہ یا بڑے اونٹ کے ہیں۔ ممکن ہے کشتی کو مجازاً صرصور کہا گیا ہے۔ نظر بظاہر اسم صوت جیسا معلوم ہوتا ہے مگر یہ خیال صحیح نہیں اس لفظ کی جمع کا کچھ پتہ نشان نہیں لگ سکا۔

الصلغ بالفتح : بڑی کشتی، صلاغ جمع۔

معجموں کے[2] سوا زنگیوں کی بغاوت کے بیان میں قریباً سبھی مؤرخوں نے صلغہ کا ذکر کیا ہے[3] صلغہ کے لغوی معنی بار بار گزرنے کے آتے ہیں ممکن ہے معنیاتی تبدیلی سے مندرجہ صدر اصطلاحی معنی بنے ہوں۔ عربی میں اس کا ایک دخیل لفظ ہونا بھی خارج از قیاس نہیں۔

یہ لفظ فارسی میں بھی رائج ہے[4]

صلفتہ بالکسر : بڑی کشتی۔

عربی میں اس مادہ کے اصلی یا مجازی معنی ایسے نہیں ہیں جن سے مندرجہ صدر معنی کی طرف کسی طرح راہ نمائی ہو۔ یہ معنی صرف ابن سیدہ نے[5] بتائے ہیں اور

---

[1] لسان مادہ ص ر ر۔ تاج و لبستان۔

[2] لسان، تاج، محیط اور لبنان مادہ ص ل غ۔

[3] مثال کے طور پر اخبار الرسل کے مندرجہ ذیل صفحات ملاحظہ ہوں۔

حوادث سنہ ۲۶۲ ق ۳ ص ۱۹۰۱۔

ایضاً سنہ ۲۶۴ ص ۱۹۲۲۔

ایضاً سنہ ۲۲۷۔ ط مصر ج ۱۱ ص ص ۲۷۴ - ۲۸۱ تا ۲۸۷۔

[4] فرہنگ انندراج۔

[5] مخصص ج ۱۰ ص ۲۶۔

اس کو ایک حالیہ مؤلف نے[1] بغیر کسی وضاحت من و عن نقل کر دیئے ہیں المخصص میں غین معجمہ کی بجائے فا تصحیف تو نہیں ؟

الصنبوق بالفتح یا بالضم دونوں طرح چھوٹی کشتی۔ صنابق جمع۔

راقم الحروف کا خیال ہے کہ اصل میں یہ سنبوک ہے۔ ابن بطوطہ کے[2] یہاں صنبوق کئی مرتبہ آیا ہے۔ واحد و جمع دونوں طرح۔ دوسرے مصادر و مأخذ میں بہت کم دیکھنے میں آیا۔ فارسی میں بھی یہ دونوں طرح رائج ہے[3]۔ معرب ہونے کا ذکر سنبوک میں بھی کر دیا گیا ہے[4]۔

صندل بالفتح : رسد رساں کشتی۔

ایسی کشتی جو اس جہاز پر سامان بار کرنے کے لیے استعمال ہوتی ہے جو بندگاہ کے گہرا نہ ہونے کی وجہ سے ساحل سے دور کھڑا ہوتا ہے۔ اس کشتی پر سائبان ہوتا ہے اور نہ دیواریں بلکہ کھلی ہوتی ہے[5]۔

صندل فارسی میں بھی رائج ہے[6]۔ ظن غالب یہ ہے کہ یہ ایک ایسی کشتی تھی جو جنوب مغربی ہند کے ساحل سے صندل لے جایا کرتی۔ اور بعد میں صندل لے جانے والی کشتی ہی کو صندل بولنے لگے۔

---

[1] نیز انڈرص ۴۲۷۔ مادہ ص ل ف تاج ولسان۔
[2] تحفہ۔ ج ۲ ص ۱۷۔ ۱۸۱ جاری ۲۵۱-
[3] فرہنگ انندراج۔
[4] سوار السبیل۔
[5] تہذیب الالفاظ العامیۃ۔ ص ۲۳۴۔ سوار السبیل۔
[6] فرہنگ انندراج۔

Marfat.com

الطبطابتہ : کشتی

اصل لفظ پتھریلی زمین پر پانی کے بہنے کی آواز ظاہر کرنے کے لیے وضع ہوا تھا۔ کشتی کے چلنے سے طب طب تھپ تھپ جیسی آواز آتی ہے اس لیے کشتی بطور مجاز مرسل طبطابتہ کہلانے لگی[۱]

الطراد بروزن نجّار: نیز چلنے والی چھوٹی کشتی۔ طرادات جمع مندرجہ معنی لغویوں نے[۲] بتائے ہیں اور متنبہ کیا ہے کہ عامتہ الناس کی زبانوں پر طربدہ ہے۔ نظم ونسق پر لکھے ہوئے ایک رسالہ میں بھی الطراد آیا ہے[۳]

الطربدۃ بروزن خزینتہ بڑی جنگی کشتی۔ طرائد جمع۔ طربدہ کی وسعت کا اندازہ ابن بطوطہ کے ایک بیان سے ہوتا ہے جو یہ ہے[۴]

ہمارے یہاں دو طریدے۔ طریدتان۔ تھے۔ ان کا پچھلا حصہ کھلا ہوا تھا۔ ان میں گھوڑے بندھے ہوئے تھے۔ یہاں سے کوئی شخص چاہے تو گھوڑے پر سوار ہوکر اس حصہ میں آ اور جا سکتا تھا جس میں مسافر تھے۔

عبدالواحد نے[۵] لکھا ہے کہ محمد بن یعقوب بن یوسف بن عبدالمومن نے مراکش میں ایک اسطول تیار کیا تھا۔ اس میں کئی طرائد تھے جن میں گھوڑے اور سپاہی ایک ساتھ سفر کر سکتے تھے۔

بہاء الدین و عماد الدین دونوں نے[۶] بتایا ہے کہ طرادۃ میں چالیس گھوڑوں کے سوا بکثرت اناث وذکور اور سامانِ خورونوش نیز لکڑیاں اور آلات حرب موجود تھے

---

[۱] حکایۃ ابی قاسم۔ لسان وتاج [۲] تاج وبستان۔ فرائد ص ۴۲۷۔ [۳] قوانین الدواوین ص ۹۶
[۴] تحفہ ج ۴ ص ۱۰۷۔ نیز نجوم: نسخہ پامر۔ ج ۶ ص ۵۸۷ و ۵۵۸: حوادث سنہ ۸۲۸
[۵] المعجب ص ۲۳۱۔ [۶] النوادر ص ص ۱۴۴،۳۸۔ الفتح القسی ص ۳۲۰۔

Marfat.com

عبدالرحمن نے[1] لکھا ہے کہ ہمارے اسطول میں جہاز بڑھتے گئے تا آں کہ اس میں ساٹھ عدد شینی اور بیس عدد طریدے ہو گئے۔

حسب روایت طبری بابک خرمی کے ساتھ باغیوں نے بھی طرادات استعمال کیے تھے۔

مندرجہ وثائق سے ظاہر ہے کہ طراد' طرادہ اور طریدہ ایک ہی لفظ کی قدرے مختلف صورتیں ہیں۔ اور یہ کہ بہ اعتبار گنجائش یہ عموماً بڑی ہوتی تھیں۔

فصیح عرب لفظ طرد بمعنی دھتکارنا وغیرہ سے اس کا کوئی تعلق نہیں یہ کسی یونانی لفظ کی تعریب ہے۔

الطیّارہ بالفتح و بہ تشدید ثانی: چھوٹی تیز رو کشتی۔ طیارات جمع۔

یہ لفظ صرف جدید معجموں میں ملتا ہے[1] قدیم قاموسوں میں نہیں ملتا۔ حالانکہ قدیم تاریخوں میں[3] اس کا ذکر کئی جگہ آیا ہے۔ مثلاً طبری نے[2] لکھا ہے کہ پندرہواں عباسی خلیفہ معتمد متوفی ۲۷۹ اپنے محل میں تنہا رہ گیا تو وہ اور اس کے بیٹے محل سے نکلے پھر "رکبوا زورقا ثم لقیھم طیار لابی لیلی فحملھم فی طیارہ" ۔ وہ ایک زورق میں بیٹھ کر بھاگے راہ میں ان کو ابو لیلی کا طیارہ ملا۔ ابو لیلی نے خلیفہ اور اس کے بیٹوں کو اپنے طیارہ میں بٹھا لیا اور اپنے محل روانہ ہوا۔

ثعالبی نے دو ایسی دلچسپ اطلاعیں دی ہیں جن سے کشتیوں کی نوعیت کا اندازہ ہوتا ہے اس نے لکھا ہے: مرحلہ کے مغربی جانب دَیرِ اشمونی ہے۔ یہاں لوگ سیر و تفریح کے لیے اس طرح جمع ہوتے ہیں جس طرح عیدوں میں۔ فمنھم فی الطیارات

---

[1] اقرب الموارد۔ ذیل۔ مادہ ط ی ر۔ دوزی۔ لسنخہ۔ نیز اندراج [3] حکایۃ ابی القاسم۔

[2] اخبار الرسل حوادث سنہ ۲۷۸ ج ۱۱ ص ۳۳۶ ط۔ مصر

---

[1] الاخبار الرسل ق ۳۔ ج ۲ ص ۱۱۷۶ ھ

Marfat.com

ومنهم فی الزبازب والسمیریات کل انسان بحسب قدرتہ۔ ہر شخص حسب استطاعت مختلف کشتیوں میں ہوتا ہے۔ بعض طیاروں میں آتے ہیں۔ بعض زبازب میں اور بعض سمیریات میں[۱]

ایک دوسری جگہ ہے[۲] خلفائے بنو عباس کا مشہور وزیر صاعد بن مخلد ایک مرتبہ ولی عہدِ خلافت موفق متوفی ۲۷۸ کے یہاں طیارہ میں بیٹھکر روانہ ہوا۔

ان نصوص سے معلوم ہوا کہ آسائش و آرائش کے اعتبار سے سواری کی عام کشتیاں بھی کئی طرح کی تھیں۔ ان سے یہ بھی معلوم ہوا کہ زبزبوں اور سمیریوں سے طیارہ غالباً زیادہ تیز رو اور شائد زیادہ پر تکلف تھا۔

تغری بردی کا درج ذیل بیان بھی مندرجہ صدر معلومات کی تائید کرتا ہے[۳]۔ وہ لکھتا ہے سنہ تین سو چوّن ہجری میں معزالدولہ کی بہن کا انتقال ہوا۔ خلیفہ مطیع تعزیت کے لیے معزالدولہ کے محل تک طیارہ میں آیا۔ معزالدولہ نے خلیفہ کو طیارہ سے اُترنے کی زحمت نہیں دی۔ معزالدولہ کی زمین بوسی کے بعد خلیفہ دریائی رستہ ہی سے طیارہ میں واپس ہوا۔

مذکورہ بالا مصادر کے سوا بعض دوسرے مصادر[۴] سے معلوم ہوتا ہے کہ دریائے دجلہ کے دونوں کناروں پر جو عالی شان محل اور نزہت گاہیں تھیں ان تک آمد و رفت کشتیوں ہی کے ذریعہ ہوتی تھی۔ اور یہ کہ تیز رو ہونے کی وجہ سے ضرورت کے وقت حسب استطاعت طیارہ استعمال ہوتی تھی۔

یہ بھی واضح ہے کہ لفظ طیارہ عربی مصدر طیر بمعنی اڑنا سے مشتق ہے۔ باعتبار

---

[۱] الدیارات ص ۳۰ [۲] ایضاً ص ۱۷۶۔

[۳] نجوم ج ۳ ص ۳۳۹ - ۳۳۲ نیز اسی کتاب کے جزِ ثانی کا تکملہ ص ۱۰۴۔ ط۔ امریکہ۔

[۴] اعتاب الکتاب ص ۱۷۵۔

Marfat.com

رفتار جو کشتی سب سے زیادہ تیز چلتی تھی وہ طیارہ کہلانے لگی۔ رفتہ رفتہ صرف وہی کشتی طیارہ کہلانے لگی جو دجلہ و فرات میں چلتی تھی۔ دوسرے مقاموں مثلاً مصر و المغرب و اندلس کی تاریخوں وغیرہ میں اس کا ذکر بالکل نہیں ملتا۔

الطیرۃ بالفتح : ہلکی کشتی۔

یہ مقدسی کے مترادفات سفینہ میں شامل ہے[1] طیارہ اور طیرۃ دونوں کا مادہ ایک ہی ہے۔ اس میں شبہ ہوتا ہے کہ شاید طیرہ دراصل طیارہ ہی ہے۔ اختلاف مقام کی وجہ سے کہیں طیارہ اور کہیں طیرۃ کہا جاتا ہے۔ اس شبہ کی اس لیے بھی تقویت ہوتی ہے کہ مقدسی نے طیارہ علٰحدہ نہیں لکھا۔ والعلم عنداللہ۔

الطیفوریۃ : بالفتح وضم ثالث گھوڑے لانے لیجانے والی کشتی۔ عربی میں طیفور کے معنی ایک چھوٹی چڑیا کے ہیں۔ اس میں حرف یا زائد سماع محض ہے۔

طیفوریۃ کی وجہ تسمیہ بالکل سمجھ میں نہیں آتی۔ ممکن ہے اولاً کسی یورپی لفظ کی طیفوریۃ سے ملتی جلتی تعریب ہوئی پھر عوامی تسہیل سے اس کو اصل سے دور اور عربیت سے قریب کر دیا ہو۔ تصحیف کے امکان کو بھی نظر انداز نہیں کرنا چاہیے یہ لفظ سوائے ایک معجم کے کہیں اور نظر نہیں آتا[2]

الظلظل : بروزن بلبل۔ کشتی اسم جمع۔

معجموں کے سوا[3] دوسرے مآخذ و مصادر میں یہ لفظ ان معنوں میں نظر نہیں آیا۔ یہاں یہ بات بھی قابل توجہ ہے کہ معجموں میں اس کا داخلہ نہیں دیا گیا۔ ایک قدیم لغوی نے الظلظل السفن وہی المظلۃ (اسم ظرف از ظل ل) لکھا جس سے واضح نہیں ہوتا کہ آیا یہ مظلۃ کی قیاسی جمع ہے یا مفلتہ کے معنی کشتی بھی

---

[1] احسن۔ ص ص ۳۰، ۳۱۔ [2] دوزی تتمہ۔

[3] محیط دلبستان۔

Marfat.com

ہیں۔[1] خیال رہے کہ مظلتہ کے معنی کشتی کسی قدیم یا جدید متداول قاموس میں نظر نہیں آئے۔

العامتہ: خفیف وسبک کشتی یا کشتی سے مشابہ کوئی لکڑی جس پر بیٹھ کر ندی یا نہر پار کی جائے۔

عوم کے لغوی معنی سطح آب پر تیرنا ہیں (نہ کہ پانی کے اندر جس کے لیے سبح و غاص جیسے الفاظ ہیں) اسی سے عامتہ بنایا گیا ہے۔ لیکن اگر کوئی اور چیز تیرے تو اس کے لیے دوسرے الفاظ ہیں۔[2]

ہمارے پیش نظر جو نصوص ہیں ان سے ثابت ہوتا ہے کہ عامتہ سمندر میں چلنے والی کوئی مستقل کشتی نہیں تھی بلکہ موٹی لکڑیوں اور شہتیر کو باہم جوڑ کر بنائی جاتی تھی۔

محمد بن حبیب متوفی دو سو بیتالیس[3] کی اطلاع ہے کہ معاویہ بن ابی سفیان کے زمانہ میں تیسرے خلیفہ کے پوتے بلخ پہنچے "دعا بالعامات لیعبر نہر بلخ" وہاں کی ندی پار کرنے کے لیے عامات طلب کیے۔

زمخشری نے[4] عامتہ کی جمع عام اور ابن سیدہ نے[5] عام کے علاوہ عامات اور عوم بالضم بھی ثبت کی ہے۔

العائم: جہاز۔

عوم کا اسم فاعل اگرچہ عام ہے اور جہاز یا کشتی سے اس کی کوئی تخصیص نہیں مگر جس طرح محاورہ نے جہاز یا کشتی کے تیرنے کو عام سے مخصوص کر دیا ہے اسی طرح عائم کو جہاز سے مخصوص کر دیا ہے۔ چنانچہ جب کبھی مطلق عائم کہا جائے گا

---

[1] لسان۔ مادہ۔ ظل ل۔ [2] لسان ذ ن ج۔ [3] اسماء المغتالین ص ۱۶۷۔

[4] اساس مادہ ع و م [5] مخصص ج ۱۰ ص ۲۹۔

Marfat.com

تو اس سے جہاز ہی مراد ہوگا[1]

العجوز : کشتی۔ عجائز جمع۔

عربی میں عجوز نہایت کثیر المعنی لفظ ہے۔ اس کے قریب ایک سو سات معنی ہیں۔ اور یہ سب مجازی معنی ہیں ازاں جملہ کشتی بھی[2] ہے شاید سطح آب پہ پڑے رہنے یا اس کی لکڑی پرانی ہونے کی وجہ سے کشتی عجوز کہلاتی ہے۔ معجموں کے سوا ہمارے مستعمل دوسرے مصادر میں یہ لفظ نظر نہیں آیا۔

عدولیہ : کشتی

طرفہ کی بیت :۔ عدولیۃ او من سفین ابن یامن ؍ یجور بھا الملاح الخ کی شرح میں عدولیۃ کی خوب وضاحت ہوئی ہے۔ کُثیّر کے ایک لامیہ میں بھی عدولیۃ آیا ہے[3] جریر نے بھی باندھا ہے[4]

ابن فارس اس کو عدل پر قیاس کرنے اور کشتی کو عدولیہ بولنے کی وجہ سے اس کا متوازن ہونا بتاتے ہیں[5] دوسرے لغوی کہتے ہیں کہ بحرین و عمان کے علاقہ زبرین میں ایک مقام کا نام عدولی یا عدولۃ تھا۔ وہاں کشتیاں بنتی تھیں اور اس کی نسبت سے عدولیۃ کہلاتی تھیں[6] ایک اور قول یہ ہے کہ عدولیہ ایک گروہ کی طرف منسوب ہے جو ہجر واقع جنوب مشرقی عرب میں آباد ہوگیا۔ یہ عرب نہیں بلکہ کسی اور جگہ سے آکر یہاں وہاں بس گئے تھے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ عدولی ایک کشتی ساز کا نام تھا۔

اقرب الی الصواب بیان ان لغویوں کا معلوم ہوتا ہے جو کہتے ہیں کہ عدولی

---

[1] محیط و تاج۔ مادہ ع و م۔ [2] تاج و لستان میں یہ جملہ معنی بہ ترتیب حروف تہجی منقول ہیں

[3] فرائد اللغۃ ص ۱۹۹۔ [4] د۔ ص ۲۱۰۔ [5] مقاییس مادہ ع دل۔

[6] مخصص ج ۱۰ ص ۲۶۔ الجبال والمیاہ ص ۱۱۴۔

Marfat.com

علاقہ حبش کا ایک ساحلی شہر ہے۔ بحیرۂ قلزم کے کنارے اس سے یونانی و رومی دونوں واقف تھے۔ یہاں جو کشتیاں بنتی تھیں وہ عدولیتہ کہلاتی تھیں[1]۔

ظفرالدین نے عدولیتہ کو یونانی لفظ کی تعریب بتایا ہے جو صحیح نہیں معلوم ہوتا[2]۔ خلاصۂ اقوال یہ کہ عدولیہ ایک ایسی کشتی تھی جو جزیرہ نمائے عرب کے مغربی، جنوبی و مشرقی سمندروں میں بکثرت چلتی تھی۔ دور جاہلیہ میں اس سے عرب بخوبی واقف تھے لیکن بعد میں اس کی جگہ دوسری کشتیوں نے لے لی جو عدولیہ سے بہتر تھی[3]۔

العربتہ بفتحتین: کشتی جس میں چکی نصب ہو۔ عروب بروزن غروب، عرب بضمتین و بفتحتین جمع مکسر عروبات جمع سالم۔

لفظ عربتہ کی اصلیت اور اس کے معنی سے متعلق معلومہ نصوص یہ ہیں: العربات سفن رواکد کانت فی دجلۃ[4]۔ دریائے دجلہ میں پڑی ہوئی ساکن کشتیاں۔

اہل جزیرہ کی (عراقیوں کی) زبان میں ایسی کشتیاں جن میں چکیاں نصب کی جاتی ہیں۔ یہ کشتیاں دجلہ و فرات و خابور جیسی دریاؤں میں ہوتی ہیں اور پانی کے بہاؤ کی شدت ان چکیوں کو گردش میں رکھتی ہیں۔ سفینتہ فیھا رحی وسطا لماء الجاری مثل دجلہ بدیہ باشندہ جزیرہ وھی مولدۃ فی ما احسب یہ لفظ میرے خیال میں مولد ہے[5]۔

وتفلیس عرب تطحن فیھا الفحم کما یطحن بالموصل والرقہ فی العروب الی وسط دجلہ والفرات[6] شہر تفلیس واقع ایشیائے کوچک میں عروب ہیں جن میں اناج پیسا جاتا ہے۔ یہ عرب ایسے ہی ہیں جیسے کہ دجلہ و فرات کے وسط میں ہوتے ہیں۔

---

[1] زوزنی ص ۴۰ [2] تبریزی ص ۳۰۔ لسان و تاج۔ [3] سواء السبیل۔

[2] یاقوت۔ البلدان مختار: ممالک واقع عربستان ج ۱ ص ۲۳۲ اس میں طرفہ کا نہیں بلکہ اور ایک شاعر کا شعر بھی نقل کیا گیا ہے جو کانی عدولیا زمانہ حمولہا سے شروع ہوتا ہے۔

[4] لسان تاج دبستان [5] شکار ص ۱۵۶ [6] المسالک والممالک ص ۲۴۲۔

سوس میں ایک دریا ہے اس میں "سبعنة ارحية فی السفن"۔ سات چکیاں کشتیوں میں نصب ہیں۔[1]

شہر مرسیہ واقع اندلس ایک دریا کے کنارے ہے اس پر کشتیوں کا ایک بڑا پل ہے، ان کشتیوں میں چکیاں بھی ہیں جیسے کہ سرقسطہ میں ہیں یہ کشتیاں (اناج پس جانے کے بعد) ایک مقام سے دوسرے مقام پر منتقل ہوتی ہیں۔

یاقوت نے سوال کیا ہے[3] وہ مرکب جو عربہ کہلاتا ہے کیا وہ عربة نامی مقام واقع فلسطین سے لیا گیا ہے یا وہ غیر عربی لفظ ہے؟

عربہ: ترکی ارابة کشتی را گویند کہ دراں آسیا ساختہ باشند کہ بوقت رواں شدن آں مخالف سمت روانگی آب بزور آب می گردد۔[4]

[5] خلاصہ نصوص یہ کہ عربة ایک کثیر الاغراض آلہ تھا جو بوقت واحد کشتی اور چکی دونوں تھا۔ بظن غالب یہ وسط ایشیا کے ان ترکوں کا عطیہ تھا جو ابتدائی عباسی دور خصوصاً آٹھویں عباسی خلیفہ معتصم (م ۲۲۷) کے زمانہ میں بتعداد کثیر عراق آ گئے تھے۔ مرور ایام سے عرابہ اپنی افادیت کی وجہ سے وسط ایشیا سے ہوتی ہوئی المغرب واندلس تک عام ہو گئی۔

---

[1] احسن ص ۲۸۰ [2] تزہتہ۔ قسم المغرب: جزیرہ ص ۱۹۴۔

[3] بلدان۔ مقالہ العربة ج ۳ ص ۶۳۲۔ [4] سطہ السبیل۔ ارابہ بالفتح وبائے موحدہ بروزن ذراہ بمعنی گردوں کہ از چوب سازند وبداں بار کنند۔ برہان۔

صاحب بہار عجم نوشتہ کہ ارابہ بالف وبائے موحدہ وعرادہ یعنی مہملہ ودال مہملہ۔

غیاث الدین گوید چوں برہان وجہانگیری عرادہ بالفتح عین معجمہ ودال مہملہ بمعنی گردوں نوشتہ است باین دلیل عرادہ صحیح باشد بفتح عین معجمہ۔ تربیعنہ عرادہ مذکور این چنین: زیادت الف در فارسی بسیار آمدہ بقول برہان دریافتہ می شود کہ ارابہ بمعنی گردوں لفظ علاحدہ است [5] مفاتیح العلوم ص ۷۱، الدیارات ص ۲۵

Marfat.com

العردراس : کشتی

یہ مقدسی کے مترادفات سفینہ میں ہے[1]۔ ہمارے مستعملہ مصادر میں کہیں نظر سے نہیں گزرا۔ یہ بھی معلوم نہ ہو سکا کہ عرداس کشتی کو کہتے ہیں یا یہ اس کے کسی جزو کا نام ہے اس کا مدلول خواہ کچھ ہو معرب ہونے میں شبہ نہیں۔

العشاری : بالضم یا العشیری بوزن تصغیر، مال بردار کشتی۔ جمع عشاریات بالضم۔

تعشیر کے لغوی معنی کسی شئ کے دس حصہ کرنا ہیں۔ اصطلاحاً کسی مال کی مقدار کا دسواں حصہ یا اس کی قیمت کا دسواں حصہ لبطور محصول دینا یا لینا[2]۔

عشر وصول کرنے والا عاشر اور عشور کی رقم اپنی تحویل میں رکھنے والا اعشار (بروزن نمار) کہلاتا ہے[3]۔

العشاری بمعنی مال بردار کشتی کے سلسلہ میں مآخذ و مصادر کی کمی نہیں۔ قریباً ہر ادبی موسوعی کتاب میں اس کے متعلق تھوڑا یا بہت مواد مل جاتا ہے۔ متعدد مصادر کے نصوص کے متوازی مطالعہ سے جو معلومات حاصل ہوئے یہاں ان میں سے صرف چند درج کیے جا رہے ہیں۔

عشاری ابتدا میں مجازاً ایسی باربردار کشتی کے لیے بولا گیا جو زیادہ تر سامان تجارت کے حمل و نقل کا ذریعہ تھی اور اس میں بھرے ہوئے مال پر عشر عائد لیا جاتا تھا۔ رفتہ رفتہ ہر اس کشتی کو عشیری یا عشاری کہا جانے لگا جس پر محصول عائد کیا جائے خواہ وہ مسافروں کی کشتی ہو یا مال تجارت کی کیوں کہ عند الضرورت مال بردار کشتی میں بھی لوگ سفر کر لیا کرتے تھے[4]۔

---

[1] احسن ص ۳۰ [2] لسان و تاج و بوزن نسیج۔ فتوح البلدان ص ۱۸۳۔ [3] احسن ص ۳۰۔ دخلہ ابن جبیر ص ص ۳۱۲، ۳۲۱۔ [4] فقہ کی عام و مبسوط کتابوں میں مستقل ابواب اور فقہ کی خصوصی کتابیں۔ کتب الخراج والاموال میں عشر کی تفصیلات موجود ہیں۔ (باقی اگلے صفحہ پر)

جغرافیہ نویسوں نے بعض بعض بندرگاہوں کا وصف بیان کرتے ہوئے یہ بھی تصریح کی ہے کہ وہاں عشر لیا جاتا تھا۔ جیسے مثلاً ابن حوقل نے[1] لکھا ہے کہ طبرقہ کی شہرت زیادہ تر اس وجہ سے تھی کہ وہاں اندلس کے بکثرت جہاز آتے جاتے تھے اور وہاں ان پر عشر عائد کیا جاتا تھا۔

یاقوت کی[2] اطلاع ہے کہ ہرمز کے قریب زیگ دان نامی ایک مقام ہے یہاں کے لوگ آلِ جلندی کہلاتے ہیں۔ یہ لوگ ہر اس کشتی پر عشر عائد کرتے ہیں جو یہاں سے گزرے ورنہ لوٹ مار شروع کر دیتے ہیں۔

عباسی خلافت میں بیت المال کی آمدنی کے من جملہ دیگر ذرائع کے کشتیوں کا عشور بھی اچھی خاصی مقدار میں وصول ہوتا تھا[3] بعض اوقات یہ محصول برخواست بھی کر دیا جاتا تھا۔ مثلاً ! امر الواثق فی سنۃ اثنتین و ثلاثین مائتی بترک جبایۃ اعشار سفن البحر۔[4]

مصری مملوکی دور میں جہازی محصول کی اہمیت کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ اس زمانہ میں مختلف عشور کے جو علاحدہ علاحدہ دیوان (صیغہ) تھے ان میں عشور المراکب کا ایک مستقل سربراہ ہوتا تھا۔ بعض اوقات بلادِ ہند سے جدہ آنے جانے والے جہازوں کا محصول وصول کرنے مصر کا عہدیدارِ مال مکہ جاتا تھا تاکہ خورد برد

بقیہ حاشیہ یہاں ان کے متعین حوالے قطعاً غیر ضروری ہیں۔ مختصر تعارف کے لیے دستور العلماء عبد النبی یا کشاف اصطلاحات الفنون محمد علی فاروقی دیکھی جاسکتی ہیں۔

[1] تحفۃ۔ ج ۲ ص ص ۱۰۵، ۱۵۱، ۲۵۱۔ نیز ملاحظہ ہو سفرنامہ ناصر خسرو ص ۱۷، ۱۸۔ حاشیہ صفحہ ہذا۔
[1] المسالک والممالک ص ۵۰ [2] بلدان۔ مقالہ دیگدان ج ۲ ص ۱۱۔

[3] المسالک والممالک ص ۲۱۶ جاری۔

[4] اخبار الرسل طبع مصر ج ۱۱ ص ۲۴۔

Marfat.com

کا اندیشہ نہ رہے[۱]

بعض اوقات ملک جیسے مثلاً سیلان۔ جیوان کی حکومت کو تین سو ستر ہجری میں اس طرح کے بحری محصول سے۔ عشور آب۔ سات لاکھ دینار موصول ہوئے[۲]

مختلف ملکوں میں عشاریات کی وضع قطع یقیناً مختلف رہی ہوگی۔ مختلف زمانوں میں ان میں اصلاح و تبدیلی ہوئی ہوگی۔ لیکن ہمارے پاس ایسی معلومات نہیں ہیں جن کی بنا پر عہد بہ عہد یا ملک بہ ملک تبدیلیوں کا حال قلمبند کیا جائے البتہ پانچویں و چھٹی صدی ہجری میں مصریوں نے مختلف ملکوں میں بنی ہوئی مختلف الوضع عشاریوں کے نمونہ پر اپنے یہاں بھی ایسی کشتیاں بنائی تھیں لیکن ان کے الگ الگ نام نہیں دیئے بلکہ ان سب کو عشاریات کہنا ہی پسند کیا لیکن ان کو ایک دوسرے سے ممتاز کرنے کے لیے رنگ یا وضع کے لحاظ سے منقسم کرنے لگے۔ مقریزی نے اس طرح کم از کم سات قسمیں لکھی ہیں۔ پہلے تو وہ العشاری اللطیف اور العشاریات الکبار۔ چھوٹی بڑی دو طرح کی عشاریوں کا نام لیتا ہے۔ پھر عشاریات کبار کی چھ قسمیں۔ احمر۔ اصغر۔ ذہبی۔ صقلی۔ فضی اور لاجوردی بتاتے ہوئے صقلی کی صراحت کی ہے کہ اس کی صناعت کے بڑے صقلی ماہروں میں سے ایک ماہر نے نجار من روساء الصناعۃ صقلی۔ بنائی اور عموماً جیسی عشاری بنتی ہے یہ ویسی نہیں تھی بلکہ اس میں اس نے بہت کچھ اضافہ بھی کیا تھا۔[۳]

اس سے ظاہر ہے کہ عشاری مصر میں صرف مال بردار کشتی نہیں رہی تھی۔ بلکہ وہ شاہی سواری بن گئی تھی۔ اس کی آرائش و زیبائش میں بھی بڑے چوچلے

---

[۱] نجوم - نسخہ پاپرس ۵۸۳۔ [۲] عجائب الہند ص ۱۳۳۔

[۳] مواعظ ج ۲ ص ص ۳۵۹۔ ۳۶۶۔

Marfat.com

برتے گئے تھے۔

صنفی عشاری کے سوا مقریزی نے دونین عشاریوں کے اوصاف اور بھی تفصیل سے بیان کیے ہیں[۱] لیکن جو تفصیل عبداللطیف نے قلم بند کی ہے وہی سب سے زیادہ دلچسپ معلوم ہوئی۔ یہاں اسی کا ترجمہ دیا جارہا ہے۔ خیال رہے کہ عبداللطیف سنہ پانسو چھیانوے ہجری میں مصر آیا تھا۔ وہ اپنا مشاہدہ اس طرح قلم بند کرتا ہے[۲]۔

مصر میں کشتیوں کی بہت سی قسمیں ہیں۔ ان کی وضع قطع ایک دوسرے سے بہت مختلف ہوتی ہے۔ ان میں عشیری سب سے انوکھی ہے اس کی شکل ہمارے یہاں (عراق) کے شبّارہ سے ملتی جلتی ہے لیکن یہ شبارہ سے کہیں زیادہ کشادہ ہوتی ہے۔ اس کا طول بھی شبارہ سے زیادہ ہے۔ بناوٹ میں عشیری نہایت خوش نما ہوتی ہے۔ اس کی سطح کے تختے نہایت دبیز اور ایک دوسرے سے ایسے چسپیدہ ہیں کہ درمیان میں رخنہ کا اندیشہ نہیں۔ تھوڑے تھوڑے فصل سے ان تختوں میں قریباً دو مربع گز روشن دان بنے ہوئے ہیں۔ سطح کے اوپر ایک چوبی مکان ہے اس کی چھت پر قبّہ بٹھایا گیا ہے۔ مکان میں ہر طرف موکھے نکالے گئے ہیں۔ یہ سمندر کے رُخ کھلتے ہیں۔ اس مکان کے ایک حصہ میں خزانہ رہتا ہے یہ اس طرح بنایا گیا ہے کہ مکان کا ایک علاحدہ ہی حصہ معلوم ہوتا ہے۔ مکان سے لگا ہوا ایک علاحدہ حصہ روزمرہ کی طبعی ضرورت کے لیے مخصوص ہے۔ مکان کے اندر و باہر دیواروں پر طرح طرح کے رنگ کیے گئے ہیں۔ اور بعض حصے ایسے ہیں گویا ان پر چاندی کے پتر منڈھے گئے ہیں یا انہیں چاندی کا پانی پلایا گیا ہو۔ یہ پوری رنگ کاری آبی نہیں بلکہ روغنی ہے۔

---

[۱] مواعظ ج ۳ ص ص ۱۹۷۔ خصوصاً ص ۲۹۵۔

[۲] الافادہ والاعتبار = ص ۴۰ جاری۔

Marfat.com

مندرجہ صدر اوصاف کی عشیری زیادہ تر بادشاہوں اور رئیسوں کے لیے تیار کی جاتی ہیں۔ رئیس کے بیٹھنے کی جگہ مسند بچھائی جاتی ہے اور اس کے سامنے نوکر کمر باندھے تیغہ زیا جمدھرا لگائے خدمت کے لیے روشن دانوں کے پاس حکم کے منتظر کھڑے رہتے ہیں (گویا روشن دانوں کے نیچے کا حصہ کم و بیش ایسا ہوتا ہوگا جیسے ہندوستان کے مغلی محل کی غلام گردشیں ہوتی تھیں)۔

ان سب کی ضرورتوں کی چیزیں از قسم خوراک وغیرہ جہاز کے نچلے حصہ میں محفوظ ہوتی ہیں۔ ملاح سب کے سب سطح کے نیچے والے ایک حصہ میں رہتے ہیں۔ جہاز کے اسی حصہ کے ایک جانب ملاح چپو چلاتے رہتے ہیں۔ علاحدہ علاحدہ رہنے کی وجہ سے ملاحوں کے حال سے راکبوں کو اور راکبوں کے حال سے ملاحوں کو کچھ خبر نہیں ہوتی۔ دونوں اپنے اپنے حال میں رہتے ہیں۔

رئیس کو تخلیہ کی ضرورت ہوتی ہے تو کمرہ سے لگی ہوئی کوٹھری میں چلا جاتا ہے۔ مصر کے طرح چپو اپنے پیچھے کی طرف چلاتے ہیں۔ جیسے رسی بٹنے والے رسی کو مروڑتے ہوئے پیچھے کی طرف الٹے پاؤں چلتے ہیں۔ چنانچہ جب مصری ملاح کشتی کھیتے ہیں تو ایسا معلوم ہوتا گویا وہ کوئی بوجھل چیز کو اپنی طرف کھینچ رہے ہیں۔ عراقی ملاح چپو چلاتے ہیں تو ایسا معلوم ہوتا ہے گویا کوئی شخص اپنے سامنے کی وزنی چیز کو آگے ڈھکیل رہا ہے۔ اس طرح عراقی ملاح کا رخ ادھر ہوتا ہے جدھر جہاز کا اگلا حصہ ہوتا ہے لیکن مصری ملاح کا منہ جہاز کے پچھلے حصہ کی طرف ہوتا ہے۔

ان دونوں حالتوں میں سے کونسی حالت زیادہ سہل ہے؟ دشواری یا سہولت کی کیا دلیل ہے؟ ان سوالوں کا جواب علم جر ثقیل دے سکتا ہے۔ اس کی وضاحت وہیں ہو سکتی ہے انتہی کلام عبداللطیف۔

العقبۃ بفتح اول و ثانی: ایک بڑی مصری کشتی۔ عقب بروزن بدل و عقبات بفتح

اول وثانی جمع۔
یہ لفظ حسب توقع قدیم معجموں میں نہیں ملا۔ صرف دوزی نے ثبت کیا ہے[1]
عقبۃ کے معنی دشوار گزار رستہ یا چڑھائی ہیں۔ ان معنی سے کشتی کا کوئی معنوی تعلق
نظر نہیں آتا۔

العکیری : بروزن تصغیر آخر میں یاء : بڑی کشتی
ابن بطوطہ کی[2] اطلاع ہے کہ یہ غراب سے مشابہ لیکن اس سے زیادہ کشادہ
ہوتی ہے۔ عکیری میں ساٹھ چپو ہوتے ہیں۔ جنگ میں کام لینا ہو تو اس پر ایک چھت
اس طرح ڈال دی جاتی ہے کہ فوج مقابل کے تیروں یا پتھروں کا چپو مارنے والوں
پر کوئی اثر نہیں ہوتا۔
ایک دوسرے مقام پر لکھا ہے کہ : عکیری زیادہ تر بحیرہ روم میں چلتی اور شلیّہ
سے مشابہ ہوتی ہے[3]
عربی لفظ عکر اور اس سے مشتق کسی لفظ سے عکیری کا کوئی معنوی تعلق نہیں
ہے۔ کسی یورپی لفظ کی تعریب ہونا قطعی ہے۔
ابن بطوطہ نے عکیری کو ایک جگہ غراب سے دوسری جگہ شلیّہ سے مشابہ بتایا
اور ہم دونوں کی وضع سے ناواقف ہیں۔ افسوس کہ باوجود تلاش و جستجو کسی اور
ماخذ میں یہ لفظ نہیں ملا۔

العلابیہ بالفتح : ایک مصری جنگی کشتی۔ علابیات جمع۔
مقریزی کی عبارت ہے[4] "اتخذ احمد بن طولون مائۃ مرکب سوی ما یضاف الیھا
من العلابیات والحمائم والعشاریات والسنابک وقوارب الخدمۃ"؛ احمد بن طولون

---

[1] دوزی۔ تتمہ [2] تحفۃ۔ ج ۴ ص ۵۹۔
[3] ایضاً۔ ج ۴ ص ۱۰۷۔ [4] مواعظ۔ ج ۳ ص ۲۹۲۔

نے علابیات وغیرہا کے سوا سو جہاز تیار کرائے۔

لفظ علابیہ کسی غیر عربی لفظ کی تعریب ہے کیونکہ عربی مادہ علب یا اس سے مشتق کسی لفظ سے کشتی کا کوئی تعلق نہیں معلوم ہوتا۔ سوائے مقریزی کہیں اور علابیہ کا پتہ نشان نہیں چلا۔ اسی لیے کچھ نہیں کہا جا سکتا کہ اس کی اصلیت کیا ہے۔

العمارۃ بالفتح : بیڑہ۔ جہازوں اور کشتیوں کا عمائر جمع۔ درج بالا معنی ساتویں صدی ہجری سے پہلے کے کسی مصدر میں نہیں ملے۔ راقم الحروف کو اس کی قدیم ترین شہادت تغری بردی کے یہاں ملی[1] اسی میں ہے کہ سنہ سات سو دو ہجری میں تجزت عمارۃ الشوانی۔ شوانی قسم کی جنگی کشتیوں کی تکمیل ہو گئی[2]

العمالیۃ : کشتی، عمالیات جمع۔

یہ لفظ قاموسوں میں کشتی کے معنی میں نہیں ملتا۔ اس لیے اس کے حرکات کا علم نہ ہو سکا۔

ازدی کے[3] علاوہ مسعودی نے بھی لکھا ہے[4] لیکن یہاں عمالہ بغیر یا ہے۔ فرانسیسی مترجم نے اس کا ترجمہ بار بردار جہاز کیا ہے۔

اس لفظ کے عربی ہونے میں شبہ نہیں لہذا اگر اس کو عمالتہ کی دوسری سماعی صورت سمجھیں تو اس کے معنی کرایہ پر چلنے والی کشتی بھی ہو سکتے ہیں۔

العمامتہ : دریا پار کرنے کا لکڑیوں کا گٹھا۔

لسان و تاج میں یہ لفظ ع م م مضاعف میں دیا گیا ہے مگر دونوں جگہ ایسا ہوا ہے کہ یہ عوم سے ہے[5] لیکن یہ وضاحت نہیں کی گئی کہ مادہ ع م سے عمامتہ

---

[1] نجوم۔ ج ۸ ص ۱۵۵ صاحب محیط نے اس کو الکلام المولد بتایا ہے۔

[2] محیط مادہ ع م ر [3] حکایۃ ابی القاسم۔ [4] مروج۔ ج ۱ ص ۳۰۲، ۲۸۲، ۲۸۳۔

[5] لسان و تاج۔ مادہ ع م م۔

Marfat.com

کس قاعدے سے بنا! ابن سیدہ عمامہ کو سفینہ سے مشابہ باب میں لائے ہیں[1]
آگے ملاحظہ ہو ع و م۔

عمانی

مسعودی نے لکھا ہے کہ ماہ تیر میں جہاز عمان سے بحر ہند میں نہیں چلتا
اِلّا یہ کہ اس کے چلانے والے دلیر ہوں اور اس کا وزن بھی کم ہو ایسے جہاز کو عمانی
کہتے ہیں[2]

بالفاظ دیگر "عمانی" کسی جہاز کی قسم نہیں ہے بلکہ یہ وہ نام ہے جو کسی شئی کا
اس کے مقام کی نسبت سے پڑ جاتا ہے۔ گو یہاں اس کا کچھ وصف بھی بیان
کیا گیا ہے۔

یہی مؤرخ اسی بیان میں آگے بھی لکھتا ہے کہ ہم جس سمندر میں جو لفظ رائج
ہے وہی استعمال کریں گے اور وہاں جو بحری لفظ جن معنوں میں استعمال ہوتا
ہے اس کو معتبر سمجھیں گے[3]

الغامد: مال یا مسافروں سے بھرا ہوا جہاز۔ **الغامدہ:** مسافروں یا مال
سے بھری ہوئی کشتی۔

غمد کے معنی تلوار نیام میں ڈالنا ہیں گویا ایک مجوّف شئے کو کسی دوسری چیز
سے بھرنا۔ اس طرح غامد بمعنی کشتی میں غمد کے بنیادی معنی کی شبیہ موجود ہے۔
بعض لغویوں نے غامد کو خالی کشتی اور غامدہ کو بھری ہوئی کشتی بتایا ہے
لیکن یہ فرق سوائے معجموں کے اور کہیں نظر نہیں آیا[4]

---

[1] مخصص۔ ج ۱۰ ص ۲۹۔ [2] مروج الذہب ج ۱ ص ۳۲۷۔

[3] ایضاً ج ۱ ص ۲۳۲، ۲۳۳۔

[4] لسان و تاج۔

راقم الحروف کا گمان ہے کہ یہ لفظ عربی میں دخیل اور اصلاً یمنی یا حبشی ہے۔
سوائے معجموں کے دوسرے مصادر میں نظر نہیں آیا۔

الغراب بالضم: جنگی کشتی۔ اغربۃ بالفتح و کسر ثالث جمع۔

یہ اسپینی لفظ کی تعریب ہے۔ اتفاق سے یہ لفظ تعداد حروف و تلفظ کے لحاظ سے ایک دوسرے خالص عربی لفظ غراب بمعنی کوا کے عین مطابق تھا غالباً اسی لیے غراب بمعنی جنگی کشتی کی جمع غربان بنا لی یا سمجھ لی گئی۔[1]

غراب ابتداءً زیادہ تر بحیرہ روم میں چلتی تھی۔ اس کے ساحل پر جتنے عرب ملاح تھے وہ سب اس سے بخوبی واقف تھے۔ شام، حجاز و یمن، مصر و مغرب و اندلس کی حکومتیں اپنے اپنے دار الصناعۃ میں غراب بکثرت بنواتے تھے اختلاف زمان و مکان کی وجہ سے ان میں جسامت و شکل و صورت کے اعتبار سے نمایاں فرق ہونا لازمی تھا۔ اس کی عمومیت کا اندازہ اسی سے ہوتا ہے تاریخوں اور سفرناموں کے علاوہ فصیح شعر میں بھی کئی جگہ آیا ہے۔[2]

مصر و مغرب میں ان کی تعداد کا اندازہ درج ذیل نصوص سے کیجئے۔

ابن عذاری نے لکھا ہے کہ[3] سنہ پانسو چار ہجری میں پندرہ غرابوں سے یونانیوں پر حملہ کیا گیا۔ ان میں سے چھ تباہ ہو گئیں اور باقی مہدیہ واپس ہوئیں۔

سنہ پانسو تیس میں علی بن حمود نے مہدیہ پر حملہ کیا لیکن اس کے دو غراب تباہ کر دیئے گئے۔

سنہ پانسو چھتیس میں پچیس غرابوں سے مہدیہ پر حملہ ہوا۔ اس میں جتنے جہاز تھے ان سب پر قبضہ کر لیا گیا۔ ان میں وہ جہاز بھی تھا جو والی مصر کے لوٹے ہوئے جہاز

---

[1] سواد السبیل۔ [2] نشفار ص ۱۶۲۔

[3] البیان المغرب ج ۱ ص ص ۳۱۴، ۳۲۱ جاری۔

Marfat.com

کے تختوں سے ازسرِ نو بنایا گیا تھا۔

تغری بردی کی اطلاع ہے[1] کہ سنہ آٹھ سو ستائیس میں سلطان اشرف نے ساحل بولاق میں دو غراب تیرائے۔ ان میں رضا کاروں (مطوعنہ) کے سوا اسّی نفر تھے۔

سنہ آٹھ سو اٹھائیس میں چار اغربہ تیرائے گئے۔ ہر غراب میں امیر و مقدم موجود تھا اس کے کچھ بعد ہی چار غراب اور تیرائے گئے ان میں بھی امیر و مقدم موجود تھے۔

سنہ آٹھ سو انتیس میں شام و مصر کے جنگی جہازوں کی تعداد ایک سو اور دو سو کے درمیان تھی۔ ان میں اغربہ، قراقیر اور زوارق وغیرہ تھے۔

یہ چند نصوص صرف بطور نمونہ ہیں۔ اسی کتاب میں اغربہ کا حال اور بھی کئی جگہ[2] جب اہلِ مغرب نے افریقہ کا چکر کاٹ کر ہندوستان آنے کا رستہ دریافت کر لیا تو پھر بحرِ ہند اور بحیرۂ فارس کے قدیم ملاحوں سے اہلِ مغرب کے کھلے سمندر میں متعدد مقابلے ہوئے۔ مغرب کے بحری قزاق زیادہ تر غراب استعمال کرتے تھے۔ اس لیے بعد میں غراب کے معنی بحری قزاقوں کی کشتی کے ہو گئے[3]

ہندوستان میں گجرات کی مظفر شاہی مملکت مغرب کے سمندری خطرہ سے واقف تھی۔ اس نے اپنے مقدور بھر اس کا مقابلہ بھی کیا۔ یہاں کی تاریخوں میں جن بحری لڑائیوں کا ذکر آیا ہے ان میں غراب بھی موجود ہے[4]

ہندوستان کے جنوب مغربی ساحل پر جو بحری معرکے ہوئے ان میں بھی غراب بکثرت استعمال ہوئے[5]

---

[1] نجوم نسخہ یا پر ج ۶ حوادث ۸۲۷ ص ص ۵۸۰، ۵۸۲۔

[2] ایضاً ج ص ص ۵۸۲، ۵۸۷، ۵۸۹، ۵۹۱، ۶۰۷۔ ۶۴۴ اور آگے۔ نیز بدائع الزھور ص ۶۷، [3] فرائد ص ۲۷۰۔ زوزی تتمہ۔

(باقی اگلے صفحہ پر)

جب مظفر شاہی حکومت کا مغلوں نے خاتمہ کر دیا لیکن اس کی بحری روایات قائم نہیں رکھی تو وہاں کے فن داں بحری ادھر ادھر بکھر گئے ان میں سے بعضوں نے احمد نگر، بیجا پور و گول کنڈہ کی بندرگاہوں کا رُخ کیا۔ ان ریاستوں کا بحریہ زیادہ تر معمولی تجارتی جہازوں اور کشتیوں پر مشتمل تھا اور حربی بیڑہ نسبتاً مختصر۔ ان مقاموں پر جہازوں و کشتیوں کے نام بیشتر وہی رہے جو پہلے سے مغربی بحیرۂ عرب میں مسلمانوں میں رائج تھے۔ اُردو زبان میں لفظ غراب غالباً اسی ذریعہ سے داخل ہوا۔ فائز نے اپنی مثنوی رضوان شاہ و روح افزار سنہ دس سو چورانوے ہجری مطابق سولہ سو تراسی عیسوی میں نظم بندکی اس کی ایک بیت ہے[۱]

کیا نقل راوی کہ حبب او غراب ؛ دریا کے میانے چلا جوں حباب

غُربیب بالکسر : چھوٹا جہاز، غرابیب ... بالفتح جمع۔

غربیب کے ایک معنی نہایت گہرے سیاہ رنگ کے ہیں۔ یہ غرب باب سمع کا اسم مبالغہ ہے۔ کشتیوں پر بیرونی جانب قیر ملا جاتا تھا تاکہ پانی سے جلد نہ گل جائیں یا انہیں کیڑا نہ لگ جائے۔ کشتیوں کے اسی کالے رنگ کی بنا پر شاید کوّے سے مشابہت کی بنا پر بھی غربیب کہا گیا ہے۔

واثق بتاریخ آٹھ ربیع الاول سنہ دو سو ستائیس ہجری خلیفہ ہوا۔ اس موقع پر حسین بن ضحاک نے سرِ دربار ایک مادحیہ قصیدہ سُنایا۔ اس کے دو شعر یہ ہیں[۲]

رحلنا غرابیب رفافتہٗ ؛ بدجلتہ فی موجھا المتلاطم

اذا ما قصدنا لقا طولھا ؛ وَدُھمُ قراقیرھا تصطدم

بقیہ حاشیہ ۳ ظفر الوالہ ص ص ۳۳، ۳۷، ۴۲، ۲۰، ۲۴۳، ۲۵۱ ۔ تاریخ گجرات ص ۳۲، ۳۴۔

۴ تحفۃ المجاہدین۔ ص ص ۲۵ جاری، ۳۲، ۳۴، ۳۸، ۴۱، ۴۴، ۵۰۔

۱ رضوان شاہ و روح افزار۔ ۲ اغانی۔ ج ۷، ص ۱۹۵۔

Marfat.com

غرابیب بمعنی جہاز کے معنی یہیں سے متعین ہوئے ہیں۔ کسی اور جگہ نہیں ملے
اس بیت سے ثابت ہوتا ہے کہ کشتی کے لیے غربیب بطور مجاز آیا ہے نہ کہ اسم جنس
قدیم لغت نویس بشار کے (متوفی ایک سو اڑسٹھ) بعد بالعموم کسی اور کے کلام
سے سند نہیں لیتے ورنہ اس لفظ کا معجموں میں بار پانا غیر مستحیل نہیں تھا۔

غزوی، غزواتی، ماقبل آخر نا ئے قرشت، غزوانی ماقبل آخر نون :-
جنگی جہاز۔

ابن بطوطہ نے اپنا مشاہدہ قلم بند کیا ہے[1] جب کالی کٹ سے روانہ ہوا تو لقینا فی طریقتنا اربعۃ اجفان غزویۃ۔ راہ میں چار اجفان غزویۃ ملے۔ ہم کو خوف ہوا کہ مبادہ وہ ہم پر حملہ آور ہوں مگر ہم سے کچھ تعرض نہیں ہوا۔ (اسی کتاب میں دوسری جگہ ہے[2] ورکبت فی مرکب یشبہ اجفان بلادنا الغزویۃ۔ میں ایک ایسے جہاز پر سوار ہوا جو ہمارے ملک میں اجفان غزویہ سے مشابہ ہے۔

پہلی شہادت سے معلوم ہوا کہ بعض اجفان صرف جنگ کے لیے مخصوص تھے ان کو دوسرے اجفان سے ممیز کرنے کے لیے اجفان غزویہ کہتے تھے۔ اور یہ کہ انہیں بحری قزاق بھی استعمال کرتے تھے۔ دوسری شہادت سے معلوم ہوا کہ اجفان غزویۃ سے مشابہ ایک جہاز ہوتا تھا لیکن وہ اجفان سے علاحدہ تھا۔

یہ بھی ظاہر ہے کہ ابن بطوطہ نے غزویۃ بطور صفت استعمال کیا ہے اور صفت اپنے موصوف کے معنی میں تنگی پیدا کرتی ہے۔ لیکن دوسرے مصادر سے[3] ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جنگی اغراض کے لیے بعض کشتیوں کی ساخت ہی ایسی تھی جو ان کو دوسرے جہازوں جیسے مثلاً مسافروں یا تجارتی جہازوں سے ممیز کرتی تھی علا

---

[1] تحفۃ ج ۲ ص ۱۱۱ و ج ۴ ص ۱۰۵۔

[2] ایضاً ج ۴ ص ۲۷۱ [3] دوزی۔ تتمہ۔

بول چال میں غزدی غزواتی، یا غزوانی سے مراد ایسے ہی جہاز تھے۔
اور یہ تینوں لفظ اگرچہ غزو سے ماخوذ ہیں لیکن ان کی مندرجہ شکل ملاحوں کے تصرّف کا نتیجہ ہے۔

الغسانیہ بالفتح : کشتی۔

نام سے ظاہر ہوتا ہے کہ ایک مخصوص وضع قطع کی کشتی بنوائی گئی تھی۔ ممکن ہے اس میں صرف ملوک غسانیہ ہی سفر کرتے ہوں نابغہ شیبانی کی بیت ہے[۱]

تقلّبُ اخفافًا بعوجٍ کانّھا ؛ مراکبُ غسانیۃ حین تُعتقُ

ایک دوسرے شاعر قطران السعدی نے کہا ہے[۲]

تدافعُ غسانیۃً ذاتِ جُوءِ جُوءِ ؛ اذا ماعلت لجًا اھلّ زمیلُھا

باوجود نابغہ و قطران جیسے قدیم شعراء کے کلام میں وارد ہونے کے غسانیہ کے معنی کسی قدیم یا جدید معجم میں نظر نہیں آئے۔ لغویوں کے اس اعراض سے کچھ ایسا خیال ہوتا ہے کہ شاید ان کو اس کا علم ہی نہیں ہونے پایا یا پھر اسلامی فتوحات کے بعد اس لفظ کا چلن ہی نہیں رہا۔

بہر طور خواہ کوئی صورت ہو معجموں میں غسانیہ کا ذکر نہ ہونا حیرت سے خالی نہیں۔

لغلیون بالفتح : بہت بڑا جنگی جہاز، غلاوین یا غلایین جمع یہ لفظ غالبًا اطالوی الاصل ہے لیکن ظفر الدین نے اسپینی لفظ کی تعریب بتایا ہے[۳] غالبًا تیرھویں صدی ہجری سے پہلے عربی کتابوں میں داخل نہیں ہوا[۴]

---

[۱] د : ص ۱۱ [۲] کتاب الاختیارین ص ۲۸ یہاں صرف اتنا لکھا ہے۔ الغسانیۃ ضرب من السفن : غسانیہ کشتیوں کی ایک قسم ہے۔

[۳] مسار السبیل۔ [۴] محیط۔ مادہ۔ غ ل ی۔ دوزی۔ تتمہ۔

علیموں فارسی معجموں میں بھی ملتا ہے[1]

الغواصة : ڈبن کشتی۔

غوص کے معنی ڈبکی لگانا معروف ہیں۔ ڈبن کشتی کو اس کی خصوصی وصف کی بنا پر غواصہ (بصیغہ مبالغہ) کہا گیا ہے[2]

یہاں شاید ہی یہ کہنے کی ضرورت ہو کہ چودہویں صدی سے پہلے یہ لفظ مندرجہ معنی میں نہیں بولا گیا۔

الفرقاطة غالباً بالکسر : جنگی کشتی۔ تین بادبانوں والی کشتی۔

اطالوی یا یونانی لفظ کی تعریب ہے[3] عوام اس کو فرکاتة یا فرکبة بولتے ہیں۔ چودھویں صدی کے بعض عرب کاتبوں نے اس کا ترجمہ مدرعة کیا ہے (دیکھیے ـــــ درع)[4]

فرکاتة : کشتی[5]

فرکبة : کشتی[6]

الفلک بالضم : جہاز۔

تنزیل میں یہ لفظ تیئیس (۱۹+۴) مقاموں پر آیا ہے[7] دلچسپ بات یہ ہے کہ قدیم عربی شعر میں بہت ہی کم اور تاریخ و جغرافیہ کی کتابوں میں تو اور بھی کم ملتا ہے۔

لفظی تحقیق وغیرہ کے لیے کوئی سی مبسوط معجم اور تفسیر دیکھی جا سکتی ہے۔ جیسا کہ بآسانی معلوم کیا جا سکتا ہے فلک طوفان نوح کے بیان میں آیا۔

---

[1] اسٹنگاس۔ [2] محیط البستان۔

[3] دوزی۔ تتمہ۔ سواء السبیل۔ [4] الدلیل الی المعانی۔ ص ۲۵۹۔

[5] دیکھیے فرقاطہ۔ [6] ملاحظہ ہو فرقاطہ [7] معجم المفہرس لالفاظ القرآن ص ۵۲۶۔

Marfat.com

مشہور ہے کہ کشتی نوح پہلے سنجار کے شمال میں ایک پہاڑی پر ٹکی تھی۔ لیکن پھر آگے بڑھکر دریائے دجلہ کے مغربی جانب جبل جودی پر ٹھیرائی گئی تھی[1]۔

الفلو: بحیرۂ احمر و فارس میں چلنے والی چھوٹی کشتی۔ جان بچاؤ کشتی۔

ہندی الاصل لفظ ہے۔ اصل میں پلو تھا۔ ہندی میں پلوار (چھوٹی کشتی) اور پلواری (بڑی کشتی) پلو ہی کی مختلف شکلیں ہیں۔

عربی میں یہ لفظ جس سیاق میں آیا ہے وہ یہ ہے ابن شہریار لکھتا ہے[2]۔

فاخذا لشیخ قارب المرکب الذی یسمی الفلو۔

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ فلو دراصل جہاز سے لگی ہوئی کشتی ہوتی تھی کہ خطرہ کے موقع پر جہاز کو چھوڑ کر اس میں بیٹھ جائیں۔ گویا یہ ایک طرح کی جان بچاؤ کشتی تھی[3]۔ مصنف بائے فارسی کا تلفظ نہیں کرسکتا تھا اسی لیے اس کو فا سے بدل دیا ہے۔

الفلکوکۃ بضم اول وثانی: کشتی۔ فلائک جمع۔

ظفر الدین کی تحقیق ہے: فلوکۃ اصلاً عربی لفظ ہے۔ عربی میں حراقہ تھا۔ اندلسی زبان میں یہ حلوفہ ہوا۔ اہل اطالیہ نے اسی کو اپنے لہجہ میں فلوچہ کہا۔ فرانسیسیوں کو مانو انہوں نے فلوک اپنا لیا۔ فلوکہ اسی فرانسیسی صورت کی تعریب ہے[4]۔

مگر یہ تحقیق صحیح نہیں معلوم ہوتی۔ زمخشری نے بہت پہلے یہ لفظ ثبت کیا ہے[5]۔ خیال رہے کہ زمخشری کا انتقال سنہ پانسو اڑتیس ہجری میں ہوا۔ اتنا ہی نہیں بلکہ زمخشری سے بھی بہت پہلے علی مسعودی متوفی تین سو بیالیس کی

---

[1] جعفر لغیۃ خلافت مشرق ص ص ۱۱۵-۱۲۵ [2] عجائب الہند ص ۲۷-
[3] دوزی تتمہ۔ [4] سوار السبیل۔ [5] اساس۔ مادہ ق رب کے ضمن میں۔

کتاب میں قلوکہ آیا ہے[1]

القادس بالفتح تیسرا حرف دال مہملہ مکسور : بڑا جہاز۔

عربی میں یہ لفظ انہیں معنی میں بہت قدیم ہے۔ جاہلی اور مخضرمی و اس
شعراء نے بھی باندھا ہے حسب توقع سبھی قاموسوں میں ملتا ہے[2]

عربی مادہ قدس بمعنی پاکی سے اس کا معنوی تعلق یہ ہے : جو شخص بارب
وہ پاک ہوتا رہے گا جس شئی کو باربار دھلایا یا نہلایا جائے گا وہ پاک ر
جہاز اکثر و بیشتر نہاتا رہتا، بلکہ پانی ہی میں رہتا ہے اس لیے گویا ہمیشہ پاک
اسی طرح قادس میں مادہ کے معنی کی پرچھائیں اور اصل سے تعلق ہے بشر
یہ کسی قدیم تر زبان سے جیسے مثلاً ارامی وغیرہ کا نہ ہو۔ کیونکہ قادس بمعنی جہ
معرب ہونا بعید از امکان نہیں ہے۔

القارب : چھوٹی کشتی ، قوارب جمع

ابن فارس اس کو خالص عربی الاصل سمجھتے ہیں اور قیاس یہ قائم کیا ہے ک
سے قریب رہنے کی وجہ سے القارب کہلاتی ہے[3]
لیکن فی الواقع یہ یونانی لفظ کی تعریب ہے[4] لغویوں نے اس کے وا
جمع میں جو اختلاف نقل کیا ہے اس سے بھی اس کے معرب ہونے کی تائید ہو
بعض لغویوں کی وضاحت سے ظاہر ہوتا ہے کہ قارب کسی بڑے جہاز پر
رہتی تھی۔ اور ضرورت کے موقع پر تیرائی جاتی تھی[5] اگر یہ ضرورت طوفان

---

[1] مروج۔ ج ۱ ص ۲۹۲ [2] لسان و تاج۔ جمهرة ج ۲ ص ۲۶۳ ـــ مخصص۔ ج
الفائق = ادہ ح ش ف ـــ ارشاد الاریب تذکرہ محمد بن الحسن الحاتمی متوفی ۳۸۸
[3] مقائیس [4] سواء السبیل۔ مجلة کلیة الآداب۔ ص ۶۶۔
[5] جمهرة ج ۱ ص ۲۷۲ ـــ مخصص ج ۱۰ ص ۲۶ ۔ اساس۔ لسان۔

Marfat.com

بچنے کے لیے ہوتی تھی تو پھر اس کو جان بچاؤ کشتی کہہ سکتے ہیں۔ دوسری ضرورت سمندر کا اُتھلا پن ہو سکتا ہے کہ اس صورت میں اس کو معاون کشتی کہنا چاہیے
جغرافیہ نویسوں کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر چھوٹی کشتی قارب کہلاتی تھی خواہ وہ مال بردار ہو یا مسافر بردار[1]

ابن حوقل نے لکھا ہے کہ مغربی بحیرۂ روم کے جزیرۂ خضراء میں پچاس قوارب کام کرتے ہیں لیکن بھاء۔ ہر قارب میں قریبًا چودہ جمع چھ یعنی بیس آدمی ہوتے ہیں[2] ادریسی نے شہر سبتہ واقع اسپین کے سلسلے میں قوارب کے متعلق ایسی ہی اطلاع دی ہے[3]

ابن بطوطہ کے متعدد بیانوں سے[4] معلوم ہوتا ہے کہ قارب ایک بہت ہی چھوٹی کشتی ہوتی تھی بعض قوارب تو صرف ایک ہی شہتیر سے بنے ہوتے تھے۔
ابن شہریار کے بیان سے بھی ایسا ہی ظاہر ہوتا ہے[5]

حاصل کلام یہ کہ قارب ایک ایسی چھوٹی کشتی تھی جو عمومًا جہاز کے ساتھ رہتی تھی مشرقی سمندروں اور بحیرۂ روم دونوں پانیوں میں چلتی تھی۔ مال و مسافروں کے حمل و نقل کے کام بھی آتی تھی۔ جہاز سمندر میں کھڑا ہو تو قارب کے ذریعہ جہاز تک جانے اور جہاز سے کنارے تک آنے میں بھی اسی سے کام لیا جاتا تھا۔ گویا یہ ایک کثیر مقصدی کشتی تھی۔

---

[1] احسن ص ۳۱ — حکایت ابی القاسم — یاقوت۔ بلدان مرسی الخزر۔ ج ۴ ص ۲۹۰

[2] المسالک والممالک ص ۱۵ [3] نزہتہ قسم المغرب ص ۱۱۶ — مرسیٰ [illegible] القوارب یدخل الیہا منہا ص ۱۹۳۔

[4] تحفہ ج ۲ ص ۱۶۱ - ج ۴ ص ۱۴۳، ۱۸۰، ۲۲۶، ۲۸۷، ۳۲۴

[5] عجائب الہند۔ صفحہ ۹۲، ۱۵، ۱۴۰۔

Marfat.com

القائق : لانبی کشتی۔

زبیدی نے قاموس پر جو استدراک کیا ہے اس میں بالکل صحیح لکھا ہے کہ ان کانت عربیتہ فالمادۃ لاتأباہ[1] یعنی اگر فصیح عربی ہے تو اس مادہ کے معنی سے طویل کشتی کے معنی مشتق ہونے میں کوئی لغوی یا صرفی قاعدہ مانع نہیں ہے قاق کے معنی ہیں بہت دراز قامت آدمی یا نہایت دراز گردن والا آبی پرندہ قائق کے (تیسرہ حرف ہمزہ) عربی ہونے میں شبہ اس لیے ہوتا ہے کہ قدیم عربی میں قائق نہیں آیا ورنہ دونوں میں مشابہت ظاہر ہے۔ لیکن یہ خیال رہے کہ بحریوں نے اپنی اصطلاحیں اس طرح نہیں بنائیں جس طرح ان دنوں ماہران زبان و علم لغت بعد مشورہ اصطلاحیں وضع کرتے ہیں۔ اس لیے کوئی تعجب نہیں کہ انہوں نے لانبی کشتی کو بے تکلف قائق کہہ دیا عربی قاعدہ کے ناموافق نہ ہونے کی وجہ سے عام و خاص سبھی نے قبول بھی کر لیا۔

القبق یا القباق بفتحتین : بڑا جنگی جہاز

یہ ترکی لفظ کی تعریب ہے[2] ترکی میں دوسرا حرف بائے فارسی سے ہے[3]

القذاف : جہاز

قذف سے اسم مبالغہ بمعنی جہاز صرف بلگرامی کے یہاں ملے[4] ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بلگرامی کی رائے میں یہ لفظ خالص عربی ہے۔ قیاس یہ قائم کیا ہے کہ جہاز پانی کو تھپیڑے مارتا چیرتا کاٹتا آگے بڑھتا ہے یہ بھی ممکن ہے کہ انہوں نے فاعل بمعنی مفعول لیے ہوں۔

صاحب بستان نے بھی بلگرامی کی پیروی کی ہے[5] لیکن دوسرے مصادر

---

[1] تاج مادہ ق و ق [2] محیط و دوزی تتمہ [3] فرائد ص ۲۷۰ دستار السبیل۔
[4] تاج۔ [5] بستان۔

میں یہ لفظ ان معنی میں نہیں ملا۔

القرادہ بالفتح: فیضان نیل کے وقت استعمال ہونے والا جہاز، یہ ذہبیہ سے چھوٹا ہوتا تھا۔

فیضان نیل عموماً ماہِ اگست میں ہوتا ہے اس وقت دریائے نیل کے دونوں کناروں پر کی نزہت گاہوں میں مصری جمع ہوتے اور جشن مناتے ہیں۔ مقیاس النیل کے مقام پر سرکاری جشن ہوتا ہے۔ یہاں جہازوں کو آراستہ کر کے بطور موکب مقیاس کے قریب کی عمارت کے سامنے سے گزارا جاتا ہے۔

قرادہ عربی الاصل لفظ نہیں بلکہ کسی یونانی یا حبشی لفظ کی تعریب معلوم ہوتا ہے۔ سوائے مصری مؤلفوں کے دوسری کتابوں میں نہیں ملتا[1]۔

القربلّتہ بفتح قاف وبائے موحدہ ولام مشدد یا القربیلۃ بائے موحدہ مکسور: گھوڑے منتقل کرنے والا جہاز۔

یہ ایک اسپینی لفظ کی تعریب ہے[2] دوزی کے سوا ہمارے مرجوعہ کسی اور مصدر یا ماخذ میں یہ لفظ نہیں ملا۔

القرقورہ والقرقور بضم قافین: کشتی وجہاز۔ زیادہ تر مال بردار۔ قراقر بروزن مساجد و قراقیر بروزن مصابیح جمع۔

حراقہ وغراب کی طرح قرقور کا ذکر قبل اسلام دور سے قریباً نویں صدی ہجری تک مسلسل ملتا ہے۔ قدیم اشعار سے قطع نظر جغرافیہ و تاریخ میں جہاں جہاں اس کا ذکر آیا وہاں بحیرۂ روم کی بندرگاہوں کے سلسلہ میں آیا ہے۔ بحر عرب، بحیرۂ فارس یا بحیرۂ قلزم کے سلسلہ میں قرقور کا ذکر نہیں ملتا۔

---

[2] دوزی۔ نسخہ۔

[1] حوادث الدھور ص ۵۰۲ ــــ صبح الاعشیٰ ج ۴ ص ۲۸۔

Marfat.com

دسویں وگیارھویں ہجری میں اہل جینوا زیادہ تر یہی جہاز استعمال کرتے تھے
عربی میں یہ لفظ آرامی سے اور آرامی میں یونانی سے آیا ہے۔
جہاں جہاں قرقور کا لفظ آیا ان سب کے حوالے نیچے درج ہیں۔ آخری تین مصادر میں قرقور کی مسافت اور اس کے کام سے متعلق مختصر سی وضاحت بھی ملتی ہے[1]

القرداط۔ بکسر قاف وسکون رائے مہملہ: ندی پار کرنے کی پھولی ہوئی مشک۔
یہ لفظ صرف فارسی لغتوں میں ملا[2] اس کا معرب ہونا بادنیٰ تامل ہی معلوم ہوجاتا ہے۔ لیکن کتب المعربات میں ملا نہ کسی دوسری عربی قاموس میں صرف فارسی مصادر میں پائے جانے سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شاید صرف عراق وفارس ہی میں مستعمل رہا ہو۔ اصلاً عربی تو بہرحال نہیں ہے۔ بظن غالب ارامی سے ماخوذ معلوم ہوتا ہے۔ میرا گمان ہے کہ یہ بحیرۂ خزر ہی میں مستعمل ہوتا ہوگا۔

---

[1] المعرب ص ۲۷۱ ۔ شفاء ص ۱۸۰ ۔ سواء السبیل ۔ جمهرة ۔ ج ۱ ص ۱۴۰ و ج ۳ ص ۳۷۹ ۔ مخصص ج ۱۰ ص ۲۶ لسان وتاج ۔ فرائد ص ۲۷۸ ۔
دیوان العجاج ۔ ج ۲ ص ۶۸ ۔
ایضاً الاخطل ص ۹۴، ۱۶۱، ۱۸۱، ۱۹۴ ۔
۔ الفرزدق ص ۴۰۵ ۔ ایضاً
۔ جریر ص ۲۵۶ ۔ نقائض جریر والفرزدق ص ۷۵۶ ۔
الحماسہ لابی تمام ۔ ج ۴ ص ۱۹۹ مختار الشعر الجاہلی ۔ ج ۱ ص ۲۱۴
دیوان المعانی ۔ ج ص ۱۳۸ اغانی ۔ ج ۷ ص ۹۷، ج ۱۳ ص ۲۵۷
العقد الفرید ۔ ج ۴ ص ۴۹۵ یاقوت ۔ معجم البلدان ۔ الشریف ج ۳ ص ۲۸۵
(باقی اگلے صفحہ پر)

قرواد بفتح قاف وواؤ : لانبی کشتی۔

قرو کے معنی لانبا حوض، پانی پینے کا برتن، کولھو کی نالی، شراب بنانے کے کھجور کے تنے کا مٹکا، کھوکھلا نرکل ہیں۔ اور قروار کے معنی بھی لمبے کوہان والی ... غالباً انھی معنی سے کشتی کے لیے بطور مجاز بولا گیا ہے۔ شقنب عبدی کی ... ہے[1]

کانّ الکور والانساع منہا — علی قرواء ماھر تو رکھابین

اور جریر کے یہاں ہے[2]

من کل صاد قتلہ النجاد کانّہا — قرواء افنہ تلک النشراع جفول

ان دونوں شاعروں نے لانبی کشتی کے معنی میں استعمال کیا ہے مفضلیات ... شارح نے بھی یہی معنی لکھے ہیں۔ حیرت ہوئی کہ قاموسوں میں یہ معنی درج نہیں ہے۔ حالانکہ فحول شعراء نے جس لفظ کے جو مجازی معنی لیے وہ بھی اکثر و بیشتر ... میں ملتے ہیں۔

قطعۃ : ایک کشتی یا جہاز، قطائع جمع۔

اردو اور فارسی میں بھی بعض اشیاء کی گنتی بتاتے ہوئے ایک ایسا لفظ زیادہ ... تے ہیں جو معدود سے راست تعلق رکھتا ہے جیسے کہتے ہیں ایک زنجیر فیل، ... راس گھوڑے، تین جوڑ بیل۔ اسی طرح بحریوں کی اصطلاح میں کشتی کو قطعہ (... ٹکڑا، جزء، حصہ) بولتے ہیں جس کے معنی ایک یا چند کشتیوں کے ہوتے ہیں۔ مثلاً

حاشیہ ۱۳۴ تحفۃ ج ۲ ص ۴، ۲۵۴، ۳۳۴، ج ۴ ص ۳۲۷۔ مواعظ ج ۲ ص ۳۶۳۔

نخبۃ پاپر ص ۵۹۱، ۶۱۵۔ حوادث سنہ ۸۲۸ و ۸۲۹۔

نہایۃ فی غریب الحدیث۔ ج ۳ ص ۲۷۷۔ [1] فرہنگ آنندراج وغیاث اللغات۔

[?] مفضلیات ص ۵۸۵۔ [2] ر۔ ص ۴۷۳۔

Marfat.com

وجہ عبدالمومن عبداللہ فی قطع من اصطول سبتہ یا خرج علی بن حمود فی سنتہ ۴۰۵ خمسہ وار بع مائتہ من سبتہ الی مالقہ بالقطائع والعساکر و فی ہذا السنتہ خرج المجاہد فی مائتہ وعشرین قطیعنہ کبار وصغار ففتح سردانیہ[1] عبدالمومن نے عبداللہ کو سبتہ کے اصطول کی چند کشتیاں دے کر روانہ کیا یا علی بن حمود سنہ ۴۰۵ میں فوج اور کشتیوں کے ساتھ مالقہ کی طرف نکلا اور اسی سنہ میں چھوٹی بڑی ایک سو بیس قطعہ کشتیوں سے اس نے سردانیہ پر حملہ کیا اور اس کو فتح کیا۔

مقریزی کی اطلاع ہے[2] و فی سنتہ عشر وست مائتہ وصل الدوالی تینس لبشوانیتہ ..... فقدمت الیہا القطاع کانت علی رشد فسار عنہا العدو۔

جب سنہ چھ سو سات میں دمشق نے تنیس پر حملہ کیا تو ان قطائع نے ....
عماد الدین کی روایت ہے[3] واتفق وصول الاسطول فی ستین قطعتہ۔ اس اسطول میں ساٹھ قطعہ کشتیاں تھیں۔ اور آگے ہے واخذ الاسطول من مراکبہ الکبار ست قطع۔ ہمارے اسطول نے ان کے بڑے بڑے جہازوں میں سے چھ قطعہ جہازوں پر قبضہ کر لیا۔ بہاء الدین کے یہاں بھی یہ لفظ اسی معنی میں کئی جگہ آیا ہے[4] مثلاً ایک جگہ ہے کان الفرنج فی ست مائتہ قطعتہ[5] ما بین شانی وطراذۃ وبطستہ و غیر ذلک۔ فرانسیسیوں نے چھ سو قطعہ جنگی جہازوں سے حملہ کیا ان میں شانیہ، طراذۃ وبطستہ وغیرہا قسم کی کشتیاں تھیں۔ عبدالرحمٰن[6] اور تغری بردی نے بھی قطعہ

---

[1] البیان المغرب۔ ج ۱ ص ۳۲۶۔ ج ۳ ص ۱۱۶ [2] مواعظ ج ۱ ص ص ۲۹۳۔ ۳۵۱۔

[3] الفتح القسی۔ ص ص ۱۳۵۔ ۲۵۸

[4] النوادر السلطانیہ ص ص ۳۸، ۶۸

[5] کتاب الروضتین۔ ج ۱ ص ۲۳۵، ج ۲ ص ص ۱۴۸۔ ۱۸۴۔ ۶۰۳۔ ۶۱۵۔

کواسی معنی میں کئی جگہ استعمال کیا ہے[1]

قاموسوں میں کشتی یا جہاز کے ساتھ قطعہ کے اس طرح استعمال کی وضاحت نہیں ملتی۔

لقطیرۃ بروزن جمیلہ : کشتی، قطائر جمع۔

قطر کے معنی ہیں کسی مقام کے اندرونی علاقہ میں جانا۔ کشتی کارخانہ میں تیار ہوتی ہے۔ کارخانہ بہرحال خشکی پر ہوتا ہے۔ کشتی کی اصلی غرض سمندر میں چلنا ہے۔ اس لیے جب کشتی باقاعدہ سمندر میں داخل ہوتی ہے تو گویا وہ اس کے اصلی مقام کے اندر جاتی ہے اس لیے قطیرہ کہلاتی ہے[2]

قدیم معجموں میں یہ لفظ نہیں ملا۔

لقطیعتہ بروزن جمیلہ : جنگی کشتی، قطائع جمع

احمد بن ماجد نے اس کے معنی متعین طور پر نہیں بتائے ہیں[3] کہ یہ کس قسم کی کشتی تھی۔ ابوالفدا نے مغربی بحیرۂ روم کے ایک جزیرہ کی بابت، جو اس کے زمانہ میں۔ آٹھویں صدی ہجری ۔ گمنام سا ہو چکا تھا یہ لکھا ہے کہ تھی مشہورۃ بخروج الشونی والقطائع[4]

قطائع کو شوانی کے مساوی لکھنے سے ایسا ظاہر ہوتا ہے کہ یہ کوئی حربی کشتی تھی

لقفہ بروزن جنۃ : بانس یا اس جیسی کسی نباتی چیز سے بنا ہوا ٹوکرا۔

بانس کی چیپوں سے بنے ہوئے ٹوکرے پر ڈامبر ملا جاتا تھا۔ بصرہ کے مضافاتی نہروں میں آمد و رفت اسی کے ذریعہ ہوتی تھی۔ قفف بکسر اول و فتح ثانی یا قفاف بالکسر جمع[5]

---

[1] نجوم: ج ۶ ص ۳۸۔ [2] تسہیل العربیہ۔ [3] احمد بن ماجد ج ا ورق ۳۵۔
[4] تقویم البلدان ص ۱۹۵۔ [5] دوزی۔

قفہ کے اصلی معنی خشک کر دینا ٹوکرا ہیں۔ مندرجہ معنی اسی کی معنیاتی تبدیلی ہے۔

یہ لفظ دخیل یا معرب نہیں ہے۔

القنجہ بفتح اول وسکون ثانی : لانبی کشتی۔ قناج (بالکسر) قنج بروزن گنج و قنج بروزن کتب جمع

یہ غالباً ترکی لفظ قانچہ کی معرب صورت ہے۔

لغویوں کی[۱] تصریح کے مطابق یہ نوعے از کشتی کہ بدریائے نیل روان شود[۲]

القوف بالفتح : چھوٹی کشتی۔

قاف یقوف قوفاً کے معنی کھوج کرنا ہیں۔ اور قوف کے معنی ہیں کان کی سیپی۔

یہ لفظ سوائے محیط اور وہ بھی حالیہ معجموں کے[۳] دوسری جگہ نظر نہیں آیا۔

اس لیے متعین طور پر یہ بتانا ممکن نہیں کہ کشتی کو کان کی سیپی سے مشابہت کی بنا پر

قوف کہتے ہیں یا اس کے وظیفہ — جاسوس — کی وجہ سے۔ میرا ظن یہ ہے کہ دشمن

کے جہازوں کا کھوج لگانے کے لیے ایک بہت چھوٹی کشتی استعمال ہوتی تھی کہ

فی الجملہ دور بینوں سے اوجھل سی رہے۔ اور اگر یہ قیاس صحیح نہیں ہے تو پھر اس

لفظ کا مولد ہونا بھی ممکن ہے۔

القیار بروزن طیارہ : قیر سے لپی ہوئی کشتی۔ قاریات جمع ابن ھانی اندلسی م ۳۶۲

کی بیت ہے : ؎

وما علموا الیم انّی حاجۃ کملا ؛ و ھم فوارس قاریاتہ السود

بحیرۂ متوسط میں رومی دو ہزار سال سے بحری قزاقی کرنے آرہے ہیں۔ اب

ان کا انسداد ہوا ہے[۴]

---

[۱] دوزی۔ [۲] سوار السبیل۔

[۳] محیط۔ مادہ ق و ف — فرائد ص ۱۹۹۔

[۴] د۔ ص ۲۲۰۔

Marfat.com

معجموں میں اس لفظ کے درج نہ ہونے کی وجہ غالبًا یہ ہے کہ ابن ھانی نے
یہ بطور مجاز استعمال کیا جو زیادہ عام نہ ہوسکا۔ دوسری اور ادبی تاریخ کے
سے زیادہ اہم وجہ یہ ہے کہ عرب لغوی بشار شاعر متوفی ایک سو سٹھ ہجری
بعد کسی شاعر کے کلام کو ایسی خالص عربی نہیں سمجھتے کہ اس سے استناد کریں۔

استہ بکسر اول تخفیف یاء : چھوٹی کشتی۔ قیاریس بفتح اول دکسر رابع جمع۔
یہ غالبًا کسی یونانی لفظ کی تعریب ہے ق ی س کے مادہ سے جتنے لفظ بنے
ان میں سے ایک لفظ بھی ایسا نہیں جو کشتی کے معنی پر دلالت کرے خواہ
بار عقلی کی حیثیت ہی سے کیوں نہ ہو اس سلسلہ میں یہ واقعہ بھی قابلِ غور
یہ کشتی سوائے دریائے نیل اور کہیں چلتی نظر نہیں آئی[1]

روانہ بکسر اول دسکون ثانی وفتح ثانی : رسد بردار کشتی دریائی ٹانڈہ ــــــ
انات جمع۔
یہ لفظ صرف تاریخوں میں آیا ہے۔ اخبار الرسل میں ہے : اقتصر منصور بن جعفر
بر قۃ القیبر والانات[2] دوسری جگہ ہے : دسفن القیبر والانات جانختہ[3]
عربی میں فارسی لفظ کاروان اپنی معرب صورت میں قیروان عباسی دور سے
پہلے سے رائج رہا ہے[4] لیکن رسد بردار کشتی کے معنی میں نہیں بلکہ سواروں
اعت یا قافلہ کے معنی ہیں۔
دریائی یا سمندری ٹانڈہ کے معنی میں مقدسی نے[5] کارونیہ یا کاروانیہ

---

[1] دوزی۔ مادہ ف ل ا اور ق ی س

[2] ار الرسل حوادث سنہ ۲۵۷ ص ۱۸۴۷ ۔

[3] ایضًا ایضًا سنہ ۲۵۸ ص ۱۸۶۶ ۔

[4] سان وتاج۔ [5] احسن۔ ص ۳۰ ۔

Marfat.com

استعمال کیا ہے جو بلحاظ تلفظ اپنی اصل سے قریب تر ہے۔

الکار: چھوٹی کشتی۔ کارات جمع سالم

ابن سیدہ نے[1] الکارات کے معنی دیئے ہیں۔ دریا کے بہاؤ پر آنے والی کشتیاں ان میں کسی ایک مقام پر گیہوں ہوتا ہے۔ لسان و تاج کے مؤلفوں نے ابن سیدہ کے بیان پر کچھ اضافہ کیے بغیر وہی عبارت نقل کر دی ہے[2] ایک فارسی لغت نویس نے[3] اس کا ترجمہ دیا ہے: کشتی ہائے گندم آب در رشدہ۔ بعض حالیہ مؤلفوں نے بھی سوائے نوعے از کشتی اور کچھ نہیں لکھا[4]

اتفاق سے ایک ایسی شہادت ملی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دریائے دجلہ میں چلنے والی سفری کشتی تھی۔ یہ شہادت دلچسپ لیکن قدرے طویل ہے اس لیے یہاں اس کی تلخیص ہی دی جا سکتی ہے۔

عربی زبان کے ایک ممتاز ادیب قاضی علی تنوخی متوفی سنہ تین سو پالیس ہجری اپنا ذاتی واقعہ نقل کرتے ہیں[5]۔

میں واسط جانے کے لیے نکلا تو دوستوں نے کہا دیر عاقول پر[6] ایک قزاق کرخی سے چوکنا رہنا۔ مگر میں بالکل مطمئن تھا کیوں کہ میں اپنا زائچہ دیکھ کر سعد گھڑی نکلا تھا۔ جب میں اپنے غلاموں کے ساتھ دیر عاقول سے آگے بڑھا تو کشتیوں پر سے قریباً ایک سو بٹ مار نمودار ہوئے۔ یہ سب ہتھیار بند تھے۔ اور واسط کی طرف سے آ رہے تھے۔ میرے غلاموں نے ان پر تیر چلانا چاہا تو میں نے انہیں سختی

---

[1] مخصص: ج ۱ ص ۲۹ [2] لسان و تاج۔ ک و ر

[3] فرہنگ انند راج [4] دوزی۔ سوار اسپیل و کنندر مان۔

[5] ارشاد الاریب ج ۱۴ ص ۱۷۸ ترجمہ علی بن محمد تنوخی۔ [6] دجلہ کے مشرقی کنارہ پر مدائن سے دس فرسخ جنوب میں جغرافیہ خلافت مشرقی ص ۴۷۔

Marfat.com

سے روکا مبادا کوئی قزاق مارا جائے تو قصاص میں مرنا پڑے۔ میں نے اپنے اور اپنے غلاموں کے سارے تیروکمان دریا میں پھنکوا دیئے تاہم راہ ماروں نے میری کشتی اپنے گھیرے میں لے لی پھر وہ ہمیں واسط کی طرف لے چلے اثنائے دریا سب کشتیوں کو کنارے سے لگایا گیا اور وہاں یکے بعد دیگر ہر ایک کشتی کا سامان اپنے سردار کی نگرانی میں اُتارنے لگے۔ میری باری آئی تو ان کے سردار نے مجھے دیکھ کر کچھ تامّل کیا پھر اپنے ساتھیوں کو میرا سامان اُتارنے سے منع کیا۔ پھر میری طرف بڑھکر میرا ہاتھ چومنے لگا میں سراپا حیرت! خوف سے کانپتے ہوئے پوچھا یہ کیا بات ہے؟ اس نے فوراً اپنی نقاب اُتاری اور کہا: کیا آپ مجھے نہیں پہچانتے؟ میں حواس باختہ تھا کیا پہچانتا۔ میرے انکار پر اس نے کہا میں اسی کرخی کا بیٹا ہوں جو آپ کا دربان تھا۔ میں آپ کی شفقت کا ممنون ہوں۔ میں نے غور سے دیکھا تو واقعی وہی تھا۔ تعارف سے میری دہشت کم ہوئی تو میں نے اس سے قزاقی اختیار کرنے کی وجہ پوچھی۔ اس نے کہا ہتھیار چلانے کے سوا کچھ اور سیکھا نہیں۔ بغداد گیا۔ فوجی ملازمت کا خواہاں ہوا مگر کسی نے پوچھا نہیں۔ ناچار یہ وطیرہ اختیار کیا۔ حکمراں چاہتے تو میری صلاحیت سے فائدہ اُٹھاتے۔ اب جو کچھ ہوا سو ہوا بتایئے آپ کا مال تو ضائع نہیں ہوا؟ میں نے کہا سوائے تیروکمان کے جو خود میں نے پھنکوا دیئے اور کچھ نہیں گیا۔ اس پر وہ ہنس پڑا اور کہا فمن فی الکارمن تعتنی بہ، اگر کشتی میں کوئی ایسا شخص ہو جس کا مال بچانا چاہتے ہو تو بتاؤ۔ میں نے کہا: میرے نزدیک سبھی برابر ہیں کرخی نے کہا جو مال جا چکا وہ تو واپس ہونے سے رہا۔ جو کچھ بچ گیا ہے وہ آپ لوگوں کا ہے۔ زیادہ سے زیادہ یہ ہو سکتا ہے جو مال ابھی ڈھیر ہوا لیکن تقسیم نہیں ہوا وہ آپ لوگ لے لیں والسلام۔

الکاروینتہ : آبی ٹانٹرہ

قیروانیہ ہی کا دوسرا املا ہے اور اصل سے زیادہ قریب کاروینہ نے استعمال کیا ہے[1] تفصیل قیروانہ میں گزر چکی ہے۔ کاروان۔

الکبک : بڑی کشتی۔

اسپینی لفظ کی تعریب ہے۔ اس کی دوسری شکل شباک ہے۔ (تخ
بائے موحدہ یا بتشدید)[2]

الکراکتہ بفتح اول و بہ تشدید ثانی۔

یہ لفظ اصلاً اسپینی سے ماخوذ ہے[3] ظفرالدین کی تحقیق میں اس کے
ہیں: نوعے از جہاز کہ بداں ریگ از دریا بیروں آرند اگر دریا از ریگ
آمد و رفت جہاز مسدود شود[4]

کرد بکسر کاف عربی و فتح رائے مہملہ : چھوٹی کشتی۔

یہ معنی غیاث الدین نے فرہنگ جہانگیری کے حوالہ سے لکھے ہیں۔

یہ عربی لفظ تو یقیناً نہیں ہے۔ یہاں اس لیے درج کیا گیا کہ ایسے ملا
کی مادری زبان عربی تھی اپنے پیشہ ورانہ زبان میں خالص غیر عربی ال
بھی استعمال کرتے رہے ہیں۔

عرب لغویوں نے طبعاً وہی الفاظ درج کیے ہیں جو فصیح ہوں خا
ہوں یا دخیل و معرب ہو کر اس زبان کا جزو بن چکے ہوں۔

الکلکم بفتحتین : بہت بڑا چینی جہاز۔

ابن بطوطہ کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ایک بہت بڑا چی

---

[1] احسن ص ۳۰ [2] سوار السبیل۔
[3] دوزی دکندرمان [4] سوار السبیل۔

Marfat.com

تھا۔ اس میں متعدد حجرے علیحدہ علیحدہ ہوتے تھے۔ بہت بڑا ہونے کی وجہ سے ایسی بندرگاہ میں نہیں آسکتا تھا جہاں کا سمندر زیادہ گہرا نہ ہو[1]
یہ لکھنے کی شاید ہی ضرورت ہے کہ سوائے ابن بطوطہ کسی اور عربی ماخذ یا معجم میں یہ لفظ نہیں ملا۔ اس کا چینی ہونا یقینی ہے۔

الکلک۔ بفتح اول وثانی۔ ڈونگی۔ کلکات بفتحتین جمع۔

اصلاً فارسی لفظ کلک ہے فارسی میں بفتح اول وسکون ثانی یا بکسر اول وثانی دونوں طرح مستعمل ہے۔ اس کے معنی بُرد، نرسل یا نرکل ہیں چونکہ کم گہری ندیوں کو عبور کرنے کے لیے ایسے ٹوکرے نرکل کے ڈنٹھلوں سے بنائے جاتے تھے۔ اسی لیے بطور مجاز مرسل ٹوکرے ہی کو کلک کہنے لگے[2]
حسب توقع اس کا استعمال زیادہ تر دجلہ وفرات کے دہانوں کے قریب ان کی چھوٹی چھوٹی شاخوں میں ہوتا تھا۔

اس کا عربی مرادف طوف ہے۔ فارسی معجموں میں کلک کو بھی طوف پر قیاس کرکے یہ لکھا گیا ہے کہ خیک ومشک پر بادہ کردہ محکم سرآں بندند وبرآں چوب ونئی وعلف نصب نمایند وبرآں نشستہ دریا را عبور کنند[3]

یہاں فارسی لغویوں سے عدم مشاہدہ کی وجہ سے غلطی ہوگئی ہے۔ خیک (طوف) اور کلک کو ایک چیز سمجھ لیا گیا ہے جو صحیح نہیں معلوم ہوتا۔ بظن غالب کلک اصلاً ترکی ہے۔

کلیان : یہ غلیون کی تصغیر ہے[4] جنگی کشتی۔

---

[1] تحفہ ج ۴ ص ص ۹۴ جاری اور ص ۱۰۳ جاری تا ص ۱۰۹۔

[2] تاج، محیط، بستان، دوزی، وکندرمان۔ الالفاظ الفارسیہ المعربہ ص ۱۳۷، فرائد۔ ص ۳۲۱۔

[3] فرہنگ اندراج۔ [4] دیکھیے مقالہ غلیون۔

ابوتراب نے لکھا ہے کہ[1] سلطان بہادر بندر دیپ کے گرد و نواح میں
سیر و شکار میں مصروف تھا۔ دیکھا کہ یکایک " فرنگ یا غراب بسیارے کہ قریب
بدو بیست برشہ و کلیان و چنگ کہ مراکب بحراست ..." فرنگی (پرتگالی) ان
قسم برشہ و کلیان و چنگ بہت سے غرابوں میں آئے ہوئے ہیں۔ یہ سب جنگی
کشتیاں ہیں۔ ان میں قریباً پانچ تا چھ ہزار سپاہی تھے۔

اس نص سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ہندوستانی غراب کو کشتیوں کی ایک نوع
سمجھتے تھے اور برشہ و کلیان و چنگ اسی کی قسمیں ہیں۔

الکمندوریات : کشتی۔

یہ لفظ صرف ازدی کے یہاں آیا ہے[2] بظاہر تو کمندرۃ کی جمع ہے اور
دونوں عربی نہیں ہو سکتے کہ اس طرح کوئی مادہ عربی میں نہیں آیا۔ نظر بظاہر
کمان۔ دار کی تعریب معلوم ہوتی ہے۔ اگر ایسا ہے تو اس کے دو معنی ہو سکتے
ہیں۔ الف : ایسی کشتی جو کمان سے مشابہ ہو۔ ب : جنگی کشتی جس میں تیرانداز
پہلے معنی قرین قیاس اور دوسرے بعید از قیاس ہے۔ پہلا قیاس بھی صرف
اسی صورت میں قریب بصحت ہو سکتا ہے جبکہ واقعی یہ لفظ کمان دار کی تعریب
ہو۔ ورنہ اس کی اصل کہیں اور دریافت کرنا چاہیئے۔ ایک امکان یہ بھی ہے
کہ کمندر یا کمندور وہی لفظ ہے جو ابن بطوطہ کے یہاں کندرہ کی شکل میں
آیا ہے۔ اور یہاں سہو کتابت ہو۔ کوئی اشارہ یا کنایہ نہ ہونے کی وجہ سے
کمندوریات کی اصل کا پتہ نہیں لگ سکا۔ لعل اللہ یحدث بعد ذلک امراً۔

الکندرہ بضم کاف عربی و دال مہملہ : چھوٹی کشتی۔

ابن بطوطہ نے مالدیپ کے سلسلہ میں اپنا مشاہدہ لکھا ہے۔ کہ دمن عوا

---

[1] تاریخ گجرات۔ ص ۳۲۔ [2] حکایات ابی القاسم۔

Marfat.com

اذا قدم علیھم مرکب ان تخرج الیہ الکنادر وھی القوارب لصغار واحدھا کندرۃ معھم التنبول والکرنبہ یعطی الانسان منھم ذلک لمن شاء من اھل المرکب[1]

خلاصہ مطلب یہ کہ کنادر چھوٹی کشتیاں ہوتی ہیں ۔ اس کا واحد کندرۃ ہے۔ دوسری جگہ خلیج بنگال کے سلسلہ میں ہے اکتری کندرۃ یعنی ایک کندرہ کرایہ پر لیا گیا[2]

بظن غالب یہ کسی ہندی لفظ کی تعریب ہے۔

کیا کمندر اور کمندور کا مسمیٰ ایک ہی ہے؟ اگر ایک ہی ہے تو پھر یہ نتیجہ نکالنے میں کوئی غلطی نہیں معلوم ہوتی کندرہ بحیرۂ تار میں بلکہ اس سے آگے بحیرۂ احمر وقلزم نیز افریقہ کے مشرقی ساحل تک چلتی تھی۔

بہرطور یہ لفظ ہندی پر یمیوں کو تحقیق کی دعوت دے رہا ہے۔

الکوب بالضم : کشتی۔

یہ غالباً فرانسیسی یا اسپینی سے ماخوذ ہے[3]

کورک بضم اول وثالث : کشتی۔

ترکی الاصل لفظ ہے اس میں حرف دوم واؤ کی طرح حرف سوم رائے مہملہ بھی ساکن ہے۔ عربی صحافیوں نے بھی لکھا ہے: ظفرالدین کی تحقیق کے اعتبار سے[4] وہ کشتی جس میں مجرم بطور سزا مفوضہ کام انجام دیں۔

اللاطنتہ : بکسر طائے تازی: کم گہرے پانی میں چلنے والی کشتی لواطن جمع۔ عربی میں ل ط ن کوئی مادہ نہیں ہے۔ اس لیے کسی قدیم قاموس میں اس

---

[1] تحفہ۔ ج ۴ ص ۱۱۹ [2] ایضاً صفحات ۳۵ جاری و ص ۲۰۸

[3] دوزی وکندرمان۔ [4] سوار السبیل۔

Marfat.com

کی تلاش بار آور نہیں ہوگی۔ یہ لفظ زیادہ تر اندلس میں رائج رہا۔ غالباً کسی اسپینی یا فرانسیسی لفظ کی تعریب ہے[1] یا پھر عربی لفظ کی متغیر و مسخ شدہ شکل۔

اللیمان : کشتی

ظفرالدین وضاحت کرتے ہیں[2] کشتی کہ برائے سزا دادن مجرمان معین کردہ باشد اس لفظ کا مقابلہ کورک سے کیجئے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دونوں کی وضاحت کرنے کے لیے ترکی بحریہ کی تاریخ پر تفصیلی نظر ہونی چاہیئے جو ہمارے موضوع سے قطعاً خارج ہے یہاں ان لفظوں کے درج کرنے کا مقصد صرف اتنا تھا کہ عربی بحری اصطلاحوں میں کورک ولیمان بھی کسی وقت داخل ہو گئے تھے۔

الماجشون۔ بضم جیم و شین معجمہ : کشتی۔

ماجشون اصلاً فارسی لفظ ماہ گوں کی تعریب ہے۔

ماہ : چاند، گوں : رنگ لاحقہ بمعنی مشابہت

کشتی کا ہلال سے مشابہ ہونا ظاہر ہے اسی مشابہت کی بنا پر کشتی پہلے پہل بطور کنایہ اور بعد میں بطور اسم ماجشون کہلانے لگی[3]

زبیدی کا بیان ہے[4] کہ جوہری نے اپنی قاموس الصحاح اور ابن منظور نے لسان العرب میں یہ لفظ درج نہیں کیا۔

اس سے غالباً یہ مطلب ہے کہ عربی میں قدیم الاستعمال ہے۔ گو ہمیں تیسری صدی ہجری سے پہلے کی کوئی ایسی قابل وثوق شہادت نہیں ملی جو اس لفظ کی قدامت کو ظاہر کر سکے۔

---

[1] دوزی وکند رمان۔ [2] سوار السبیل۔

[3] الالفاظ الفارسیہ المعربۃ۔ ص ۱۴۳۔

[4] تاج : مادہ م ج ش نیز بستان بر محل۔

Marfat.com

مبطنہ۔ ب ط ن کے باب تفعیل کا اسم مفعول : جان بچانے کی چھوٹی کشتی۔ ضرب من القوارب۔ بطرس کے[1] دیے ہوئے اس لفظ کو دوزی نے نہ معلوم کیوں ترک کر دیا بہر حال کسی اور جگہ بھی یہ لفظ نہیں ملا۔

بطن کے ایک لغوی معنی چھپانے کے بھی ہیں۔ باب تفعیل سے اس کے معنی کپڑے کو استر لگانے کے ہیں کہ وہ اندر کی جانب لگایا جاتا ہے۔ پھر اس کے معنی میں وسعت پیدا ہوئی اور لباس کے اندر نیم آستین وغیرہ جیسا کوئی لباس مراد ہوا کہ وہ اوپر کے لباس کی حفاظت کرتا اور بدن سے لگا رہتا ہے اور سردی سے محفوظ رہنے کے لیے سب سے پہلے اس کو استعمال کیا جاتا ہے[2] جہاز رانی کے سلسلہ میں اس کے معنی جان بچانے والی کشتی کے یوں ہوئے کہ جہاز نشینوں کی حفاظت کے لیے مبطنہ ہی بطور مددگار جہاز کے ساتھ رہتی ہے۔ جہاز ڈوبتا نظر آئے تو جہاز نشین اس کو چھوڑ کر ان کشتیوں میں بیٹھ جاتے ہیں۔

مثلثہ : ثلث کے باب تفعیل سے اسم مفعول : تین مستولوں والا جہاز۔ یہ بھی مقدسی کے مترادفات سفینہ میں سے ہے[3]۔

ابن بطوطہ کی شہادت کے مطابق یہ جہاز بڑے چینی جہاز کے ساتھ رہتا تھا[4]۔

مجونحہ : بفتح میم وجیم، واو ساکن کے بعد نون مکسور حائے حطی مفتوح : کشتی۔

یہ لفظ اخبار الرسل میں اس طرح سے آیا ہے :

وکان ..... واھل القری فی الحربیات والمجونحات[5]۔

فحوائے کلام سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ فوجی ایسی اور دیہی کشتیوں میں اور شہری

---

[1] محیط۔ ب ط ن۔ [2] معاجم متداولہ۔

[3] احسن۔ ص ۳۰۔ [4] تحفۃ ج ۴ ص ۹۲۔

[5] اخبار الرسل الملوک۔ ق س حوادث سنہ ۲۵۵ ص ۱۷۶۱۔

لوگ (یا انتظامی عملہ) مجونخات میں بیٹھے سفر کر رہے تھے۔

ہمارے کسی دوسرے مرجع میں یہ لفظ دکھائی نہیں دیا۔ مادہ ج ن ح سے اس کا تعلق واضح نہیں ہے۔ نظر بظاہر شبہ ہوتا ہے کہ جوالخہ اور مجونخہ شاید ایک ہی مسمّی کے دو اسم ہوں۔

مدرّعة : جنگی کشتی۔

درع کے باب تفعیل کا اسم مفعول۔ یہ لفظ دارعة کے مترادف بطور استعمال ہوا ہے[1]

وجہ تسمیہ "دارعة" میں دیکھئے اور مراکب مُدرّعة سے مقابلہ کیجئے۔

مربع۔ رب ع بمعنی چار کے باب افعال کا اسم فاعل : چار بادبانوں والا جہاز۔

تغری بردی نے لکھا ہے[2] اخذ المسلمون فی سنہ ۸۲۹ھ فی غزوہ قبرس مرکبا مربعًا من مراکب الفرنج اور کچھ آگے مزید صراحت ہے..... المسلمین الخبر بان اربعة عشر مرکبا من مراکب الفرنج...... لقتال المسلمین ــــ منها سبعة اغربة و سبعة مربعة القلاع۔ مسلمانوں کو خبر لگی کہ فرنگیوں کے چودہ جہاز اُن سے جنگ کرنے کے لیے آئے ہیں۔ ان میں سات جہاز از قسم غراب تھے اور سات جہاز چار بادبانوں والے تھے۔

مرزاب۔ بکسر میم بسکون راء مہملہ تیسرا حرف راء معجمہ آخر میں باء بسم اللہ : بڑی لانبی کشتی۔ جمع مرازیب بالفتح۔

رزب کا مادہ چھوٹائی اور موٹائی پر دلالت کرتا ہے[3]۔ مگر یہ غالباً دخیل ہے بہر حال جریر کے شعر میں[4] آیا ہے اس لیے اس کی قدامت میں شبہ نہیں۔

---

[1] محیط المحیط۔ تسہیل العربیہ۔

[2] نجوم نسخہ پاپر۔ ج ۶ ص ۶۰۳ : اربع قطع من مراکب الفرنج، ۶۰۷ و ۶۰۸ : حوادث سنہ ۸۲۹

[3] مقاییس اللغة۔ لسان و تاج رزب ۔ مفر المعرب ص ۲۷۰۔ [4] د۔ ص ۳۶۔

Marfat.com

ینهضن فی کل مخشی الردی قذفٍ ؛ کما لقاذف فی الیمِّ المرازیبُ

اس نے بصیغۂ واحد بھی استعمال کیا ہے[1] حجاج کی مدح میں ہے ۔

سلکتَ لأهلِ البَرِّ برًّا فنِلْتَهُمْ ؛ وفی الیمِّ یا ءَمَّ السفینُ الجوافلُ

تری کلَّ مرزابٍ یَضمَنَّ بهوها ؛ ثمانینَ الفاً ایلَتَها المنازلُ

یہ لفظ سوائے ان بیتوں کے کہیں اور نظر نہیں آیا ۔

مرکب : جہاز ۔

مرکب کشتی کے لیے نہیں بولا جاتا خواہ وہ کتنی ہی بڑی کیوں نہ ہو[2]

بعض لغویوں کی رائے ہے کہ مرکب بمعنی مرکوب یعنی مفعل بمعنی مفعول بہت ہی شاذ بلکہ نادر ہے ۔

مرکب مونث نہ ہونے کے باوجود بعض ملاحوں کی زبان پر مونث ہے[3] لیکن ان کا ایسا استعمال ادب میں قابل سند نہیں ۔

مرکب کی قسم کا نام لینے کی بجائے اس کا کوئی نمایاں وصف بیان کر کے اس کی نوعیت واضح کی جاتی ہے ۔ مرجوعہ مصادر میں اس طرح کے جو جو جہازی اوصاف دریافت ہو سکے وہ یہ ہیں ۔

الف : المراکب الاسطولیۃ[4] فوجی بیڑہ کے جہاز نہ کہ تجارتی بیڑہ کے ۔

ب : المراکب الحربیۃ[4] جنگی جہاز ۔

ج : المراکب الحمالۃ، مرکب حمال[5] مال جہاز، باربردار جہاز ۔

د : المراکب المدرّعۃ[6] بڑے جنگی جہاز ۔

---

[1] د ۔ ص ۱۴۱ ۔ [2] اساس ولسان وتاج ۔ مادہ رک ب ۔ [3] شفار ۔ ص ۲۱۹ ۔

[4] عجائب الہند : ص ص ۲۰، ۳۳، ۱۰۳ و دوزی ۔ تتمہ ۔ رک ب [5] الروضتین ۔ ج ۱ ص ۱۰۰ ۔

[6] الروضتین ۔ ج ۲ ص ۳۷ ۔ تحفۃ : ج ۴ ص ۸، ونجوم : ج ۳ ص ۱۵۱ حوادث ۲۹۲ (باقی حاشیہ ص ۱۴۹ پر)

ہ : المراکب المرؤوس یا مروّس : پیش دار جہاز یعنی جس کا اگلا حصہ کھلا ہوا ہو۔ اگلا حصہ ایک منزلہ۔

وفی سنہ ۸۵۴ فر تمراز فاشتری مرکبًا مروّسًا بالف دینار واشحنها بالسلاح والرجال دسافر الی جہتہ الیمن سنہ آٹھ سو چوّن میں امیر تمراز مصر سے بھاگا ایک ہزار دینار میں ایک پیش دار جہاز خریدا، اس کو بحری حربی آلات سے مسلح کیا بحری سپاہیوں کو نوکر رکھا اور یمن کی طرف روانہ ہوا۔

و : المراکب السفریۃ : سفری جہاز۔

مثلاً تجری المراکب السفریۃ فی البحر الملح الی دیار مصر.... وفیہ کانت تجہز الاساطیل ومراکب الشوانی لحفظ الثغور[۲] یعنی بحر روم میں مسافر جہاز چلتے تھے اور جہازوں کا بیڑہ اور شوانی قسم کے جہاز بھی وہیں تیار ہوتے تھے ان سے سرحدوں کی حفاظت کا کام لیا جاتا تھا۔

ز : مراکب مسافرہ یا مراکب سفریۃ[۳،۴] مسافروں کو لانے لے جانے والا جہاز۔

ح : مراکب مقاتلہ : جنگی جہاز[۵]

ط : المراکب اللطاف۔ چھوٹے جہاز۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۴۹) ۷ الروضتین : ج ۱ ص ۲۳۴ ۔ نزہتہ (قسم المغرب) ص ص ۱۱۲، ۱۷۹، ۱۸۴، ۱۹۳ اور اسی کتاب کی فرہنگ ص ۲۸۸ ۸ محیط المحیط ۔ وتسہیل العربیۃ ۔

حاشیہ صفحہ ہذا:- ۱ النجوم ۔ ج ۷ ص ۲۰۸، ۲۱۰، ۲۱۱

۲ المواعظ ج ۲۔ ص ۳۶ نزہتہ (ص ۸۱) میں قصر نامی ساحلی شہر کے سلسلہ میں بھی المراکب السفریۃ آیا ہے۔ نیز ص ۱۹۳

۳ نزہتہ ص ۱۸۱ و ۱۹۰ و ۱۹۳ ۔ الروضتین : ج ۱ ص ۲۳۵ وتحفہ : ج ۲ ص ۲۵۸

۴ الروضتین ۔ ج ۱ ص ۲۳۵ ۔

Marfat.com

تخرج لیلۃ وتدخل سارقۃ من العدو[1] یعنی ہلکے جہاز رات کے وقت دشمنوں کی نظر سے بچتے ہوئے آتے جاتے ہیں۔

ی : مراکب موقرۃ[2] مال سے لدے ہوئے جہاز۔

آجکل مصر میں کشتی کو بھی مرکب ہی کہتے ہیں لیکن صرف بادبانی کشتی کو[3]

ک : مرکب النار[4] یہ انگریزی لفظ اسٹیمر کا ترجمہ ہے۔ موجودہ عربی میں رائج ہے

مرکبۃ حمولۃ : کرایہ کی کشتی یا ڈونگی[5]

یہ لفظ قدیم نہیں ہے بعد میں بندرگاہوں اور بحری مسافروں میں بکثرت رائج ہوگیا اس لیے مرکبۃ حمولۃ قدیم قاموسوں میں نہیں پایا جاتا۔

مرکب "حمالۃ" مال کشتی[6]

مورخوں نے مال کشتی کے لیے درج بالا لفظ کے سوا۔

الف : مرکب حمالۃ

ب : مرکب حمال بھی استعمال کیا ہے[6]

المرمۃ : بحرکات ثلاثۃ تیسرا حرف میم مشدد کشتی۔

یہ لفظ صرف مقریزی کے یہاں ملا۔ معنی ٹھیک ٹھیک متعین نہیں ہو سکے مقریزی نے جہاں جہاں یہ لفظ استعمال کیا ہے وہ اس طرح ہے:

صلاح الدین ایوبی (م ۵۸۹) کے زمانہ میں حروب صلیبیہ کی بحری لڑائیوں کے بیان میں ہے ... فبعث اللہ ریحاً قطعت مراسی مرمۃ الفرنج[7] یعنی ہوا بہت زور سے چلی اور اس نے فرنگیوں کے مرمۃ کے لنگر توڑ دیئے ... واتفق مع ذلک

---

[1] الروضتین۔ ج ۱ ص ۱۵۹ [2] اخبار الرسل۔ حوادث ۲۷۱۔ نجوم ج ۲ ص ۲۹۷

[3] تہذیب الالفاظ العامیہ ص ۱۲۰ [4] محیط۔ مادہ ن ور۔ [5] دوزی ح م ل

[6] دوزی ح م ل۔ [7] المواعظ ج ۱۔ ص ۳۴۹۔

وصول مرمۃ عظیمۃ للفرنج فی البحر حولھا عدۃ حراقات تحمیھا[۱] اتفاقاً اسی زمانہ میں فرنگیوں کی ایک بہت بڑی مرمۃ سمندر میں پہنچی۔ چند حراقات چاروں طرف سے اس کی حفاظت کر رہے تھے۔

احترقت للفرنج مرمۃ عظیمۃ فی البحر[۲] فرنگیوں کی ایک بہت بڑی مرمہ کو سمندر میں آگ لگ گئی۔

مرمۃ کے لغوی معنی ہیں کھردار جانوروں کا ہونٹ۔ ظاہر ہے کہ اس سے مرمۃ بمعنی کشتی کا کوئی تعلق نہیں ممکن ہے عربی میں دخیل ہو۔

مسبحیّہ : کشتی۔

مادہ س ب ح کے باب تفعیل کا اسم فاعل یا اسم مفعول بشرطیکہ یہ لفظ عربی ہو۔ عربی ہونے کی صورت میں یائے نسبتی کی کوئی تاویل سمجھ میں نہیں آتی۔ یہ بھی خیال رہے کہ یہ لفظ سوائے مقدسی کے کسی اور جگہ نظر نہیں آیا۔ حتّٰی کہ قاموسوں میں سفینہ کے معنوں میں بطور مجاز بھی نہیں ملا[۳]۔

مسحاج : س ح ج باب فتح سے اسم فاعل بصیغہ مبالغہ بمعنی آہستہ آہستہ چلنے والا جانور : مجازاً کشتی۔

کشتی کے معنی میں صرف قطامی نے[۴] اس طرح باندھا ہے :

اوفی علی متن مسحاجٍ تَقَدّ بہ ؛ غوارب الماء قد الفت بہ قَدَما

جوفاء مطلیۃٍ قاراً اذا اجتنحت ؛ بہا غواربہ تحمنّہا قُحَما

کسی اور مرجوعہ ماخذ میں مسحاج بمعنی کشتی نہیں آیا۔

مسخّرہ : مادہ س خ ر کے باب تفعیل کا اسم مفعول کشتی۔ مسخرات۔ جمع سالم اِخطل

---

[۱] المواعظ ج ۱۔ ص ۳۵۲ [۲] المواعظ ج ۱۔ ص ۳۵۷۔

[۳] احسن ص ۳۱ - [۴] د : ص ۶۹۔

Marfat.com

کے شعر ہیں[1]۔

نفارقن الخلیط علی سفین ؛ یشق بھن امواجاً صعابا
تری الملاح محتجزاً بلیف ؛ یزم بھن آجاماً وغابا
اذا اللتبان قلّص عن مشیلح ؛ مدفن ولم یردن لہ عنابا
یعن الماء تحت مسخرات ؛ یصلک القار والخشب الصلابا

کشتی کے لیے سخرہ اگرچہ عام لفظ نہیں ہے لیکن جہاز یا کشتی کے چلنے اور اجرام فلکی کے فضا میں تیرنے و رواں ہونے سے اس لفظ کا خصوصی تعلق ضرور ہے مثال کے طور پر تنزیل کی مندرجہ ذیل آیت اور اس کی تفسیر ملاحظہ ہو" وسخر لکم الفلک الخ[2]
تنزیل میں اجرام فلکی کے لیے جہاں جہاں سخرّ آیا ہے وہ بھی قابل غور ہے۔

مسطح : س طح (باب فتح) کا اسم آلہ : کھلا ہوا بغیر چھت کا جنگی جہاز۔
صلیبی محاربوں کی بحری جنگوں کے سلسلہ میں یہ لفظ بار بار آیا ہے مثلاً مقریزی کے یہاں ہے:" وظفر المسلمون بمسطح للفرنج فی البحر فیہ مقاتلۃ[3] یعنی مسلمانوں نے سمندر میں فرنگیوں کے ایک مسطح پر قبضہ کر لیا جس میں سپاہی تھے۔
یوسف بن شداد کی عبارت ہے : سنہ پانسو ستاسی میں خبر ملی کہ ان الاسطول الاسلامی استولی علی مراکب الافرنج وفیہا مرکب یعرف بالمسطح۔ قیل انہ کان فیہ خمس مائۃ نفر وزائد علی ذلک..... اسلامی بیڑہ فرنگیوں کے جہازوں پر غالب آیا۔ ان میں مسطح قسم کا جہاز بھی تھا۔ کہتے ہیں کہ اس میں پانسو بلکہ اس سے کچھ زائد نفر تھے۔

[1] د: ص ۵۲ و ۵۳۔ [2] سورۂ ابراہیم ۱۴ آیت نشان ۳۲
[3] مواعظ ج ۱ ص ۳۵۶ و ج ۲ ص ۳۶۰ و ۳۷۳ [4] النوادر السلطانیۃ۔ ص۔ ۱۸۹۔ الروضتین میں بھی یہی روایت بیان ہوئی ہے۔ ج ۲۔ ص ۱۹۴۔

Marfat.com

مسطح دراصل فرانسیسی لفظ (DOCK FLOTTANT) داک فلوتان
کا لفظی ترجمہ ہے۔

مصباب : کشتی

ابن سیدہ نے[1] مصباب کے مندرجہ صدر معنی دے کر کسی ہذلی شاعر کا درج ذیل شعر نقل کیا ہے۔

والجنّ لم تنہض بما حمّلتنی ، ابداً ولا المصابُ فی الشوم

مجھے مطبوعہ کلیات الھذلیین میں یہ بیت نہیں ملی۔ بہر طور عربی لفظ صب مضاعف باب نصر معنی پانی گرانا اور باب ضرب سے پانی گرنا ہیں۔ مصباب اسم آلہ نہیں ہو سکتا کیونکہ اس صورت میں اس کے معنی پانی بہانے والا ہوں گے۔ اور کشتی پانی نہیں بہاتی اس لیے باب ضرب اسم مبالغہ ہونا چاہیے جس کے معنی بہت بہنے والا ہوں گے کشتی سے ان معنی کی مناسبت ظاہر ہے۔

خیال رہے کہ ہذلی کے یہاں مصباب بمعنی کشتی محض مجازاً آیا ہے۔ مصباب اسم جنس نہیں ہے ورنہ قاموسوں میں اس طرح کی صراحت ہوتی۔ والعلم عند اللہ۔

المصریۃ : کشتی مصاری جمع

یہ لفظ صرف ابن بطوطہ نے استعمال کیا ہے[2] نص یہ ہے: لما حان وقت السفر الی الصین جھز لنا السامری جنکاً من الجنوك الثلاث عشر التی بمرسی قالقوط كان وكيل الجنك سليمان الشامی نقلت له اريد مصرية لا يشاركنی فيها احد نقال لی! ان تجار الصين قد اكتروا المصاری ذاهبين وراجعين ولصهری مصرية اعطيكها لكنّها لا سنداس فيها۔ جب چین جانے کے لیے بحری سفر

[1] المخصص۔ ج ۱۰ ص ۲۶۔

[2] تحفہ۔ ج ۴ ص ۹۴ نیز روزی۔ نسخہ۔

کا وقت آیا (یعنی سمندر ساکن ہوا) تو راجہ سامری ان نیرہ جنکوں میں سامان بھروانے لگا جو اس وقت کالی کٹ کی بندرگاہ میں موجود تھے۔ ان جنکوں کا وکیل (دلال) سلیمان شامی نامی تھا میں نے اس سے کہا کہ مجھے ایک ایسی مصریہ کشتی چاہیے جس میں میرے ساتھ کوئی اور نہ ہو۔ اس نے کہا کہ چین کے تاجر جملہ مصاری کرایہ پر لے چکے ہیں۔ انہوں نے دوطرفہ کرایہ بھی دے دیا ہے البتہ میرے داماد (بہنوئی یا خسر) کا ایک مصریۃ ہے وہ میں تمہیں دے سکتا ہوں مگر اس میں سنداس نہیں ہے۔

جیسا کہ اوپر بتایا گیا یہ لفظ کسی قاموس میں ملا اور نہ کسی تاریخ و جغرافیہ میں اس لیے اس کی اصلیت کا کچھ پتہ نشان نہیں ملا۔ لفظ سے بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شاید کوئی ایسی کشتی ہو جس کا تعلق مصر سے ہو اور اس وقت یہ کشتی جنوب مغربی ہند میں عام ہو اور اس وقت صرف مصریہ بولنے سے مخاطب اس کے مدلول سے واقف ہو جاتا ہو۔ واللہ اعلم۔

المعبّدۃ : قیر ملی ہوئی کشتی۔

عبد کے باب تفعیل کا اسم مفعول۔ روندا ہوا راستہ۔ ذلیل کی ہوئی شئی۔ لبشر کا شعر ہے :-

معبّدۃ السقائف ذات دسر ، مضبّرۃ جوانبہا رداح

اس کی شرح میں لکھا ہے[1] معبدہ کے معنی ہیں مقیرۃ۔

اسی شعر کی ایک دوسری روایت میں مضبرۃ کی بجائے مقیرہ ہے[2]

ع ب د سے جتنے لفظ آئے ہیں ان سے قیر کا کوئی تعلق سمجھ میں نہیں آیا اگر شعر کی دوسری روایت ہی صحیح ہے تو پھر معبّدہ کے معنی مقیرہ لینے کی کوئی وجہ نہیں

---

[1] تاج، محیط و لبنان۔ مادہ ع ب د۔ فرائد ص ۴۲۷

[2] لسان و تاج مادہ س ق ف۔

Marfat.com

معلوم ہوتی۔

ہو سکتا ہے کہ معبدہ دخیل ہو مگر اس کی طرف راہ نمائی کے لیے کوئی واضح نہ سہی خفیف سا اشارہ بھی نہیں نکلتا۔

یہاں شاید ہی یہ کہنے کی ضرورت ہے کہ معبدۃ کے معنی قیر ملی ہوئی کشتی سوائے معجموں کے کہیں اور نہیں ملے۔

المعبرۃ : دریا پار کرنے والی کشتی۔ معابر جمع

عبر کا اسم آلہ ہونے کی وجہ سے ہر وہ شئی جس کے ذریعہ خندق یا ندی پار کی جائے۔ مگر محاورہ میں دریا عبور کرنے کے لیے معبر کا استعمال مخصوص سا ہو گیا ہے۔ یہ لفظ ان معنی میں قاموسوں کے علاوہ[1] قدیم تاریخوں میں بھی آیا ہے۔ مثلاً طبری نے کہا ہے[2] کہ خرج الموفق (متوفی دوسو اٹھتر) لحرب الزنج....... ومعہ الشذا والسمیریات والمعابر للرجالۃ۔ موفق زنجیوں کی بغاوت فرو کرنے کے لیے نکلا..... اس کے ساتھ شذا و سمیریات جیسی کشتیوں کے سوا پیدل فوج کے لیے معابر تھے۔

المستعام : سمندر یا دریا میں چلتا ہوا جہاز۔

عوم کے باب استفعال سے ظاہر ہے کہ وہی معنی ہوں گے جو لغویوں نے لکھے اور جو اوپر درج ہوئے[3] کیونکہ چلتا ہوا جہاز گویا اس کے مسلسل تیرتے رہنے کی کوشش ہے۔ اس لحاظ سے ساکن جہاز مستعام نہیں کہلائے گا خواہ وہ بندر میں کھڑا ہو یا سمندر میں۔

لغوی لحاظ سے ضروری نہیں کہ مستعام سمندر میں تیرنے یا چلنے والی شی جہاز

---

[1] لسان المخصص ج ۱۰ ص ۲۶۔ مقدمۃ الادب ص ۵۳۔ احسن ص ۳۱۔ [2] اخبار الرسل حوادث سنہ ۲۶۷ ج ۱۱ ص ص ۲۰،۲۶۶،۲۶۹۔ ط مصر۔ [3] تاج، اقرب الموارد، محیط لبنان۔

Marfat.com

ہی ہو۔ مستعام کے معنی ہوں گے ہر وہ شئ جو پانی میں سواری کا کام دے۔ خواہ وہ جانور ہو یا لکڑی۔

معجموں کے سوا دوسرے ماخذ و مصدر میں مستعام نظر نہیں آیا۔

المساری : بالکسر مساریات جمع : کیلے لگی ہوئی کشتی۔

یہ کشتی کی وہ قسم معلوم ہوتی ہے جس کے تختے کیلوں سے جوڑے جاتے تھے مساری کو ان کشتیوں سے میز کیا جاسکتا ہے جن کے تختے تسموں سے باندھے جاتے یا لکڑی کی کیلوں سے جوڑے جاتے یا بھر ناریل کے پھڑوں سے بٹی ہوئی رسیوں سے سیئے جاتے تھے کیونکہ لوہا استعمال کرنے سے اس کے جلد زنگ خوردہ ہونے کا اندیشہ لگا رہتا تھا۔ مسعودی نے لکھا ہے[1] مراکب البحر الرومی والعرب کلھا ذوات مسامیر مراکب البحر الحبشی لا یثبت فیہا مسامیر الحدید لان ماء البحر یذیب الحدید ترق المسامیر فی البحر فتضعف فاتخذ اھلھا الخیاطہ باللیف (من النارجیل) بدلا فیھا وطلیت بالشحم والنورۃ۔

مسمار : سمر کا اسم آلہ بمعنی کیلا معروف ہیں۔ لفظ سے تو ایسا ہی ظاہر ہوتا ہے جیسا کہ تشریح میں گزرا۔ ابن ماجد نے مساری کا لفظ کئی جگہ استعمال کیا ہے[2] اور زین الدین نے بھی مساری کا ذکر بار بار کیا ہے مثلاً وہ لکھتا ہے کہ سنہ ۹۰۶ میں پرتگالی ملیبار آئے سب کے سب مساریات میں بیٹھے ہوئے تھے[3]۔

طیال بالکسر : جہاز جس کی چھت نہ ہو۔

یہ معنی صرف ایک ہی کتاب میں ملے۔ اور وہ بھی ترجمہ سے[4]۔

---

[5] مروج۔ ج ۱ ص ۳۶۵، ج ۸ ص ۱۲۸ [2] ابن ماجد۔ ج ۱ ورق ۳۵، ۴۲، ۴۳، ۴۳، ۴۷، ۷۹۔ [3] تحفۃ المجاہدین۔ ص ص۔ ۲۳، ۲۴

[1] عجائب الہند۔ صفحات ۳۶، ۸۵، ۸۶، ۹۰

عربی لفظ طول کے مشتقات سے اس کا تعلق سمجھ میں نہ آسکا۔ قاموسوں میں برمحل تلاش سے یہ لفظ نہیں مل سکا۔ اصل کی دو نقلیں یہاں بطور نمونہ درج ہیں:-

الف: وکان معہ رجلؒ فی مطیال

ب: وسلمت فی ذالک المطیال

ان سے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ جہاز یا کشتی ہی کا کوئی حصہ ہے۔

المعاش: لانبی کشتی جو نیل کے چڑھاؤ کے وقت اناج منتقل کرتی ہے۔ جہاز پر بار کی ہوئی اشیاء (غالباً اناج ہی) بھی معاش کہلاتی ہیں[1]۔

عیش کے معنی حیات و زندگی۔ زندگی کا انحصار روٹی پر، اس لیے مصر میں آج کل (بیسویں صدی) روٹی کو عیش۔ لغت دارجہ میں بالکسر۔ ہی بولتے ہیں روٹی کا ذریعہ معاش۔ اس لیے علی التوسّع والتجاوز ایسی کشتی جو خوراک مہیا کرتی ہے معاش کہلائی۔

دوسرے معنی بھی عیش کے معنی کی وسعت ظاہر کرتے ہیں۔ سوائے معجم کے ہمارے دوسرے مصادر میں یہ لفظ ان معنی میں نہیں آیا۔

المعدیۃ: بالفتح و بکسر دال مہملہ و بہ تشدید یار: چھوٹی کشتی۔ معادی جمع۔ عدو۔ دوڑنا کا اسم ظرف مکان معدی (دوسری یا نسبت کے لیے) قیاس چاہتا کہ کشتی کے معنی میں اسم آلہ ہونا چاہیئے تھا۔ مگر شاید محاورہ اسم ظرف چل پڑا لیکن اقرب الی القیاس یہ ہے کہ اصلاً ظرف مکان ہی تھا کہ کشتی بہرحال ایک مقام ہے جہاں سے کوئی روانہ ہوتا ہے۔ خالص لغوی ظرف مکان بھی ساتھ ہی ساتھ رائج رہا۔ چنانچہ فسطاط سے آگے دریائے نیل کے کنارہ وہ مقام اب بھی معدیۃ ہی کہلاتا ہے جہاں سے قدیم زمانہ میں کشتیاں روانہ ہوتی تھیں۔

---

[1] دوزی۔ تحت اللفظ۔

Marfat.com

ابن بطوطہ نے[1] ایشیائے کوچک کی معدیہ کے متعلق لکھا ہے کہ معدیہ چار لکڑیوں کو ایک دوسرے سے مربوط کر کے بناتے ہیں۔ اس پر گھوڑوں کی زینیں اور دوسرا اسباب ڈالتے ہیں پھر اس کو چند اشخاص رسی سے باندھ کر ندی کے دوسرے کنارہ سے کھینچتے ہیں۔ اس وقت اس پر چند آدمی بھی سوار ہو جاتے ہیں۔ جانور البتہ تیرتے ہوئے گزرتے ہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ یہاں کشتی سے مشابہ چیز کو معدیہ کہا جاتا تھا لیکن ادریسی کی شہادت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ ایک چھوٹی کشتی ہی تھی۔ وہ لکھتا ہے[2]

بحر تنیس زیادہ گہرا نہیں ہے اس میں معادی کے ذریعہ سفر کر سکتے ہیں۔ اس سمندر میں دو کشتیاں ایک دوسرے کے مخالف سمت میں چلتی رہتی ہیں حال آں کہ ہوا ایک ہی رُخ نہیں چلتی اس کے باوجود ان کے بادبانوں میں ہوا بھری رہتی ہے مملوۃ القلاع بالریح۔ ان دونوں کشتیوں کی رفتار ایک دوسرے کے مخالف سمت روانہ ہونے کے باوصف یکساں ہی رہتی ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ معدیہ کے بادبان بھی ہوتے تھے۔

ابن بطوطہ نے[3] یہ بھی بتایا ہے کہ اس نے دریائے سندھ معدیہ ہی کے ذریعہ عبور کی تھی۔ اور یہ کہ امروہہ کے قریب افغان پور میں معدیہ نہیں ملا بلکہ خود وہاں کے لوگوں کی مدد سے اس کے ساتھیوں نے چند لکڑیوں اور ایسی چیزوں سے من الخشب والنبات سے ایک معدیہ تیار کر لی۔

دریائے نیل بھی عموماً معدیہ ہی کے ذریعہ عبور کیا جاتا تھا[4] یہ بات قابل غور

---

[1] تحفۃ۔ ج ۲ ص ۳۲۶۔ نیز ج ۴ ص ص ۱۳۶، ۱۸۸ اسی جزو کے ص ص ۱۷۰ و ۱۸۶ پر ہے بسیلون یعنی معدیہ بانس اور لکڑیوں سے بنایا جاتا تھا۔ [2] نزہتہ۔ ص ۱۵۷

[3] تحفۃ ج ۳ ص ص ۳۵۹۔ ۳۷۰۔ ج ۴ ص ۱۸۷ [4] رحلۃ ابن جبیر ص ۴۴

Marfat.com

ہے کہ متعدد جغرافیہ نویسوں وغیرہ کے یہاں معدیہ کے معنی متعین و معروف ہونے کے باوجود قدیم قاموسوں میں یہ لفظ ہی نہیں ملتا۔ صرف جدید قاموسوں میں ملتا ہے[۱] خفاجی نے اس کو دخیل مانا ہے۔

المعونۃ : کشتی۔

عون کے معنی مدد معروف ہیں۔ معونۃ کے معنی مدد پہنچانے والی کشتی کے ہوں تو مفعولہ بمعنی فاعلۃ ہے ایسا استعمال غریب بھی نہیں ہے[۲]

افسوس ہے کہ معجم میں معونۃ کی کوئی برائے نام صراحت بھی نہیں ملی۔ کسی اور ماخذ و مصدر میں بھی یہ لفظ نظر سے نہیں گزرا کہ سیاق و سباق سے اندازہ لگایا جا سکے کہ معونہ کس قسم کی کشتی تھی۔

المعیّنۃ : ایک مصری کشتی غالباً حربی۔

مندرجہ معنی تغری بردی کے یہاں سے ماخوذ ہے[۳]

کتاب کے مصحح نے مُعَیّنۃ پر اعراب لگائے ہیں اور یاء کو مشدد کیا ہے اس صورت میں یہ ع ی ن کا باب تفعیل ہے۔ کشتی جو بوقت ضرورت امداد کے لیے حربی اہمیت کے مقام پر کھڑی رہے۔

یہ لفظ تغری بردی نے سنہ ۸۲۹ کے حوادث قلم بند کرتے ہوئے بھی لکھا ہے

المعینۃ : کشتی۔ کوتل کشتی۔

ابن عساکر کی تاریخ کا ایک مخطوط متحف برطانیہ میں ہے اس کے ایک یا دو صفحے چھپے ہیں[۵] اس میں ہے : ...... مرکب بین محرقات و قوادس نیہلہ الخز ائن من کسوۃ مصر والمعینات فیھا المقاتلۃ۔ یہ واقعہ سنہ ستانوے (۹۷

---

[۱] دوزی تمہ [۲] شفاص ۲۱۹ [۳] تسہیل العربیہ۔ مادہ ع ون [۴] نجوم۔ پاپر: ج ۶ ص ۶۰۰ حوادث ۸۲۹ [۵] الملاغ نامہ مدرّ استشراق دافریقہ بابت ۱۹۵۹ ، حصہ دوم ص ۳۵۲۔

کا ہے م ع و ن کے باب افعال سے ہو تو۔

الملفقۃ: ایسی کشتی جس کی ساخت میں کیلے استعمال نہ ہوں۔

ملاحوں کی زبان میں ملفقہ کا استعمال اس ناؤ کے مقابل بھی ہوتا ہے جو ایک شہتیر سے بنتی ہے[1]

یہ لفق باب سمع سے مزید فیہ باب تفعیل کا اسم مفعول ہے۔ لفق سے معنی ہیں۔ چادر جیسے کپڑے کا ایسا ٹکڑا جو دو ٹکڑوں سے ملا ہوا ہو خواہ وہ سلنے کی وجہ سے ہو یا گرہ لگانے کی وجہ سے بہر طور دونوں کا ایک دوسرے سے مصنوعی طور پر ملا ہوا ہونا ضروری ہے[2]

ملاحی اصطلاح سے لغوی معنی کا تعلق ظاہر ہے۔

الملقوطنۃ: کشتی

ل ق ط باب نصر سے معنی ہوں گے افتادہ۔ پڑی ہوئی ان معنی سے کشتی کا تعلق ظاہر نہیں ہوتا۔ یہ اصطلاح صرف بشاری مقدسی کے یہاں بطور فہرس اسمائے سفینہ[3] آئی ہے۔ کچھ نہیں بتایا جا سکتا کہ یہ لفظ کس علاقہ میں کس قسم کی کشتی کے لیے بولا جاتا تھا

الماخر یا المواخر: جہاز، الماخرۃ: کشتی۔ مواخر جمع۔

تنزیل میں مواخر دو جگہ آیا ہے[4] وتری الفلک مواخر[5]

حسب توقع اکثر مفسروں نے اپنے اپنے ذوق و فہم کے اعتبار سے مواخر کی تفسیر کی ہے۔ ان سب اقوال کا خلاصہ یہ ہے کہ جہاز و کشتی کے علاوہ مواخر بطور حال (صفت) بھی مستعمل ہے۔ ایسی صورت میں اس کے معنی بھرے ہوئے لدے ہوئے پانی یا ہوا

---

[1] دوزی تحت اللفظ۔ [2] لسان و تاج و محیط۔

[3] احسن۔ ص ۳۰۔ [4] سورۃ النمل۔ آیت نشان چودہ۔

[5] سورۃ الملائکۃ: فاطر آیت نشان بارہ۔

کو چیرنے والے ہوتے ہیں۔ جار مجرور "فیہ" کی تقدیم و تاخیر پر نظر رہے تو استعمال کا اک فرق واضح ہو گا[1]

ماخرہ کے معنی متعین کرنے میں لغویوں نے بھی شرح و بسط سے کام لیا ہے[2]
جیوفری کی تحقیق اقرب الی الصواب معلوم ہوتی ہے کہ یہ لفظ عربی میں اکادی زبان سے آیا ہے[3]

"قاموسوں میں مواخر کے معنی بتاتے ہوئے کوئی قابل وثوق شاہد نہیں دیا گیا اتفاق سے ہمیں یاقوت کے یہاں صحابی رسول اللہ صلعم نعمان بن بشیر کے بھائی کی درج ذیل بیت ملی[4]

تحمان من وادی العشیرۃ عدوۃ ؛ الی ارض عوم کا سفین المواخر

مزید شاہد کی ضرورت نہیں تاہم ابن ہانی اندلسی کی ایک بیت بے موقع نہیں معلوم ہوتی

ذلك الجواری المنشات مواخرا ؛ تجری بامرك والریاح رخاءُ

احمد بن ماجد نے ماخر ماخرہ یا مواخر نہیں بلکہ صرف مُخر بفتح میم وخائے معجمہ بمعنی کشتی استعمال کیا ہے[5]

مرسی بصیغہ مفعول : لنگر ڈالا ہوا جہاز
گو یہ صرف ابن جبیر کے یہاں [6] ہے مگر بظاہر اس سے مخصوص نہیں معلوم ہوتا۔
المکیتہ : حاجیوں کو لے جانے والی کشتی۔
یہ لبناری مقدسی کے مترادفات سفینہ میں ہے[7] احمد بن ماجد نے ایک جگہ مراکب الہرموز و المکی لکھا ہے[8]

[1] مثلاً الجامع لاحکام القرآن ج ۱۰ ص ۸۹ و ج ۱۴ ص ۳۳۵۔ [2] جمہرۃ۔ ج ۲ ص ۲۱۵۔ مخصص ج ۱۰ ص ۲۶۔ اساس۔ الفائق ج ۳ ص ۱۳۔ مقدمہ الادب ص ۱۷۸۔ مقاییس و لسان و تاج۔
[3] فارنہ و کابری [4] یاقوت۔ مقالہ عُوم ج ۳ ص ۷۴۷۔ [5] د۔ ص ۲۶۔ (باقی حاشیہ صفحہ

ان دونوں ماخذوں سے ایسا ظاہر ہوتا ہے کہ مکیتہ باعتبار ساخت کسی کشتی کا اسمِ جنس نہیں بلکہ وصفی نام ہے جو ہر اس کشتی کے لیے کہا جا سکتا تھا جو عموماً کسی مقام سے حاجیوں کو مکہ کی بندرگاہ پر اتارے۔

عام بول چال میں ایسا تجاوز قریباً ہر مایہ دار زبان میں پایا جاتا ہے۔

الملاست : (؟) کشتی

یہ لفظ صرف حکایۃ ابی القاسم میں آیا ہے[1] اس کتاب کا صرف ایک ہی نسخہ پایا گیا اس لیے املائی توثیق بھی نہیں ہو سکی۔ یونانی لفظ مالس (بضم لام) کے معنی کالا ہیں کشتی پر تیر ملی جاتی تھی اس لیے مجازاً "کشتی کو عربی لہجہ میں مالستہ کہا جا سکتا ہے۔ مگر یہ محض ایک اٹکل ہے البتہ اس کا غیر عربی ہونا اقرب الی الصواب معلوم ہوتا ہے۔

الموسوق : لدا ہوا جہاز۔

وسق از باب ضرب کے ایک معنی جہاز وغیرہ میں سامان لادنا بھی ہیں[2] اسی کا اسم مفعول موسوق بمعنی جہاز مستعمل ہے اگرچہ جہاز یا کشتی ہے اس کی کوئی لغوی تخصیص نہیں ہے تاہم ملاحوں کی بولی موسوق سے مراد عموماً جہاز ہی ہوتا ہے۔

ن ش ء مہموز اللام فعل لازم کے معنی اٹھنا، اونچا ہونا، بڑھنا۔ پرورش پانا معروف ہیں۔ اس کے باب افعال سے انشا فعل متعدی بھی معروف ہے تنزیل میں مجرد و مزید فیہ کئی بار آیا ہے ازاں جملہ سورۃ الرحمان کی چوبیسویں آیت ہے: ولہ الجوار المنشآت فی البحر کالاعلام۔ یہاں منشآت بفتح شین معجمہ کے معنی ہیں اٹھے ہوئے بادبان

بقیہ حاشیہ:- [4] احمد بن ماجد۔ ج ۱ ورق ۷۸۔ [5] تذکرۃ بالاخبار ص ۳۲۳۔
[6] احسن ص ۳۱۔ [7] احمد بن ماجد ج ۱ ورق ۶۱، ۷۸۔

حاشیہ صفحہ ہذا: [1] حکایۃ ابی القاسم۔
[2] تسہیل العربیہ (المنشآت۔ کشتیاں جنکے بادبان کھلے یا اٹھے ہوئے ہوں۔)

یہ الجوار بمعنی کشتیاں کی صفت ہے۔ لغویوں نے صراحت کی ہے کہ اگر کشتیوں کے بادبان اُٹھے کھلے نہ ہوں تو انہیں منشئات نہیں کہا جائے گا۔[1]

منشأت ہر چند کہ کشتیوں کے معنی میں بالوضاحت نہیں آیا ہے اور نہ اس کا واحد ہی مستعمل ہوا تاہم عرب ادیب اس کو بطور اسم صفت بصیغہ جمع استعمال کرتے ہیں۔ جاحظ کا ایک جملہ ہے: واولاد الملاحین الذین ولدوا فی السفن الکبار المنشأت العظام لا یخاف الآباء علیھم ان یغرقوا فی الماء[2] یعنی ملاحوں کے بچے بڑی بڑی کشتیوں اور منشأت عظیم ہی میں پیدا ہوتے ہیں، ان کے والدین کو ان کے ڈوبنے کا خوف نہیں ہوتا کہ سمندر کے احوال ان کے لیے نئے نہیں لیکن ایسا استعمال بہرحال ادبی زبان تک ہی محدود رہا۔

النواشی: کشتیاں۔

یہ لفظ صرف ایک ماخذ میں اسی طرح ملا: تونس ..... وتَرِدُ الیہ تصل المراکب الحمالہ والنّواشی والحرابی وترسی ھناك[3] یعنی وتورواقع تونس میں بار بردار اور نواشی نیز جنگی کشتیاں لنگر انداز ہوتی ہیں۔

ممکن ہے کہ اس لفظ کا مادہ ن ش ر ہو مگر مجھے میرے مستعملہ معاجم کے منطان میں یہ لفظ ان معنی میں نہیں ملا۔

الناصفة: کشتی

ن ص ف مادہ اور اس کے جملہ مشتقات میں آدھے کے معنی لازمًا ہوتے ہیں خواہ وہ کسی باب سے آئے لغت میں ناصفہ کے معنی ندی کا درمیانی حصہ ہیں۔ نواصف

---

[1] معاجم متداولہ کے علاوہ کوئی سی مفصل تفسیر دیکھی جا سکتی ہے جیسے مثلًا الجامع لاحکام القرآن ج ۱۷، ص ۱۶۴۔ یہ لفظ حدیثی کتابوں میں بھی آیا ہے جیسے مثلًا صحیح بخاری کتاب التفسیر سورۃ الرحمٰن النہایۃ فی غریب الحدیث ج ۳۔ ص ۲۰۷ [2] حیوان ج ۷، ص ۲۵۔ (باقی حاشیہ صفحہ ۱۶۵ پر)

اس کی جمع ہے۔

ناصفۃ کے دو معنی اور دیئے گئے ہیں الف: پتھر جو وادی (یا ندی) کے بلند حصوں کے درمیان ہوں ب: وادی کا چوڑا حصہ جہاں روئیدگی ہوتی ہے۔

طرفہ کے معلقہ میں ہے ع خلایا سفینٍ فی نواصف من دد[1] ظاہر ہے کہ یہاں نواصف سے کشتی کا کوئی معنوی تعلق نہیں ہے۔ بایں ہمہ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ ظہیر بن عامر اسدی کے درج ذیل بیت میں نواصف کشتیوں کے معنی میں استعمال ہوا ہے[2]

عَفَا ابُرقُ الھیج الذی شَحنتُ[3] ؛ نَواصفُ مِن اعلی عِمایۃ تَدَ فعُ

درج بالا بیت کسی اور ماخذ میں نہیں پائی گئی اور نہ ناصفہ بمعنیٰ کشتی کہیں دیکھنے میں آیا۔ یہاں اس کے درج کرنے کا مقصد موضوع سے دلچسپی رکھنے والوں کو توجہ دلانا ہے کہ آیا "بعض لوگوں" کا خیال درست ہے یا نہیں۔

النقیرۃ: نہایت چھوٹی کشتی۔ ین سوئی۔ نقائر جمع۔

نقر از باب نصر کے ایک معنی لکڑی یا پتھر کو کھودنا ہیں۔ نقیرہ اسی سے ماخوذ ہے۔ یہ کشتی کی بالکل ابتدائی صورت ہے۔ کھجور کی گٹھلی سے کشتی کی مشابہت بنظر اول ہی ظاہر ہو سکتی ہے۔ نقیرہ کو اس کی غیر معمولی وسیع شکل سمجھئے کہ صرف ایک ہی شہتیر سے عموماً بلوط کے درخت کے تنہ سے بنائی جاتی ہے۔ زبیدی نے اس کو "جرم" کا مترادف قرار دیا ہے[4]

مصر صعید کے علاقہ میں نیل کو عبور کرنے کے لیے نقیراب بھی مستعمل ہے۔

بقیہ حاشیہ:- [3] نزہۃ المشتاق قسم المغرب ص ۱۱۲

حاشیہ صفحہ ہذا: [1] معاجم متداول [2] عبداللہ نے اس بیت کو فرزدق سے منسوب کیا ہے ملاحظہ ہو بستان مادہ ن ص ف [3] یاقوت بلدان، ابرق الھیج ج ۱ ص ۸۵۔ [4] تاج۔ مستدرک۔

Marfat.com

نُقُر بضمتین جمع[1]

تامل ناڈ کے ساحل پر بھی ایسی پن سوئیاں دیکھی جا سکتی ہیں۔

النغبوغ بروزن عصفور تیسرا حرف ہائے بسم اللہ۔ آخری حرف عین معجمہ: ڈونگی۔

یہ ہندی لفظ ڈونگی کی خلاف قیاس تعریب ہے۔ بحیرۂ عرب میں یہ لفظ کم از کم بارہویں صدی ہجری سے تو ضرور رائج رہا ہے[2]

بعض عرب لغویوں کا قیاس ہے کہ یہ دونیج، دونا: دونہ کی تعریب ہے۔ صحیح نہیں معلوم ہوتا[3] البتہ دونیج کا دونا کی تعریب[4] ہونا صحیح ہے تفصیل دونیج میں گزر چکی ہے۔

انگریزی لفظ ڈھو بھی ممکن ہے ڈونگی ہی کی انگریزی صورت ہے۔

النوتی بضم: کشتیبان، ملاح، مھنر کشتیاں، نواتی و نواتیۃ جمع۔

عربی میں نواتی اسلامی دور سے پہلے بھی رائج رہا ہے۔ اعشٰی بصیر[5] اور زہیر کے کلام میں[6] بھی آیا ہے اگرچہ دخیل ہے۔ قدیم لغویوں نے ھو من کلام اھل الشام لکھا ہے[7] اور چوتھی صدی کے محققوں نے یونانی الاصل بتایا ہے[8]۔ بایں ہمہ جیسا کہ ناخدا کے ضمن میں عرض کیا گیا خود یونانی لفظ کا ناؤ سے ماخوذ ہونا بعید از قیاس نہیں اسی طرح نوتی کا بھی ناؤ سے ماخوذ ہونا ممکن بلکہ محتمل ہے۔

کیا عجب کہ طوفان نوح کے فوراً بعد ہی باقی رہ جانے والوں کی زبان پر نوح، ناؤ چڑھ گیا اور جب ان کی اولاد مختلف ملکوں میں جا بسی تو اختلاف احوال ادوار کی بنا پر ان لفظوں کے لہجوں میں تھوڑا تھوڑا تغیر ہو گیا لیکن اصل بہرحال اس حد تک باقی رہی کہ اس کی شناخت ہو سکتی ہے۔ واقعہ جیسا کچھ بھی ہے عربی میں تو یہ لفظ قریباً پندرہ سو سال سے اب تک رائج ہے[8]

---

[1] تاج و لبنان [2] محیط بیزرا ص ۴۲۷ [3] ن ص ۲۰۳۹ [4] د ص ۱۱۸ [5] قائین لسان تاج مخصص ج ۱۰ ص ۲۸ مقدمہ الادب ص ۵۳ [6] شعرا ص ۲۹ [7] مجلہ کلیۃ الآداب ج ۲ ص ۳، بزرابیں ۳۸۱ - سوار السبیل

(بقیہ حاشیہ ص ۱۶۷ پر)

طرهور بروزن عصفور: ایک قسم کا جہاز۔
طرطر کے معنی ہوا کا سنسنانا اور اس طرح آواز دینا کہ شور سا سنائی دے[1]
جہاز سمندر میں رواں ہوتا ہے تو سمندر کو چیرتے ہوئے نکلنے سے آواز پیدا ہوتی
ہے۔ اس لیے ایسا جہاز طرهور کہلاتا ہے۔

وابور: دخانی جہاز

انگریزی و فرانسیسی لفظ وے پر وابور کی تعریب ہے[2]
چودھویں ہجری کے وسط تک بھی بعض عربی دوریوں میں لکھا جاتا رہا لیکن
بعد میں اس کا مترادف الباخرہ رائج ہو گیا اور اب بھی یہی چلتا ہے۔

ذات الودع بالفتح و بسکون دال مہملہ: کشتی نوح۔
یہ لفظ عدی بن زید العبادی کے کلام میں آیا ہے ع
کلا یمینا بذات الودع حلفت
ذات الودع کی تاویل تین طرح کی گئی ہے الف: یعنی نام نہاد خدا: بت
جس پر کوڑیاں چڑھائے جاتے تھے۔ ب: کعبہ کہ اس کے پردوں پر کوڑیاں ٹانکی
گئی تھیں۔ ج: کشتی نوح لیکن اس کی وجہ تسمیہ نہیں بیان کی گئی[3]
ودع کے معنی کوڑیاں معروف ہیں۔ کشتی نوح سے اس کا تعلق کیا ہے؟ غالباً
بربنائے مشابہت۔ بہر تقدیر یہ لفظ سوائے اس ایک بیت کے کہیں اور استعمال
میں آتا ہوا دکھائی نہیں دیا۔

بقیہ حاشیہ ۱۶۶

---

[5] انساب الاشراف ج ۱ ص ۹ ۲۲۹، ۳۵۷۔ حیوان ج ۲ ص ۳۲۴۔
عجائب المخلوقات ص ۷۔ تحفہ ج ۲ ص ۱۷۔ مواعظ ج ۲ ص ۳۵۲، ۲۵۷ الروضتین
ج ۲ ص ۱۶۱۔ نہایۃ الارب ج ۱۰ ص ۲۷۸ [1] مخصص ج ۱۰ ص ۲۶۔ لسان و تاج و
دلستان [2] سواء السبیل [3] مخصص ج ۱۰ ص ۲۹۔ لسان و تاج۔

Marfat.com

الورحیۃ : کشتی۔

یہ لفظ حکایۃ ابی القاسم کے سوا کہیں اور نہیں ملا[1] اس لیے حرکات کا تعین نہیں ہو سکا۔

مجھے اس میں بھی شبہ ہے کہ لفظ صحیح چھپا ہے۔ عربی میں ورح کوئی مادہ غالباً نہیں ہے۔

الواسطیۃ : کشتی۔

یہ لبشاری مقدسی کے مترادفات سفینہ سے ہے[2]

وسط بمعنی درمیان یا منجھلا سے تو اس کا کوئی تعلق نہیں معلوم ہوتا ہے۔ ممکن ہے شہر واسط سے کوئی تعلق ہو کسی اور ماخذ میں یہ اصطلاح نہیں ملی۔ اس لیے دوزی نے بھی سوائے نقل کرنے کے اور کوئی اضافہ نہیں کیا۔

تنزیل میں آئے ہوئے لفظوں کی جہاں جہاں تشریح ہوئی ہے وہاں زیر بحث مادہ کے مشتقات بھی عموماً ذکر کیے جاتے ہیں۔ وسط کا بھی یہی حال ہے۔ مگر متداولہ تفسیروں اور متعلقہ کتابوں میں بھی واسطیہ کا حوالہ نظر نہیں آیا۔

الولجیہ : لام کے بعد جیم چوتھا حرف یائے معروف : کشتی۔

یہ لبشاری مقدسی کے مترادفات سفینہ سے ہے[3] دوزی و کندرمان نے بھی یہ لفظ نقل کر دیا ہے[4] مقدسی نے اس سلسلہ میں لکھا ہے کہ ولج کے معنی کشتی کا ہوا کے دباؤ سے اُلٹا چلنا ہیں اور یہ کہ ولج جنحت بسبیۃ مجہول کا مترادف ہے[5] یہ مادہ مع مشتقات تنزیل میں بھی بارہا آیا ہے[6] ازاں جملہ سورۃ التوبۃ

---

[1] حکایۃ ابی القاسم۔ [2] احسن ص ۳۰۔ دوزی۔

[3] احسن ص ۳۱۔ [4] دوزی تتمہ۔

[5] احسن ص ص ۳۰، ۳۱۔ [6] معجم المفہرس لالفاظ القرآن۔

Marfat.com

میں وَلیجہ (لام کے بعد یائے معروف) آیا ہے۔ اس کے معنی ہیں بھیدی، رازدار۔ اگر لجیہ کو ولیجہ کی تحریف سمجھیں بھی تو مندرجہ معنی کی کوئی قابل وثوق تاویل ممکن نہیں معلوم ہوتی۔

الھوری : ھوڑی

ہندی لفظ ہوڑی ہے۔ تیسرا حرف رائے ہندی
کشتی خورد کہ بجہاز کلاں مربوط باشد[۱]

لیکن ابن بطوطہ نے سنہ ۷۳۴ میں دریائے سندھ میں چلنے والی اُھُورَۃ کو اپنے یہاں کی (مغرب اوسط) طریدہ سے مشابہ بتایا ہے اور یہ کہ وہ طریدہ سے زیادہ وسیع لیکن طول میں کم ہوتی تھی۔ اس کے نصف حصہ پر لکڑی کا معرش: عرشہ ہے۔ اس پر جانے کے لیے سیڑھیاں ہیں اور حاکم صوبہ وغیرہ یہیں بیٹھتے ہیں۔

اُھُورَۃ میں چپو چلانے والوں کی تعداد تقریباً چالیس ہوتی ہے[۲]

الیخت بالفتح وسکون خائے معجمہ: تفریحی کشتی۔

انگریزی لفظ کی تعریب ہے[۳] چودھویں صدی ہجری سے پہلے کی کتابوں میں نہیں ملتا۔ حالیہ معجموں میں ملتا ہے[۴]

---

۱ سوار السبیل۔ ۲ تحفہ ج ۳ ص ۱۰۹۔
۳ سوار السبیل۔ ۴ منجد۔

Marfat.com

القابِ جہاز

عربی مصادر میں جہازوں کے القاب کے متعلق معلومات بہت کم ملتے ہیں جیسا کہ مقدمہ میں عرض کیا گیا جہاز سازی یا جہاز رانی کے موضوع پر مستقل کتابیں لکھی ہی نہیں گئیں البتہ ضمنی طور پر ہزاروں ورقوں میں چند ایسی اطلاعیں ضرور ملی ہیں جن کو کسی صورت استثنائی نہیں سمجھا جا سکتا۔ ہمارے مستعملہ مصادر میں جو مواد مل سکا وہ سب یکجا یہاں نقل کیا جا رہا ہے۔

الف : اس خصوص میں ابو جعفر محمد طبری کی شہادت غالباً قدیم ترین ہے۔ وہ ذلقعدہ سنہ دوسو اکاون ہجری کے حوادث میں لکھتے ہیں۔ ترکوں کو ہزیمت ہوئی بغدادیوں نے ان کے پڑاؤ تک ان کا پیچھا کیا۔ ان کے بازار لوٹ لیے اور ان کا ایک زورق جس کا نام "حدیدی" تھا پکڑ کر غرق کر دیا۔ اس میں بیٹھے ہوئے لوگ بھی ڈوب گئے۔ وضبطوا زورقا لھم کان یقال لہ الحدیدی کان آفۃ علی اھل بغداد بالنار وغرق من فیہ واخذوا لھم بشبادتین[1] اس کے ساتھ انہوں نے ترکوں کے شبارہ قسم کی دو کشتیوں پر بھی قبضہ کر لیا۔ غرق شدہ زورق اہل بغداد پر آگ برسانے میں ایک آفت تھی۔

ب : یہی مؤرخ نے سنہ دوسو سرسٹھ کے حوادث میں یہ واقعہ قلم بند کیا ہے کہ

---

[1] اخبار الرسل ص ۱۶۲۶۔

Marfat.com

ابو العباس احمد بن الموفق نے اپنے شذوات قسم کی کشتیوں میں سے ایک شذاۃ منگوائی۔ احمد نے اس کا نام "غزال" رکھا تھا۔ دعا احمد شذاۃ من شذوات قد کان سماها الغزال وامر اشتیامہ باختیار الجذافین[1]

دوسری شہادت ابن بطوطہ کی ہے: وہ ایک جگہ لکھتے ہیں۔

ج: ورکبنا فی مرکب تسمی الجاکر فیہ خیل الھدیۃ سبعین فرسًا.... و جعلنا باقیھا مع خیل اصحابنا فی مرکب...... یسمی

منورت: من + رتھ: منورتھ۔

وبعث معنا...... فی مرکب یسمی عُکیری[2]

ہم جہاز پر سوار ہوئے جس کا نام "جاکر" تھا۔ اس میں ہدیہ کے قریبًا ستر گھوڑے تھے۔ بقیہ گھوڑے ہم نے اپنے دوستوں کے گھوڑوں کے ساتھ اس جہاز میں باندھے جس کا نام "منورتھ" تھا۔

"عُکیری" کے متعلق ہمیں ٹھیک طور پر معلوم نہ ہو سکا کہ آیا یہ اسم خاص ہے یا جہازوں کی کسی قسم کا نام۔ اس لیے اس کو علیحدہ بھی درج کیا گیا ہے۔ مگر جاکر اور منورتھ کے متعلق شک نہیں کہ وہ جہازوں کے القاب ہیں

گجرات کے مورخ الغ خاں کے یہاں تین القاب اور ملتے ہیں:

۱: فادرك امیر سلمان المرکب السلطانی الهاشمی۔

امیر سلمان شاہی جہاز تک پہنچ گیا (حاصل کیا؟ جس کا نام) ہاشمی تھا۔

کتب الی الناخذا...... بد بوستۃ المرکب المحمدی۔ اس نے "محمدی" نامی جہاز کے ناخدا کو جو اس وقت عرشہ جہاز کے نیچے کے کمرہ میں تھا لکھا....

---

[1] اخبار الرسل نسخہ مصر ج ۱۱ ص ۲۶۲۔

[2] تحفہ ج ۴ ص ۵۹، ۶۰۔

Marfat.com

کُنت (حیوت المهری) مُعلِمًا بالمرکب الذی کان من مراکب السلطنة واسمه دریاسرا۔ میں اس شاہی جہاز کا معلم تھا جس کا نام "دریاسرا" تھا"

اس سلسلہ کی ایک اور اطلاع بھی قابل توجہ ہے۔

لکھتے ہیں کہ محمد امین چھٹے عباسی خلیفہ نے چار یا پانچ حراقات ایسے بنوائے تھے جن کی شکلیں باز، ببر، دلفین، سانپ اور ہاتھی جیسی تھیں[2]

امین کی مدح میں ابونواس نے کئی قصیدے کہے ہیں۔ ازاں جملہ ایک قصیدہ میں مندرجہ صدر کشتیوں کا حوالہ بھی موجود ہے[3]

بظن غالب ان حراقوں کو انہیں ناموں سے یاد کیا جاتا تھا جن کی شکلوں پر انہیں بنایا گیا تھا۔ اگر یہ خیال صحیح ہے تو پھر انہیں بھی جہاز کے القابوں میں سمجھنا چاہیئے۔

جزائر مشرق بعید (انڈونیشیہ) میں جہازوں اور کشتیوں کی آرائش وغیرہ کے متعلق ابن بطوطہ نے بھی قابل قدر اطلاعیں دی ہیں[4]

الغزال : جہاز

غالباً تیز روی کی بناء پر بطور مجاز آیا ہے۔ مسعودی کی عبارت ہے جس میں یہ لفظ آیا ہے۔ من وعن یہ ہے:

نزل ابوالقاسم عبد اللّٰہ المستکفی بن علی المکتفی بالشماسیۃ فی یوم الاحد سنۃ ثلاث وثلاثین وثلاث مائۃ۔ فلما کان یوم الاثنین انحدر فی الماء

---

[1] ظفر الوالہ ص ۲۵۷ + ۳۱۹ جاری۔

[2] اغانی ج ۵ ص ۲۰۶۔

[3] دیوان ابی نواس ص ۲۶۵ جاری۔

[4] تحفہ ج ۴ ص ۲۸۹ مسلسل۔

راکباً فی الطیار الذی یسمی الغزال[1]

الفیل :

مقریزی نے دریائے نیل کے ایک مقام جزیرۃ الفیل کے متعلق لکھا ہے کہ دولت فاطمیہ کے زمانہ میں (۳۵۸-۵۶۸) یہ حصہ پانی سے ڈھکا ہوا تھا۔ بعد میں یہاں ایک بہت بڑا جہاز ٹوٹا۔ اس کے تختے و مستول وغیرہ وہیں پڑے رہے۔ انکسر مرکب کبیر کان یعرف بالفیل وترک فی مکانہ ۔ اس جہاز کا عرف (لقب) الفیل تھا۔ اس ٹوٹے ہوئے جہاز پر ریت و مٹی جمع ہونے لگی۔ ہوتے ہوتے وہاں ایک بہت بڑا تودہ بن گیا۔ اور پانی اس سے ہٹ کر بازوؤں سے گزرنے لگا۔ پھر وہ جزیرہ سا بن گیا اور لوگ اس کو جزیرۃ الفیل کہنے لگے[2]

اس شہادت سے ظاہر ہے کہ بعض بعض جہازوں کے لقب ہوتے تھے جن سے ان کی نوعیت ظاہر ہوتی تھی۔ بعض اوقات مالک جہاز خود ہی اپنے جہازوں کو کوئی لقب سے پکارتے تھے۔

البق بفتح الف وبا موحدہ تیسرا حرف قاف : رسّی یا رسّا جو عموماً کشتی یا جہاز میں استعمال ہوتا ہے۔

عربی قاموسوں میں اس کے معنی کتان : سن لکھے ہیں[3] ظفر الدین کی تحقیق میں یہ لفظ اصلاً سُریانی ہے اور عربی میں دخیل[4]

غالباً اس کا استعمال کشتیوں اور جہازوں میں کم ازکم دوسری صدی ہجری سے

---

[1] حاصل کلام یہ کہ بائیسواں عباسی خلیفہ مستکفی سنہ تین سو تینتیس سنہ ۳۳۳ ھ میں سامرہ سے شماسہ آیا۔ یہاں وہ ایک تیز رو کشتی میں سوار ہوا جو غزال کہلاتی تھی۔

مروج ۔ ج ۸ ص ۳۷۷ ۔ [2] مواعظ۔ ج ۳ ص ۳۰۱ ۔

[3] تاج دبستان [4] سوار السبیل۔

Marfat.com

شروع ہو چکا تھا۔ لبعد میں اس کے لیے قنب (ق ن ب) استعمال ہونے لگا۔

ابوردو : بزبان اطالیہ۔ ABORDO۔ روئے کشتی۔ یعنی جانب فوق کہ مرفا یراں نشینند و بر کشتی سوار شوند چہ وجہ زیریں باب وارد[1]

اردمون : بفتح الف رار مہملہ ساکن دال مفتوح واو معروف آخر میں نون: الف ملاح۔ ب: مستول۔ ج: بادبان۔

یونانی الاصل ہے۔ یونانی میں اس کے معنی[3] مستولی جہاز کے سب سے پچھلے مستول کا سب سے نچلا مربع بادبان یا خود مستول ہیں۔ لیکن عربی میں ملاح کے معنی میں آیا ہے اور بہت قدیم ہے۔ ناقہ کے وصف میں اُمیہ بن عائذ الھذلی کا شعر ہے[2]

وتھفوا بھادٍ لھا مَیلعٌ ؛ کما اقحم القادس الاردمون

مستول کے معنی میں ابن جبیر[3] کی عبارت ہے: تردّت علینا الریح الغربیہ فقصفت قرینۃ الصاری المعروف بالاردمون اور بادبان کے معنی میں ہے[4] نامر ربّبھم بحطّ الشُرُع فلم ینحط شراع الصاری المعروف بالاردمون ــــ سواء السبیل میں ہے: یہ یونانی اَرتمون ARTEMON بواسطۂ سریانی: بادبان کشتی۔ لغویوں نے اس کو جمع سمجھ کر عربی قاعدے سے اس کا واحد اردم لکھا ہے۔

الاَزّان : (لیس بعربی) وھو اناءٌ یحمل فیہ الماءُ العذب لرُکاب السفینۃ[5] یعنی وہ برتن جس میں کشتی کے مسافروں کے لیے میٹھا پانی رکھا جاتا ہے۔

رشید عطیہ نے یہ نہیں بتایا کہ اس کی اصل کیا ہے۔ افسوس ہے کہ راقم الحروف کو بھی اس کی اصلیت کا پتہ نہ چل سکا۔

---

[1] سواء السبیل۔ [2] لسان: ردم و ق س د۔ تاج ردم جمھرۃ۔ ج ۲ ص ۲۶۳۔ دوزی۔ تحت اللفظ۔ فرائد۔ ص ۳۸۱۔ ارشاد الاریب تذکرہ محمد بن الحسن الحاتمی۔
[3] تذکرۃ بالاخبار ۳۱۲۔ [4] تذکرۃ بالاخبار ص ۳۲۰۔ [5] (باقی حاشیہ ص ۱۷۵ پر)

اسکارمو : بالکسر: میخ باشندگاں بر کشتی کہ بوقت راندن کشتی کشتیبان بیل رالے دراں ہردو داشتہ کشتی می راند[۲]

یہ اطالوی لفظ کی تعریب ہے. تیرہویں صدی ہجری سے پہلے مستعمل نہیں تھا اس لیے معیاری معجموں میں داخل نہ ہو سکا۔

الاشباط بالفتح : سکان۔

یہ لفظ سوائے شرح دیوان صریع الغوانی[۳] کہیں اور نہیں ملا۔ مندرجہ معنی شارح نے لکھے۔ ماخذ یا اشتقاق کا کوئی پتہ بھی نہیں دیا۔ بہ ظاہر تو معرب معلوم ہوتا ہے۔

الانبار بالفتح وسکون ثانی : جہاز کا کوٹھا۔ انابیر وانبارات جمع۔

اصلاً فارسی لفظ ہے[۴] معنی ہیں: سامان و غلہ کے تودے۔ فارسی میں انبار جمع ہے بیر کی (بالکسر)[۵] لیکن بطور واحد ہی مستعمل ہے۔ اور ایسے الفاظ اگرچہ کم ہیں بالکل نادر بھی نہیں جیسے مثلاً اوباش، اوزار، خرابات، محاسن و مؤلفات۔ یہ سب اصلاً جمع ہیں مگر مستعمل بطور واحد ہیں۔

اس لفظ سے دو تین مرکبات اور بھی بنے ہیں۔ انبارخانہ و انبارداری و انباردار۔ کشتیوں کے بارخانہ سے انبار کی تخصیص محض سماعی اور ملاحی بولی ہے[۶]

الانجر : لنگر اناجر بروزن مساجد جمع۔

ف الدلیل الی مرادف العامی والدخیل ص ۲۴۔

[۱] بیل کے معنی آگے آرہے ہیں۔ [۲] سوار السبیل۔

[۳] شرح دیوان صریع الغوانی۔ ص ۸۸۔ [۴] تاج و بستان وتسہیل العربیہ مادہ ن ب ر میں انبار کو عنبر کا مترادف کہا ہے۔

[۵] غیاث اللغۃ۔ [۶] دوزی تتمہ۔

انجر فارسی لفظ لنگر کی تعریب ہے[1] بعض لوگ اس کو یونانی یا لاطینی کی تعریب بتاتے ہیں[2]

عربی لفظ ن ج ر از باب نصر بمعنی لکڑی کو چھیلنا و درست کرنا ہے۔ انجر سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ جو تختے بھی لکڑی سے (نہ کہ کسی دھات) بنائے جائیں اس کے لیے نجر کہتے ہیں۔ نجر نوح علیہ السلام السفینۃ[3] کہنے سے کشتی کا لنگر بنانا جیسے کوئی معنی وابستہ نہیں ہیں۔ اس کی حیثیت بعض معنی کے لحاظ سے قدرے توافق لسانین سے زیادہ نہیں۔

بعض لغویوں نے بتایا ہے کہ (عراق میں) لنگر سازی کس طرح ہوتی تھی۔ یہاں اصل عبارت اس لیے نقل کی جارہی ہے کہ خصوصی دلچسپی رکھنے والے چاہیں تو عمل میں تجربہ کریں اور اس کی بناوٹ کے مراحل کو نقش بند کرکے ہو سکے تو عام فہم زبان میں بیان کریں۔

الانجر ھو خشبات یخالف بینہا وبین رؤوسہا وتشد اوساطہا فی موضع واحد ثم یفرغ بینہا الرصاص لمذاب فتصیر کانہا صخرۃ ورؤوس الخشب ناتئۃ تشد بہا الحبال وترسل فی الماء فاذا رست رست السفینۃ فاقامت[4]

بزرگ بن شہریار کا بیان ہے کہ ایک لنگر کا وزن چھ سو من یا اس سے کچھ زیادہ ہوتا تھا[5]

---

[1] مخصص جلد ۱۰ ص ۲۷۔ جمہرۃ ج ۲ ص ۸۲۔ شفاء ص ۱۴۔

مقدمۃ الادب ص ۵۳ ــ واساس مادہ ن ج ر ــ المعرب ص ۲۶۔

تاج ۔ مادہ ن ج ر اور ر س و ــ احمد بن ماجد ۱ ص ۶۱ ــ سوار السبیل۔

[2] مجلۃ کلیۃ الآداب ۔ ج ۱۲ ص ۶۱۔ (باقی حاشیہ ص۱۷۷ پر)

Marfat.com

من کی مقدار باعتبار اختلافِ زمان و مکان گھٹتی بڑھتی رہی ہے۔ اس لیے موجودہ اوزان میں لنگر کا ٹھیک وزن بتانا دشوار ہے۔

ابن شہریار نے یہ بھی ثبت کیا ہے کہ اس کے ایک جہاز میں چھوٹے بڑے چھ لنگر تھے[۱]

باورۃ : بانگلیزی (BOWER) نوعے از لنگر کشتی[۲]

بروص بالفتح رائے مہملہ مضموم واو کے بعد صاد مہملہ بمعنی لنگر۔

بروص دراصل بھڑوچ (واقعہ خلیج کھمبایت) کی تعریب ہے۔ یہ ہندوستان کے شمال مغرب اور سندھ کے جنوب مشرقی ساحل پر ہے[۳]

چھٹی صدی مسیحی میں یہاں (غالباً از قسم نرکل) ایک ایسی لکڑی بکثرت پیدا ہوتی تھی جس سے تیر، کمان، نیزے بنائے جاتے تھے[۴] یہ اتنے لانبے و موٹے ہوتے تھے کہ سونٹے و لاٹھی کا کام بھی دے جاتے تھے۔

کسی شئے کا نام اس کے مقام پیداوار یا صنعت یا دساور کی بنا پر مشہور ہو جاتا ہے۔ اردو میں اس کی ایک مثال شکر کو چینی اور اس کے بڑے قلموں کو مصری بولنا ہے۔

لنگر عموماً سیدھے موٹے لکڑیوں کے دو یا دو سے زائد جالیوں (جعفریوں یح) سے بنائے جاتے اور خام حالت میں بھی عرب ملکوں کو دساور ہوتے تھے۔

(بقیہ حاشیہ ص۱۷۶) [۳] طبقات الصحابۃ ج ا ق ا ص ۱۷ وظفر الوالہ ج ا ص ۱۳۱: انّ نجبر مرکباً وشحنہ بکذا...... وارسلہ الی الحجاز۔ و ۲۸۳: وامر بجمع خشب الساج لنجرالا غربیۃ وابتداء منجر ھا حکام سورت ثم بھروچ۔
[۴] لسان مادہ ن ج ر۔ [۵] عجائب الہند ص ۷، ۸۔

حاشیہ صفحہ ہذا:۔ [۱] عجائب الہند ص ۸۷ [۲] سوار السبیل۔ (باقی حاشیہ ص۱۷۸ پر)

Marfat.com

ناخواندہ ملاح اور عوام بھی یہاں کے بنے ہوئے لنگر کو بروص بولنے لگے[1]

بروفتہ بضمتین واؤ ساکن کے بعد ف مفتوح : کشتی کا اگلا حصہ ظفر الدین کے بیان کے مطابق اطالوی لفظ کی تعریب ہے[2]

یہ بتانے کی شائد ہی ضرورت ہو کہ غالباً یہ لفظ سترویں صدی مسیحی سے پہلے عربی میں آیا ہو۔

بروّوہ بالفتحتین واو اول کے بعد کا واو بالفتح : کشتی کا اگلا حصّہ[3]

یہ غالباً وہی لفظ ہے جو اس سے پہلے "بردفہ" کی شکل میں درج ہوا۔ جن عرب ملاحوں کو صحیح اطالوی تلفظ معلوم نہ تھا۔ انہوں نے اپنے لب و لہجہ کے مطابق "بروّوہ" یا "بروفہ" کہا۔ کسی باقاعدہ مجلسِ وضعِ اصطلاحات نے اطالوی لفظ کی متذبین تعریب نہیں کی۔

بطاریتہ بالفتح و بکسر راء مہملہ و بیاء مشدد : جہاز کی منزل۔ یہ لفظ ملاحوں کی زبان کا ہے[4] یہ معنی بطرس بستانی نے حسب عادت بے سند دیئے ہیں۔ دوزی[5] بھی اس پر کچھ اضافہ نہیں کر سکا۔

بریم بالفتح و بکسر راء مہملہ و بسکون یاء : جہاز کا اگلا یا سامنے کا حصہ۔ یہ معنی صاحب محیط نے دیئے ہیں لیکن اس کی کوئی شہادت نہیں پیش کی اور اس کو اعجمی لکھا ہے[6] دوزی نے صرف محیط کے دیئے ہوئے معنی بغیر کسی اضافہ کے نقل کر دیئے ہیں[7]۔ افسوس

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۷۷) [3] فتوح البلدان ص ۴۳۲، ۴۳۸، ۴۴۲۔

[4] بھر دیج : بروص کے بہت قدیم شواہد یہ ہیں۔ الف : مصرع۔ من شِقَقِ خُضرٍ بَرصیاتِ۔

ب : کُلّ قوسٍ بندقِ فانّما جِئ لغنا نتھا من بَرَوص۔ ج : مصرع۔ جار بھا جالبُ بروصا

د : باکفّھم تصبان بَرَوصَ قد غذدا۔ البیان والتبیّن۔ ج ۳ ص ۱۷ و ۹۳۔

حاشیہ صفحہ ہذا :۔ [1] سوار السبیل۔ [2] سوار السبیل۔ [3] سوار السبیل۔ (باقی حاشیہ صفحہ ۱۷۹ پر)

ہے کہ راقم السطور کو بھی اس کے متعلق کوئی اور بات معلوم نہ ہو سکی البتہ اتنی توجہ ضرور دلانی ہے کہ اگر یہ لفظ عربی ہے تو اس کے معنوں میں بلحاظ مادہ دو رنگوں کا ہونا ضروری ہے۔ جیسے مثلاً وہ رسی جو دو رنگ کے دھاگوں سے بٹی ہوئی ہو[۱] لیکن اس لفظ کا عربی ہونا یقیناً مشتبہ ہے۔

بلدۃ بفتحات ثلثہ : سیسہ کا وہ گولا جس کو ملاح ڈوری سے باندھ کر پانی میں ڈالتے اور سمندر کی گہرائی ناپتے ہیں[۲]۔ فارسی میں بھی یہ لفظ انہیں معنی میں مستعمل ہے[۳]۔

اس کے دوسرے نام کے لیے سباک ملاحظہ ہو۔

بلیج بروزن خلیج : جہاز کا چھوٹا کمرہ غالباً جہاز کی پہلی منزل (نیچے سے) جو معتدل حالات میں پانی کے اندر رہتی ہے۔ یہ لفظ عجائب الہند میں کئی جگہ[۴] اسی معنی میں آیا ہے مثلاً نزل أبی الی البلیج۔ کتاب کے مرتب نے لکھا ہے کہ مخطوطہ میں یہ لفظ لام کے بعد یائے مجہول سے لکھا ہوا تھا میں نے یائے مجہول نکال کر نون بنایا ہے یعنے بلنج اور یہ پلنگ کی تعریب ہے۔ اس کے بعد ایک عالم کا جس نے فرانسیسی میں مشرق سے آئے ہوئے الفاظ کی تحقیق کی ہے۔ یہ قول نقل کیا ہے : ملائی زبان میں بیلق چھوٹے کمرہ کو کہتے ہیں۔ بَلیج بروزن خلیج اسی کا معرب ہے۔ دوزی نے بھی آخر الذکر قول ہی کی تصدیق کی ہے[۵] جب تک عجائب الہند کے علاوہ کہیں اور یہ لفظ نظر نہ آئے اس وقت تک بلیج کو بیلق کی تقلیب و تعریب سمجھنا غلط نہ ہوگا۔ آرنلڈ

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۷۸ :۔ [۴] محیط۔ ب ط ر [۵] دوزی۔ تحت اللفظ۔ [۶] مادہ : ب ا ر م

[۷] دوزی : تحت المادۃ۔

حاشیہ صفحہ ہذا :۔ [۱] معاجم متداولۃ۔ [۲] تاج و معاجم عصریۃ۔ ب ل د۔

[۳] برہان۔ بہار عجم و فرہنگ آنندراج۔ [۴] عجائب الہند۔ ص ص ۳۳، ۶۴، ۹۷، ۱۸، ۱۴۲ ۔ [۵] دوزی : تحت اللفظ۔

Marfat.com

اور فخرالدین احمد کی عبارت ہے: از لغت اهل ملایا بیلق ماخوذ است بمعنی اوطاق جہازان[1]

بلیج : بالکسر و لام مکسور و مشدد بیار ساکن : چپو۔

صاحب القاموس کی عبارت ہے بلیج السفینة سکین معرب۔ قاموس کے شارح بلگرامی نے سوائے اس کے کچھ نہیں لکھا کہ یہ لفظ معروف نہیں ہے[2] بطرس نے الدنہ یہ لکھا ہے کہ لانبی لکڑی جس سے کشتی چلائی جائے یہ لفظ بیلہ کا معرب ہے[3] ادی شیر نے[4] بھی اس کی تائید کی ہے۔ بطرس کا قیاس صحیح معلوم ہوتا ہے اس لیے کہ فارسی میں بیل بروزن کیل و بیلہ بروزن حیلہ آلہ الیست کہ سر آن پہن باشد نیز بر سر چوبی انصب کنند و کشتی را برانند نیز تختہ کشتی[5] بیل یا بیلہ کشتی کھینے کے آلہ کا نام ہے۔ جس کا ایک سرا چوڑا ہوتا ہے۔ (بیل اس چھوٹے چوڑے تختہ کو بھی کہتے ہیں جو لکڑی کے ایک سرے پر باندھا جائے اس طرح بیل سالم بے جوڑ لکڑی کا ہوتا یا جوڑ دے کر بنایا جاتا ہے (بیلہ کشتی کے تختے کو بھی بولتے ہیں۔

یہ تو معلوم ہی ہے کہ فیروزآبادی نے اپنی قاموس میں صرف فصیح لغت جمع کی ہے۔ شاذ و نادر ہی مولدین کا کوئی لفظ آتا ہے اور اگر ایسا ہوتا ہے تو وہ خود بھی متنبہ کر دیتے ہیں اس لیے یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ عربی میں بلیج کا لفظ کم از کم ابتدائی عباسی دور ہی سے مستعمل رہا ہوگا۔

بنط : ایطالیانی PONTE : عرشہ۔ بالائے کشتی[6]

بوق بحری : سمندری فوج کی پونگی۔ فاطمی خلیفہ حاکم متوفی سنہ چار سو گیارہ ہجری کے زمانہ میں دکان من رسم صاحب العسعس ان یطوف کل لیلة حول القصر

---

[1] سواد السبیل۔ [2] تاج : ب ل ج۔

[3] محیط : ب ل ج۔ [4] الالفاظ الفارسیہ المعربہ ص ۲۶۔ [5] بہار عجم و فرہنگ آنندراج تحت اللفظ۔ [6] سواد السبیل۔

Marfat.com

فی الف رجل بالطبول[۱] الخفاف والبوقات الدجبید قصر کے اطراف شب گشت کرنے والے سردار کے ساتھ ایک ہزار نفر ہوتے تھے ان کے ساتھ ڈھول اور سمندری پونگیاں ہوتی تھیں۔

ظن غالب یہ ہے کہ گشت کرنے والے طاشے بجاتے رہتے تھے اور وقت خطرہ کے موقع پر بحری بوق پھونکتے ہوں گے کہ ان کی آواز دور دور تک جا سکے: تاکہ عوام اور محافظ سپاہی خطرہ سے فوراً آگاہ ہو جائیں۔ بوق بحری کیا سمندر میں لڑنے والی فوج کے ساتھ ہوتے تھے؟ اس کے متعلق کوئی ایسی تحریر نہیں ملتی جس کو قرائی شہادت بھی کہا جا سکے۔ اس لیے کچھ کہنا ممکن نہیں۔ سلیمان وسیرافی کے یہاں پونگیوں کی غرض کچھ اور ہی ہے یہ لکھتے ہیں[۲]: بحر ہند میں ایسی بڑی بڑی مچھلیاں ہوتی ہیں جو جہاز کو غرق کر سکتی ہیں، رات کے وقت بحری۔ یضربون نبواقیس مثل نواقیس النصاری مخافۃ ان تتکی علی المرکب فتغرقہ ناقوس پھونکتے ہیں کہ اس کے شور سے یہ مچھلی جہاز سے دور چلی جائے ایسا نہ ہو کہ وہ جہاز کو ٹکر دے دے اور وہ ڈوب جائے۔ قزوینی[۳] نے لکھا ہے کہ سمندر میں ایک بڑی مچھلی ہوتی ہے اس کو منارہ کہتے ہیں۔ جب یہ کشتی پر حملہ کرتی ہے تو کشتی ٹوٹ جاتی ہے۔ اس لیے جب جہاز والے اس کو آتا ہوا دیکھتے ہیں تو نقروا بالطسوت ونفخوا بالبوقات تاکہ وہ بھاگ جائے۔

بیل وبیلہ بالکسرو بیائے مجہول: الف۔ چپو کے ڈنڈے پر لگا ہوا چوڑا آڑا تختہ۔ ب: کشتی کا چھوٹا تختہ۔

چپو ڈنڈے اور تختہ کے مجموعہ کا نام ہے۔ بیل یا بیلہ صرف ڈنڈے کے

---

[۱] النجوم۔ ج ۴ ص ۱۸۸۔ [۲] سلسلۃ التواریخ ص ۲۔

[۳] عجائب المخلوقات ص ۱۰۹ + ۱۲۶ + ۱۲۷ + ۱۲۸ اور ۱۲۱۔ اخبار الزمان ص ۲۲۔

Marfat.com

کنارے لگے ہوئے تختہ کو کہتے ہیں۔ دوسرے معنی اصلی و ابتدائی ہیں۔
بیلچہ پھاوڑے کے معنی اسی سے نکلے ہیں۔ دونوں لفظ فارسی ہیں[1]۔

ترنکیت : TRENCHETTO : بادبان جہاز[2]

تندہ : ایطالیائی TENDA پردۂ رقیق کہ برائے حفاظت از گرمی آفتا
بر کشتی یا بر خانہ انداختہ باشد[3]۔

تو تک بفتح تائے قرشت واؤ ساکن تائے ثانی مفتوح آخری حرف کاف عربی
جہاز کی وہ کوٹھری جس میں مسافروں کا سامان رکھا جائے یہ لفظ قدیم
قاموسوں میں نہیں ملتا لیکن چودھویں صدی ہجری سے مستعمل ہوتا رہا ہے۔
زمانہ حال سنہ ۱۳۹۳ ہجری میں بھی یہ لفظ ہندوستان سے حاجیوں کو
لے جانے والے جہاز ران استعمال کرتے ہیں۔

تیر : بالکسر و بیائے معروف : دو مستولوں کے درمیان کی لکڑی جس سے بعض
وقت بادبان باندھا جاتا ہے۔
اصل معنی چھت کی آڑی لکڑی کے ہیں کشتی کی آڑی لکڑی کو چھت کی ناٹ
سے ممتاز کرنے کے لیے تیر کشتی بھی کہتے ہیں[4]۔
تیر کے دوسرے معنی عطارد ہیں۔ ابن ماجد نے ان معنوں میں کئی جگہ استعما
کیا ہے[5] اسی طرح شمسی مہینہ کا فارسی نام بھی اس کے یہاں آیا ہے[6]۔

جامور : بضم میم و بسکون واو براء مہملہ جمع جوامیر بروزن مشاہیر (الف

---

[1] برہان، بہار عجم، و فرہنگ اندراج۔ [2] سوار السبیل۔ تحت اللفظ۔
[3] سوار السبیل
[4] بہار عجم۔ فرہنگ اندراج و غیاث۔
[5] الفوائد ورق ۸ الف، ۱۱ ب۔ [6] ایضاً۔ ورق ۱۰ الف۔

لکڑی کی پھرکی جو مستول کے بالائی سرے پر رسی ڈالنے کے لیے لگائی جائے (ب: یہ پھرکی بادبان کو آسانی سے چڑھانے یا اتارنے کے لیے مستول میں نصب کی جاتی ہے۔ (ج: مستول یا بادبان کا سرا[1]

جفظ بالفتح و بسکون فا، آخر میں ظا معجمہ: کشتی کا رسّا۔

لغوی معنی پھولنا۔ کشتی کا رسّا موٹا تو ہوتا ہی ہے اگر موٹا نہ بھی ہو تو پانی میں رہنے کی وجہ سے پھول جاتا ہے۔ اس لیے معمولی رسّی کو بھی جفظ ہی کہیں گے[2]

جل مضاعف جمع جلول بروزن عقول و اَجلہ بروزن احبہ و جلال بروزن ہلال واجلال بروزن اخلاق: بادبان۔

لغوی معنی جھول یا پالان[3] قدیم لفظ ہے اموی عہد کے کئی شعراء نے باندھا ہے عجّاج کے[4] یہاں ہے ع جلٌّ وَاَشطانٌ وصرایُّ[5]۔ قطامی کے[5] یہاں ذو جلول یعنی صاحب بادبان بمعنی جہاز آیا ہے ؎

فی ذو جُلُولٍ یُقَضّی الموتَ صاحبُہ ؛ اذا الصواریّ من اھوالہ ارتسما

اسی طرح جریر کے[6] پاس بھی ذوالاجلال بمعنی جہاز آیا ہے ؎

تُرفع المطی بہا و ثمت مُجاشعًا ؛ والزنبری یعوم ذوالاجلال

دوسری جگہ جریر نے[7] اَجلہ بادبان کے معنی میں استعمال کیا ہے ؎

تخالُ جبالَ الثلج لمّا ترفّعت ؛ اجلّتُھا والکیذ فیھن کا ملُ

فرزدق نے[8] جلال باندھا ہے ؎

الّلیّ الی من کان بالصین اذرمت ؛ بہ الھند الواحُ علیہا جلالُہا

---

[1] لسان، تاج و بستان۔ ج م ر۔ [2] محیط، اقرب و بستان۔ ج ف ظ۔

[3] مقاییس، لسان و تاج۔ ج ل ل۔ اصلاح المنطق ص ۱۴۴۔ مخصص۔ ج ۱۰۔ ص ۲۴۔

[4] د۔ ص ۶۸ [5] د۔ ص ۰۷ [6] د۔ ص ۴۶۶۔ نقائض جریر و الفرزدق۔ ص ۶۹۶ (باقی ص ۱۸۷ پر)

رجل بمعنی بادبان نثر میں بہت کم استعمال ہوا ہے۔

جمل بفتحتین : جہاز کا رسّا۔ ایک سے زاید پتلی رسّیوں سے بٹا ہوا رسّا۔ وہ موٹی رسّی جس کو کمر سے باندھ کر کھجور کے درخت پر چڑھیں کسی نباتی ریشوں سے بٹا ہوا رسّا۔ اصلاً یونانی ـ KAMLOS یا ارامی لفظ ہے[۱]

سورۂ الاعراف کی چالیسویں آیت ہے : ان الذین کذّبوا بآیٰتنا واستکبروا عنها لا تفتح لهم ابواب السماء ولا یدخلون الجنّة حتّٰی یلج الجمل فی سم الخیاط

مشہور قرأت بفتحتین ہے۔ اس کے علاوہ پانچ قرأتیں[۲] اور ہیں۔

۱۔ جمل بالضم و بفتح میم مشدد۔ یہ جملہ بالضم و بفتح میم کی جمع ہے۔

۲۔ جمل بالضم و بفتح میم۔ یہ بھی جملہ کی جمع ہے۔

۳۔ جمل بالضم و بسکون میم۔ یہ جمل بفتحتین کی جمع ہے۔

۴۔ جمل بضمتین یہ بھی جمل بفتحتین کی جمع ہے۔

۵۔ جمل بالفتح و بسکون میم

ان میں سے بلا استثناء ہر ایک قرأت کے معنی جہاز یا کشتی کا رسّا ہیں۔ ان معنوں میں شاید آرامی سے ماخوذ ہے۔ ان کی جمع جمال بالکسر اجمال بالفتح و بسکون جیم، جمالات بالکسر اور جمائل بالفتح و بکسر ہمزہ آئی ہے۔

یہ مفسروں اور لغویوں کی نہایت مفصل و مطول بحثوں کا لب لباب ہے۔ صرفی و لغوی بحثیں موضوع سے غیر متعلق ہیں۔ موضوع سے متعلق صرف اِتنا

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۸۳ : ۔[۶] ۔ ص ۲۴۱ و ۲۴۲ ۔ [۸] د ۔ ص ۶۲۳ ۔

حاشیہ صفحہ ہٰذا : [۱] مقاییس ۔ لسان و تاج ۔ ج م ل ۔ مخصص ج ۱۰ ص ۲۵ ۔ النہایۃ ج ۱ ص ۲۰۸ فرائد اللغۃ ص ۲۹۲ ۔ سوار السبیل ۔ [۲] یہ اختلافات علاوہ معاجم محولہ قریباً ہر تفسیر میں مل جائیں گے مثلاً الجامع لاحکام القرآن ج ۷ ص ۲۰۷ ۔

Marfat.com

بات ہے کہ جمل کے معنی رسّا پر تقریبًا سب متفق ہیں۔ خواہ مذکورہ قرائتیں کتنی ہی مختلف کیوں نہ ہوں اس سے حتیٰ یلج الجمل فی سم الخیاط کے معنی ظاہر ہیں یہاں جمل کے معنی اونٹ لینا شاید خلاف واقعہ ہے۔ اس کی ابتدا غالبًا نصرانیوں سے ہوئی ہے۔ کہ انہوں نے توریت کی کتاب متّیٰ ۱۹ آیت ۲۴ کے ترجمہ میں جمل کا ترجمہ اونٹ کر دیا اگرچہ "رسا" والا ترجمہ بھی بالکلیہ نظر انداز نہیں کیا گیا۔

سورۃ المرسلات کی تینتیسویں آیت کانّہٗ جمالات صفر کی تفسیر میں ہے جمالات صفر حبالی السفن[1] عبداللہ بن عباس اور مجاہد کا یہی قول ہے۔ امام بخاری نے[2] بھی اسی کو اختیار کیا ہے اور مجاہد کا یہ قول بھی نقل کیا ہے کہ جمالات کے معنی حبال الجسور یعنی کشتیوں کو ایک دوسرے سے باندھکر ان کا پل بنانے میں استعمال ہونیوالے رسّے۔

جمۃ جیم مضموم یا مفتوح مضاعف: کشتی کا وہ مقام جہاں سوراخوں سے نکلا ہوا پانی جمع ہوتا رہتا ہے۔ علاوہ معاجم کے[3] عجائب الہند میں[4] بھی آیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کشتی کی ساخت میں اس بات کا لحاظ رکھا جاتا تھا کہ جو حصہ زیر آب ہوتا ہے وہاں اگر درز ہو اور پانی اندر آتا جائے تو پھیلنے نہ پائے بلکہ ڈھلوان حصہ میں جمع ہو جائے تاکہ اس کو بانانی ٹھلیا سے خالی کرتا رہے۔

جوجو بالضم و بواؤ ساکن۔ جآجی جمع: کشتی یا جہاز کا اگلا حصہ۔

یہ معنی مجازی ہیں۔ لغوی معنی پرندہ کا سینہ ہیں[5]۔ جاہلی کلام میں کشتی کے اگلے حصہ کے معنوں میں بھی آیا ہے۔ اعشیٰ لصبیر کا شعر ہے[6] ؎

---

[1] اس سلسلہ میں بھی کوئی سی مبسوط تفسیر دیکھی جاسکتی ہے مثلاً محولہ صدر تفسیر ج ۱۹۔ ص ۱۶۳۔

[2] صحیح بخاری کتاب التفسیر تفسیر المرسلات۔ نیز بخاری کی کوئی مفصل شرح مثلاً عمدۃ القاری ج ۹ ص ۲۲۹۔

[3] مخصص ج ۱ ص ۲۶۔ لسان و تاج۔ ج م م۔ [4] عجائب الہند: ص ۱۶، ۱۶۶۔

[5] لسان، تاج و اساس۔ ج ا ج ر۔ مقدمۃ الادب ص ۵۳۔ [6] د۔ ص ۲۲۔

یکب الخلیۃ ذات القلاع   وقل کاد جوجورھا یَنحطم

اثر علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ میں بھی وارد ہوا ہے۔[1]

جوش : جہاز کی رسی۔

یہ معنی ارنلڈ اور ظفرالدین احمد کی تحقیق کے مطابق ہے ان کا کہنا ہے کہ یہ (رسّی) نواح ہند سے آتی تھی۔[2]

جوش بالفتح : جہاز کی بندھنی۔[3]

۱۔ دوزی ـــــ اس نے جن مصادر کا حوالہ دیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ اصطلاح بحیرۂ عرب کے سوا دوسرے مقاموں پر بھی رائج تھی۔

احمد بن ماجد ورق ۲۵، ۶۱، ۸۳

جہاز : بڑی کشتی کا رسّا یا رسّے۔

جہاز کے مندرجہ معنی صرف ادریسی متوفی سنہ ۵۶۰ ہجری کے یہاں ملے

چلب : خلیج فارس کے کشتی رانوں کی اصطلاح میں وہ بڑی موٹی اور مضبوط لکڑی جو کشتی کے عین وسط میں نصب کی جاتی ہے۔ اور اسی لکڑی سے لنگر کا رسّا یا زنجیر باندھی جاتی ہے۔[4]

حبل : مقدسی نے اس کو قلس کا مترادف لکھا ہے[5] یعنی رسّا۔

حقہ : مستول کے نچلے سرے کے پاس بادبان کو اتارنے چڑھانے والے کی مدور نشست گاہ۔

مندرجہ صدر معنی ظفر الوالہ کی ایک طویل عبارت سے ماخوذ ہے۔

---

[1] النہایۃ فی غریب الحدیث ج ۱ ص ۱۶۵۔

[2] سوار السبیل تحت اللفظ۔ [3] نزہۃ المشتاق (مغرب) ص ۱۳۳۔

[4] فرہنگ نظام۔ [5] احسن ص ۳۰۔

اس کا ترجمہ کچھ اس طرح ہوگا: معلم محمود نے ملاحوں کو حکم دیا وہ بادبان بلند کریں کہ ہوا شدید تھی لیکن عملہ کے نگراں کار نے (خمیس التندیل) توجہ نہیں کی. یہ شخص سمندر سے بے خوف رہنے والا ایک نوجوان تھا۔ پھر خود ہی بادبان کو نصف مستول تک کھینچ لیا۔

پھر محمود ابتدائی رات میں آیا اور اس سے کہا کہ بادبان کو مستول کے چوتھائی حصہ سے بھی نیچا کر دو۔ لیکن اس نے ایسا نہیں کیا۔ تیسری بار کے معائنہ کے بعد بھی ملاح نے حکم کی تعمیل نہیں کی بلکہ اپنی جگہ "حقہ" میں ایک نوجوان کو بٹھا دیا۔ اس پر نگران کار نے بگڑ کر کہا۔ تم معلم ہو! میں تمہارے حکم کی تعمیل کر کے اپنی جگہ "حقہ" ہی چھوڑے دیتا ہوں۔ ورنہ ایسی باتوں سے کیا فائدہ ہے

حک : ح ک ک مضاعف کا مصدر۔ قطب نما سوئی۔

عربی مبین میں اس کے معنی کھرچنا ہیں۔ قطب نما سوئی کے معنی میں یہ لفظ مولد ہے[1]

مسلمانوں میں قطب نما کی ایجاد وغیرہ کے متعلق مفصل حوالہ مقدمہ میں گزر چکا ہے۔

حیزوم : بفتح حا حطی و یائے ساکن و زائے معجمہ مضموم و واو ساکن: سینۂ کشتی۔ کشتی کا اگلا حصّہ۔

وضعی معنی اونٹ کی چھاتی کا درمیان۔ وسط سینہ سے متصل دونوں بازوؤں کا حصہ جہاں اونٹ کے تنگ باندھا جاتا ہے۔ اونٹ سے متعلق لفظ ہے اس لیے معمولی عربی معجم میں بھی مل جاتا ہے[2]

ظفر الوالہ ص ۳۶۱ - [1] محیط و بستان مادہ ح ک ک -

[2] معاجم متداولہ - ح زم -

Marfat.com

سینۂ کشتی کے معنوں میں حیزوم سوائے زمخشری کی ایک کتاب[1] کے کسی اور منظوم یا منثور کلام یا معجم میں نہیں ملتا۔

باعتبارِ وضع و ساخت کشتیوں کی بہت سی قسموں میں ایک قسم وہ ہے جس کا اگلا و پچھلا دونوں یا کوئی ایک حصہ زاویہ نما نہیں بلکہ نیم دائرہ یا بیضوی شکل کا ہوتا ہے غالباً ایسی ہی کشتی کے اگلے حصّے کو حیزوم کہتے ہیں۔

خاذہ بروزن سادہ تیسرا حرف دال مہملہ : چوبے باشد بلند و راست کہ کشتی بانان کشتی بداں رانند[2]

خدف خاء معجمہ بالفتح و بسکون دال مہملہ : پتوار

خدف کے وضعی معنی کاٹنا یا چھوٹے چھوٹے قدم ڈالتے ہوئے جلد جلد چلنا[3] دونوں حیثیتوں سے پتوار کی مشابہت ظاہر ہے۔ قدیم لفظ ہے۔ ساتویں صدی ہجری کے بعد مستعمل نہیں رہا۔ اس کی بجائے مجذاف کا چلن زیادہ ہوگیا۔ اس لیے خدف قاموسوں کے سوائے ادبی و تاریخی کتابوں میں نہیں پایا جاتا۔

خرابات : جہاز کے رسّے۔

ابوزید نے لکھا ہے کہ بحرِ ہند کے مشرق یعنی ہندوستان کے مغرب میں کئی جزیرے ہیں جن میں ناریل کے درخت ہوتے ہیں۔ ناریل کے پتوں سے جہاز کے رسّے بنائے جاتے ہیں جن کو مقامی لوگ خرابات کہتے ہیں[4]

خرابات بصیغہ جمع استعمال ہوا ہے جو ظاہر ہے کہ عربی قاعدہ سے درست ہے۔ اس کا واحد خرابۃ ہو سکتا ہے اور خرابۃ یقیناً کوئی ہندی الاصل لفظ ہے — راقم الحروف کو اصل کا پتہ نہ مل سکا۔

---

[1] مقامۃ الادب ص ۵۳ ۔ [2] اندراج ۔ فرہنگ استانگس ۔

[3] لسان ، تاج ۔ خ د ف ۔ [4] سلسلۃ التواریخ ص ۱۳۱ ۔

Marfat.com

خصبتہ : بفتح خائے معجمہ وبسکون صاد مہملہ اس کی جمع خصاب بالکسر: جہاز کا رسّا۔ صاحب لسان کے بیان کے مطابق یہ صرف بحرین کے لوگوں کی بولی ہے[1] دوسرے کسی مرجع میں نہ پایا جانا اور خصوصاً لغوی معنی سے اس کا کوئی تعلق نہ ہونا صاحب لسان کی تصدیق کرتا ہے۔

خصب کے معنی سرسبزی یا شادابی کے ہیں۔ البتہ خصب بالضم وبسکون صاد سفید پہاڑی سانپ کو کہتے ہیں۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ کسی نے شبہ یا شباہت کی بنا پر رقل کو خصب کہہ دیا؟ خوش دل ملاح بطور تفنن لے اُڑے اور پھر جو بات مذاقاً کہی گئی تھی وہی چل پڑی؟ مگر کسی تاریخی شہادت کی موجودگی کے بغیر ایسی تفہیم کی حیثیت اٹکل سے زیادہ نہیں ہو سکتی۔

خلہ : خ ل ل مضاعف: چپو

یہ مادہ اصلاً وقت یا شگاف کو ظاہر کرتا ہے۔ اس کی جملہ شاخوں میں لازماً یہی معنی پائے جائیں گے[2] خلال بالکسر۔ وہ کاڑی جس سے دانتوں کی ساندوں میں پھنسے ہوئے غذا کے ٹکڑوں کو نکالا جائے۔ خلّہ بالفتح خلال کا واحد اور اخلّۃ جمع الجمع ہے[3]

خلہ کے مجازی معنی چپو اس لیے ہوئے کہ وہ لانبا پتلا ہوتا ہے اور عملاً دانت خلال سے مشابہ ہے۔

فارسی میں۔ بفتح اول وثانی بمعنی چوب دراز کہ بدان کشتی میرانند وباین معنی بضم اول نیز آمدہ[4]

عربی معجموں یا دوسرے مصادر میں یہ لفظ ان معنوں میں نظر نہیں آیا۔ گو اس کے عربی الاصل ہونے میں شبہ نہیں۔

---

[1] لسان۔ خ ص ب۔ [2] مقاییس اللغۃ۔

[3] لسان۔ [4] بہار عجم وفرہنگ انندراج۔

خلّہ اسم آلت از مصدر خلیدن است کہ یکے از معانی آن فرو بردن در چیزیست و بہمیں جہت کلمہ خلّہ را بمعنی پاروئی کہ در قالیف رانی استعمال می کنند آوردہ اند زیرا کہ خلّہ در آب فرو می رود و کسے کہ ایں خلہ را بکار ببرد یعنی پاروزن. قالیف و زورق باشد باو خلہ بان گفتہ اند۔ و چون در زبانہائے اروپائی و بیشتر در فرانسہ کلمہ PILOTE را کہ دراصل بمعنی رہنمائے کشتی است دربارہ ہوا پیما ہم بکار بردہ اند و رانندۂ ہواپیما را PILOTE گفتہ اند۔ ایں کلمہ خلہ بان را مختصر کردہ و ہائے وسطۂ آن را انداختہ اند بمعنی رانندۂ ہواپیما بکار بردہ اند[1]

خلہ چوب : چپو[2]

بظاہر مرکب مگر فی الواقع معناً مترادف ہے۔ جب دو مختلف زبانیں بولنے والے جو ایک دوسرے سے بالکل اجنبی ہی ہوتے ہیں اور نہ اپنی لسانی انفرادیت ختم کر کے ایکدوسرے میں ضم ہو جاتے ہیں بلکہ تعلقات کے ابتدائی دَور میں ہوتے ہیں، روزمرہ معاملات میں افہام و تفہیم کے لیے مجبور ہوتے ہیں تو پہلے اپنی زبان کا لفظ بولتے اور فوراً بعد اپنے مخاطب کی زبان کا مترادف دہراتے ہیں۔ اس لسانی و معاشرتی مظہر کی مثالیں خصوصاً ہندوستان میں بکثرت ملتی ہیں اور آج بھی قریبًا ہر بڑے شہر میں ایسا ہی ہوتا ہے۔ منزل گاہ، دوا دارو، یہ مثالیں ان الفاظ کی ہیں جو عربوں اور ایرانیوں کے تعلقات سے وجود میں آئے اردو میں تو اس کی مثالیں بہت سی ہیں جیسے رشتہ ناطہ، جوتی پیزار، زچگی جاپا، کام کاج وغیرہ۔

حاصل بحث یہ کہ خلہ چوب بھی عربی و ایرانی ملاحوں کے ابتدائی تعلقات کی

یادگار ہے۔

خن بالفتح: کشتی یا جہاز کی وہ نچلی کوٹھری جہاں ملاح اپنی ذاتی چیزیں رکھتے ہیں یہ لفظ اصلاً فارسی لفظ خانہ کی تخفیف ہے۔ فارسی میں یہ لفظ بطور لاحقہ بھی استعمال ہوتا ہے جیسے مثلاً بادخن بمعنی طوفان یا ہوادار مکان اور گلخن بمعنی انگیٹھی۔ خن کے معنی چھوٹے مکان یا پرندوں کا پنجرہ بھی آتے ہیں[1]

مندرجہ صدر معنی غالباً اسی سے نکلے ہیں۔

خیزران بفتح خاء معجمہ، بسکون یاء و بضم زائے معجمہ۔ الف: چپو۔ ہر وہ لکڑی جس سے چپو کا کام لیا جائے بشرطیکہ اس میں لچک ہو۔ عربی میں بہت قدیم زمانہ سے رائج ہے۔ نابغہ ذبیانی دریائے فرات کے چڑھاؤ کا منظر بیان کرتے ہوئے کہتا ہے[2]

یَظَلُّ من خوفِہِ الملاح معتصِماً ٭ بالخیزرانۃِ بعد الاینِ والنجدِ

ب: کشتی کا پچھلا حصہ[3]

ج: کشتی کا وہ پچھلا حصہ (مدوّر) حصہ (غالباً حلقہ) جہاں یا جس میں پتوار کھڑا کیا جاتا ہے[4]

د: مستول (حدیث میں ہے کہ جب شیطان سفینۂ نوح میں داخل ہوا تو نوح علیہ السلام نے فرمایا او دشمن خدا نکل یہاں سے لہٰذا وہ کشتی کے مستول پر چڑھ گیا۔ فصعد علی خیزران السفینۃ[5]

---

[1] سوار السبیل ـ استنگاس ـ غیاث ـ وغیرھا۔

[2] تبریزی شرح القصائد العشر ص ۱۵۸۔ مختار الشعر الجاہلی ص ۱۵۵، المخصص ج ۱۰ ص ۲۷۔

[3] متفائیس باب ماجاء علی اکثر من ثلاثۃ احرف اولہ خاء۔ لسان: خ زر۔ النہایۃ ج ۱ ص ۳۲۶۔

[4] لسان تاج۔ خ زر۔

[5] الفائق۔ ج ۱ ص ۳۴۲ و لسان خ زر۔

Marfat.com

خیزران کو خیزارہ بالکسر بروزن بیچارہ بھی کہتے ہیں[1]

خیزران بالتانیث یعنے خیزرانہ بھی آتا ہے۔

فکانّھا والماء ینفح صدرھا ؛ والخیزرانۃ فی ید الملاح[2]

خیزران کی جمع خیزرانہ ہے[3]

اختلاف معنی کی وجہ تعریب ہے۔ فارسی سے ماخوذ معلوم ہوتا ہے۔ جس کے معنی بید (رہنیت) ہیں۔ اور خود فارسی میں یہ لفظ غالباً مشرق بعید کی کسی زبان سے آیا ہے۔ غالباً ملایائی زبان سے ماخوذ ہے۔ اس کا ایک املا خرزان بھی ہے[4] خارمعجمہ کے بعد رار مہملہ تیسرا حرف زار معجمہ چوتھا حرف الف آخر میں نون۔ خیزران کی جمع خیازر بھی آتی ہے[5]

عربی میں ابتداءً غالباً بید کے معنی میں مستعمل ہوتا تھا۔ لغویوں نے خیزران کے معنی پتوار لکھتے ہوئے صراحت کی ہے کہ ایسا پتوار جس میں لچک ہو۔ بلکہ یہ معنی بھی بعد میں ہوئے۔ اصلی معنی وہ ہیں جو ج میں لکھے گئے ہیں۔ بید کو موڑ کر حلقہ بنایا جاتا تھا اور اس میں ایک یا کئی پتوار ڈالے جاتے تھے جیسے آج کل چوب دستی رکھنے کے لیے دیوار میں حلقے نصب کئے جاتے ہیں یا آئینہ لگے ہوئے میز میں مدور سوراخ بنائے جاتے ہیں۔

خیزران بعد میں بھی عربی میں بید کے معنوں میں مستعمل ہوتا رہا۔ مجازاً سرو قامت و نازک اندام عورت کو خیزران اسی لیے کہتے ہیں کہ وہ درازی و نرمی کی وجہ سے چلنے میں آگے پیچھے لچکتی لیکتی رہتی ہے۔

رفتہ رفتہ خیزران کے معنی ہر ایسی لکڑی کے ہو گئے جس پر ٹیکا لگائیں تو

---

[1] لسان تاج۔ خ زر۔ [2] ایضاً [3] البستان۔ خ زر۔

[4] سوار السبیل۔ [5] ایضاً۔

مڑ جائے۔

خیزران فارسی میں بکسر اول و یار مجہول و وقف زار معجمہ مستعمل ہے۔ اس سلسلہ میں غیاث اللغات کے مؤلف نے جو دلچسپ بات لکھی ہے وہ قابلِ غور ہے : در کتابے دیدہ ام کہ ایں لفظ مرکب است از دو امر۔ یکے "خیز" و دیگر "راں" واکثر از چوبش دستۂ چابک اسپاں می سازند و آلہ خیزا نیدن و راندن اسپ است۔ لہذا بایں اسم مسمی گشت۔

مرکب ہو یا مفرد اس لفظ کا معرب ہونا یقینی ہے۔

خیزران عرب میں نہیں ہوتا تھا۔ نابغۂ جعدی کا شعر ہے[1]

اتانی نصرُهم وهم بعیدٌ ؛ بلادهم بلادُ الخیزرانِ

خیسفوج بالفتح، بسکون یار، بفتح سین مہملہ و بضم فار۔ اس کی جمع خیسفوجۃ بمعنی پتوار سوائے قاموسوں کے[2] دوسرے ادبی یا تاریخی مصادر میں یہ لفظ دیکھنے میں نہیں آیا۔ عربی میں خ س ف فعل لازم کے معنی غرق آب ہونا یا زمین میں دھنس جانا ہیں۔ چونکہ پتوار اکثر و بیشتر زیر آب رہتا ہے اور کبھی زمین سے بھی اگ جاتا ہے۔ اس لیے خیسفوج کہلاتا ہے۔

دبوستہ بفتح دال مہملہ بضم بار موحدہ واو معروف آخری حرف تار معقود بروزن سبوچہ : عرشہ کے نیچے کا کمرہ جس میں ناخدا اور مسافروں کا زنانہ رہتا ہے۔

یہ لفظ صرف الغ خانی نے استعمال کیا ہے[3] فارسی لغتوں میں بھی پایا جاتا ہے بہار عجم میں ہے : دبوسہ نام منزلے از جہاز و کشتی در زیر عرشہ کہ زن ناخدا و حرم

[1] لسان۔ خ ز ر۔ [2] متغائیس۔ ماجار علی اکثر من ثلاثۃ احرف اولہ خار۔ المخصص : ج ۱۰ ص ۲۵۰۔
لسان و تاج۔ خ س ف ج۔ تبریزی شرح القصائد العشر ص ۱۵۸۔ [3] ظفر الوالہ ص ۳۱۶۔

اہل جہاز درآں نشینند[1]۔

عربی میں دبس کے مادہ میں ہلکے رنگ یا شیرہ کے معنوں کی جھلک ہوتی ہے۔ ظاہر ہے کہ پیش نظر دبوسہ کا اس سے کوئی تعلق نہیں۔ کسی قدیم عربی مصدر میں اس کا نہ پایا جانا بھی اس کے عجمی الاصل ہونے کی دلیل ہے۔

دُسُر بضم دال مہملہ اس کے بعد سین مہملہ آخر میں راء مہملہ (الف) ناریل، تاڑ، کھجور یا سیندھی کے پتوں سے بٹی ہوئی رسّی (ب) کیلا (ج) سینۂ کشتی یا کشتی کا اگلا حصّہ (د) کھجور یا اسی خاندان کے کسی درخت کا گابھا یا اس کی پتّیاں۔

تنزیل میں وحملناہ علیٰ ذات الواح ودسر[2] وارد ہوا ہے اس لیے بلا استثنا کتب تفسیر میں دسر کے معنی بتائے گئے ہیں[3] ابتدائی تین معنی مفسروں نے بتائے ہیں لیکن ان میں سے صرف پہلے معنی صحیح ہیں کہ قدیم عربی کلام سے ان معنی کی تصدیق ہوتی ہے۔ اور لغویوں کی تحقیق ان کی توثیق کرتی ہے۔ دوسرے عبداللہ بن عباس سے روایتاً ثابت ہے نہ درایتاً۔

مفسروں کی قیاس آرائی کا سبب دسر کا عجمی الاصل ہونا ہے۔ اصل لفظ فارسی کے دو اور سر سے مرکب ہے جس کے لغوی معنی دوسروالا ہیں[4] جسمانی حیثیت کے لحاظ سے اس کے مجازی معنی موٹا، سخت یا مضبوط اور اخلاقی لحاظ سے بہادر کے ہوتے ہیں۔ فارسی میں ایسی ترکیب کی بہت سی مثالوں میں سے دو مثالیں بطور نمونہ یہ ہیں:۔

---

[1] ظفر الوالہ ص ۳۱۹۔ [1] بہار عجم و فرہنگ آنندراج۔ [2] ۵۴۔ القمر۔ ۱۳۔

[3] جیسے مثلاً الجامع لاحکام القرآن ج ۱۷، ص ۱۳۲ اور آگے۔ اس میں جملہ منقول مذاہب یکجا موجود ہیں۔

[4] الالفاظ الفارسیۃ المعربہ ص ۶۴۔

Marfat.com

"چار زبان" یعنی پُرگو وکثیر الکلام "وہ دلہ" یعنی بہادر۔

ایران کی مغربی سرحد پر واقع عربوں کی حاجب ریاست حیرہ کے بادشاہ نعمان بن منذر کے پانچ مشہور رسالوں میں سے ایک رسالہ کا لقب دوسر (بغیر الف لام تعریفی کیونکہ معرفہ میں پائے جانے والے پانچ اسباب منع صرف میں سے حسب قاعدہ اس میں دو سبب عجمہ وترکیب موجود ہیں) اس لیے مشہور تھا کہ یہی سب سے زیادہ بہادر وجانباز تھا[۱] اس رسالہ کے سپاہی ایسے جیوٹ اور جیالے ہوتے تھے کہ اہل عرب جب کسی فوج کی بسالت وشہامت میں مبالغہ کرنا چاہتے تو ابطش من دوسر کی ضرب المثل بولتے تھے[۲]

ہوا اور پانی کے طوفان سے کشتی کے تختوں کو مرتب، منظم و مجتمع رکھنے کے لیے جس مضبوط رسی کی ضرورت ہے اس کا اندازہ ملاح سے زیادہ اور کون کر سکتا ہے۔ اس کو تجربہ سے کھجور یا اسی طرح کے کسی اور درخت کے پتوں سے بٹی ہوئی رسّی سب سے زیادہ مضبوط معلوم ہوئی اس لیے وہ اس قسم کی رسی ہی کو دوسر کہنے لگا۔ اور اپنی زبان کی خراد پر چڑھا کر دسر کر دیا جس میں کشتی کے تختوں کو مربوط کرنے والی رسّی کے علاوہ مطلق مضبوطی کے معنوں کا بھی اضافہ ہوا۔ پہلے معنی کا شاہد لبشر کی بیت ہے:[۳]

مُعَبَّدَۃ السقائف ذات دُسُرٍ ؛ مضبرۃ جوانبُہا رداحٌ

اور دوسرے معنی کی سند ابن احمر کا قول ہے:[۴]

ضنّیا ھذا ذیک وطعنا مدسرا۔

---

[۱] کامل المبرد ص ۲۷۷ اور آگے۔ نیز مقائیس اللغۃ دلسان ودیوان ابن مُقبل ص ۴۴۔ د۔

[۲] مقائیس اللغۃ دس ر۔ المخصص ج ۱۰ ص ۲۵، ۲۶ دلسان دس ر۔ [۳] اساس ولسان۔ دس ر۔

جو تھے معنی درخت خرما کا گابھا یا اس کی پتیاں ہو یہ کبھی قدیم عربی میں مستعمل نہیں تھا۔ موجودہ معلومات کے لحاظ سے اس کا قدیم ترین ماخذ ابنِ جبیر متوفی چھ سو چودہ کی عبارت ہے۔ اہل عیذاب کی کشتیوں کا وصف بیان کرتے ہوئے اس نے لکھا ہے..... ویخللونھا بدسر من عیدان النخل[1] کشتی کی درزوں کو کھجور کی پتیوں (یا اس کے گابھے) سے بند کرتے ہیں۔ مقریزی نے بغیر کچھ اضافہ کے بعینہٖ یہی عبارت نقل کر دی ہے[2]۔

دُفّان : دال مفتوح ف مشدّد الف ساکن آخر میں نون جمع دفافین بروزن دواوین۔ کشتی کی لکڑی۔

صاحب لسان نے خشب السفینہ کے سوا اور کوئی تفصیل نہیں دی[3]۔ بلگرامی نے بھی استدراک میں اس پر کوئی اضافہ نہیں کیا[4]۔ یہ لفظ سوائے ان دو معجموں کے اور کہیں نہیں مل سکا اس لیے کچھ نہیں بتایا جا سکتا کہ کشتی کی لکڑی سے کونسی لکڑی مراد ہے۔

دفہ : دف ف مضاعف بالفتح۔ پتوار۔ کشتی کی ایک جانب۔

مادہ کے معنوں میں ایک چیز کا دوسری چیز میں عارض ہونا یا جلدی کرنا کی جھلک ہوتی ہے[5]۔ پتوار کشتی کا داخلی جزو نہیں ہے بلکہ باہر سے لگایا جاتا ہے اگر اس کو بالکل نکال دیا جائے تو اہل کشتی کو کوئی نقصان نہیں پہنچتا گویا وہ کشتی کا ضمنی آلہ ہے۔

ابن جنوس اشبیلی نے ایک ایسے شخص کا مذاق اُڑایا ہے جس کا ایک پپوٹا اُلٹ گیا تھا اور اس کی وجہ سے آنکھ سے ہمیشہ پانی بہتا رہتا تھا[6]۔

---

[1] تذکرۃ بالاخبار۔ ص ۷۰۔ [2] المواعظ ج ۱۔ ص ۳۲۸۔ [3] لسان دف ف۔
[4] تاج دف ن۔ [5] مقائیس اللغۃ: دف ف۔ [6] معاہد التنصیص ج ۲۔ ص ۲۸۳۔

شتیرت نقلنا زورقٌ فی لجّۃٍ ، مالت باحدی وفتیہ الریحُ
فکانّما انسا نُہا ملاحُھا ، قد خاف من غرقٍ فظلّ یمیحُ

جب اس کا پپوٹا پھٹ گیا تو ہم نے کہا سمندر میں ایک کشتی ہے جس کے ایک جانب کو ہوا نے جھکا دیا ہے۔ اس کی آنکھ کا ڈھیلا گویا ملاح ہے کہ ڈوب مرنے کے ڈر سے ڈگمگا رہا ہے۔

بطرس کے بیان کے مطابق پتوار کے معنوں میں دفہ مولّد ہے[1]۔ سوائے ایک دو حالیہ معجموں کے قدیم مصادر میں یہ لفظ نہیں مل سکا جس سے بطرس کے بیان کی توثیق ہوتی ہے۔

الدّفّۃ (مولدۃ) ھی عند المولدین خشبۃٌ تا مّۃٌ فی مؤخر السفینۃ تدیرھا و فصیحھا السکان[2]

درج بالا عبارت سے ظاہر ہے کہ پتوار کے معنی میں یہ لفظ غالباً گیارہویں صدی ہجری سے رائج ہوا۔ مصری ملاحوں کی زبان پر یہ لفظ اب بھی کبھی کبھار سننے میں آتا ہے۔

دقل بفتح دال مہملہ و قاف۔ آخر میں لام۔ کشتی کا وسطی مستول جس پر بادبان لپیٹا جاتا ہے۔ اس کی جمع اَدقال بالفتح و دِقال بالکسر۔

عربی میں بہت قدیم زمانہ سے رائج ہے۔ فرزدق کا شعر ہے[3]:

یُثنیُ بالرّیاحِ و ماء اَتنَلۃ ، علی دقل السفینۃ کالصرارِ

اور عجاج کے ارجوزہ کا مصرع ہے[4] عَمّ . ودقلٌ اجردُ شوذبیُّ

حدیث الرسول صلعم کے بعض معجموں میں بھی یہ لفظ آیا ہے اس لیے بعض لغویوں

---

[1] محیط۔ دف ف [2] الدلیل الی العامی۔ ص ۳۵۰۔
[3] د۔ ص ۲۵۳۔ [4] د۔ ص ۶۹۔

Marfat.com

نے اس سے سندلی ہے[۱] محولہ حدیث کا ملخص ترجمہ بحذف اسناد یہ ہے: ایک شخص نے شراب خریدی اور اس میں اتنا ہی پانی ملا دیا جتنی وہ اصلاً تھی۔ پھر اس کو فروخت کردیا۔ فروخت سے جو رقم حاصل ہوئی وہ ایک تھیلی میں رکھ لی۔ واپس ہوتے ہوئے ایک بندر خریدا اور کشتی پر سوار ہوا۔ جب اس کو نیند لگ گئی تو بندر تھیلی لیکر مستول پر چڑھا اور اس کے کنارے پر بیٹھ کر ــــــــ وصعد حتی قعد علی راس الدقل ایک دینار سمندر میں اور ایک دینار کشتی میں ڈالنے لگا تا آں کہ تھیلی خالی ہوگئی[۲]

مسعودی نے بھی مختصراً یہ حدیث نقل کی ہے اور لکھا ہے کہ صاری کے لیے دقل اہلِ عراق کی اصطلاح ہے[۳]

ابوجعفر محمد بن جریر طبری کی عبارت ہے: اخذ وا ملاحًا قل اکتری سفینۃ نقربوا مائتی سوط وصلبوہ علی دقل سفینتہ۔ یعنی انہوں نے ایک ملاح کو پکڑا اس کو دو سو کوڑے لگائے اور اس کو مستول پر سولی دی[۴] لیکن عبداللہ بن مسعودؓ نے دقل بفتحتین بادبان کے معنی میں استعمال کیا ہے[۵] دقل فارسی میں بھی اسی معنی میں آتا ہے[۶]

دلّون بفتح دال مہملہ لام مشدّد واوٗ معروف آخر میں نون، جمع ولالین بالفتح

۱؎ اساس، لسان ذناج۔ دقال۔ فرائد ص ۱۵۷۔

۲؎ مسند احمد بن حنبل۔ ج ۳۔ ص ۳۰۶، ۳۳۵ کتاب ذکر اخبار اصبہان ج ۲ ص ۲۸، ۲۹ النہایۃ فی غریب الحدیث ج ۲۔ ص ۲۹۔ ۳؎ مُروج۔ ج ۴ ص ۲۷۔ اور لبنیر وضاحت ج ۱۔ ص ۳۴۳ اس طرح لکھا ہے کہ دقل کو بحرِ صین و بحر حبش والے جہاز راں دوتلی (ابروزن) اور بحر رومی والے صاری کہتے ہیں۔ ۴؎ اخبار الرسل۔ حوادث سنہ ۲۵۱ ق ۳ ص ۴۲

۵؎ مسند احمد بن حنبل ج ۱۔ ص ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۲۷۔

۶؎ غیاث۔ برمحل۔

Marfat.com

لام ثانی مکسور : ایک قسم کا بادبان۔

یہ لفظ یونانی الاصل ہے[1] اور صرف ابن جبیر کے یہاں مل سکا :

واقاموا انی الارد مون شراعًا یعرف بالدلون[2] اور انھوں نے مستول پر بادبان کھینچے جو دلون کہلاتا ہے۔ دوسری جگہ ہے : واقتصر علی الدلالین الصغار دون انصاف الصواری[3] بادبان کو چھوٹے مستولوں کے صرف نصف بلندی تک پھیلایا۔

اس سے ظاہر ہے کہ یہ لفظ مغربی بحیرۂ روم میں مستعمل تھا ورنہ ابن جبیر اس کی وضاحت نہ کرتا۔

دَمان : بفتح دال مہملہ : بادبان کی رسّی۔

سوار السبیل کی عبارت ہے : شاید از نواحی ہند است[4]۔
نوعے از رسن کہ زیر بادبان جہاز برائے بستن آں باشد۔ بعربی آن را اعادیل و اسقوت گویند۔

دُمان : بضم دال مہملہ دوسرا حرف میم پتوار، دم کشتی۔

ایطالیائی TIMONE بواسطہ ترکی[5]

دوّارة : ملاحوں کا پرکار یا سمندری قطب نما یا جہازی سمت نما۔

دور کے مادّہ سے اسم فاعل بصیغہ مبالغہ تاء معقود غالبًا جنس جمعی کی وحدت کے لیے ہے۔

یہ اصطلاح نسبتًا بہت حال کی یعنی چودھویں صدی ہجری کے اوائل کی معلوم

---

[1] دوزی۔ تحت اللفظ۔ [2] تذکرۃ بالاخبار۔ ۳۱۲۔

[3] تذکرۃ بالاخبار۔ ص ۳۱۶۔ [4] سوار السبیل۔ بہ ذیل۔ اسقوت۔؟ اعادیل۔؟

[5] سوار السبیل۔

Marfat.com

ہوتی ہے کیونکہ قدیم معجموں میں اس کی نشاندہی نہیں ہو سکی۔ البتہ جدید و مختصر قاموسوں میں ردارہ کے وہ معنی بھی ثبت کئے گئے ہیں جو اوپر درج ہوئے[1]

دوطیرہ: بضم دال مہملہ واؤ معروف بکسر طائے عربی و یا معروف پانچواں حرف رائے مہملہ آخر میں تائے معقود: لنگر یا کشتی کا آخری حصہ۔

سوائے معاجم کے[2] اور کہیں دیکھنے میں نہیں آیا۔

دوقل: لفظاً و معناً دقل کا مترادف یا دقل کی دوسری صورت ہے۔

دقل کی طرح یہ معجموں کے علاوہ ملاحوں و مسافروں کی تحریروں میں بھی آیا ہے[3]

دقل بحری اصطلاحی معنوں میں ارامی لفظ کا معرب ہے۔ لغویوں کو اس کی جمع کے سلسلے میں جو مشکل پیش آتی ہے[4] اسی وجہ سے ہے۔ ابن فارس نے تو صاف لکھ دیا ہے کہ دال وقاف ولام کوئی اصل ہی نہیں ہے جس پر قیاس کیا جا سکے[5]

خلاصہ یہ کہ اکثر و بیشتر بحری اصطلاحوں کی طرح دوقل بھی معرب ہے۔

الدولی: مسعودی کی اطلاع یہ ہے کہ دقل: (مستول) اور الدولی ایک ہی چیز ہے[6]

دقل کو بحر چین کے ملاح دولی اور بحیرۂ روم کے ملاح صاری کہتے ہیں۔

دیماس: بفتح دال اور کبھی بالکسر۔ یا ساکن۔ تیسرا حرف میم اس کے بعد الف آخری حرف سین مہملہ: جہاز کا وہ حجرہ جس میں معمولی سامان یا قیدی رکھے جائیں۔

یہ یونانی الاصل لفظ دوسری سامی زبانوں میں بھی مستعمل ہے۔ علاوہ مذکورہ املا کے دموس بالفتح، میم مشدد، جمع دمامیس، دیموس بالفتح، میم مضموم و داموس میم مضموم

---

[1] تسہیل العربیہ۔ المنجد و قاموس العصری لالیاس۔ [2] لسان۔ دطر، رن و، ک ث ل نیز تاج دوطی ر۔ [3] المخصص: ج ۱۰۔ ص ۲۴۔ عجائب الہند ص ۴۳۔ تذکرۃ بالاخبار۔ ص ۴۳۔

[4] یہ بحث کئی جگہ آئی ہے لیکن مختصر و جامع المخصص ج ۱۰ ص ۲۴ میں ہے۔

[5] سوار السبیل۔ مقائیس اللغۃ۔ دق ل۔ [6] مروج۔ ج ۱۔ ص ۳۴۳۔

بھی آیا ہے ایک آدھ جگہ اس کی جمع دوامیس بھی آئی ہے۔ دوزی کے مذکورہ ماخذوں کے علاوہ[1] مقریزی نے بھی استعمال کیا ہے[2] سوار السبیل کی عبارت یہ ہے :

DEMOSION بواسطہ ارامی۔ شفا خانہ، بیمارستان، خانہ مخصوص کہ برائے سردی است کنندش واں را سرداب وسرداب نیز گویند وخانہ کہ برائے فائدہ عوام بنا کنند تا ہر کس ازو مستفید شود مثل حمام وغیرہ۔

ذروۃ : بکسر ذال معجمہ را مہملہ ساکن واؤ مفتوح آخر میں تائے معقودۃ : بادبان۔ اس کی جمع ذری ذال مضموم را مفتوح آخر میں یاء۔

ایک لغوی معنی کسی شئے کا دوسری شئے پر اس طرح آجانا کہ دوسری شئے چھپ جائے یا سایہ میں آجائے[3] چونکہ بادبان کشتی کی سطح کو ڈھانک لیتا اور اس پر سایہ ڈالتا ہے اس لیے ذروۃ کہلاتا ہے۔ دوسری صدی کے نصف اول کا ایک شاعر ابراہیم بن علی بن ھرمۃ کہتا ہے[4]

سلکوا علی صَفَرٍ کأنّ حمولھم ؛ بالرمنتین ذُرَیٰ سفینٍ عوّم

ذروہ کے ان معنوں سے مرجوعہ قاموسیں خالی ہیں۔ کسی دوسرے ماخذ میں نہیں پایا گیا۔

الرجح : کشتی کے بازو کا حصہ۔

رجح کے معنی ایک طرف جھکنا عام ہیں[5] کشتی کے دوجانبوں دائیں وبائیں کی تخصیص محض مجازی ہے۔

یہ لفظ جمیل کی جن بیتوں میں آیا ہے وہ ہو بہو نقل کی جاتی ہیں تاکہ مزید

---

[1] دوزی۔ تحت اللفظ۔ زنداں خانہ۔ [2] المواعظ والاعتبار۔ ج ۲۔ ص ۳۵۲ و ۳۷۳۔

[3] تعالیس ذرو۔

[4] یاقوت۔ بلدان۔ الرصنہ۔ ج ۲ ص ۷۹۰ و صفر ج ۳۔ ص ۴۰۰۔ [5] معاجم متداولہ۔

تحقیق کا موقع ملے[1]

اُنخی اِلی عادیّۃٍ طحونِ   ینشق عنہا اللیلُ ذو الشئونِ

غمرٌ یدُقّ رُجّحَ السفین   ذو حَدَبٍ اذا یُری حجونِ

ان میں ذو حدب کے معنی غالبًا ملاح ہیں نہ کہ لہر و موج۔

اگر ایسا ہے تو یہ بھی مجازی معنی ہونگے کہ ملاح چپو مارنے کے لیے آگے جھکتا (کبڑا سا ہوتا) ہے۔

رجل بالکسر لغوی معنی پاؤں جمع ارجل بالفتح و بضم جیم: بحریوں کے روزمرہ میں پتوار۔

لغویوں کے[2] علاوہ جغرافیہ نویسوں[3]، سیاحوں[4] اور مؤرخوں نے[5] بھی یہ معنی لکھے ہیں۔

یہاں یہ خیال رہے کہ رجل کے معنی پتوار بطور تشبیہ ہیں۔ روزمرہ استعمال میں وضعی معنی ترک کرکے تشبیہی معنی کا رواج اُردو کی طرح عربی میں بھی شاذ نہیں

رفراف: بفتح رائین دوسرا اور آخری حرف فا: بارش یا دھوپ سے مسافروں کو بچانے کے لیے جہاز یا کشتی کے عرشہ پر ۹ ویں صدی عیسوی کے بحریوں کی زبان میں "کھینچا ہوا پردہ[6]"

رفش بفتح یا بضم را مہملہ دونوں طرح ف ساکن آخر میں شین معجمہ: چپو۔ صرف اہل عراق کی زبان پر تھا[7] اور غالبًا دخیل ہے[8] سوائے قاموسوں

---

[1] اغانی ج ۸ ص ۱۳۶۔ [2] لسان و تاج۔ مادہ۔ ح س ف ج و دوزی۔ تحت اللفظ دسکان و شرح دیوان مسلم بن الولید۔ ص ۸۷۔ [3] احسن: ص ۳۰۔ [4] تذکرۃ بالاخبار ص ۳۲۱

[5] ذیل تاریخ دمشق ص ۱۸۰۔ [6] الدلیل الی لعامی۔ ص ۱۸۵۔

[7] الفائق۔ ج ۲ ص ۹۰۔ لسان و تاج۔ رف ش۔ [8] مقاییس رف ش۔

Marfat.com

کے دوسرے ماخذوں میں نظر نہیں آیا۔

الرمث : مستول۔

زمخشری نے رمث کے معنی مستول بتائے ہیں[1]۔

اس معنی میں یہ لفظ ہمارے پیش نظر کسی کتاب میں نہیں آیا۔

روغ : بندھنی[2]۔

الرومی : بضم را مہملہ دوسرا حرف واؤ تیسرا حرف میم مکسور۔ آخر میں یا۔ خالی کشتی کا بادبان۔

مندرجہ صدر معنی صرف لغویوں نے لکھے ہیں لیکن سند نہیں دی[3]۔ دوسرے مرجوعہ مصادر میں بھی یہ لفظ نہیں پایا گیا۔ لیکن بلگرامی نے ان معنوں کو ابوعمرو بن علاء سے منسوب کیا ہے جن کا انتقال ایک سو چھپن یا ستاون میں ہوا ہے۔ اگر یہ نسبت صحیح ہے تو پھر "رومی" کم از کم پہلی صدی ہجری میں رائج ہوگیا تھا۔

لغوی معنی چاہنا ارادہ کرنا ہیں۔ ظاہر ہے کہ بادبان سے ان معنوں کا کوئی تعلق نہیں ہے ممکن ہے کسی عجمی زبان کی تعریب ہو۔ لیکن موجودہ معلومات کے اعتبار سے قطعیت سے کوئی بات کہنا ممکن نہیں۔

الرھنامج : ھائے ہوز بعض لغویوں کے نزدیک ھائے ہوز مفتوح ہے اور بعض کے نزدیک ساکن۔ سطح سمندر کا نقشہ۔ ملاحوں کی کتاب الدلیل۔

فارسی لفظ راہ بمعنی رستہ اور نامہ بمعنی کتاب کا مرکب[4]۔

یہ لفظ قدیم معجموں میں نہیں ملتا۔ غالباً احمد بن ماجد کا ارجوزہ ہی اس لفظ

---

[1] مقدمۃ الادب ص ۵۳۔ [2] دوزی بر محل۔

[3] لسان مادہ روم اور ربع۔ تاج مادہ ردم۔

[4] محیط۔ لبنان اور سوا ماسیل۔ مادہ رھنام۔

Marfat.com

کی قدیم ترین تحریری شہادت ہے۔ لیکن اس نے رہمانج لکھا ہے یعنی بغیر الف بتقدیم میم اور اس کی جمع رہمانجات لکھی ہے[۱]

زواد یا زوادہ : بفتح زائے معجمہ وواؤ تیسرا حرف الف آخری دال مہملہ: بحری مسافروں کا سامان خورد نوش[۲]

یہ ملاحوں کا محاورہ ہے[۳] غالباً زاد (اجوف وادی کی مسخ شدہ صورت ہے۔ اس لیے قاموسوں میں یہ لفظ بار نہ پا سکا

زِیّ : زاء معجمہ مکسور یائے معروف مشدّد: جہاز کا ساز و سامان۔ جمع ازیاء بروزن اولیاء۔

عربی میں زیّ (زی مضاعف و ناقص یائی) کے معنی ہیئت ہیں اس میں لباس کا مفہوم بہت بعد میں داخل ہوا۔ ان معنی میں مزید وسعت پیدا کر کے ملاح جہاز کے ساز و سامان کو بھی زی بولنے لگے[۴] مگر اہل زبان اس وسعت کو غلط ہی کہتے رہے۔ چنانچہ متداولہ قاموسوں میں یہ لفظ کوئی جگہ نہ پا سکا[۵]

ساری یا ساریہ : بفتح سین دندانہ دار رائے مہملہ مکسور: سواری جمع: جہاز یا کشتی کے وسط کا وہ ستون جس سے بادبان لپٹا جائے۔

یہ عربی کے س ر ی (ناقص یائی) بمعنی "رات کو سفر کرنا" سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔ عربی میں یہ لفظ یونانی سے آیا ہے اور صاد سے لکھا جاتا ہے (تفصیل فصل صاد میں آئے گی) لیکن بعض مصادر میں سین سے لکھا گیا ہے اس لیے یہ لفظ قاموسوں میں سین اور صاد دونوں فصلوں میں ملتا ہے[۶]

---

[۱] الفوائد الکنج ج ا ورق ۶۰، ۷۶ [۲] عجائب الہند ص ۱۸۹ [۳] دوزی۔ تحت زود۔

[۴] عجائب الہند: ص ۴۶۔ [۵] دوزی مادہ زی ی۔

[۶] محیط و بستان۔

مرزوقی نے ابن احمر کا درج ذیل شعر سین ہی سے لکھا ہے [۱]

تنفقار فوقہ القلعُ السَّواری ؛ وجنّ الخاز بازیہ جنونا

اسی طرح عماد الدین محمد اصفہانی نے بھی کئی جگہ سین ہی سے لکھا ہے [۲]

سُباک : بکسر یا بضم سین دندانہ دار بار بسم اللہ مفتوح آخری حرف کاف عربی : سمندر کی گہرائی ناپنے کا آلہ۔

عجائب الہند میں ہے .... لا یلحق سباکنا قرار البحر علی عمق الف باع [۳]

یعنی "سباک" سمندر کی گہرائی میں ایک ہزار باع (بغل کے گڑھے سے بیچ کی انگلی تک کا فاصلہ) کی گہرائی تک بھی نہیں پہنچتا۔

س ب ک (باب ضرب یا نصر) کے معنی دھات پگھلانا ہیں۔ پیشِ نظر اصطلاح سے ان معنی کا تعلق شاید اس طرح ہے کہ رسّی کے ایک سرے پر کھل کا گولا باندھا جاتا ہے جو ظاہر ہے کہ پگھلا کر بنایا جاتا ہے۔ معنوں میں ایسی غیر معمولی وسعت زیادہ تر عوام کی زبان میں ہوتی ہے اور ملاحوں کا شمار عوام ہی میں ہے اس لیے یہ لفظ ملاحوں کی زبان پر آیا ہے یا عوام پسند کہانیوں میں [۴]

ستون : تیر کشتی۔ مستول۔

ستون کے معنی بہت طویل موٹی لکڑی عام ہیں۔ اصطلاحی معنی زمخشری نے لکھے ہیں [۵]

سطام : بالفتح : کشتی کا اگلا حصہ۔

یہ لفظ بظاہر عربی معلوم ہوتا ہے کیونکہ اسی مادہ سے اسطم بروزن قلزم

---

[۱] الازمنہ ج ۲ - ص ۱۱۷۔ [۲] الفتح القسی - ص ص ۷۹، ۲۲۴، ۲۵۷، ۲۵۹۔

[۳] عجائب الہند ص ۳۰۔ [۴] دوزی بحوالہ الف لیلہ (ج ۳ ص ۸۳) وغیرہ۔

[۵] مقدمۃ الادب ص ۵۳۔

Marfat.com

کے معنی سمندر کی موج یا اس کی گہرائی کے ہیں لیکن دراصل یونانی لفظ کی تعریب ہے[1] قدیم قاموسوں میں نہیں ملتا غالباً تیرہویں صدی ہجری میں عربی میں داخل ہوا۔

السقیفہ : سقائف جمع : کشتی کے تختے۔

یہ معنی صحیح ہیں صرف اتنا اضافہ کرنا ہے کہ یہ تختے قیر ملے ہوئے تھے تاکہ وہ کھاری پانی سے گل نہ جائیں[2]

سقیفہ کے اصطلاحی معنی وہی ہیں جو اوپر مذکور ہوئے لیکن تیرہویں صدی ہجری میں یہ اپنے اصلی وضعی معنی کی طرف لوٹ گیا یعنی چھپر یا سائبان۔ کشتی کے سب سے اوپر کی منزل پر دھوپ یا بارش سے بچنے کے لیے جو سائبان سا ڈالا جاتا ہے وہی سقیفہ کہلاتا ہے خواہ وہ مستقل ہو یا عارضی[3]۔

سکّان بروزن ربّان : دنبالۂ کشتی۔

سکان کشتی کے پچھلے حصہ میں ہوتا ہے اس لیے دُم کشتی[4] یا ذنب السفینہ[5] کہلاتا ہے دور جاہلیہ کے شعر میں بھی آیا ہے[6]

وزن و معنی دونوں کے اعتبار سے خالص عربی لفظ سکن سے ماخوذ معلوم ہوتا ہے اس لیے بعضوں نے خالص عربی ہی بنایا ہے[7] لیکن تحقیق سے ثابت ہوا کہ اصلاً اکّادی زبان کا لفظ ہے۔ عربی میں ارامی سے ہوکر داخل ہوا[8] ایک

---

[1] سوار السبیل۔ [2] اساس و تاج و لسان۔ یہاں اس لفظ کے قدیم شعری شواہد بھی ہیں۔ مخصص ج ۱۰ ص ۲۵ - [3] الدلیل الی مرادف الخ ص ۱۸۵۔

[4] سوار السبیل۔ [5] مقدمۃ الادب : ص ۵۳ [6] اساس۔ تبریزی۔ ص ۳۷۔

[7] مقائیس۔ جمھرۃ۔ ج ۳۔ ص ۴۷۔ مخصص۔ ج ۱۰ ص ۲۴۔ لسان و تاج۔

[8] مجلۃ کلیۃ الادب۔ ج ۱۲ ص ۶۱ مصر ۱۹۵۰ء

خیال یہ بھی ہے کہ شاید سریانی سے آیا[1] خواہ کہیں سے آیا ہو، ہے دخیل۔
دوزی نے اس کی جمع سکانات لکھی ہے[2] مگر دوسرے مصادر میں یہ جمع نہیں ملی۔

السلوقیہ بالفتح و بضم لام : جہاز میں ربّان کے بیٹھنے کی جگہ۔
خالص عربی لفظ سلق سے ماخوذ ہے جس کے ایک معنی چڑھنا (دیوار پر) بھی ہیں۔ ناخدا جہاز کے سب سے اوپر کے حصہ میں بیٹھتا تھا۔ اس لیے اس جگہ کو سلوقیہ کہنے لگے۔ عربی میں بہت قدیم زمانہ یعنی پہلی صدی ہجری سے ملتا ہے گو متعین شاہد دوسری صدی سے ملتا ہے[3] معجموں میں بھی مندرجہ صدر معنی دیئے گئے ہیں[4]

سہم بالفتح و بسکون ہائے ہوز : مستول۔ سہام بالکسر جمع۔
لغوی معنی شہتیر ہیں۔ پھر اس میں وسعت پیدا ہوئی اور دو خچروں کی گردن پر جوا رکھنے کی وہ لکڑی (نہ کہ جوا) سہم کہلانے لگی جس سے جوا باندھا جاتا ہے۔ اور جب اسی سے مشابہ ستون نما شہتیر بادبان باندھنے کے لیے استعمال ہوا تو وہ بھی سہم کہلایا۔
معجموں میں اس کا ذکر دقل کے سلسلہ میں آیا ہے[5]

الشراع : بالکسر : مستول۔
الشراع کے معنی بادبان کے ہیں لیکن بشمول شعراء[6] بعض ماہر ملاحوں

---

[1] سوار السبیل ۔ [2] تتمہ : بر محل۔
[3] دیوان مسلم بن الولید۔ ص ۸۷۔ [4] تاج و لسان۔
[5] اساس و لسان و تاج۔ س ھ م، دق ل۔ [6] مفضلیات ص ۹۵۔ الطرف الادبیۃ ص ۶۶۔ الشعر : والشعراء ج ۱ ص ۱۳۰ نیز لسان و تاج۔

Marfat.com

نے یہ لفظ مستول کے معنی میں بھی استعمال کیا ہے مثلاً ابن شہر یار نے[1] لکھا ہے کہ جب کوئی چینی جہاز گرداب میں آجاتا ہے تو چھ سات آدمی مستول پر (علی الشراع) چڑھکر یا مستول پر بیٹھ کر بچ جاتے ہیں۔ شراع کی جمع شروع اسی نے لکھی ہے۔

الشراع بالکسر: بادبان، الشرعة و شرُع بضمتین جمع عربی میں نہایت قدیم زمانہ سے رائج ہے اس لیے اس کے معنی سبھی ناموسوں میں مع شواہد شعری مل جاتے ہیں[2] شرع کے ایک معنی اٹھانے یا بلند کرنے کے بھی ہیں۔ بادبان اٹھا کر مستول کے اوپری سرے پر باندھا جاتا ہے اس لیے یہ نام ہوا[3] لیکن یہ قیاس صحیح نہیں معلوم ہوتا اور خفاجی کا[4] یہ کہنا کہ عربی میں دخیل ہے اقرب الی الصواب معلوم ہوتا ہے۔ عربی میں غالباً ارامی سے آیا۔

اس سلسلہ میں جاحظ کی یہ اطلاع بڑی دلچسپ ہے کہ[5] بحریہ کے سپاہی رات میں بادبان پکڑے بیٹھے رہتے ہیں کہ اگر نیند کے غلبہ سے آنکھ لگ جائے اور استرخا سے ہاتھ چھوٹ جائے تو بادبان کی حرکت سے سپاہی یا جہازی عملہ کا وہ کارکن جو نگرانی پر مامور ہو فوراً بیدار ہو جاتا ہے۔

الشرعة بفتحتین: جہاز کا تختہ۔

مندرجہ معنی حالیہ زمانہ کی معنیاتی تبدیلی ہے[6]

---

[1] عجائب الہند ص ص ۱۱ - ۴۷ - ۵۲ - ۹۹ - ۱۳۱ - ۱۴۲ -

[2] امالی القالی - ج ۳ ص ۱۳۱ - جمھرۃ - ج ۳ ص ۳۴۳ - فتح القفی ص ۷۹ - مقدمۃ الادب ص ۵۳: یہاں شراع اور قلع کو ایک دوسرے کا مترادف لکھا گیا ہے۔

[3] متقابئس - مادہ ش ر ع - مخصص - ج ۱۰ ص ۲۴ - [4] شفا ص ۱۳۵ -

[5] حیوان - ج ۳ ص ۴۰۷ - [6] المنجد: مادہ ش ر ع -

Marfat.com

شمندر بفتح اول وثانی ورابع یا شمندر بضم رابع : لنگرنما یا نشانِ لنگر۔
اصلاً ترکی زبان کا لفظ ہے اور اس میں شماندرہ ہے۔ غالباً تیرہویں صدی ہجری سے عربی میں بھی استعمال ہونے لگا۔ ظفرالدین نے[1] اس کے معنی لکھے ہیں۔ قطعہ چوبیں کہ برروئے آب بدیں غرض نمایاں کنند کہ از لنگر نشان دہد بعربی آں را عوامہ خوانند۔

الصابورہ بضم بائے موحدہ : پاسنگ کشتی۔ پتھر یا ایسی ہی کوئی چیز جو کشتی کا توازن برقرار رکھنے کے لیے کشتی میں بھری جائے۔ صوابیر جمع۔
بلگرامی نے[2] متنبہ کیا ہے کہ سین وندا سے لکھنا صحیح نہیں ہے اور آج کل (تیرہویں صدی ہجری) جو لوگ صاد کے بعد فا بولتے ہیں وہ خطائے فاحش ہے۔
یہ کسی لاطینی لفظ کی تعریب ہے[3] عربی کے ص ب ر سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔

صاحب البحر : سمندری حملوں کی مدافعت کرنے والا۔ یہ ترکیب صرف تغری بردی کے یہاں پائی گئی ہے[4] جس نے اس کو ولید بن عبدالملک کے زمانہ کے حالات میں لکھا ہے کیا اس زمانہ میں بھی یہی اصطلاح رائج تھی ؟ جب تک دوسرے معتبر مرجع میں نہ ملے اس وقت تک اس کا جواب قطعی دینا ممکن نہیں۔

الصاری : مستول، صواری جمع۔
مسلمانوں اور بازنطینیوں کے درمیان محرم سنہ چونتیس ہجری مطابق چھ سو پچپن عیسوی میں پہلی بڑی بحری جنگ ہوئی تھی۔ یہ "یوم ذات الصواری" کہلاتی ہے علاوہ قاموسوں کے[5] مخولہ جنگ کے سلسلہ میں بھی صاری کا لفظ تاریخوں وغیرہ

---

[1] سوار السبیل۔ [2] تاج۔ محیط ولبنان [3] سوار السبیل
[4] النجوم ج ۱ ص ۲۲۱ [5] مخصص۔ ج ۱۰ ص ۱۸۔ تاج و لبنان (باقی حاشیہ صفحہ ۲۱۰ پر)

Marfat.com

یہ کئی بار آیا ہے[1]

صقالہ بالفتح: جہاز سے اُترنے کی سیڑھی۔

اس لفظ کا خالص عربی صقل سے کوئی دُور کا تعلق بھی نہیں ہے۔

ابن بطوطہ نے دریائے سندھ عبور کرنے کے سلسلہ میں لکھا ہے کہ: فاذا کان وقت الغدا انفتحت المراکب واتصل بعضہا ببعض ووضعت بینہما الاصقالہ[2] رات کے وقت جہاز ایک دوسرے سے بالکل قریب کردیئے گئے اور ان کے درمیان اصقلے ڈال دیئے گئے۔ بالفاظ دیگر یہ گویا دو جہازوں کے درمیان آمد و رفت کا ذریعہ تھا۔ ظفرالدین نے لکھا ہے کہ نوعے از نردبان کے بواسطۂ آں از مرکب بہ بندر فرود می آیند[3]

یہ لفظ اصلاً فرانسیسی ہے۔ صاد و قاف برائے تعریب ظاہر ہے۔ مصر میں اب اس بجائے پرانا لفظ سُلّم رائج کیا گیا ہے۔

الطائق: کشتی کی دو لکڑیوں یا تختوں کا درمیانی حصہ۔ کشتی کے نچلے حصہ کا تختہ۔ کشتی کا وسطی حصہ۔

یہ سب معنی لغویوں نے ثبت کئے ہیں۔ کلام عرب قدیم سے شاہد بھی پیش کیا ہے[4] لیکن جو شخص ملاح ہو نہ کشتی ساز اور جس نے کشتی سازی کا مشاہدہ بھی نہیں کیا اس کے لیے اس لفظ کا ٹھیک مدلول متعین کرنا نہایت دشوار ہے

بقیہ حاشیہ صفحہ: ۔ نہایہ۔ النہایۃ فی غریب الحدیث ج ۲ ص ۲۹۔ فرائد ص ۱۵۴۔ دیوان ابن مقبل ص ۱۱۹۔ التنبیہ والاشراف ص ۵۸۔ یاقوت۔ بلدان۔ ج ۳ ص ۳۶۱۔ مقالہ صاری الفتح القسی ص ۲۹۰۔ الروضتین ج ۲ ص ۱۶۳ حاشیہ۔ [1] جیسے مثلاً انساب الاشراف ج ۵ ص ۵۰ حاشیہ۔ فتوح مصر ص ۱۸۹ حاشیہ۔ اخبار الرسل ج ۱ ص ۲۸۶۸۔ [2] تحفۃ۔ ج ۳ ص ۱۱۰ [3] سوار السبیل [4] مخصص۔ ج ۱۰ ص ۲۵۔ لسان و تاج۔ طوق۔

فسیح عربی میں طوق کے معنی جہاز کے اطراف چھوٹے چھوٹے ٹیلوں کا حلقہ ہیں۔
لیکن مندرجہ صدر معنی سے اس کا کوئی تعلق سمجھ میں نہیں آیا۔
راقم الحروف کا خیال ہے کہ عربی میں۔ لفظ ارامی سے آیا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

الطبطاب : چپو۔
فصیح عربی لفظ ہے۔ اصلاً اسم حکایت یعنی اسم صوت تھا۔ چپو کے چلنے سے تب تب ضب طب چھپ چھپ آواز پیدا ہوتی ہے اس لیے بطور مجاز مرسل چپو بھی طبطاب ہلانے لگا۔[1]

لطارمہ بحسراۓ مہملہ : جہاز کے بڑے کمرہ کے اندر کی چھوٹا کمرہ حجرہ جس کی کھڑکی سمندر کے رخ ہو۔ طوارم جمع۔

ابن بطوطہ کی[2] عبارت کا ترجمہ ہے: جب ہم جہاز پر سوار ہوئے تو سمندر ساکن تھا۔ مگر تھوڑی دیر بعد تلاطم شروع ہوا۔ ہم سب گھبرانے لگے۔ میں طارمہ میں ایک شخص کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ میں نے اس سے کہا اوپر جا کر دیکھو سمندر کی کیا حالت ہے چنانچہ وہ صعد الی اعلی المرکب والثانی یا لطارمۃ" جہاز کے اوپر کا حصہ پر گیا۔ اور طارمۃ میں واپس آ کر مایوسانہ لہجہ میں کہنے لگا۔ تم سب کو خدا کے حوالہ کرتا ہوں۔
یہ نص اول الذکر معنی پر دلالت کرتی ہے۔ دوسرے معنی کے لیے شابشتی کی عبارت کا ترجمہ دیکھیے[3] صرف الی دارا سحاق بن ابراھیم وھو جالسٌ فی طارمۃٍ علی دجلۃ وقد انبسط القمر علی الروشن میں اسحاق کے محل میں داخل ہوا وہ طارمۃ میں بیٹھا تھا۔ اس کے روشن دان سے چاندنی آرہی تھی۔

اصلاً یہ لفظ فارسی کلمہ ہے اور تارمۓ قرشت سے لکھا جاتا تھا۔ بعد میں عربی کے

---

[1] تاج دلبستان [2] تحفۃ ج ۲ ص ۲۵۴۔
[3] الدیارات۔ ص ۲۸۔

Marfat.com

غلبہ سے عربی و فارسی دونوں میں طائے تازی سے لکھا جانے لگا[1] اہل فارس
طارمہ نہیں بلکہ طارم بضم رائے مہملہ بولتے ہیں۔ گلستان سعدی کی بیت ہے:

گہے بر طارم اعلیٰ نشینم ؛ گہے در پشت پائے خود نہ بینم

ظفرالدین نے بالکل صحیح لکھا ہے کہ[2] خانہ از چوب یا خیمہ کہ مشابہ گنبد باشد و
خانہ یک سوئے مرکب۔ درش بہ سوئے آب کشاید۔

عرب لغویوں نے بھی قریب یہی دو معنی لکھے ہیں[3] ادبی کتابوں میں بھی
یہ لفظ آیا ہے[4]

راقم الحروف کا خیال ہے کہ ابتدا میں تارم (طارمہ) غالباً بہتے پانی کی سیر
کرنے کے لیے دریا کے کنارہ بنایا گیا تھا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ آنے جانے والی کشتیوں
پر نگاہ رکھنے کے لیے بنایا گیا ہو جیسے دیدبان ہوتا ہے بعد میں وہ معنیاتی تبدیلی
ہوئی جو اوپر مذکور ہے۔

الطلل بالفتح: جہاز کا اوپر کا تختہ۔ عرشہ پر کا سائبان۔

عربی میں طل مضاعف باب ضرب کے معنی ہیں اوپر سے جھانکنا طلل شاید اسی
سے ہے۔ لغویوں نے اس کے معنی بادبان لکھے ہیں جو شاید صحیح نہیں ہیں[5] جو نصوص
راقم الحروف کو ملے ان سے وہی معنی ثابت ہوتے ہیں جو اوپر درج ہوئے۔ مثلاً
ابوالفرج کی روایت ہے[6] فرات میں چند نوجوان ایک کشتی میں بیٹھے تفریح کر رہے
تھے۔ ان کے ساتھ ایک مغنی بھی تھی۔ ان لوگوں نے چاہا کہ گانا شروع ہو مگر ایک
عمر رسیدہ شخص کا ادب مانع تھا۔ یہ بزرگ یار باشوں کے آنے سے پہلے ہی کشتی

[1] الالفاظ الفارسیۃ المعربۃ ص ۱۲۲ المعرب ص ۲۲۴ [2] سوار السبیل۔ [3] لسان۔ ط...
[4] اغانی۔ ج ۷ ص ۱۷۸۔ معاہد التنصیص ج ۴ ص ۲۱۲
[5] مقائیس۔ لسان و تاج۔ مخصص۔ ج ۱۰ ص ۲۵ (باقی حاشیہ ص۲۱۳ پر)

Marfat.com

میں ایک طرف بیٹھے ہوئے تھے لیکن تھوڑی دیر بعد ایک نوجوان نے شیخ سے کہا
اگر اجازت ہو تو ہم راگ سے دل بہلائیں شیخ نے کہا "انا صعد الی علل السفینۃ فاصنعوا
ما شئتم" میں کشتی کے اوپر والے حصہ پر چلا جاتا ہوں آپ لوگ جو چاہیں کریں۔

الظہر بالفتح: جہاز کا تختہ ظہور بالضم، اظہر بروزن افضل و ظہران بالضم جمع۔
ظہر کے معنی پیٹھ کے عام ہیں۔ اوپر یا باہر کے کسی حصہ کو بھی ظہر کہا جاتا ہے۔
پیٹھ سے تختہ کی صوری مشابہت تو ہے ہی معنوی مشابہت بھی پائی جاتی
ہے۔ بار عموماً پیٹھ پر لادا جاتا ہے۔ اس لیے بحریوں کی زبان میں ظہر کے معنی تختۂ
جہاز کے ہونا بالکل قدرتی ہے[1]

لعاصر بروزن فاعل: جہاز کا ساز و سامان
مندرجہ بالا معنی میں فاعل بمعنی مفعول ہے۔
یہ معنی قدیم معجمول میں نہیں ملتے[2] یہ معنیاتی تبدیلی اصل سے قریب ہے۔
یعنی اس میں "بچھڑنا" کے معنی کا شائبہ شامل ہے کہ سامان جہاز میں بکھرا ہی
جاتا ہے۔

العُدّة بالضم و بہ تشدید دال مہملہ: جہاز چلانے کا سامان جیسے چپو وغیرہ۔
کسی بھی قسم کا کام کرنے کے لیے جو جو آلات و اوزار ضروری یا مفید ہوں سب
عُدّۃ کہلاتے ہیں۔ جہاز سازی سے اس کی کوئی تخصیص نہیں لیکن ہر صناع کے
نزدیک اس کا مدلول مختلف ہوتا ہے۔

حاشیہ: الدلیل الی المرادص ۱۸۵ - اغانی ج ۴ ص ۱۸۴ - محولہ واقعہ کے لیے ملاحظہ ہو
اسی کتاب کا نواں جزء ص ۲۹۲

حاشیہ صفحہ ہذا: ـ [1] معاجم متداولہ اور تسہیل العربیہ۔
[2] دوزی ۔ تتمہ

بحریوں کی زبان میں اس سے مراد چپو اور سکان جیسی چیزیں ہوتی ہیں
لفظی معنی آمادگی اور تیاری ہیں۔

العرادی بالفتح چوتھا حرف دال مہملہ آخر میں یائے معروف۔ پانچہ۔ مستول کے بادبان۔ ان کو کھولنے سے کشتی کی رفتار تیز اور پیٹنے سے سست ہوتی ہے۔ بعض کشتیوں میں پانچے کم از کم تین اور بعض میں پانچ ہوتے ہیں۔ اس لفظ کا واحد معلوم نہ ہو سکا۔ صرف بصیغہ جمع ہی ملا[1] عرادی غالباً کسی یورپی لفظ کی تعریب ہے عربی میں اس معنی سے قریب ترین لفظ ھرولۃ ہے[2] اس کے معنی ہاتھ پاؤں ڈھیلے چھوڑ کر چلنا ہیں۔ شبہ ہوتا ہے کہ کہیں عرادہ یا عرادی اس کی مسخ شدہ صورت تو نہیں؟

العرشتہ : جہاز کی سب سے اوپر کی کھلی منزل۔
یہ لفظ بحر ہند اور بحیرۂ فارس و قلزم میں چودھویں صدی ہجری سے بہاں عام ہے لیکن باوجود تلاشِ بسیار کسی قدیم ماخذ میں نہیں ملا۔ اس لیے نہیں کہا جا سکتا کہ سب سے پہلے مندرجہ معنی کہاں اور کب پیدا ہوئے۔ مادہ کے معنی کسی شے کی بلندی یا اس کا اوپری حصہ ہے جیسے مثلاً مکان کی چھت۔ کسی بیل کا منڈوا۔ سطح سے بلند نشست۔ مندرجہ معنی سے لغوی معنی کی مشابہت بالکل واضح ہے۔ فارسی معجموں میں اس کے معنی ہیں سطح جہاز کا وہ حصہ جہاں اقتدار، ثروت یا کمال کی بناء پر امتیاز رکھنے والے مسافر بیٹھیں[3]
لفظ عرش تنزیل میں بائیس مرتبہ آیا ہے[4] شواہد وغیرہ کسی بھی مفصل تفسیر سے بآسانی دیکھے جا سکتے ہیں۔

---

[1] عجائب الہند۔ ص ص ۲۳، ۲۷ [2] دوزی۔ تتمہ۔ [3] تاج دلبستان۔
[4] استنگاس۔ [5] معجم المفہرس لالفاظ القرآن۔

Marfat.com

العصفور : الف : جہاز میں بیرونی جانب دوطرفہ لگے ہوئے کنڈے۔
ب : مستول یا بادبان باندھنے کی رسّیاں۔
عصفور بمعنی چڑیا۔ اردو فارسی میں بھی رائج ہیں۔ اس کے دو معنی اور بھی ہیں۔
الف : گھوڑے یا اونٹ کی پیشانی کے سرے پر کی دو ہڈیوں میں سے ایک ایک ہڈی۔ ب : اونٹ پر ہودہ یا پالان ڈالنے سے پہلے اس کی پیٹھ پر ایک ڈھانچہ (اس کو اصطلاحاً قالب بھی بولتے ہیں) بٹھاتے ہیں اس ڈھانچہ کے دونوں بازؤں میں دو آڑی لکڑیاں ہوتی ہیں ان میں سے ہر لکڑی میں ہلال نما دو دو آنکڑیاں لگی ہوتی ہیں۔ ان آنکڑیوں سے ہودہ کی رسّیاں باندھی جاتی ہیں۔
مذکورہ آنکڑیاں دُور سے چڑیوں جیسی دکھائی دیتی ہیں۔ ان کو عصفور اسی مشابہت کی بنا پر کہا جاتا ہے[1]
بحریوں کی اصطلاحی معنی اور مندرجہ صدر معنی میں جو لفظی و معنوی تعلق ہے اس پر توجہ دلانے کی غالباً ضرورت نہیں۔
العنبر : جہاز کا کمرہ زیریں، عنابر جمع
یہ لفظ الف سے بھی لکھا جاتا ہے : انبر۔ قدیم قاموسوں میں عنبر کے مندرجہ معنی نہیں ملتے۔ جدید فرہنگوں میں ملتے ہیں[2]۔ آج کل (۱۹۴۰ تا ۱۹۵۰) جہاز کے اس کمرہ کو عنبر کہتے ہیں جہاں جہاز کا عملہ کھانا کھاتا اور حسب موقع گپ شپ یا اپنے انتظامی و مالی امور پر غور و بحث کے لیے جمع ہوتا ہے۔
العوامۃ بروزن علّامہ : لنگر نما۔

---

[1] لسان وتاج وبستان۔
[2] دوزی۔ تتمہ۔ تسہیل العربیہ مادہ ن ب ر میں عنبر کو انبار کا مترادف بنایا گیا ہے۔

Marfat.com

ظفر الدین نے لکھا ہے کہ[1] عوّامہ قطعہ چوبیں کہ برروئے آب بدیں غرض نمایاں کنند کہ از لنگر نشاندہد۔

از روئے اشتقاق عوامہ کے مندرجہ معنی اور عوام کے بنیادی معنی میں کوئی تضاد نہیں کیونکہ عوامہ بصیغہ مونث عوم ہی کا اسم مبالغہ ہے جس کے معنی بکثرت تیرنے والا ہوں گے۔ اس سے ذہن فوراً عوّامہ کو کشتی سمجھنے پر مائل ہوگا۔ ظفر الدین کے سامنے غالباً کوئی ایسا متن تھا جس تک ہماری رسائی نہ ہو سکی۔ ہمارے پیش نظر ماخذ و مصادر میں یہ لفظ کہیں نظر نہیں آیا اس لیے مندرجہ معنی کی توثیق نہ ہو سکی۔

الغیص بالفتح : ڈبن روک۔ جان بچاؤ رسّی۔ ہوا بھرا چمڑے کا تھیلا[2] پر بادشکیں اور رسّیاں۔ جہاز میں یہ غالباً اس غرض کے لیے ہوتی ہیں کہ خطرے کے وقت مسافر یا عملۂ جہاز اس کے ذریعہ جہاز سے نکل کر اپنی جان بچا سکیں۔

النادم بروزن فاعل : شاقول بحری

بقول ظفر الدین آلہ ایست کہ بداں عمق آب معلوم کنند[3] انگریزی لفظ کی تعریب ہے۔

یہ قدیم ماخذوں میں تو کجا املنا جدید معجموں میں بھی نظر نہیں آیا۔ غالباً چند ہی صدی سے دخیل ہے۔

الفرواز بالفتح و سکون ثانی۔ تیسرا حرف واؤ) : کنارۂ کشتی۔

فارسی لفظ پرواز کی تعریب[4]

سوار السبیل کے سوا کسی اور مصدر یا ماخذ میں یہ لفظ نہیں ملا۔ کتاب مذکو

---

[1] سوار السبیل۔ تحت شمندرہ۔ ص ۷۲ [2] دوزی تتمہ۔

[3] سوار السبیل [4] سوار السبیل

Marfat.com

میں کوئی حوالہ نہیں دیا گیا کہ اصل سے مقابلہ کر کے دیے ہوئے معنی کی توثیق یا تردید کی جا سکے۔

الفنطاس بالکسر: کشتی میں میٹھے پانی کا حوض فناطیس جمع ظفر الدین نے صحیح لکھا ہے کہ فنطاس حوض کشتی کہ درآں آب قابلِ آشامیدن جمع دارند (و قسمے ازآں پیالہ کہ باآں آب تقسیم نمایند۔

غالباً ازفی نوس کہ در یونانی سبوئے کلاں را گویند کہ مسافراں در سفرِ دریائے شور ہمراہ گیرند[1]

قاموس میں بھی یہی معنی دیئے گئے ہیں جو درج ہوئے اتنا اضافہ اور ہے کہ فنطاس کے اطراف قیر ملایا جاتا تھا۔ اس سے پانی ایک چوبی کٹورے سے نکالا جاتا تھا۔ اس کا بیرونی رخ زرد سبز و سرخ رنگ سے رنگا جاتا تھا[2]

یہ لفظ عربی میں ابتدائی اسلامی دور سے رائج ہے۔ قدیم ترین معلومہ ماخذ جاحظ متوفی دو سو پچاس ہجری کی کتاب البیان والتبیین ہے[3]

یاقوت کی ایک عبارت سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس قدح کی شکل مستدیر ولانبی تھی۔ وہ لکھتا ہے مغرب میں سوسہ ایک مشہور شہر ہے۔ اس کی فصیل کے ماورا ایک بڑی ہیکل ہے۔ بحری اس کو فنطاس کہتے ہیں[4] احمد بن ماجد کے بیان سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے[5] اس کی جمع فناطیس ہیں سے ثبت کی گئی ہے۔

القار و القیر: کشتی و جہاز کے تختوں پر پوتنے کا تارکل یا رال قار و قیر دونوں

---

[1] سوار السبیل۔ الدلیل الی مرادف العامی ص ۲۴۔

[2] لسان و تاج۔ [3] البیان والتبیین: ج ۲ ص ۱۷۵۔

[4] یاقوت، بلدان، مقالہ سوسنہ ج ۳ ص ۱۹۲

[5] احمد بن ماجد۔ ج ۱ ورق ۸۲۔

Marfat.com

طرح مستعمل ہوا ہے[1] یونانی لفظ کی تعریب ہے[2] اسامی کے ذریعہ عربی میں آ
وآں روغنے است کہ برکشتی و جز آں مانند تا از آب محفوظ ماند[3]
عربی میں بہت قدیم سے رائج ہے۔ امراء القیس[4] اور کعب ابن زہیر[5]
کے علاوہ دوسرے شعراء کے یہاں بھی آیا ہے[6]

ان شعراء نے جن سفین مقیرہ کا ذکر کیا ہے وہ غالباً سب کے سب یونانیو
(یا بزنطینیوں) یا حبشیوں کے ہوں گے۔ خود عربوں نے سفین مقیرہ کا استعمال پہل
صدی ہجری میں شروع کیا۔ جاحظ متوفی دو سو پچاس کی روایت واضح ہے۔
لکھا ہے[7] قال ابو الحسن المدائنی (متوفی دو سو پندرہ) اول من اجری فی البحر
السفن المقیرۃ المسمرۃ غیر المخرزۃ المدھونۃ والمطلیۃ وغیر ذوات
الحجاج الحجاج (متوفی سنہ پچانوے ہجری)

سب سے پہلے حجاج نے کیلوں سے جوڑے ہوئے تختوں کی کشتیاں چلا
جن پر قیر ملی گئی تھی اور جن کے تختوں کو موٹے تاگوں تسموں یا سُتلیوں سے نہیں س
گیا تھا۔ ان جدید کشتیوں کا اگلا حصہ نکیلا بھی نہیں تھا بلکہ نیم بیضوی شکل کا
اس سے پہلے کیلوں سے جوڑے ہوئے تختوں کی کشتیوں پر ان کے اندرونی ا
بیرونی دونوں جانب چربی ملی جاتی تھی۔

مقدسی کا بیان ہے کہ بحیرۂ خزر میں جو جہاز چلتے تھے وہ بھی بہت بڑے
ہوتے تھے ان کے تختوں پر بھی قیر ملا جاتا تھا۔ اور ان کو کیلوں سے جوڑا جا
عراق میں دجلہ کے کنارے سے قریب قیر کا ایک بہت بڑا چشمہ تھا۔ اسی لئ

---

[1] لسان و تاج مادہ ق ی ر [2] المعرب ص ۲۶۶ [3] سراج السبیل۔
[4] مختار الشعر الجاہلی ج ۱ ص ۸۲۔ [5] د۔ ص ۱۲۲
[6] یاقوت۔ بلدان۔ مقالہ خابور ج ۲ ص ۳۸۴ (باقی حاشیہ ص ۲۱۹ پر)

Marfat.com

سے وہ علاقہ عین قیر مشہور ہوگیا۔ یہاں قیر اپنی خام حالت میں سیّال ہوتا تھا[۴] کو پہلے تو ٹوکریوں میں بھر بھر کر خشک چبوترہ پر پھیلایا جاتا تھا۔ پھر اس منجمد قیر کو بڑی بڑی دیگوں میں ڈال کر انہیں چولہوں پر چڑھایا جاتا۔ پگھلنے کے دوران اس میں ایک مناسب مقدار ریت ڈالی جاتی تھی۔ قیر کو ڈوروے سے مسلسل ہلاتے رہتے تھے تاکہ قیر اور ریگ ایک انگ ہوجائیں۔ جب اس طرح قیر اور ریت کا مرکب تیار ہوجاتا تو چولہوں پر سے دیگیں اُتار لی جائیں اور تیار شدہ آمیزہ ذخیرہ کرلیا جاتا اور حسب طلب دساور ہوتا رہتا تھا۔

یہی آمیزہ کشتیوں کے بیرونی جانب اور حماموں کی دیوار و فرش پر لیپا جاتا تھا۔ ابن بطوطہ نے بغداد کے حماموں کے سلسلہ میں اسی سے مشابہ تفصیل دی ہے۔[۱]

القب بالفتح: بادبان باندھنے کی رسی۔

قب، مضاعف کے معنی ہیں قمیص کا گریبان باندھنے کی دھجّی۔

بادبان باندھنے کی رسّی کے معنی اسی سے ماخوذ ہیں۔ معنیاتی تبدیلی اور وضعی معنی کا تعلق بالکل ظاہر ہے۔[۲]

القرقس بکسر قافین: کشتیوں یا جہازوں کے رسّے۔

مرجوعہ مصادر میں یہ لفظ ہر جگہ بطور اسم جمع جیسے ریوڑ۔ فوج وگلہ آیا ہے۔ مصر کی ایک نباتی پیداوار جسے ہندوستان میں جوٹ کہتے ہیں۔ قس کہلاتی ہے۔ اس سے جو رسّے بنائے جاتے ہیں وہ قرقسی کہلاتے ہیں۔ قس کا ایک ٹکڑا جلائیں

بقیہ حاشیہ ص۲۱۸:۔ [۴] البیان۔ ج ۲ ص ۳۰۳ — الحیوان۔ ج ۱ ص ۸۲

[۵] احسن ص ۱۶۱ مسلسل۔ یاقوت بلدان۔ مقالہ قار۔ ج ۷ ص ۱۰ [۶] الدیارات ص ۱۹۱۔ رحلۃ ابن جبیر ص ۲۲۳ آثار البلاد ص ۲۴۸ [۷] تحفۃ ج ۲ ص ۱۳۳ مسلسل۔

[۸] لسان وتاج۔ مادہ رن ح۔

Marfat.com

تو اس سے شعلے نکلتے ہیں۔ شعلے بجھا دیے جائیں تب بھی دقس جلتا رہتا ہے۔ اور ہوا میں گھمائیں تو پھر شعلہ دینے لگتا ہے۔ اس لیے دقس کو مصر کے عجائب میں شمار کیا گیا ہے۔

یہ بیان ہمدانی کا ہے[1] ادریسی نے اس پر اتنا اضافہ اور کیا ہے کہ عراق میں جہازوں کے رسّے شعف سے بٹے جاتے ہیں[2]

یہ لفظ معاجم میں جگہ نہ پا سکا۔ اس لیے اس کی اصلیت کا سراغ نہیں مل سکا۔ غیر عربی ہونے میں تو کوئی شبہ نہیں۔ حبشی الاصل ہونا قرین قیاس ہے۔

القرینة بفتح اول و کسر ثانی و تشدید ثالث یا بالسکون دوم و تخفیف ثالث: دو یا دو سے زائد بادبانوں کے درمیان کی آڑی مستطیل لکڑی۔

ادبی کتابوں اور معجموں کے[3] سوا سفرناموں وغیرہ میں بھی یہ لفظ کئی جگہ آیا ہے[4] از آں جملہ مشرقی بحیرۂ روم کے ساحلی شہر طرسوسنہ واقع شام کے متعلق ادریسی کی درج ذیل اطلاع قابل توجہ ہے۔ وہ لکھتا ہے: لها الانشاء الكبار من خشب جبالها و بجبالها خشب الصنوبر الذی لا یوجد له نظیر فی الطول و الغلظ منه تتخذ الصواری و القری[5] طرسوس میں بڑے بڑے جہاز بنائے جاتے ہیں۔

ق ری ناقص یائی سے قرینہ کے ایک معنی ہیں: ایسی ہی موٹی[6] مستطیل لکڑی

---

[1] کتاب البلدان ص ۶۶

[2] نزہتہ۔ قسم المغرب ص ۱۴۷ اور اسی کتاب کی فرہنگ ص ۳۰۳ متن میں دلیس، دال مہملہ کے بعد یائے معروف خطائے کتابت ہے۔ ابن الفقیہ نے دِقس ہی لکھا ہے ملاحظہ ہو مختصر کتاب البلدان ص ۶۶ [3] مجالس ثعلب۔ ق ۱ ص ۱۲۶۔ دوزی۔ تحت اللفظ۔

[4] رحلۃ ابن جبیر ص ۲۷، ۳۱۲۔ تحفۃ۔ ج ۲ ص ۱۲۶

[5] نزہتہ۔ قسم المغرب ص ۱۹۰

جو بوسیدہ چھت یا چھپر کو گرنے سے روکنے کے لیے لگائی جائے۔ اردو پوٹی[1] اس لیے مندرجہ صدر جہازی اصطلاح کو دخیل یا معرب سمجھنے کی کوئی وجہ نہیں

القریص بصیغہ تصغیر: چھوٹا لنگر۔

عربی قرص کے ایک معنی کانٹا بھی ہے۔ لنگر کا آخری سرا کانٹے یا کسی نکیلی شئی سے مشابہ ہوتا ہے اس لیے لنگر کو مجازاً قریص کہا جانے لگا[2]۔

القطاج بالکسر و بالفتح: جہاز کا رسّہ۔

ابن منظور اس کے مندرجہ معنی ابو عمرو بن العلاء متوفی سنہ ایک سو سات ہجری کی روایت سے نقل کیے ہیں[3] اس سے قطاج کے رواج کی قدامت ظاہر ہے مگر قدامت کے باوجود کسی دوسرے ماخذ میں نظر نہیں آیا۔

قطاج کے دخیل یا معرب ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔ لیکن اصلیت کا ٹھیک ٹھیک پتہ نہیں چل سکا۔

القلس بفتح اول: جہاز کا رسّا قلوس بروزن جلوس جمع۔

بہت قدیم لفظ۔ اس کی قدیم ترین تحریری شہادت بلاذری کے یہاں ملی ہے[4] اس میں ہے کہ حواری رسول اللہ صلعم زبیرؓ کے فرزند مصعب نے ایک مرتبہ ضرورتاً اہل بصرہ کے ذی حیثیت لوگوں یا سپاہیوں کو ایک ندی کے کنارے کشتیاں کھینچنے پر لگایا تو لوگوں نے کہا:

عوّدنا المصعب جرّ القلس ، بالزنبریات الطوال الُملس

---

[1] لسان۔ مادہ ذریک اور رذ ح [2] محیط و بستان

[3] لسان قطاج و بستان۔

[4] انساب اشراف ـــ ج ۵ ص ۲۵۸ ـــ ج ۱ ص ۳۳۲ پر بھی یہی لفظ ملتا ہے۔

Marfat.com

یہ رسّے عموماً نباتی ریشوں سے مثلاً کتان وغیرہ سے بنائے جاتے تھے۔ بعض بعض مقاموں کے تفصیلی حالات کے ضمن میں وضاحت ہوئی کہ مثلاً صقلیہ میں ایک مقام کے لوگوں کی اکثریت کا پیشہ جہاز کے رسّے بٹنا تھا۔[۱] تاریخ و جغرافیہ کے سوا ادبی کتابوں[۲] اور معجموں میں بھی یہ لفظ ملتا ہے۔[۳] اصلاً یونانی لفظ ہے[۴] اس لیے زمخشری نے اس کا خالص عربی مترادف حبال بتایا ہے۔[۵]

القلع : بادبان

اس لفظ کا واحد دو بلکہ تین طرح آیا ہے۔ قلع بکسر اول و سکون ثانی۔ قلع بکسر اول و فتح ثانی۔ اس کی جمع قلاع بکسر اول ہے لیکن قلاع کہیں واحد بھی بولا جاتا ہے۔ دوسری جمع قلع بروزن کتب اور قلوع بفتح اول و ثانی بھی آئی ہے۔[۶] قلع کو کبھی کبھار قلاعۃ بروزن کتابۃ بھی بولتے ہیں۔[۷]

اصلاً ارامی لفظ ہے[۸] شاید اسی لیے مسعودی نے[۹] اس کا عربی مترادف شراع لکھا ہے۔ اس سے زمخشری بھی متفق ہیں۔[۱۰]

۱؎ المسالک والممالک ابن حوقل۔ ص ۸۶۔

۲؎ معاہد التنصیص۔ ج ۴ ص ۱۹۲۔ ارشاد الاریب تذکرہ محمد بن العماد متوفی ۵۹۷ نشوار المحاضرۃ ص ۹۴۔ الاغانی ج ۹ ص ۵۶

۳؎ اساس و تاج و لسان مادہ ق ل س۔ فرائد۔ ص ۲۹۲

۴؎ المعرب ص ۲۶۶ ۔۔۔ سوار السبیل ۵؎ مقدمۃ الادب ص ۵۳

۶؎ اصلاح المنطق ص ۳۲۔ جمہرۃ۔ ج ۲ ص ۱۲۰۔ مخصص ج ۱۰ ص ۲۴ اور مقائیس لسان و تاج ۷؎ الفائق ج ۲ ص ۴ ۲۷ ۸؎ سوار السبیل۔

۹؎ مروج۔ ج ۱ ص ۲۳۲ ۱۰؎ مقدمۃ الادب ص ۵۳۔

Marfat.com

عربی میں تلمع دور جاہلیت ہی سے رائج رہا ہے۔ چنانچہ لبشامہ بن عمرو[1]
وغیرہ کے یہاں پھر اسلامی دور میں ابن قیس الرقیات[2] اور کثیر[3] کے یہاں بھی
پایا ہے۔

لقمزۃ : زبان کی نشست گاہ۔

عربی میں یہ لفظ تیرہویں صدی ہجری کے آخر میں داخل ہوا اصلاً اطالوی
لفظ ہے[4]

عربی میں اس کا مترادف سلوقیہ ہے لیکن کم سواد عرب صحافیوں کی زبان
پر قمرہ آگیا۔ وہ اس کو بالفتح بولتے ہیں۔

لقنب بضم اول وسکون ثانی : رسّا۔ جہاز کے تختوں کو باہم جوڑ کر سینے کی
ڈوریاں و رسّیاں۔

لغویوں نے اس کے معنی سب سے بڑا بادبان لکھے ہیں جو صحیح نہیں معلوم
ہوتے[5] ابن بطوطہ نے قنب اور قنبر کے متعلق جو دلچسپ اطلاع دی ہے وہ
یہ ہے[6] القنبر (بضم اول وسکون ثانی) وھو لیف جوز نارجیل وھم (جزائر
الدیو کے باشندے) یدبغونہ فی حفر علی الساحل ثم یضربونہ بالمرازب
ثم یغزلہ النساء وتصنع منہ الحبال لخیاطۃ المراکب وتحمل الی الصین والھند
والیمن وھو خیر من القنب وبھذہ الحبال تخاط مراکب الھند والیمن لان
ذلک البحر کثیر الحجارۃ فان کان المراکب مسمراً بمسامیر الحدید سلام

---

[1] مفضلیات ص ۸۶ [2] ۔ د۔ ص ص ۲۶۵، ۲۶۶

[3] یاقوت۔ بلدان۔ مقالہ کیرلوں ج ۴ ص ۲۷۱ [4] الدلیل العالی ص ۲۶۴

[5] لسان وتاج۔

[6] تحفہ۔ ج ۴ ص ۱۲۱ + نزہتہ ص ۱۶۸

Marfat.com

الحجارۃ نا نکسر واذا اسمان مخیطًا بالحبال اعطی الرطوبۃ فلم ینکسر مطلب
کہ قنبر ناریل کی کھلڑی کے اندر خول کے اوپر کا ریشہ ہے۔ جزائر مالدیپ کے باشند
ساحل کے کنارے گڑھے کھودتے اور ان میں ناریل کے ریشہ کی دباغت کرتے ہیں
دباغت کے بعد اس کو سبلّ یا موسل سے کوٹتے ہیں۔ جب وہ نرم پڑ جاتا ہے تو
اس سے عورتیں رسیاں بٹتی ہیں۔ یہی رسیاں جہاز کے تختوں کو سینے میں استعمال
ہوتی ہیں۔ یہ رسیاں چین، ہندوستان اور یمن کو دساور ہوتی ہیں۔ ناریل کی یہ رسیاں
قنب یعنی سن کی رسیوں سے بہتر ہوتی ہیں۔ ہند و یمن کے جہازی تختے انہی رسیوں
سے سیئے جاتے ہیں کیونکہ اس سمندر میں پتھر بہت ہیں۔ اگر جہاز میں لوہے کے کیل
لگے ہوئے ہوں اور وہ پتھر سے ٹکرائے تو جہاز ٹوٹ جاتا ہے اور اگر رسیوں سے
ہوئے ہوں تو نرم ہونے کی وجہ سے لچکدار ہوتے ہیں اور پتھر کے صدمے سے
ٹوٹنے نہیں پاتے۔

قنب عربی میں فارسی لفظ کنب بروزن بدل سے آیا ہے "وایں ریسمانے
است کہ آن را از پوست کتان سازند و آں نہایت محکم باشد و نوعے از خیار
است" فارسی کا کنب ہندی کے جنب کی تفریس ہے (آگے دیکھئے کنبار) ال
سب کا اردو مترادف غالبًا سن ہے۔ جنب سے سنب اور سنب سے قنب
(پہلا حرف بالضم و بالفتح دونوں طرح نون مشدد) ہو گیا۔ فارسی میں شہد
غالبًا اسی کے بیج کا نام ہے[1] (فارسی میں اس کی معنی بڑے بادبان لکھے ہیں[2])

القنبر والقنبار : بفتح اول و سکون ثانی : رسا۔

ابن جبیر[3] ازدی[4] اور مقریزی نے[5] قنبار ہی لکھا ہے۔ مقریزی کی ...

---

[1] الالفاظ الفارسیۃ المعربۃ ص ۱۲۸۔ تہذیب الالفاظ العامیۃ ص ۱۶۳ [2] استنگس۔
[3] رحلۃ ابن جبیر ص ۱۰۷ [4] حکایۃ ابی القاسم [5] مواعظ۔ ج ۱ ص ۳۲۸۔

Marfat.com

ہے۔ جلبات اھل عیذاب التی تحمل الحجاج فی البحر لا یستعمل فیہا مسمار البتۃ انما یخیط خشبہا بالقنبار وھو متخذ من شجر النارجیل۔

یعنی عیذاب کے (واقع ساحل مشرقی افریقہ) باشندے جلبہ کشتی استعمال کرتے ہیں۔ جلبہ حاجیوں کو جزیرہ عرب پہنچاتی ہیں۔ ان میں لوہے کے کیلے بالکل استعمال نہیں ہوتے بلکہ ان کے تختوں کو قنبار سے سیا جاتا ہے۔ قنبار ناریل کے درخت سے بنائی جاتی ہے۔

مقریزی نے ناریل نہیں دیکھا اس لیے شجر نارجیل لکھ دیا یا یہ بھی ممکن ہے کہ عیذاب میں قنبار (کمبار) درخت ناریل کے پتوں سے بنائی جاتی ہوں۔

قنبار وہی ہے جس کو ابن بطوطہ نے قنبر لکھ کر اس کے مادہ و صورت کی تفصیل بتادی ہے۔ اصل عبارت قنب میں گزر چکی ہے۔

ابن بطوطہ نے قنبار یا قنبر کا ذکر اپنے سفرنامہ میں دو تین جگہ کیا ہے[1]

قنبر یا قنبار ہندی الاصل لفظ ہے[2] اصل میں یہ جمبر (جیم فارسی مکسور کے بعد میم، تیسرا حرف بائے موحدہ مفتوح) تھا جیم فارسی کاف سے بدل گیا ہے جیسے چھتر سے کھتر وغیرہ۔ اردو قدیم میں قنبر و قنبار کمبر و کمبار ہو گیا ہے۔

معظم بیجاپوری کا شعر ہے:

گنج خفی کو دیکھ کمبارے سے کھول کر ؛ بیڑی کو کاڑ لیائے دیکھ لوہار یوہتی

مندرجہ صدر تفصیل سے قنبر کی اصلیت اس کی غرض اور اس کے محل استعمال سے متعلق کشتیوں کی بناوٹ کے سلسلہ میں جو معلومات حاصل ہوتے ہیں ان کی اہمیت ظاہر ہے۔

---

[1] تحفۃ۔ ج ۲ ص ۲۰۷ ۔ ج ۴ ص ۱۲۵۔

[2] فیلات ۔ بر محل۔

Marfat.com

اسی لفظ کی دوسری شکل کنبار ہے۔ حوالے آگے آ رہے ہیں۔

القنو بضم اول و سکون ثانی

فصیح عربی لفظ ہے۔ قنو کے معنی ڈنڈا، لاٹھی یا نیزہ کا متن ہیں۔ اس کے
واحد و جمع کی تین بلکہ چار صورتیں ہیں[۱] لیکن حسب توقع بحریوں کی زبان پر
باعتبار تلفظ اس کی آسان ترین صورت قنو جاری ہو سکی۔ ابن شہریار کی ایک عبا
ہے: اشتدت الریح واندق ذنل القنو۔ ہوا تیز ہو گئی اور چھوٹے مستول کا بادبان
ہو گیا[۲]

القومس: کشتی کا پیندا۔

لغوی معنی سمندر کی گہرائی ہیں[۳]۔ مجازاً کشتی کی گہرائی یا کشتی کا انتہائی نچلا حصہ
یہ معنی صرف ایک ہی مصدر سے معلوم ہوئے۔ یعنی فانتھینا الی قومس السفینہ
یہاں یہ بتا دینا ضروری ہے کہ ق م س کا مادہ یونانی لفظ کی معرب صورت
حالیہ تحقیق کی رو سے عربی میں بھی وہی معنی ہیں جو یونانی میں ہیں[۵]

القیدوم، القیدام بالفتح: کشتی کا اگلا حصہ۔

طرماح کے شعر میں آیا ہے[۶] سبھی قاموسوں میں تشریح موجود ہے[۷]
صمۃ بن عبد اللہ نے قیدام مؤنث باندھا ہے اس کی بیت ہے[۸]

طوالع الخیل من تبراک مصعدۃ ؛ کما تتابع قیدام من السفن

عربی مادہ قدم سے معنوی تعلق ظاہر ہے کہ چلنے میں قدم آگے رہتا ہے

[۱] لسان، زناج [۲] عجائب الہند ص ۹۴ [۳] لسان وغیرہ۔

[۴] مجلہ دراسات شرقیہ بحوالہ تاریخ ابن عساکر طبع لندن ۱۹۵۹ - ج ۵ - ج ۲ ص ۵

[۵] لیبن صعد القاموس و استنحاس (فارسی) [۶] دیوان ص ۱۴۰۔

[۷] اساس دبستان [۸] یاقوت۔ بلدان۔ مقالہ شعیب ج ۳ ص ۲۹۷

لقیقلان : چیچو

محمود آلوسی م ۱۳۴۲ ہجری نے شاعر کا نام یا کوئی اور حوالہ بتائے بغیر
طرح ذیل شعر نقل کیا ہے[1]

جارِیۃٌ تعدتُ علی صلاھا ؛ اُداری صدرُھا بالقیقلانِ

اس شعر کے سوا کسی اور مصدر میں یہ لفظ ہی نہیں ملا۔

معجموں میں لفظ قیقلان بھی مظنونہ مادوں کے تحت نہیں ملا۔

لکر : جہاز کا رسّا۔ کرور بروزن عبور کرار بروزن کتاب جمع۔ یہ لفظ کاف
ربی کے ضمہ اور فتحہ دونوں طرح مستعمل ہے[2] مادہ ک ر ر مضاعف کے ایک
معنی دھاگے یا رسّی کے بٹنے جانے کے ہیں مندرجہ صدر معنی اسی سے ماخوذ ہیں[3]

عربی میں بہت قدیم زمانہ سے رائج ہے۔ پہلی صدی ہجری کے بعد دوم
کے مشہور راجز عجّاج کے کلام میں بھی ملتا ہے[4]

لکرِی بضم کاف یا بالفتح : جہاز کا چھوٹا کمرہ۔ کرابی بالفتح جمع۔

یہ لفظ زیادہ تر المغرب میں مستعمل تھا[5] عربی مادہ کدب کے جملہ مشتقات
میں سے کسی بھی لفظ سے اس کا کوئی تعلق نہیں معلوم ہوتا ممکن ہے دخیل ہو۔

الکفیر بفتح اول و کسر ثانی : کشتیوں پر لگانے کا تارکول۔

کشتی کے تختوں کی درزیں بند کرنے اور تختوں کے اوپر ملنے کے لیے
جو مادہ استعمال ہوتا تھا وہ تین قسم کا تھا۔ رانگ (زفت) قیر اور کفر[6]
کفر کے اصلی معنی ڈھانکنے کے ہیں۔ بطور مجاز یہاں وہ مادہ مراد ہے

---

[1] بلوغ الارب ج ۳ ص ۳۶۶۔ [2] اصلاح المنطق۔ ص ۱۴۵۔
[3] المخصص ج ۱۰ ص ۲۵۔ [4] لسان زماج ولسان مادہ ک ور۔
[5] دوزی دکندربان۔ [6] تاج ولسان۔

جس کے لگانے سے گویا کشتی کو ڈھانک دیا جاتا تھا۔ معجموں کے سوا دوسرے
مآخذ میں یہ لفظ نظر نہیں آیا اس لیے شبہ ہوتا ہے کہ شاید یہ صرف کتا[بی]
زبان ہو۔

الکلکل : کشتی کا اگلا نچلا حصہ جو پانی میں ڈوبا ہوا رہتا ہے۔

کلکل کے معنی سینہ ہیں "کشتی کا اگلا حصہ" اسی سے ماخوذ ہے۔ پہلی صد[ی]
کے ایک سے زائد شاعروں کے کلام میں آیا ہے۔ اخطل کی دو بیتیں ہیں [1]

نفارقن الخلیط علی سفینٍ ، لیشق بهن امراجًا صعابا
یعمن علی کل کلاهن فیه ، ولو یرجأ الیه الفیل هابا

فرزدق نے کشتی کا وصف بیان کرتے ہوئے کہا ہے [2]

وراحلةٍ قد عوّدوا ولی رکوبها ، وما کنتُ رکّابًا لها حین ترحلُ
تراهما ایدی الرجالِ اذا انتحت ، وتحمل من فیها قعودًا وتحملُ
اذا ما تلقتها الاوراذی شقّها ، لها جوجؤ لا یستریح وکلکلُ
اذا رفعوا فیها الشراعَ کانها ، قلوص نعامٍ او ظلیمٌ شمردلُ

"قاموس یا کسی ماخذ میں یہ لفظ ان معنی میں نہیں ملا۔

کنبر حرکات نامعلوم : جہاز کا رسّا۔

کنبر کی دوسری صورت کنبار (کاف عربی بالضم یا بالفتح و نون ساکن (رن[ا]
الاصل)۔ اس لفظ کی تعریب کی وضاحت قنبار میں ہو چکی ہے جہاں کنبر یا ک[نبار]
کے بنانے وغیرہ کی کچھ تفصیل آئی ہے۔

جن کتابوں میں کنبر آیا ہے ان کے حوالے یہ ہیں [3]۔

---

[1] دیوان ص ۵۳ [2] دیوان ص ۲۶ [2] بخاری۔ [3] عجائب الہند ص ۲۸
تحفہ۔ ج ۱ ص ۱۵۹ نزہۃ المشتاق علی گڑھ والا نسخہ ص ۱۲ (باقی حاشیہ ص[فحہ])

کوثل بروزن کوثر (الف) کشتی کا پچھلا حصہ (ب) سکان۔ کواثل بروزن جواہر جمع۔

عربی میں اس کا استعمال نہایت قدیم ہے۔ جابر بن حنی تغلبی کے سوا[۱] اعشی بصیر کے دیوان میں یہ لفظ کم از کم دو جگہ واحد و جمع دونوں طرح آیا ہے[۲] لیکن اصلاً ارامی ہے[۳]

کبھی کبھی کوثل بہ تشدید لام بھی باندھا گیا ہے[۴]

ان شاعروں نے کوثل کہیں پہلے معنی میں اور کہیں دوسرے معنی میں استعمال کیا ہے۔ پہلے معنی کے سلسلہ میں لغویوں نے صرف اتنی تشریح کی ہے کہ کشتی کا پچھلا حصہ جس میں ملاح اپنے ذاتی استعمال کی چیزیں رکھتے یا وہاں آرام لیتے ستاتے ہیں[۵] یاقوت کے بیان سے بھی اس کی تصدیق ہوتی ہے[۶]

جاحظ نے ایک بوڑھے ملاح کا جو قول ـ ما احسن ما جلس علی کوثلہ نقل کیا ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ عباسی دور میں بھی یہی لفظ رائج رہا[۷]

لبان بالکسر، جہاز کو کھسکانے یا کھینچنے کا رسّا۔

عربی مادہ ل ب ان کے مادّہ یا اس سے مشتق کسی لفظ سے درج شدہ معنی کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ غالباً اسپینی یا فرانسیسی لفظ کی تعریب ہے[۸]

حاشیہ نمبر ۲۲۸:-

ف تحقیق ماللہند ص ۱۰۳ اور سوار السبیل۔

حاشیہ صفحہ ہذا:-

۱ مفضلیات۔ ص ۴۲۵۔ ۲ د۔ ص ص ۲۱، ۳۲ اور ۲۲۱۔

۳ مجلۃ کلیۃ الآداب جامعہ قاہرہ ۱۹۵۰ء ج ۱ ص ۱۷۔ ۴ لسان مادہ ک ث ل۔

مخصص ج ۱۰ ص ۲۴ ۵ اساس مادہ ک ث ل۔ تاج مادہ ک ث ل۔

۶ بلدان۔ مقالہ کوثا ج ۴ ص ۳۱۵۔ ۷ البیان۔ ج ۲۔ ص ۱۷۶۔ ۸ دوزی تتمہ۔

لنجر بالفتح حرف سوم جیم مفتوح۔
فارسی لفظ کی تعریب ہونا بادنیٰ تامل معلوم ہوسکتا ہے[1] عربی میں اس
داخلہ چوتھی صدی ہجری کے بعد کا واقعہ ہے۔
المتملطنة : بالضم و تائے قرشت مفتوح تیسرا حرف میم مشدد و مکسور: ناخدا کی
نشست گاہ۔
یہ لفظ قاموس پر زبیدی کے استدراک میں آیا ہے[2] وہاں یہ بھی تنبیہ
کہ اصلاً ل م ط سے ماخوذ ہے۔
المتلمطنة : معلم یا ناخدا کے بیٹھنے کی جگہ۔ غالباً میم اول مضموم و میم ثانی مفتوح
یا مکسور۔
عربی مادہ ل م ظ سے مندرجہ معنی کا کوئی دور کا تعلق کبھی نہیں معلوم ہوتا کہ
مجرد یا مزید فیہ باب تفعّل کے معنی چاٹنا چکھنا یا زبان کو ادھر ادھر پھیرنا ہے
یہ لفظ بلسوط قاموسوں کے سوا[3] کہیں اور دیکھنے میں نہیں آیا۔ ان میں کوئی شاہد
نہیں ہوا۔ یہ بھی تحقیق طلب ہے کہ لام کلمہ طائے تازی مہملہ ہے یا ظائے معجمہ
یہ لفظ بعض قاموسوں میں برمحل نہیں آیا ہے[4] اس سے بھی شبہ ہوتا ہے
مندرجہ معنی میں یہ لفظ غریب ہی رہا۔
اس معنی کا دوسرا لفظ م ل ط میں دیکھیے۔
مجداف : تیسرا حرف دال مہملہ۔ چپو۔ جدف کا اسم آلہ جمع مجادیف۔ بیل
یعنی ایسا چپو جو لکڑی کے ایک سرے پر دوسری مربع یا مستطیل لکڑی جوڑ کر بنایا
جائے۔ بخلاف مقداف کے جو ایک ہی لکڑی کا بنایا جاتا ہے[5]

---

[1] سوار السبیل۔ [2] تاج مادہ ل م ط اور م ل ط۔
[3] تاج مادہ ل م ظ۔ [4] لسان مادہ۔ رب ع۔ [5] مقدمۃ الادب ص ۵۳۔

Marfat.com

یہ لفظ اسی معنی میں فارسی میں بھی رائج ہے[1]

مجذاف اسم آلہ جمع مجاذف و مجاذیف : چپو۔

شقب کا شعر ہے[2]

یکاد ان حرک مجذافہا ، تنسل من مثناتہا ن الید

شقب نے یہاں مجذاف کو مجازاً کوڑے یا قمچی کے معنی میں بطور تشبیہ استعمال کیا ہے۔ قطامی کے[3] یہاں واضح ہے

وتغلب بحری طم سیلا باجری ، ثلم یستطع تیارھن المجاذف

مجراف : چپو جرف کا اسم آلہ۔ صرف معجموں میں آیا ہے[4] عام کتابوں میں غالباً یہ لفظ نہیں استعمال ہوا۔ اس کی تائید لفظ کے بے محل مادہ کی تحت آنے سے بھی ہوتی ہے۔

محنث : حنث کے باب تفعیل کا اسم آلہ۔ چپو۔

احمد بن ماجد نے محنث کے اس معنی کی جو توجیہ کی وہ عجیب ہے لکھتا ہے[5] سہیل کو

محنث — حنث کے باب تفعیل کا اسم فاعل — اس لیے کہتے ہیں کہ جو اس کو دیکھتا ہے قسم کھا کر کہتا ہے یہ سہیل ہے لیکن وہ قسم توڑ دیتا ہے لہٰذا وہ محنث کو کشتی کا چپو کہتے ہیں! اصل عبارت یہ ہے: وسمی السہیل المحنث (اسم فاعل) لان من یراہ یحلف ان ھذا سہیل فیحنث فی یمینہ۔ فجعلوا المحنث (اسم آلۃ) وھو مقذاف السفینۃ۔

---

[1] غیاث۔ [2] مقاییس ج ذ ف — رغبۃ الآمل ج ۲ ص ۵۶۔

[3] دیوان قطامی ص ۲۶۔ [4] الفائق۔ ج ۲۔ ص ۹۰۔ لسان، وتاج۔ رف ش۔

[5] الفوائد۔ ج ۱ ورق ۲۸ و ۲۹۔

سوائے ابن ماجد کے کسی اور معجم وغیرہ میں اس لفظ کا نہ ہونا ثابت کرتا ہے کہ چپو کے معنوں میں محنت صرف بحیرۂ عرب کے ملاحوں کی اصطلاح تھی لغوی معنوں سے اس کا کوئی تعلق ہے اور نہ دوسرے مسلمان ملاح اس سے واقف تھے تاریخ، جغرافیہ یا ادب کی کسی کتاب سے بھی اس کی نشان زدگی نہ ہوسکی۔

مدری: غالبًا بالضم دوسرا حرف دال مہملہ ساکن بکسر را مہملہ آخر میں یا معروف بہت لانبا پتلا ڈنڈا جس کو ندی یا نہر کی تہ پر ٹکا کر ناؤ کو آگے بڑھایا جائے۔ جمع مداری حسب توقع قاموسوں میں نہیں ملا۔ ابن حوقل نے بحیرہ تنّیس کے سلسلہ میں لکھا ہے: ھذہ البحیرۃ قلیلۃ العمق یسار فی اکثرھا بالمداری۔ یہ بحیرہ اتنا اُتھل ہے کہ اس کے اکثر حصہ میں کشتیاں صرف مدری کے ذریعہ چلتی ہیں[۱]۔ یہی جغرافیہ نویس بصرہ کی نہروں کے متعلق لکھتا ہے کہ: تسیر فیھا السفن بالمداری لقرب قعرھا۔ نہریں زیادہ گہری نہیں ہیں اس لیے کشتیاں صرف مدری کے ذریعہ چلتی رہتی ہیں[۲]۔

معلوم ہوتا ہے کہ یہ لفظ تیسری صدی ہی میں رائج ہوگیا تھا۔ ابن الاخوۃ نے ابوالحسن نوری کا جو واقعہ نقل کیا ہے اس میں یہ لفظ بھی آیا ہے۔ واقعہ دلچسپ اور مختصر ہے اس لیے نقل کرنا نامناسب نہیں ہوگا۔ (نوری جہاں کہیں کوئی منکر دیکھتے فورًا اس کا تدارک کر دیتے تھے۔ ایک روز دجلہ کے کنارہ بیٹھے ہوئے تھے کہ سامنے سے ایک کشتی، (زورق) گزری اس میں تنّیس[۳] گھڑے تھے۔ ہر گھڑے پر ڈانبر سے "لطف" لکھا ہوا تھا۔ نوری نے اس کو غور سے پڑھکر کہا (جہاں تک مجھے معلوم ہے) کوئی تجارتی مال تو ایسا نہیں ہوتا جس کو "لطف" سے تعبیر کیا جاتا ہو۔ کوئی ایسی شئے بھی سننے میں نہیں آئی جس کو مجازًا ہی سہی "لطف" کہتے ہیں

---

[۱] المسالک والممالک۔ ص ۱۰۳۔ [۲] ایضًا ص ۱۶۲

پھر آگے بڑھکر ملاح سے پوچھا ان مٹکوں میں کیا ہے۔ ملاح نے کہا معتضد (م ۲۸۹ سولھواں عباسی خلیفہ) کی شراب۔ یہ سُنتے ہی نوری نے ملاح سے کہا ذرا تمہارا مدری تو دینا۔ ملاح نے اپنے غلام سے کہا ان کو مدری دیدو، دیکھوں کیا کرتے ہیں۔ ابوالحسن مدری لیکر کشتی پر چڑھ گیے۔ تمام مٹکے توڑ دیئے۔ ملاح مُنہ تکتا رہا۔ غلام چلاتے ہی رہے لیکن انہوں نے ایک مٹکا بھی ثابت نہیں رکھا۔ ساری شراب گئی۔[۱]

المرار: جہاز کا رسّا۔ جمع اَمرّۃ بالفتح و بکسر میم و تشدید رائے مہملہ۔

خوارزمی متوفی تین سو ستاسی نے یہ لفظ ان اصطلاحوں کے تحت لکھا ہے جو دیوان المار میں استعمال ہوتے ہیں۔ معنی بتلائے ہیں: جنسٌ من الحبل وجمعہ اَمِرَّۃ[۲]

رسی کے لیے اس مادہ سے عموماً تین اسم آتے ہیں ایک مَرٌّ بالفتح دوسرے مِرّۃ بالکسر وبصیغہ تانیث اور تیسرے مریر بروزن جلیل (ان میں باہم فرق ہے)[۳] لیکن مرار غالباً دفتری اہل کاروں کی اصطلاح تھی معیاری فصیح لغویوں کے یہاں بار نہ پاسکی۔ اس کا وزن جمع بھی غریب ہے۔

تنزیل میں بھی اس مادہ سے فعل وغیرہ متعدد مرتبہ آیا ہے[۴]

المراکب المفصّلہ: اجزائے جہاز

مقریزی نے لکھا ہے[۵]۔ وفی سنۃ وستین وخمس مائۃ انشأ صلاح الدین مراکب مفصلۃ وحملہا علی الجمال وسار بہا الی ایلہ... واتام المراکب واصلحہا وطرحہا فی البحر وشحنہا بالمقاتلۃ والاسلحۃ وقاتل ـ صلاح الدین نے جہاز کے مختلف اجزاء (جیسے پتوار، تختے، سکان و

---

[۱] القربۃ ص ۱۹۔ [۲] مفاتیح العلوم ص ۶۹۔ [۳] معاجم متداولہ۔

[۴] معجم المفہرس لالفاظ القرآن۔ [۵] مواعظ۔ ج ۱ ص ۲۹۹۔

Marfat.com

مستول وغیرہ) تیار کروائے۔ ان اشیاء کو اونٹوں پہ بار کیا گیا انہیں ساتھ لیکر وہ ایلہ روانہ ہوا۔ وہاں ان مختلف اجزاء کو ترتیب دے کر باقاعدہ جہاز کھڑے کئے گئے۔ پھر انہیں تیرایا گیا (آزمائش کے بعد) ان میں اسلحہ رکھے گئے پھر سپاہی سوار ہوئے اور جنگ ہوئی۔

اسی کتاب میں ایک دوسری جگہ ہے[1] عمل المسلمون مراکب وحملوھا علی الجمال الی بحر المحلتہ والقوھا فیہ وشحنوھا بالمقاتلۃ[1]

مسلمانوں نے جہاز تیار کیئے انہیں اونٹوں پر بار کیا۔ مقامی وقریبی سمندر لے گئے اور انہیں اس میں تیرایا پھر ان میں سپاہی سوار ہوئے۔

"جہازوں کو اونٹوں پر بار کیا گیا" کا صاف وواضح مطلب یہ ہے کہ جہاز سازی کے بعض کارخانے ساحل پر نہیں بلکہ اندرون ملک تھے جہاں جہاز سازی کا خام مواد اور مزدور آسانی سے مہیا ہو جاتے تھے۔ ان مقامات پر جہاز کے مختلف اجزاء تیار کرنے کے بعد انہیں کسی ساحل پر لایا جاتا وہاں ان اجزاء کو ترتیب دیا جاتا۔ صنعت میں خامی رہ جاتی اور ترتیب کے وقت معلوم ہوتی تو ان میں مناسب تعدیل پیدا کر دی جاتی پھر انہیں تیرایا جاتا اور سمندر میں ان کی آزمائش بھی کر لی جاتی۔ (اس کی واضح صراحت نہیں ہے لیکن قرینہ کی شہادت ہمارے بیان کی تائید میں ہے) پھر باقاعدہ استعمال کیا جاتا۔

مندرجہ معلومات صرف ایک ہی مصدر میں پائے گئے لیکن ہم بآسانی اندازہ کر سکتے ہیں کہ دوسرے مقامات پر بھی کم وبیش ایسا ہی ہوتا ہوگا۔ اگر کوئی مورخ جہاز سازی کی تاریخ اس کی صنعت وغیرہ کا حال قلمبند کرتا تو بہت سی تفصیلیں معلوم ہوتیں جن کا ایک اہم جزو مقریزی نے بیان کیا ہے۔

---

[1] مواعظ۔ ج ۱ ص ۳۵۸۔

مربع : بھری ہوئی کشتی کا بادبان
یہ معنی لغویوں نے[1] لکھے ہیں جو صحیح نہیں معلوم ہوتے صحیح معنی چار بادبانوں والا جہاز ہیں۔

مرجاس : پانی کی گہرائی معلوم کرنے کا آلہ۔ یہ لفظ فارسی میں بھی مستعمل ہے[2]

مرداس : بکسر میم را مہملہ ساکن دال مہملہ مفتوح آخری حرف سین۔ پانی کی گہرائی ناپنے کا آلہ لغوی معنی پانی معلوم کرنے کے لیے کنویں میں پھینکنے کا پتھر۔ اور ملاحوں کی اصطلاح میں سمندر کے کنارے پانی کی گہرائی معلوم کرنے کا آلہ خواہ وہ بھالا ہو یا رسی سے باندھا ہوا پتھر۔ یہ لفظ غالباً چھٹی صدی ہجری سے پہلے ان معنی میں مستعمل نہیں ہوا۔[3]

مردی : میم مضموم را مہملہ ساکن دال مہملہ مکسور آخر میں یار اور میم مکسور را مہملہ مفتوح بھی مستعمل ہے: کشتی بڑھانے کا بالسا جمع مرادی بالفتح۔
مادہ کے معنی میں پھینکنے یعنی اوپر سے نیچے آنے کی جھلک ہوتی ہے[4]
قرآن میں بھی اس مادہ سے دو لفظ آئے ہیں[5]
لیکن مردی کا ردی سے کوئی تعلق نہیں بلکہ یہ ارامی لفظ کی تعریب ہے۔
سوار السبیل کی عبارت ہے: چوبے است از چوبہائے دراز کہ ملاحاں بدست گرفتہ بر زمین دریا یا بر کنار دریا اعتماد نمودہ کشتی را برانند۔
تیسری صدی میں اس کا استعمال فی الجملہ عام تھا۔ صفوان نے بشار کی ہجو میں کہا ہے[6]

---

[1] لسان مادہ۔ ردم و ربع و تاج ولبستان۔ ربع۔ [2] تاج ولبستان۔ رنج س استنگاس۔
[3] معاجم متداولہ [4] مقاییس۔ دری۔ لسان۔ ردی۔ [5] المعجم المفہرس۔
[6] البیان: ج ۱ ص ۲۹۔

Marfat.com

وسمیت الغزال فی الشر مطنبا ؛ وموک عند الظلم فقصتہ سردی

اصطخری نے تنیس اور بصرہ کے سلسلہ میں لکھا ہے[1] قلیلۃ العمق یسار فی اکثرھا بالمرادی۔ ابوالفدار نے بھی ایسا ہی بیان کیا ہے[2] بلگرامی نے[3] تحقیق کرکے یہ بھی بتایا ہے کہ صحیح لفظ مرادی ہے۔ (چوتھا حرف دال مہملہ) مگر ناواقف عوام کی زبان پر مداری چڑھ گیا ہے۔ (چوتھا حرف را مہملہ)

اور آج کل مصریوں کی زبان پر مدری ہے[4] (بضم میم و بسکون دال مہملہ و بکسر را مہملہ)۔

المردی بضم میم وسکون رائے مہملہ وکسر دال مہملہ: کشتی رانوں کا بھالا۔ مرادی بالفتح جمع۔

کم گہرے پانی میں بھالے کو بھر باز مین پر ٹیک کر زور لگانے سے کشتی رواں ہو جاتی ہے یا کنارے پر ہو تو اس طرح منجدھار میں آجاتی ہے۔

ہندوستان میں اس غرض کے لیے کھیویوں کا بھالا قریباً بارہ گز یا بارہ میٹر لانبا ہوتا ہے۔

عربی میں یہ اصطلاح بہت پرانی ہے۔ نابغہ کی بیت "غسانیہ" میں گزر چکی ہے۔ جاحظ کے یہاں بھی یہ لفظ آیا ہے[5] حسب توقع قاموسوں میں بھی ثبت ہوا ہے[6]

اس سے پہلے جس "مردی" کی تفصیل ہوئی وہ اس سے جدا ہے۔

---

[1] مسالک الممالک۔ ص ۵۲۔ [2] تقویم البلدان ص ۲۹۶۔

[3] تاج۔ ردی۔ [4] تہذیب الالفاظ العامیہ ص ۲۴۹۔

[5] البیان۔ ج ۲ ص ۱۲۶۔

[6] مخصص ج ۱۰ ص ۲۹۔ ومقدمۃ الادب ص ۵۳ و لسان وتاج مادہ۔ م ر د۔

المردی بضم میم وسکون رائے مہملہ وکسر دال مہملہ : کشتی کا رسّا۔
مندرجہ معنی صرف زمخشری نے لکھے ہیں[1] کسی اور ماخذ سے ان کی توثیق نہیں ہوئی۔

المرستہ : بالفتح وسکون ثانی۔ رسّی جمع مَرَس بفتحتین امراس بالفتح جمع الجمع۔
ملاحوں کی زبان پر امراس رہا ہے۔ عرب قبل اسلام میں بھی یہ لفظ امراس المرکب کی صورت میں رائج تھا۔ بعد میں اونٹ اور گھوڑے کے علاوہ جہاز کے رسیوں کے لیے بھی امراس ہی استعمال ہوا[2]

مرسی : رس و کا اسم آلہ : لنگر جمع مراسی بالفتح۔
یہ لفظ خاص طور پر چھوٹے لنگر کے لیے بولا جاتا ہے۔ ہر جہاز یا بڑی کشتی میں ایک سے زائد مراسی رکھے جاتے تھے[3]

مرساۃ بالکسر بڑا لنگر : اس کی بھی جمع مراسی۔
عبدالرحیم نے[3] اس کے بنانے کی یہ ترکیب بتائی ہے کہ کئی لکڑیوں کو آڑے کھڑے اور ترچھے رکھ کر ایک جال سا بنایا جاتا ہے۔ پھر ان خانوں میں سیسہ پگھلا کر بھرتے ہیں۔

یہ طریقہ زیادہ تر مشرق میں رائج ہوگا۔ اس لیے کہ ادریسی نے[4] مغرب کے شہر سلطیش کے سلسلہ میں لکھا ہے کہ یہاں کے لوگ لوہے کی صنعت خاص کر لنگر سازی میں بہت مشہور رہیں۔ لوہے کے یہ لنگر غالباً چھوٹے ہوتے تھے کیونکہ

---

[1] مقدمۃ الادب ص ۵۳۔ [2] حکایۃ ابی القاسم و مروج۔ ج ۱ ص ۳۶۵۔
[3] عجائب الہند ص ۹۳ ـــ تذکرۃ بالاخبار ص ۳۲۱۔ [4] معاہد التنصیص ج ۱ ص ۲۷۱ ـــ رسوں وغیرہ کی تیاری کے لیے الفتح القسی ص ۳۲۷۔
[5] نزہتہ (قسم المغرب) ص ۱۷۹۔

Marfat.com

اس نے وضاحت کی ہے کہ المراسی انتی توبہی بہا السفن المراکب الحمالۃ الجافنیۃ یعنی ان لنگروں سے باربرداری کے گراں بار جہازوں کو ٹھہرایا جاتا ہے۔

مرخنۃ : کشتی کا اگلا حصہ پچھلے حصہ کے بالمقابل

مادہ ر ن ح کا ظرف مکان[1] یہ لفظ سوائے معاجم کے دوسرے مصادر میں نہیں پایا گیا۔

المظلہ : کشتی پر کا سائبان

ظل، مضاعف باب فتح کے معنی سایہ دار ہونا، لمبا ہونا یا ہمیشہ رہنا ہیں چنانچہ سمندر کی لہروں کو طویل اور ہمیشہ رہنے کی وجہ سے ظلال (بالکسر) البحر کہا جاتا ہے ظل کا اسم آلہ مظلہ ہے یعنی ہر وہ شئی جس سے سایہ لینے کا کام لیا جائے[2] آج کل چھتری کو اس لیے مظلہ کہا جاتا ہے اگرچہ وہ بارش سے بھی بچاتی ہے مگر دھوپ سال کے بیشتر حصہ میں رہتی ہے اس لیے مظلہ میں مداومت کے معنی بھی شامل ہیں۔

بحریوں کی اصطلاح ہیں سایہ دینے والی شئی کے سوا خاص طور پر اس شامیانہ کو مظلہ بولتے ہیں جو کشتی پر بارش اور دھوپ سے بچانے کے لیے لگایا جاتا ہے[3] ان کا ذہن ہر سایہ دینے والی چیز کی طرف نہیں جاتا جس طرح آجکل مظلہ سے ذہن عموماً چھتری کے سوا دوسری طرف نہیں جاتا۔

المعابیر : چھوٹے لنگر : (ھوجل) کو رسی سے باندھنے کی کشتی میں لگی ہوئی درانتی جیسی کھونٹیاں۔

یہ صاغانی کی تحقیق ہے[4] اور بالکل صحیح۔ نہ معلوم اس کا واحد کیوں نہیں

---

[1] لسان وتاج مادہ ر ن ح وک ث ل۔ [2] لسان وتاج وغیرہ۔ [3] دوزی۔ تتمہ۔
[4] تاج ولسان : مادہ ع ب ر۔ صاغانی کی وفات ۶۶۰ ہجری میں ہوئی ہے۔

Marfat.com

گیا۔ یہ کھونٹیاں اکثر و بیشتر تین چار ہوتی تھیں اس طرح کی کھونٹیاں آج کل کے جہازوں میں بھی ہوتی ہیں جن سے جان بچاو کشتیاں باندھی جاتی ہیں۔ خلاف توقع یہ لفظ سوائے قاموس دوسرے ماخذ میں نظر نہیں آیا۔ ع ب ر سے درج شدہ معنی کا تعلق سمجھ میں نہیں آیا۔

المغدفة : غدف کا اسم آلہ : چپو، مغادف جمع۔

یہ لفظ سوائے قاموسوں کے دوسری جگہ بہت کم آیا ہے۔ جاہلی شعر میں بھی استعمال ہوا ہے۔ لغویوں نے وضاحت کی ہے کہ اصلاً یمانی ہے[1] غ د ف باب نصر سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے جس کے معنی ہیں بہت بخشش کرنا۔

مغدوفة کا اسم جنس غادوف یا مغدف ہے۔

المقذف : المقذاف بصیغہ اسم آلہ۔ چپو۔ مقاذف بروزن مساجد و مقاذیف بروزن مصابیح جمع۔

عربی مادہ ق ذ ف بمعنی پھینکنا، پھینک مارنا وغیرہ سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے بلکہ ارامی یا حبشی زبان کی تعریب ہے[2] عربی میں نہایت قدیم الاستعمال ہے۔ اعشیٰ بصیر[3] اور دوسرے شعراء نے بھی باندھا ہے[4] زمخشری نے اس کا فارسی مترادف پاروئے کشتی لکھا ہے[5] ساتویں صدی ہجری اور اس کے بعد بھی عربی میں رائج رہا[6]

المقلة بالفتح وسکون قاف : پانی کی گہرائی کا اندازہ کرنے کا پتھر۔

---

[1] تاج۔ مخصص : ج ۱۰ ص ۲۸۔

[2] شفاء ص ۱۸۳ نیز سوار السبیل۔ [3] د۔ ص ۱۰۵۔

[4] اغانی۔ ج ۱۳ ص ۲۱۔ بولاق۔ [5] مقدمۃ الادب ص ۵۳۔

[6] الفتح القسی : ص ۷۹۔

یہ لفظ ابتداءً کنویں کی گہرائی معلوم کرنے پھر اس کے پانی کی گہرائی دریافت کرنے کے لیے رائج تھا۔ بعد میں سمندر خصوصاً دریا کی گہرائی کا اندازہ کرنے میں استعمال ہونے لگا[۱]۔

گہرائی صرف پتھر پھینک کر یا اس کو رسی سے باندھ کر ڈبونے سے معلوم ہوتی تھی۔

ملائکۃ المراکب: عجائب الہند میں ہے: کان بانانیان المراکب یصنع کل یوم نحو یبا منا صحفۃ ارز بسمن لملائکۃ المراکب[۲] یعنی جہاز کے کامائی روزانہ گھی میں چپڑے ہوئے قریباً دو من چاول کے لگن جہاز کے فرشتوں کو ڈالتے تھے۔ ملائکۃ المرکب کا ترجمہ فرانسیسی میں "جہاز کے محافظ فرشتے" کیا گیا ہے۔ اگر یہ ترجمہ صحیح ہے تو یہ سمجھنا چاہیئے کہ ملاحوں کا خیال تھا کہ ہر جہاز کی حفاظت کرنے والے چند فرشتے ہوتے ہیں۔

لیکن میرا خیال ہے کہ ملائکۃ المرکب سے مراد کبوتر ہیں۔ خصوصاً سفید کبوتر۔ جہاز پر کبوتر رکھنے کا مقصد یہ تھا کہ اگر کسی نہ کسی وجہ سے جہاز ساحل سے بہت دور جا پڑے تو ملاح کبوتر اڑاتے تھے۔ اگر کبوتر جلد واپس ہو جاتے تو سمجھا جاتا تھا کہ ساحل بہت دور ہے اور اگر واپس نہ آتے تو سمجھا جاتا تھا کہ ساحل قریب ہے۔ کبوتر کو جہاز کے محافظ فرشتے غالباً بطور کنایہ استعمال ہوا ہے۔ واللہ اعلم۔

المنجاف بروزن اسم آلہ: کشتی کا اگلا اونچا حصہ۔

لغویوں نے اس کو سکان السفینۃ یعنی پتوار کا مترادف لکھا ہے[۳]۔ یہ لفظ اصلاً صرف ایک ہی ماخذ اور ایک ہی روایت میں اس طرح آیا ہے۔

---

[۱] لسان وغیرہ۔ [۲] عجائب الہند۔ ص ۲۵۔

[۳] الفائق۔ ج ۳ ص ۷۰۔ لسان وتاج۔

Marfat.com

رسالت کے مکی دور میں قریباً تراسی اصحاب نے قریش کے مظالم سے بچنے کے لیے حبشہ میں پناہ لی تھی۔ قریش نے ان پناہ گزینوں کے وہاں سے نکلوانے کے لیے اپنا ایک وفد حبشہ روانہ کیا۔ اس وفد میں عمرو بن العاص بن وائل اور عمارۃ بن الولید بن المغیرہ بھی تھے۔ یہ وفد کشتی کے ذریعہ حبشہ روانہ ہوا اثنائے راہ میں جبکہ ایک روز عمرو — جلس علی منجاف السفینۃ دفعہ عمارۃ فی البحر — کشتی کے منجاف پر بیٹھے ہوئے تھے کہ عمارۃ نے عمرو کو سمندر میں دھکیل دیا[1]

میرا خیال ہے کہ منجاف کسی حبشی الاصل لفظ کا ترجمہ ہے یا راوی نے کشتی کے اس حصہ کو جہاں عمرو بیٹھا ہوا تھا منجاف سے تعبیر کیا ہے۔

لغت سے میرے اس قیاس کی تائید ہوتی ہے۔

ن ج ف از باب نصر کے معنی تیر درست کرنا یا درخت کو جڑ کے قریب سے کاٹنا ہیں۔ نجف بفتحتین کے معنی ہیں ٹیلہ۔ ندی یا نہر کی وہ جگہ جہاں تک پانی نہ چڑھ سکے اور نجاف بالکسر کے معنی ہیں دروازے کے اوپر کا آگے کو نکلا ہوا حصہ۔

لغوی معنی کے ساتھ خطابی کا یہ بیان ملایئے[2] "لم اسمع فی المنجاف شیاً اعتمدہ" تو صاف واضح ہو جاتا ہے کہ منجاف فی الواقع کوئی خاص عربی بحری اصطلاح نہیں ہے بلکہ کسی دوسری زبان کی لفظی ترجمانی۔

المنشل یا المنشال: وہ برتن جس سے کشتی میں آیا ہوا پانی نکالا جائے۔ مناشل و مناشیل جمع۔

نشل از باب نصر و ضرب کے معنی ہیں: ہانڈی سے ہاتھ سے بوٹی یا ہڈی نکالنا

---

[1] مفصل روایت اغانی میں ملے گی۔

[2] النہایۃ فی غریب الحدیث ج ۴ ص ۱۳۶۔

Marfat.com

اور اس کے اسم آلہ کے وضعی معنی تھے۔ لوہے کی سیخ جس کا ایک کنارہ مڑا ہوا ہو یا
ایک کنارہ پر کانٹا سا بنا ہوا ہو کہ اس کو گوشت میں پیوست کر کے پکی ہوئی یا گرم
ہانڈی سے گوشت نکالا جائے۔ بعد میں اس میں وسعت پیدا کر کے اس ٹھلیا کو بھی منتقل
ہو لنے لگے جو کشتی میں آئے ہوئے پانی کو نکالنے کے لیے مستعمل ہونے لگی[1]

اس غرض کے لیے جو ظرف استعمال ہوتا تھا غالباً چمڑے سے بنایا جاتا تھا۔

ابوالفضل کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ کشتی سے پانی نکالنا ایک مستقل کام
تھا۔ اس کا عملہ بھی مستقل ہوتا تھا۔ وہ لکھتا ہے: گمنتی بضم کاف فارسی و نون خفی
سکون میم و کسر نار دیار: از خلاصیاں است آب کشتی بیروں آورد[2]

عربی مصادر و ماخذ میں لفظ گمنتی یا اس کا بدل نظر نہیں آیا۔ لیکن یہ واقعہ
کہ ہندوستان کے باہر اسلامی سمندروں میں چلنے والی کشتیوں میں ایسا عملہ ہو
تھا۔ چنانچہ اس زمانہ کی کھینچی ہوئی کشتیوں کی تصویروں میں کامٹیوں کو کشتی
سے پانی نکالتے ہوئے دکھایا گیا ہے۔

ایسی تصویریں عجائب الہند اور مقامات حریری کے بعض نسخوں میں موجود
البنج بفتح نون وسکون بائے بسم اللہ: وہ گھاس جس سے کشتیوں کی درزیں
جاتی ہیں۔

یہ اصلاً ارامی زبان کا لفظ ہے[3] معجموں میں وضاحت ہے کہ اس گھاس
برادے یا چورے میں غالباً قیر یا ایسی کوئی چیز ملا کر دو تختوں کے درمیان دی
بند کی جاتی تھیں[4]

---

[1] عجائب الہند ص ۲۵ ــــ دوزی۔ تتمہ۔

[2] آئین۔ ج ۱ ص ۲۰۳۔

[3] مجلۃ کلیۃ الآداب: ج ۱۲، ص ۷۳۔ [4] تاج محیط و بستان۔

Marfat.com

قدیم معجموں میں معنی مذکورہ کے لیے ب ن ج بھی آیا ہے۔ میرا خیال ہے کہ دونوں غالباً ایک ہی ہیں اور یہ تصحیف ہے۔ اگر ایسا ہے تو پھر صحیح لفظ کیا ہے؟ ب ن ج یا ن ب ج ؟ افسوس ہے کہ موجودہ معلومات کی بنا پر تعین و تشخص سے بتانا ممکن نہیں کہ اصل لفظ کیا ہے۔ شک کا اظہار تحقیق طلب مواد کی فراہمی کے لیے کیا گیا ہے۔

آگے ن ب خ کے متعلق بھی کچھ ایسا ہی شبہ ہوتا ہے۔

النبخ بفتح نون و سکون بائے بسم اللہ آخری حرف خائے معجمہ: کشتی کی درزیں بند کرنے کی گھاس۔

معنی مزبور لغویوں نے بتائے ہیں[1] ظفر الدین لکھتے ہیں: اصلاً اراحی است و آں چوبے باشد کہ ملاحاں در جہاز برائے بند کردن آب باستعمال آرند[2]

الورک بفتح اول و کسر ثانی اور الورک بفتح اول و سکون ثانی: کشتی کا پچھلا حصہ۔

ورک از باب ضرب کے معنی سرین پر سہارا لینا ہے۔ ملاح بولتے ہیں: قعدت علی ورک السفینۃ اور یہ ان کا محاورہ سا بن گیا ہے[3]

الوسق بالفتح و بسکون ثانی اور وسقہ بفتحتین: بار کشتی۔ کشتی وار۔ وسوق بضمتین و اوساق بروزن اوزار جمع۔

وسق از باب ضرب کے معنی جمع کرنا۔ ڈھیر کرنا یا سمیٹنا معروف ہیں[4] یہ لفظ تنزیل میں بھی تقریب قریب اسی معنی میں آیا ہے[5] بحریہ کے سلسلہ میں اس کے معنی ہیں: کشتی میں بھرا ہوا مال خواہ وہ کسی قسم کا کیوں نہ ہو[6]

---

[1] تاج و بستان۔ [2] سوار السبیل۔ [3] اساس و لسان و تاج بستان۔

[4] لسان و تاج، و محیط۔ [5] سورۃ الانشقاق۔ آیت ۱۷، ۱۸۔ [6] عجائب الہند ۲، ۲، ۷۷،

نزہۃ المشتاق ص ۲، ۲۵، ۱۱۲، ۱۷۱ و فرہنگ ص ۳۸۶ ــ تحفۃ ج ۲ ص ۱۸۳، ۲۳۱۔

کشتی میں سامان بار کرنے کے لیے شحن کے لفظ کی تشریح گزر چکی ہے۔

الھراب بالکسر۔ کشتی یا جہاز کا پیندہ۔

عربی لفظ ھرب کے معنی باختلاف ابواب بھاگنا یا بوڑھا ہونا ہیں۔ ہراب عربی مادہ سے ماخوذ نہیں معلوم ہوتا۔ گو درج شدہ معنی عربی مصادر ہی میں ملے احمد بن ماجد[1] وغیرہ[2] کے سوا الغ خاں نے بھی استعمال کیا ہے۔ اس کے الفاظ ہیں وحکم لجمع خشب الساج لنجار الاغربۃ ...... فامتد فی زمن قریب .... ھراب خمس مائۃ غراب[3] یعنی غرابی قسم کی کشتیوں کی تراش خراش کے لیے حکم ہوا کہ ساگوان کے تختے مہیا کئے جائیں چنانچہ تھوڑی ہی مدت میں پانسو غرابوں کے پیندے جمع ہو گئے۔ کشتیوں کے پیندوں کے لیے موزوں و مناسب شہتیر۔ تلاش و جستجو کے بعد بھی معلوم نہ ہو سکا کہ یہ کس زبان کا لفظ ہے۔

الھلال : لنگر

ابتدائی تین چار تاریخوں کا چاند جس شکل کا ہوتا ہے لنگر بھی قریب قریب اسی شکل کا ہوتا ہے۔ ظاہر ہے کہ لنگر کو ہلال بربنائے مشابہت دمجاز کہا گیا ہے۔ اس استعمال کا قدیم معجموں میں پتہ نہیں لگا۔[4]

الھلب بفتح اول وسکون ثانی لنگر۔ ھلوب و اھلاب جمع۔

ھلب باب ضرب و سمع سے آیا ہے۔ ان کے معنی سے مندرجہ اصطلاح کا براہ راست کوئی تعلق نہیں معلوم ہوتا۔ بہر حال عربی مصادر میں درج شدہ معنی میں آیا ہے۔[5]

---

[1] احمد بن ماجد۔ ج ۱ ورق ۳۔

[2] دوزی۔ تتمہ۔ [3] ظفر الوالہ ج ۱ ص ۳۸۳۔

[4] تسہیل العربیہ۔ [5] دوزی۔

Marfat.com

یہ لفظ ان دنوں سنہ ۱۹۴۱ء تا ۱۹۷۱ء تک (اور غالباً اس کے بعد بھی) ارضِ مصر میں رائج رہا ہے۔

الھلس : لنگر[1]

الھوجل بفتح اول وثالث : چھوٹا لنگر۔

ہجل از باب نصر کے معنی پھینکنا یا ڈالنا ہیں۔ لنگر بھی پانی میں چھوڑا یا ڈالا جاتا ہے اس لیے یہ نام ہوا۔ ہجل کے ایک اور معنی بوجھل و سست بھی ہیں۔ لنگر بھی بوجھل ہوتا ہے۔ اس لیے وہ ھوجل کہلایا[2]

ہلیہ : چوڑا پتوار

چوبے کہ پہن باشد کشتی ہائے کوچک را بداں رانند و ملاحاں وقت راندن ہلیہ ہلیہ گویند[3]

ھ ل س

الھلیستہ بفتح اول وکسر لام و بیائے معروف و فتح سین ستونے باشد کہ مردمانِ کشتی آں را بزودی آرند و برآں ستون ریسمان بپیچیدند وآں بجانب خود می کشیدند تا بکنارہ برسد[4]

---

[1] دوزی۔

[2] اساس و لسان و تاج۔

[3] بہارِ عجم و فرہنگ انندراج و غیاث اللغت۔

[4] بہارِ عجم — فرہنگ انندراج و غیاث اللغت۔

عملۂ جہاز و کشتی

ابن نبان: تائے فوقانیہ مضموم کے بعد بائے موحدہ مشدد۔
بحریہ سے متعلق کسی عہدیدار کا اڑنام بطور حقارت، محبت یا مزاح۔
مقریزی نے لکھا ہے[1] ابن تبان هو رئيس المراكب في الدولة الآمرية
یعنی دسویں فاطمی خلیفہ آمر (متوفی سنہ پانسو چوبیس ہجری) کے زمانہ میں جہازوں کے سردار کا لقب ابن تبان تھا۔

اردمون: ملاح
لفظ کی لغوی تفصیل تیسرے باب میں گزر چکی ہے۔ اس کے دوسرے معنی اور مصادر وہیں ملاحظہ ہوں۔

استیام: بکسر ہمزہ وسین دندانہ دار تیسرا حرف یا، اور آخر میں میم: پتواری۔
یہ لفظ ہمزہ کے بعد شین معجمہ سے ہی زیادہ رائج ہے اور کبھی کبھار سین دندانہ دار سے بھی لکھا جاتا ہے[2] اس کی توضیح اشتیام میں آرہی ہے۔

الاسطولی: بروزن خوشنودی۔ بحری سپاہی۔
یہ لفظ زیادہ تر حروب صلیبیہ کے زمانہ میں استعمال ہوتا تھا جب کہ مصری

---

[1] المواعظ۔ ج ۳ ص ۱۸۶۔

[2] دیوان زہیر ص ۱۱۹۔

Marfat.com

بیڑہ میں غیر معمولی ترقی ہوئی[1] آگے دیکھئے دل ی : ولایۃ الاسطول۔
الاسطولیۃ : دار الصناعۃ یا جہاز میں کام کرنے والے مزدور۔ یہ لفظ سوائے مواعظ والاعتبار کے دوسری جگہ دیکھنے میں نہیں آیا[2] غالباً اسطولی کی جمع۔
الاشتیام بکسرتین بروزن اختیار نیسرا حرف تائے قرشت : ملاحوں کا سردار۔ اشاتیمہ واشتیامون جمع۔
عربی میں یہ لفظ زمانہ قبل اسلام سے رائج ہے۔ لغویوں نے اس کے معنی مع شواہد شعری جہاز کے مسافروں کا سردار لکھے ہیں[3] جوالیقی نے[4] مندرجہ صدر معنی اور جاحظ[5] طبری[6] ومقدسی نے[7] سکان گیر، نگرانِ سکان اور جہازی مسافروں کا رکھوالی بتائے ہیں۔
ظفر الدین کی تحقیق میں اشتیام بمعنی رئیسِ کشتی ارامی است ومعنی اصلی او شخصے است کہ مُہر کند۔ مراد از آں صاحب متاع است کہ بہ کشتی باشد[8]

---

[1] الفتح القسی۔ ص ۳۱۲ ___ الروضتین۔ ج ۲۔ ص ۱۸۱
[2] کتاب ___ مواعظ والاعتبار : ج ۱ ص ۲۰۵
[3] لسان، تاج، شرح دیوان زُہیر ص ۱۱۸   [4] المعرب ص ۱۸۳
[5] رسائل الجاحظ ج ۱ ص ۲۱۶
[6] اخبار الرسل حوادث سنہ ۲۶۷ ج ۱۱ ص ص ۲۶۱ تا ۲۶۳ ط۔ مصر
ایضاً   ایضاً   سنہ ۲۶۹ ج ۱۱ ص ص ۳۰۱۔ ۳۰۴
"   "   سنہ ۲۶۵ ق ۳ ص ۱۹۲۸ ط یورپ
[7] احسن۔ ص ۱۰   [8] سوار السبیل۔ اس سلسلہ میں تاریخ وصاف کی درج ذیل چند سطریں بھی توجہ طلب ہیں : غلمان قوی ہیاکل کہ جہت اعمال جہاز ہر یک بشغلے معین منصوب بودند چوں ربان، اشتیام، سکان گیر، مجدانی وملاحی۔۔۔۔ تاریخ وصاف ص ۱۷۳۔

Marfat.com

امیرالبحر: فوجی بیڑہ کا سردار: دریابیگی[1] امراء بحریۃ[2] ایک ہی بیڑہ کے کئی سالار یا مختلف بیڑوں کے مختلف سردار۔ یہ مرکب اضافی غالباً چھٹی صدی ہجری سے پہلے کے عربی ادب میں نہیں ملتا خاص کر مشرقی عربی اسلامی ادب میں[3] بعد کی کتابوں میں پچھلے واقعات بیان کرتے ہوئے زیر تالیف زمانہ کے الفاظ و اصطلاحیں استعمال کرنا غلط فہمی کا سبب ہے۔ بعد کے زمانہ میں عربی مبین میں اس ترکیب کے مستعمل نہ ہونے کی وجہ شاید یہ ہو کہ جس چیز میں حکم سننے کی صلاحیت نہ ہو اس پر کسی کو حاکم بنانا بے معنی بات ہوگی اور اگر واسئل القریۃ کی طرح مضاف محذوف مانا جائے تو معنی ہوں گے: سمندر میں رہنے والوں کا امیر۔ یہ بات بھی خلاف قیاس معلوم ہوتی ہے کہ سمندری مخلوق پر کسی کو حاکم بنایا جائے۔ خیر یہ تو ہوئی کوئی قیاس آرائی، اصل اور کام کی بات یہ ہے کہ اس لفظ کے استعمال کی چھٹی صدی ہجری سے پہلے کی تحریری شہادت دستیاب نہیں ہوئی[4] لعد میں غلط العام فصیح کی مصداق ہیں امیرالبحر کے معنی سمندر میں لڑنے والی فوج کا سردار قطعی صحیح ہیں۔

اس ترکیب کے استعمال کی تاریخ سے زیادہ اہم اس عہدہ کی وہ معنوی خصوصیت ہے جس نے مغرب کو بری جنگ کی طرح بحری جنگ میں بھی وحدت قیادت کی اہمیت سوجھائی۔ جہاز بجائے خود ایک مستقل اور خود مکتفی اکائی ہوتی ہے۔ سمندر میں ایک جہاز کا دوسرے جہاز سے کوئی مادی اتصال اس زمانے میں ممکن بھی نہیں تھا اس لیے جنگ میں ہر جہاز انفرادی طور پر جنگ

[1] الغ خانی کے علاوہ کسی دوسرے مرجع میں یہ ترکیب نظر نہیں آئی۔ ظفر الوالہ ص ۲۸۶، ۷۸۱۔

[2] ظفر الوالہ ص ۳۹۹ اور ابن بطوطہ میں امراء البحر۔ تحفۃ۔ ج ۴ ص ۲۹۵۔

[3] اس بارے میں خود راقم السطور کو اطمینان نہیں ہے۔

[4] یہ بات صرف مقالہ نگار کے مستعملہ مصادر کی حد تک صحیح ہے۔

Marfat.com

کرتا تھا لیکن مسلمانوں میں اس طرح کی انفرادیت خاص کر جنگ میں شاید نا قابل تصوّر تھی اس لیے انھوں نے ابتدا ہی سے مختلف جنگی جہازوں میں بھی وحدت قیادت پر عمل کیا۔ ہو سکتا ہے کہ یہ وحدت ناقص ہو لیکن اتنا بہرحال یقینی ہے کہ مسلمانوں نے پورے بیڑے کو ایک وحدت فرض کر کے اُن سب پر ایک ہی شخص کو مسئول قرار دیا تھا۔ خواہ اس کا انھوں نے کوئی خصوصی نام مقرر کیا ہو یا نہ کیا ہو غرض یہ کہ قیادت کی اس وحدت کی اہل مغرب نے بھی اتباع کی اور جو لفظ جس غرض کے لیے وضع ہوا تھا اس کو قبول کر لیا۔ اسپینی، اطالوی، انگریزی اور فرانسیسی میں امیر البحر کا لفظ غالباً اسی وجہ سے داخل ہوا۔ آکسفورڈ کی معجم کبیر کے اعتبار سے انگریزی میں یہ لفظ فرانسیسی یا اسپینی کے واسطے سے آیا۔ انگریزی میں اس کے تحریری استعمال کی شہادت بارہ سو پانچ عیسوی کے ایک نوشتہ میں ملتی ہے اس سے پہلے نہیں[1]

بابانی یا بَبّان (بروزن جبّار) جمع بابانیہ۔ مضاعف بروزن جاپانی بلغوی معنی موٹا بچہ، نادار آدمی[2] بحریات میں کامائی، ہرکارہ، جہاز کا ادنیٰ عملہ یہ لفظ عجائب الہند میں کئی بار آیا ہے[3] متن میں ہر جگہ بابانی ہے۔ مرتب نے اس کو سندی لفظ بتیا؛ بیوپاری سے ماخوذ یا اس کی تعریب بتایا ہے" عربوں کی جہاز رانی" کے مولف نے بھی اس سے اتفاق کیا ہے[4] اس میں شک نہیں کہ بعض قدیم لغت نویسوں نے اس کے عربی الاصل ہونے میں شبہ کیا ہے۔ جوالیقی نے تو صاف لکھ دیا ہے کہ یہ لفظ خالص عربی کا نہیں ہے[5] خفاجی[6] بھی اسی طرف گیا ہے۔ ادّی شیر کا[7] کہنا ہے کہ یہ لفظ فارسی کے باب کا معرب ہے اور باب کے معنی طریقہ،

---

[1] معجم کبیر آکسفورڈ (Admiral) [2] لسان العرب و تاج: مادہ ب ب ب۔

[3] ص ص: ۱۰، ۱۱، ۱۶، ۴۸، ۶۸، ۷۰، ۸۵، ۱۴۲، ۱۴۳ [4] ص ۱۹ (باقی صفحہ ۲۵۰ پر)

Marfat.com

حالت ولیاقت ہے لیکن ابن حجر کو اصرار ہے کہ یہ خالص عربی ہے۔ کامائی یا ہرکارہ کے معنوں میں دخیل ہو بھی تو ہندی بنیا سے بہرحال نہیں نکلا ہے مفروضہ اصلیت کا پتہ کہیں اور لگانا چاہیئے۔ یہ لفظ حدیث عمرؓ میں نادار کے معنوں میں آیا ہے۔ حدیث کے الفاظ ہیں: اما والذی نفسی بیدہ لولا ان اترک آخرالناس ببانا لیس لھم شیئ ما فتحت علیّ قریۃ الا قسمتھا کما قسم النبی صلعم خیبر ولکنی اترکھا خزانۃ[1] لھم لیقتسمونھا[5] خدا کی قسم اگر بعد میں آنے والے لوگوں کے نادار ہو جانے کا اندیشہ نہ ہوتا تو میں ہر اس قریہ کو جو میرے زمانہ میں فتح ہوتا اس کو ایسا ہی تقسیم کر دیتا جیسا کہ نبی صلعم نے خیبر کو تقسیم کر دیا الخ قرآن کے بعد سب سے زیادہ صحیح کتاب میں وارد ہونے کی وجہ سے لغویوں کے علاوہ محدثوں نے بھی اس لفظ کی بڑی تفصیلی تحقیق کی ہے مثلاً احمد، ابن حجر[2] ویسے حدیث کی دوسری کتابوں میں بھی یہ روایت آتی ہے[3]

جہاز رانوں کے یہاں کامائی[1] یا ہرکارہ کے لیے یہ لفظ دو وجہوں سے بولا جاتا تھا۔ الف: جہاز کا ادنیٰ عملہ عموماً نادار طبقہ سے بھرتی ہوتا تھا ب سخت محنت کے ساتھ ہمیشہ سمندر کی ہوا کھاتے رہنے کی وجہ سے یہ لوگ خاص طور پر موٹے تازے ہو جاتے تھے۔ ادنیٰ عملہ کا موٹاپا آج کل کے بحری عملہ میں بھی مشاہدہ کیا جا سکتا ہے۔

بابانی کا ایک کام جہاز کے سب سے نیچے کے درجہ میں آجانے وا۔

بقیہ حاشیہ: ۵ ص ۷۲ ۶ شفاء الغلیل ۔ ۵ الالفاظ الفارسیۃ للعربیۃ ص ۱۶

حاشیہ صفحہ ہذا: ۱ الصحیح: کتاب المغازی۔ باب غزوہ خیبر۔

۲ فتح الباری لشرح صحیح البخاری مقدمۃ ص ۸۲ - ج ۶ ص ۱۵۷ - ج ۷ ص ۳۷۵۔ زمخشری کا "رایت" ببانا لیس تبانا" ببان (ب ب) کی بجائے بنان (ب ن) سہو کتابت ہے۔ (باقی حاشیہ ص ۲۵۱)

Marfat.com

کو مسلسل خالی کرتے رہنا ہوتا تھا۔ دوسرا کام یہ تھا کہ وہ جہاز کے چوبی جوڑوں
واتر پانی بہاتا رہے جہاں آگ لگ جانے کا اندیشہ ہو۔ امامِ معتزلہ نظّام
ل ہے: ہر لکڑی میں آگ ہوتی ہے۔ ورنہ لم صارت تقدح علی الاحتکاک
تلهبت کالساج فی السفن اذا اختلط بعضه ببعض عند تحریك الامواج
؟ ! ولذالك اعدّ والها الرجال تعصب من الماء صباً دائماً[۱] رگڑ
سے کیوں سلگتی اور بھڑک اٹھتی ہے؟ جیسا کہ موجوں کے اٹھنے کے وقت کشتیوں
ساگوانی تختے آپس میں رگڑ کھانے پر ہوتا ہے اس لیے لوگوں کو اس پر خوب
ڈالتے رہنے کے لیے مقرر کیا جاتا ہے۔

جہاز سے متعلق ہر چھوٹا موٹا یا معمولی کام بھی اس کے ذمہ ہوتا تھا۔ عجائب
ہند میں ہے[۲] قال الناخذاہ للبابانیه انزلوا الی البرّ وا نظروا الی این
ھذہ الحیّۃ۔ ناخدا نے بابانیوں سے کہا خشکی پر اُترو دیکھو یہ سانپ کدھر
ا ہے۔ ایک بزرگ نے لکھا ہے: وفی المرکب البابانیۃ خمسۃ انفس۔ یرون
المرکب[۳] جہاز میں از قسم بابانی پانچ نفر ہوتے ہیں، یہ جہاز کی دیکھ بھال کیا
تے ہیں۔ کرمان کے باشندے کتنے محنتی، جفاکش و مہم جُو ہوتے تھے اس کا
ازہ بزرگ کی اس شہادت سے ہوتا ہے۔ واھل عبھرۃ من کرمان وکان
بعض عمرہا یرعی الغنم ثم صار صیاداً ثم صار احد بابانیۃ مرکب یختلف
الی الھند ثم تحوّل الی مرکب صینی ثم صار بعد ذلك رُباناً[۴] عبھرۃ واقع

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۵۰ :- اساس البلاغۃ۔ تحت اللفظ۔

ہ الاموال: حدیث نشان ۶۴۹۔ الخراج: حدیث نشان ۱۰۲۔

حاشیہ صفحہ ہذا:- [۱] الحیوان۔ ج ۵ ص ۸۳۔ [۲] عجائب الہند ص ۴۸۔

[۳] عجائب الہند ص ۱۱۔ [۴] عجائب الہند ص ۸۵۔

کرمان کے باشندوں میں سے بعض جنگل میں بکریاں چراتے ہیں پھر شکار کر
لگتے ہیں پھر ہندوستان کی طرف آنے جانے والے کسی جہاز میں ہرکارے
ہوجاتے ہیں۔ پھر کسی چینی جہاز میں منتقل ہوکر بعد میں ناخدا کے درجہ پر پہو
جاتے ہیں۔

بارج بروزن خارج : ماہر ملاح

ماہر ملاح[1] جمع بوارج بروزن خوارج[2]

بوصی : کھیویا۔

بوصی کے مندرجہ صدر معنی سوائے ابن الانباری[3] کسی اور نے نہیں
چوں کہ بوصی کے معنی کشتی اور (ان کی دانست میں) ملاح دونوں ہیں اس
انہوں نے اس کو اپنی لغت اضداد میں شامل کیا ہے۔

بیسری : سندھ کے بحری سپاہی۔

معجموں[4] اور تاریخوں میں اس کی جمع بیاسرہ زیادہ مستعمل ہے[5]
یہ نسلاً بعد نسلٍ یہی پیشہ اختیار کرتے رہے۔ شادیاں مختلف علاقوں
لڑکیوں سے کیں اس لیے ان کی اولاد جسمانی حیثیت سے دوسرے گروہو
بہ نسبت قوی تر ہوئی۔ سمندر کی ہوا بھی اس خصوص میں انکے موافق رہی[6]

---

[1] لسان زناج مادہ ب رج۔ [2] عجائب ص ۱۱۵ ۔ یاقوت بلدان ج ۲ ص

[3] کتاب الاضداد فی اللغۃ ص ۱۷۸۔

[4] لسان زناج ۔ مخصص ج ۱۰ ص ۲۹ میں بیاسرہ کا املا بَیَاسرہ (یائے مفتوح کے)
چھپا ہے۔ یہ قطعاً کتابت کی غلطی ہے ۔ [5] مروج ج ۲ ص ۸۵۔

[6] بیاسرہ کے متعلق اسی طرح کی دوسری اطلاعوں کے لیے ملاحظہ ہو۔ الحیوان ج
۱۵۷، ج ۲ ص ۲۴۸، درسائل ج ۲ ص ۲۹۸۔

ندیل : جہازی عملہ کا نگران۔ ناظر ملاحاں۔

یہ ہندی کا مرکب شیدھ ہے۔ ٹانڈ : نائے ہندی کے بعد الف تیسرا حرف
ن غنہ چوتھا حرف دال ہندی۔ اٹھی ہوئی یا ابھری ہوئی شئے۔

ٹانڈ + ا = ٹانڈا : اناج بار کیے ہوئے بیلوں کی قطار : ٹانڈا میں لام
ی والا لاحق کیا گیا تو دال ہندی کو ماقبل کی حرکت سے قریب کرنے کے لیے الف
ر سے بدلا گیا۔ (ورنہ تلفظ ممکن نہ تھا) تندیل ہوا[1]

ابن بطوطہ کی عبارت ہے : استدعت ہذہ الملکۃ فلاناً وفلاناً والتنادیل
ومقدم الرجال الضیافۃ صنعتہا لہم[2] اسی رانی نے جہاز کے فلاں فلاں
ں اور تندیل کو ضیافت میں مدعو کیا۔

الغ خاں کے الفاظ ہیں : امر المعلم الملاحین برفع اشراع ......
ہ التندیل وھو بمعنی کبیر الملاحین۔ معلم نے ملاحوں کو حکم دیا کہ وہ بادبان
ائیں لیکن تندیل نے انہیں ایسا کرنے سے منع کیا۔

اول الذکر نے تندیل کا عربی مترادف مقدم الرجال اور آخر الذکر نے کبیر
لاحین بتایا ہے۔

ابوالفضل نے لکھا ہے : بزرگِ خلاصیاں را بزبان دریا درزان تندیل
وبند[3] ان شواہد سے ظاہر ہے کہ اصل لفظ کے معنی سے ملاحوں کا کوئی
وصی تعلق نہیں ہے۔ رواج نے اس میں تخصیص پیدا کردی ہے اور یہ کہ احوال و
وار کے اعتبار سے اس کے معنی میں تھوڑا سا فرق ہوتا رہا ہے۔

---

[1] پلاٹس، یا کوئی اور اردو ہندی قاموس۔ [2] تحفہ ۔ ج ۴ ص ۲۵۰۔
[2] ظفر الوالہ ص ۶۳۰، ۶۳۱۔
[3] آئین ——— ج ۱ ص ۲۰۲۔

Marfat.com

جاذف: تیسرا حرف ذال معجمہ : اسم فاعل : چپو مارنے والا۔ کھیویا۔
ایک اعرابی اپنے چچیرے بھائیوں کے یہاں جو شام میں صا
اقتدار تھے صلہ طلب کرنے گیا۔ انہوں نے بلا معاوضہ دینا پسند نہیں کیا
میں شریک ہو جانے کے لیے کہا۔ لیکن اعرابی نے انکار کیا اور عراق کی ط
نکل گیا۔ دریائے فرات عبور کرنے کشتی میں بیٹھا تو مارے خوف کے حوا
باختہ ہو گیا۔ کشتی کنارے لگی تو کہا ؎

وما زال مَخوفُ الدهر حتی رأیتنی ؛ علی سُفُنٍ وسط الفرات بنا
یصیح بنا صار و یحذف جاذف ؛ وما منها الّا مخوفٌ علی ع

جلفاط: اسم فاعل بصیغہ مبالغہ بروزن معمار۔ جوالیقی نے[2] لکھا ہے کہ
جو کشتیوں کے تختوں کو ایک دوسرے سے مربوط کرے۔
عوام جلفاط اسم فاعل کو قلفطی کہتے ہیں[3]
اس لفظ کا مشہور شاہد سیدنا عمرؓ کا قول ہے۔ جب معاویہ بن
سفیان نے سمندر میں جنگ کرنے کی اجازت چاہی تو خلیفہ نے لکھا: اِ
المسلمین علی اعواد نجرها النجارُ وجلفطها الجلفاط۔ یحملهم عدوهم الی
یعنی مسلمانوں کو میں لکڑی کے ایسے تختوں پر سوار کرانا نہیں چاہتا جن
نے چیرا چھیلا اور جلفاط نے ان کی درزیں بند کی ہیں یا ان میں قیر ملا
کو اس طرح دشمن کی جانب روانہ کرنے والا مسلمانوں کا دشمن ہوگا۔

---

[1] یاقوت۔ بلدان۔ قنسرین ج ۴ ص ۱۸۶۔

[2] معرب۔ ص ۱۱۲۔ شفاء الغلیل۔ ص ۶۹، ۷۵ قال الخوارزمی: ما هو الا کالیف
نوح۔ [3] تهذیب الالفاظ الفارسیة ص ۱۰۵۔

[4] فائق۔ ج ۱۔ ص ۲۰۸۔

Marfat.com

جلفظ وجلفاظ بظار معجمہ وزن اور معنی دونوں اعتبار سے جلفط وجلفاط بطار مہملہ کا مترادف ہے۔ صرف روایت کا فرق ہے اصحاب حدیث ظار معجمہ سے روایت کرتے ہیں اور ائمۂ لغت میں صرف صاحب مخصص نے[1] ظار معجمہ سے نقل کیا ہے۔

یہ اختلاف املار بھی معرب ہونے کی ایک دلیل ہے۔ یہ لفظ بھی شعر یا نثر میں کہیں نظر نہیں آیا۔

جلفاط، جلفاظ وجلنفاط: شخصیکہ درزہائے کشتی نورا بخیوط وخرقہائے لفظ آلود بند کند[2]

جودیا، جیم مضموم واؤ ساکن دال مہملہ مکسور کے بعد یار اور آخری یعنی چھٹا حرف ہمزہ: ملاح

سریانی است یا فارسی[3]

بروایت عام سفینۂ نوح بمقام جودی ٹھہر گیا تھا۔ نظر بظاہر جودیا کا تعلق اسی مقام سے معلوم ہوتا ہے۔

عربی میں اس کے معنی بنطیوں کے موٹے کپڑے کے ہیں۔ نبطیوں کے عراقی ہونے سے بھی درج بالا قیاس کی قدرے تائید ہوتی ہے۔

حاذف اسم فاعل حذف: چپو مارنے والا

جحظہ برمکی متوفی سنہ تین سو چوبیس یا چھبیس کے دو شعر ہیں[4]

إليها الحاذفان بالله جُدّا ، واصلحا لى الشراع والسكّانا
واحُطّا لى الشراع بالدير بالعل ، ث لعلّى أعاشر الرهبانا

---

[1] مخصص ج ۱۰ ص ۲۵۔ [2] سوار السبیل۔ جلفط بزبان عوام ذلفط است بمعنی جلفاط۔
[3] سوار السبیل۔ [4] یاقوت، بلدان، دیر العلث ج ۲ ص ۶۸۱۔

Marfat.com

یہاں دو واقعات نقل کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ یہ موضوع سے براہ راست تو نہیں لیکن بالواسطہ تعلق ضرور رکھتے ہیں۔ پہلا واقعہ جحظہ سے متعلق ہے[1] کسی نے اس سے پوچھا تمہارا یہ نام کس طرح پڑا (جحظہ جس کی آنکھیں اُبھری ہوئی اور پپوٹے پھولے ہوئے ہوں) جحظہ نے کہا ایک روز میرے ایک دوست نے پوچھا وہ کونسا حیوان ہے کہ اگر اس کا نام اُلٹ دیں تو بحریوں کے ایک آلہ کا نام بن جائے۔ میں نے کہا علق لغتخنین اس پر میرے دوست نے خوش ہو کر اس نام سے پکارا اور یہی لقب مشہور ہو گیا (علق: جونک اس کی تقلیب قلع: بادبان۔ جونک پانی کا کیڑا ہونے کی وجہ سے لطیفہ میں ندرت بھی پیدا ہو گئی ہے)۔

دوسری بیت میں دیر العلث آیا ہے[2] یہ مقام دجلہ کے کنارے واقع تھا۔ یہاں دریا کا پاٹ بہت تنگ تھا۔ پانی کے نیچے بکثرت نکیلی چٹانیں تھیں اس لیے دجلہ کا بہاؤ بھی تیز و پُر شور رہتا تھا۔ جب یہاں کشتی آتی تو لنگر انداز ہو جاتی۔ عام ملاح اس وقت تک اس حصہ کو عبور نہ کر سکتے تھے جب تک کہ معاوضہ مقرر کر کے وہیں کے رہنے والے کسی دریائی رہبر کی خدمات حاصل نہ کرتے۔ رہبر کشتی پر آ کر پتوار تھام لیتا اور تیر کشتی کو ڈبا ڈبا کر تنگ مقام کو دیکھتا اور چٹانوں سے بچا کر بڑھتا رہتا تھا۔ جب تک یہ دشوار گزار راستہ طے نہ ہوتی کشتی ساحل تک سلامت پہنچنا ممکن نہ تھا۔

حاکم البحر: بحری بیڑہ کا سردار خواہ یہ بیڑہ تجارتی ہو یا فوجی حاکم البحر صرف ابن بطوطہ نے کولمبو کے ضمن میں لکھا ہے[3] دوسری جگہ یہ ترکیب نہیں ملی۔

---

[1] یاقوت۔ الادبار ج ۲ ص ۲۴۲۔

[2] الدیارات: ص ۶۲۔ [3] تحفۃ ج ۴ ص ۱۸۵۔

Marfat.com

خاروہ: تیسرا حرف داؤ مفتوح۔ جہاز کا عملہ جو بادبان کو مستول سے باندھتا اور اس کو پھیلاتا ہے۔ جہاز کے سب سے نیچے کے تختہ میں سوراخ ہو جائیں تو غوطہ لگا کر بند کرنا یا لنگر کسی چٹان کی دراڑ میں پھنس جائے تو پانی میں اتر کر اس کو علاحدہ کرنا بھی اسی کے فرائض میں داخل تھا[1]

ہندی لفظ کھاروا کی تفریس ہے۔ عربی میں نہیں پایا جاتا ہندوستان کے مغربی ساحل کے علاوہ خلیج فارس میں بھی مستعمل تھا۔

کھاروا : Asailar[2]

خلاسی بالکسر: بروزن کتابی۔ جہاز پر کام کرنے والا ادنیٰ عملہ۔

اصل لفظ عربی زبان کا ہے جس کے ایک معنی ہیں وہ لڑکا جس کا باپ گورا اور ماں کالی ہو یا بالعکس[3]

بحیرۂ عرب کے چھوٹے چھوٹے جزیروں اور خاص کر ہندوستانی ساحلوں پر حملہ کر کے بحری قزاق بعض عورتوں کو اپنی باندیاں بنا لیتے تھے۔ ان سے جو اولاد ہوتی بڑی ہو کر سامان اتارنے چڑھانے، جہاز کی صفائی کرنے یا اسی طرح کے معمولی کام پر لگا دی جاتی تھی۔ رفتہ رفتہ ان کی تعداد بڑھ گئی، شعور ہم جنسی نے اتحاد پیدا کر کے ان کا ایک مخصوص طبقہ بنا دیا۔ اور یہ پیشہ نہیں بلکہ نسلی بنا پر خلاسی کہلانے لگے۔

تلفظ میں بعض اعراب سین اور صاد کے فرق کو اچھی طرح ملحوظ نہیں رکھ سکتے تھے۔ اس لیے کبھی سین کو صاد سے اور صاد کو سین بول جاتے تھے۔ بعض وقت سوءِ سماعت کی بنا پر ناقل ایسی غلطی کر جاتے تھے۔ جیسے مثلاً شمس کا

---

[1] آئین اکبری۔ ج ۱ ص ۲۰۳-

[2] پلاٹ۔ [3] معاجم متداولہ۔

Marfat.com

تلفظ صاد سے شموص کرنے یا بصق کے موقع پر بسق بول دیتے تھے[1] ملاحوں کی اکثریت صرف یہی نہیں کہ غیر عرب تھی بلکہ ان کی ایک کثیر تعداد مختلف ملکوں سے تعلق رکھتی تھی اس لیے ان کی زبان بھی بیچ میل تھی خصوصاً اُن کے تلفظ سے تو اصل زبان کا پتہ لگانا بہت مشکل تھا۔

حاصل کلام یہ کہ اُردو میں خلاسی کو سین کی بجائے صاد سے بولنے اور لکھنے کی اصل وجہ یہی ہے مگر اس کو لام کی تشدید سے بولنا سراسر ہندوستانی تصرف ہے۔

جامع اللغات کے مؤلف نے "خلاصی" کے معنی بتاتے ہوئے یہ بھی لکھا ہے کہ یہ فارسی خلاشی کا ــــــ بالفتح و بشین معجمہ ــــــ معرب ہے فارسی کے متداول لغتوں جیسے مثلاً غیاث اللغات، فرہنگ اندراج، ہفت قلزم یا برہان قاطع وغیرہ میں راقم السطور کو یہ لفظ نہیں ملا۔ البتہ فرہنگ جامع فارسی۔ انگلیسی، از ف۔ استانگس مطبوعہ لبنان میں خلاشی (شین معجمہ) کے معنی کشتی بان کے لکھے ہیں۔

خمیس : خا معجمہ مفتوح میم مکسور و یا ساکن۔ آخری حرف سین دندانہ دار۔ صدر ملاح۔

یہ لفظ سوائے الغ خانی کے کسی اور مصدر میں نہیں پایا گیا[2] خمیس کے معنی صدر ملاح اسی نے بتائے ہیں۔ الغ خانی نے یہ لفظ جس طرح برتا ہے اس کی نوعیت مندرجہ ذیل تین عبارتوں سے ظاہر ہوگی :-

الف : امر المعلم برفع الشراع والریح قوی (کذا فی الاصل)

---

[1] ایسی غلطیوں کی تفصیل کے لیے اصلاح المنطق ص ۲۰۴ اور آگے۔ ملاحظہ ہو نیز الموشح ص ۲۳۔ [2] ظفر الوالہ۔ ص ۶۳۰، ۶۳۱۔

نہایہ خمیسُ التندیل وھو بمعنی کبیر الملاّیین (ب) جارہ خمیس وشدّ علیہ۔ ج) فغضب خمیس ورَدّ علیہ۔

یہ لفظ عربی الاصل تو نہیں ہو سکتا اس لیے کہ الف: آخری دو عبارتوں خصوصاً ج میں الف لام تعریفی نہیں آیا۔ ب: اسم نکرہ میں منع صرف کے دو یا پانچ سبب ہوتے ہیں ان میں سے کوئی دو سبب اس میں نہیں پائے جاتے لہذا غیر منصرف بھی نہیں ہو سکتا۔ ج: عربی لفظ کے مادہ خ م س سے اس کا کوئی لغوی تعلق ہے اور نہ اس سے "خمیس" کا کوئی مجازی ربط سمجھ میں آتا ہے۔ د: کسی دوسرے منظوم یا منثور عربی مصدر میں نہیں پایا گیا۔

ممکن ہے الغ خاں نے تلفظ یا املا میں غلطی کی ہو۔ بہرحال جب تک کم از کم ایک اور مصدر میں نہ پایا جائے کوئی بات یقین کیا ظناً لکھنا بھی ممکن نہیں زیادہ سے زیادہ صرف اتنا کہا جا سکتا ہے کہ شاید کسی ہندی الاصل زبان جیسے مثلاً سندھی یا گجراتی سے ماخوذ ہو۔

داری بروزن گاڑی: ملاح

یہ معنی عربی مادہ دور سے ماخوذ نہیں ہے۔ بلکہ دارین نامی بندرگاہ سے منسوب ہیں۔ یہ بحرین کی ایک لنگرگاہ تھی[1] یہاں کے باشندوں کی اکثریت کا پیشہ ملاحی تھا اس لیے عام بول چال میں جب داری کہا جاتا تو اس کا مفہوم ملاح ہوتا تھا[2] داری میں یائے نسبتی عام زبان ہے۔ ورنہ اقرب الی الصواب، دارین سے دارینی ہوتا۔

معلوم ہوتا ہے اس مقام پر جہاز سے متعلقہ سامان بھی تیار ہوتا تھا۔ از آں

---

[1] یاقوت، بلدان۔ دارین۔

[2] المخصص۔ ج ۱۰۔ ص ۲۹ ـ النہایۃ فی غریب الحدیث، ج ۳ ص ۳۰۷۔

جملہ بادبان بننے کی صنعت بھی بہت مشہور تھی۔ یہاں کے تیار کئے ہوئے بادبان کی ڈور ڈدر مانگ تھی جو قلع داری کہلاتے تھے[1]
سوائے معجموں کے دوسری جگہ یہ لفظ نہیں ملا۔

دلیل : مادہ دل ل مضاعف کشتیوں کو رستہ بتانے والا۔ جمع اَدِلّہ واَدِلّا بفتح ہمزہ بکسر دال، لام والف کے بعد ہمزہ۔

نشاندہی کرکے کسی چیز کو ظاہر کرنا مضطرب ہونا لغوی معنی ہیں[2] یہاں فعیل بمعنی فاعل ہے۔ دلیل کے قدیم معنی ہدایت دینے والا عام تھے لیکن بعد میں بحری حب کبھی مطلق دلیل بولتے تھے اس سے صرف کشتیوں کی راہ نمائی کرنے والا مراد ہونے لگا[3] اس حیثیت سے یہ حالیہ اصطلاح ہے۔

دیدبان دال مہملہ یا، ساکن دوسرا دال مہملہ مضموم الف خطرہ سے آگاہ کرنے والا۔ بحری نگہبان۔ ب : دیدگاہ

فارسی کے دیدہ : آنکھ وبان بمعنی صاحب کا مرکب۔ ظرف مکان واسم فاعل[4] فارسی میں دیدبان بکسر دال اول ودال ثانی ساکن بروزن فیل بان۔

ان : عربی میں اس کا استعمال نہایت قدیم ہے۔ عبداللہ بن الزبیر متوفی ۷۳ھ کے دعوائے خلافت کے زمانہ میں عمرو بن مطرف تمیمی نے کہا تھا:[5]

دلم اک بالملا بینۃ دیدبانا ؛ ارحم فی حوابطھا الظنونا

ظاہر ہے کہ یہاں مطلق تاکنے والا کے معنی میں آیا ہے۔ عربوں کی اصطلاح میں

---

[1] لسان۔ دور۔ د، ق ل ع۔ تاج۔ ق ل ع

[2] مقاییس اللغۃ۔ دل ل [3] محیط وبستان۔ دل ل

[4] سواء السبیل۔ بر محل۔ الالفاظ الفارسیۃ المعربۃ۔ ص ۶۱ اور فارسی معاجم۔

[5] یاقوت۔ بلدان۔ مدینہ اصبہان۔ ج ۱ ص ۲۵۲

Marfat.com

وہ شخص جو طوفان، بھنور وغیرہ جیسے خطروں سے ملاحوں کو آگاہ کرتا رہتا ہے۔
عجائب الہند میں ہے[1] فقال للدیدبان اصعد فلما صعد الدیدبان واستقر
علی راس الدقل صاح رحم اللہ۔ اس نے دیدبان سے اوپر چڑھنے کے لیے کہا
وہ مستول پر چڑھا اور جب سرے پر پہنچا تو بلند آواز سے اللہ رحم کرے کہا۔
ب: ومرسی فتنی عجیب قد صنعت فیہ قبۃ خشب کبیرۃ قائمۃ علی
الخشب الضخام یصعد الیھا علی طریق خشب مشقق فاذا جاء العدو وعمدوا
الیھا الاجفان التی تکون بالمرسی وصعدھا الرجل والرماۃ فلا یصیب العدو
مستلا[2] دیدبان اسم ظرف کے لئے مصر شام والمغرب میں زیادہ تر محرس مربا
وغیرہ الفاظ استعمال ہوتے تھے۔ اور یہ ساحلی علاقوں پر تعبیر کئے گئے تھے[3] ان
کی تفصیل مذکورہ الفاظ کے تحت موجود ہے۔

لراز : جہاز ساز

مادہ روز کا اسم فاعل۔ اصل میں رائز تھا جیسے شاک شائک ہے۔ اس
لئے اس کی جمع رازۃ آتی ہے۔

راز یا رائز کے معنی جہاز ساز صرف خفاجی نے بتائے ہیں[4] قاموسوں
میں اس کے معنی معماروں کا سردار ہیں[5] زمخشری نے اس کے معنی کاریگر بتائے

---

[1] عجائب الہند۔ ص ۹۱۔ دوزیج۔ ج ۴ ص ۵۵۔ یاقوت۔ بلدان۔ دمیاط ج ۲ ص ۶۰۲۔
بلیوں ج ۴ ص ۳۷۴ والمھدیۃ ج ۴ ص ۶۹۶۔ اس سلسلہ میں برج بھی دیکھ لیا جائے۔
[2] تحفۃ۔ ج ۴ ص ۱۹۸ اور آگے۔
[3] دیدبان کے دوسرے معنوں اور خاص کر منظر کے لیے علاوہ دوزی کے البیان المغرب ج ۱ ص
۲۱۴ و ج ۳ ص ۱۰۵ ملاحظہ ہوں۔ [4] شفاء الغلیل ص ۱۱۱
[5] تاج اور دوسری متداولہ قاموسیں۔ مادہ روز۔

Marfat.com

ہوئے یہ بھی لکھ مارا ہے کہ سفینۂ نوح کا رائز ایک فرشتہ تھا[1] لیکن اس سے
بھی رائز کا جہاز سازی سے مخصوص ہونا ثابت نہیں ہوتا۔

بہرطور یہاں یہ لفظ محض خفاجی کے بیان کی بنا پر نقل کر دیا گیا۔ لیکن جب
تک کسی اور ماخذ سے اس کی تصدیق نہ ہو خفاجی کی بات بے سند ہی رہے گی۔

غالباً ری ی س اور رائز دونوں ایک ہی ہیں۔

راس: سر کے معنوں میں اُردو میں بھی معروف ہے: ملاحوں کا صدر یا امیر
جہاز یا ملاحوں کا سردار۔

الف: مقدسی کے نزدیک یہ ربّان کا مترادف ہے[2]

ب: رَائِس ہمزہ کی زیر سے: امیرِ جہاز

سیاحوں وغیرہ کے علاوہ ملاحوں[3] کی زبان پر یہی لفظ ہے۔ ابن جُبیر اس
کو ربّان کا مترادف سمجھتا ہے[4] ابن بطوطہ بغیر کسی صراحت کے دلم بکن منار[؟]
عارف[5] یا لم یکن لنا رائس عارف[6] جیسے الفاظ لکھتا ہے۔ ازروئے قاعدہ
اس کی جمع رواس بالفتح و بمدّ الف آئے گی لیکن سوائے معجموں کے دوسرے
مصادر میں نہیں ملی۔

رُئیس جمع رؤسار بضم رار و بفتح ہمزہ۔

مقریزی عموماً رؤسار العشاری[7] یا رؤسار المراکب لکھتا ہے[8] تغری بردی[9]
اور عبدالرحمٰن[10] لازماً رئیس لکھتے ہیں۔

---

[1] اساس۔ مادہ روزن۔ [2] احسن۔ ص ۳۰۔ [3] ابن ماجد۔ ج ۱، ورق ۳۵۔
[4] تذکرۃ بالاخبار ص ۷۳۔ شرح دیوان مسلم بن الولید۔ ص ۸۶۔
[5] تحفۃ ج ۴ ص ۱۶۵۔ [6] تحفۃ ج ۴ ص ۱۸۵۔ [7] المواعظ ج ۲ ص ۲۵۲/۲۵۸۔
[8] المواعظ ج ۲ ص ۳۶۸ [9] نجوم ج ۶ ص ۳۸۔ (باقی ص ۲۶۳ پر)

Marfat.com

یہاں یاقوت کی ایک تحقیق غالباً دلچسپی سے خالی نہیں ہوگی"۔ بیرا ریس کے سلسلہ میں لکھتا ہے: شامیوں کے محاورہ میں اریس کے معنی کسان وکاشت کار ہیں۔ اس کی جمع اریسون و اراریسہ آتی ہے۔ ارارس فی الحقیقت آرّیس بتشدید راء کی جمع ہے۔ میرا خیال ہے کہ یہ عبرانی زبان کا لفظ ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ گاؤں کے مقدم کو جو رئیس کہا جاتا ہے وہ اسی کی تعریب ہے[1] مسلمانوں کی اکثر و بیشتر بحری اصطلاحیں دوسری زبانوں سے ماخوذ ہیں۔ اس لیے صدر ملاح یا امیر جہاز کے لیے رئیس کا لفظ بھی اسی سے لیا گیا ہو تو تعجب نہیں۔

ج: رئیّس بکسر یاء مشدد بروزن سیّد۔ بحری سپاہیوں کا سردار۔

اسی معنی کا سب سے مشہور شاہد وہ واقعہ ہے جو نویں مملوک سلطان ناصر بن قلاوون کے زمانہ میں بارہ محرم سنہ سات سو دو میں پیش آیا تھا۔ دریائے نیل میں ایک مصنوعی بحری جنگ ہوئی تھی۔ اس میں ایک سپاہی کے بھی خراش تک نہیں آئی اور نہ کوئی ڈوبا لیکن رئیس جمال الدین ہی کی کشتی ہوا کے زور سے الٹ گئی وہ تو غرق ہو کر فوت ہو گیا لیکن تین دن کی کوشش کے بعد کشتی برآمد کی گئی تو اس میں امیر مذکور کی بیوی مع اپنے شیر خوار بچے کے زندہ سلامت پائی گئی[2]۔

راموز بفتح الراء تیسرا حرف میم مضموم اس کے بعد واؤ آخری حرف رائے معجمہ

بقیہ ص۲۶۲:-

[9] کتاب الروضتین ج ۲ ص ۱۱۹ ۔ تذکرۃ بالاخبار ص ۳۱۴ ۔

حاشیہ صفحہ ہذا:- [1] بلدان ۔ ج ۱ ص ۳۰۴۔

[2] نجوم ۔ ج ۸ ص ۱۵۵، ۱۵۸۔ یہ واقعہ عجیب و دلچسپ ہونے کی وجہ سے کئی کتابوں میں آیا ہے۔ یہاں اس کا صرف لب لباب نقل کیا گیا۔

Marfat.com

بروزن جاسوس: ناخدا۔

ادّی شیر کا بیان ہے کہ اصل میں یہ لفظ سریانی زبان کا ہے۔ سریانی سے فارسی میں گیا اور عربی میں فارسی کے ذریعہ آیا[۱]

رُبان: بضم رار مہملہ و بائے موحدہ مشدد: ملاحوں کا سردار

عربی میں ارامی زبان سے آیا ہے۔ ارامی میں اس کے معنی جاننے والے کے ہیں۔ جو شخص بحری رستوں سے بخوبی واقف ہوتا ہے وہ رُبان کہلاتا ہے[۲]

ازلٹ اور ظفرالدین احمد نے رَبّان (بالفتح) فارسی رَہبان (الف) کشتیاں (ب) شخصیکہ برائے ہدایت جہاز رانانِ اجنبی مامور باشد تا ایشاں را راہبری کند و راہ راست نماید لبعربی (امروز) ان را مدیر مرکب گویند۔

وہ آگے لکھتے ہیں رُبّان (بالضم) آرامی است بہتر کشتیبانان۔

ابن بطوطہ کے بیان سے اس کی تصدیق ہوتی ہے وہ لکھتا ہے: رکبنا البحر من جزیرۃ سواکن نرید ارض الیمن وھذا البحر لا یسافر فیہ باللیل لکثرۃ احجار وانما یسافرون فیہ من طلوع الشمس الی غروبھا ویرسون وینزلون الی البر فاذا کان الصباح صعدوا الی المرکب وھم یسمون رئیس المرکب الربان ولا یزال فی مقدم المرکب ینبہ صاحب السکان علی الاحجار[۳] ہم جزیرۂ سواکن سے یمن کی طرف جانا چاہتے تھے۔ اس سمندر میں رات کے وقت سفر نہیں کیا جا سکتا کیونکہ سمندر کی سطح کے نیچے پتھر ہیں۔ صرف طلوع آفتاب سے اس کے غروب ہونے تک سفر کر سکتے ہیں۔ رات میں لنگر انداز ہو جاتے ہیں یا ساحل پر اتر پڑتے

۱؎ الالفاظ الفارسیۃ ص ۷۲۔

۲؎ سوار السبیل۔ ۳؎ تحفۃ ج ۲ ص ۱۶۳ و ۱۹۸ — نجم۔ ج ۴ ص ۸۰۔ فرائد ص ۳۸۱۔

Marfat.com

ہیں صبح ہوتے ہی جہاز پر سوار ہو جاتے ہیں۔ یہ لوگ جہاز کے سردار کو ربان کہتے ہیں۔ یہ جہاز کے اگلے سرے پر بیٹھ جاتا اور صاحب سکان کو خبردار کرتا رہتا ہے (صاحب سکان حسب موقع جہاز کا رُخ بدلتا رہتا ہے)۔ اصطخری[1] اور ابن حوقل[2] وغیرہ بھی یہی لکھتے ہیں کہ بحیرہ قلزم میں بہت سی وادیاں ہیں پانی ایسا صاف ہے کہ پہاڑیاں دکھائی دیتی ہیں۔ وطرق السفن بہا معروفۃ لا یھتدی فیھا الا بربان یتخلل بالسفینۃ۔ اس میں کشتیوں کا رستہ مشہور ہے لیکن ربان کے بغیر ٹھیک رستہ کا ملنا ممکن نہیں ربان سفینہ کو صدمہ سے بچاتے ہوئے لے چلتا ہے۔

ربان کی جمع ادریسی کے[3] یہاں سالم یعنی ربانیون اور عجائب الہند میں رُبّانیہ[4] ابوزید کے یہاں رَبابِنہ ہے[5] اور ابن ماجد کے پاس ربابین[6] ہے۔ لغویوں نے بھی آخر الذکر جمع ہی درج کی ہے[7]

ربان مطلق ملاح کے معنوں میں بھی آیا ہے۔ ابوالعلاء صاعد اندلسی متوفی چارسو ستره کا شعر ہے[8]

متی کانت الحسناءُ ربانَ مرکبٍ ، تصرّفُ فی یمنی یدیہا المجاذف

ابن درید[9] اور زمخشری[10] ربان کے معنی سُکّان (پتوار) لکھے ہیں جو صحیح نہیں ہیں۔ دوسرے لغویوں کی طرح انہوں نے بھی ملاحوں سے مل کر ان لفظوں کی تحقیق کی اور نہ کسی بندرگاہ پر جاکر جہاز و سفینہ کے آلات و ادوات کا مشاہدہ

---

[1] مسالک الممالک ؛ ص ۳۰ [2] المسالک الممالک۔ ص ۳٦، ۳۷۔ نزہتہ (قسم المغرب) ص ۱٦۴۔ [3] نزہتہ (قسم الہند) ص ۲۱ و (قسم المغرب) ص ۱٦۵۔ [4] عجائب الہند ص ۲۲۷ [5] سلسلۃ التواریخ۔ ص ٦٦، ٦۷۔ [6] الفوائد۔ ج ۱ ورق ۲۹، ۳۸، ۴۹۔ [7] لسان۔ ربن [8] معجم البلدان۔ حسین بن ولید ج ۱۰ ص ۱۹۰۔ [9] جمہرۃ۔ ج ۱ ص ۲۷۷ (باقی صفحہ ۲٦٦ پر)

Marfat.com

کیا۔ غلطی کی بنا محض سماعت پر اعتماد ہے۔

رَبّانی : قدیم عربی میں ربان کی بجائے ربانی یا نسبتی سے آیا ہے پہلی صدی کے مشہور رجزگو عجاج کے ارجوزہ کی بیت[1] ہے۔

صعل من الساج ربّانی

غلط فہمی یا اختلاف کی وجہ جیسا کہ ذکر ہوا اس کا غیر عربی ہونا ہے جس سے بعض قدیم لغوی بھی[2] ناواقف نہیں تھے۔

ردف بفتح و بکسر راء مہملہ و بسکون دال مہملہ آخر میں فا : ملاح ناقہ کے وصف میں لبید کے دو شعر ہیں[3]

کسفینۃِ الھندی طابَقَ ردفُھا و لبقائفٍ منبوحۃٍ ودھانِ

فالتامَ طائِفُھا القدیمُ فاصبحت ؛ ما اِن یُقوِّمُ درءَ ھاردُ فانِ

سوائے اس شعر کے نظم و نثر میں کہیں اور دیکھنے میں نہیں آیا۔ لغویوں نے[4] بھی کوئی مزید حوالہ نہیں دیا۔

الرماث : مستول بنانے والا۔

زمخشری نے رماث کے معنی مستول بنانے والا یا مستول کھینچنے والا یعنی عمدہ کش بتائے ہیں[5]

اس معنی میں یہ لفظ ہمارے پیش نظر کتابوں میں کہیں نہیں دیکھا گیا۔ البتہ لفظ رمث حدیث شریف کی چار کتابوں یعنی کتب السنن لابن ماجہ، ابی داؤد، ترمذی و نسائی کتاب طہارۃ میں سمندری پانی سے وضو جائز ہونے کے بارے میں

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۶۵ :۔ اساس : رباب۔

حاشیہ صفحہ ہذا :۔ [1] د ص ۶۹۔ [2] المعرب ص ۱۵۹۔ شفا ص ۱۰۷۔ [3] د ص ۱۵ ۶۶۔ [4] مقاییس لسان و تاج۔ ردف۔ [5] مقدمۃ الادب ص ۵۳۔

Marfat.com

آیا ہے۔

رماث : بروزن نجّار۔ مستول ساز یا مستول کش۔

یہ معنی زمخشری نے لکھے ہیں[1] کسی دوسرے مرجوعہ ماخذ میں یہ لفظ نہیں ملا زمخشری کے الفاظ الرمث ھو عمد گر اور عمد کش ہیں۔

رئیس المرکب : بمعنی ربان

ابن بطوطہ نے لکھا ہے: رکبنا البحر من جزیرة سواکن نرید ارض الیمن وھذا البحر لا یسافر فیہ باللیل لکثرة احجارة وانّما یسافرون فیہ من طلوع الفجر الی غروبھا ویرسون وینزلون الی البرّ فاذا کان الصباح صعد والی المرکب وھم یسمّون رئیس المرکب الربان ولا یزال ابداً فی مقدم المرکب ینبّہ صاحب السکان علی الاحجار[2]

مسعودی نے بھی روسار انہیں معنی میں استعمال کیا ہے[3]

رئیس المینا : امیر بندر[4]

سبیج : سندھ کی ایک قوم

عربی قاموسوں میں ایک لفظ سبیج (س ب ی ج) جس کی جمع سیابجہ ہے بہت دلچسپ ہے۔ ابن سکیت نے اس کے معنی بتائے ہیں: یہ سندھ کی ایک قوم ہے۔ لڑائی میں ان سے معاوضہ پر بطور بدرقہ کام لیا جاتا ہے[5] ابن سیدہ کا قول ہے: سندھ کی ایک بہادر قوم جو رئیس سفینہ کے ساتھ رہتی ہے[11] لسان میں سندھ کے ساتھ ہند کا اضافہ کرتے ہوئے بتایا گیا ہے کہ یہ قوم بصرہ میں رہتی ہے۔ ان سے بندی خانوں کی حفاظت کا کام لیا جاتا ہے یہ سب کے سب نہایت جری و بے باک

---

[1] مقدمۃ الادب ص ۵۳۔ [2] تحفۃ ج ۲ ص ۱۶۱ و ۱۶۳۔ [3] مروج۔ ج ۱ ص ۲۸۴۔ [4] دوزی تحت اللفظ [5] لسان مادہ س ب ج۔ [6] مخصص ج ۱۰ ص ۲۹۔

ہوتے ہیں[1]

لفظ کی اصلیت کے بارے میں ابن فارس کہتے ہیں کہ عربی میں اس مادہ کی کوئی اصلیت نہیں۔ س ب ج کے جو جو معنی بیان کئے جاتے ہیں وہ سب محلِ غور ہیں[2] جوالیقی نے قطعیت سے لکھ دیا ہے کہ یہ لفظ عربی نہیں ہے[3]

اب مورخوں کی تشریح ملاحظہ کرتے ہوئے یہ پیش نظر ہے کہ ایرانی شہنشاہوں خاص کر قباد (۴۸۸ ع تا ۵۳۱ ع) اور اس کے جانشین انوشیروان اول (۵۳۱ ع تا ۵۷۹ ع) کا یہ دستور رہا کہ وہ وحشی قوموں کو جن کے جسمانی قُویٰ ایران کے خستہ حال کسانوں سے بدرجہا بہتر تھے ان کے زاد بوم سے علیحدہ کرکے دوسرے غیر محفوظ سرحدی مقاموں پر متعین کیا کرتے تھے[4]

بلاذری نے یہ اطلاع دی ہے کہ[5]: نوشیروان نے ارمینیہ میں چند نئے شہر بسائے اور بعض شہروں کی از سر نو تعمیر کی اور ان میں ایک قوم آباد کی جس کا نام سیابجین (یا باختلاف نسخ) سیاسجین تھا (س ی ا س ج)

اس سلسلہ میں قدامہ بن جعفر[6] ابن الفقیہ ہمدانی[7] مسعودی[8] یاقوت[9] اور ابن الاثیر نے[10] کم و بیش وہی باتیں دہرائی ہیں جن کا ذکر بلاذری نے کیا۔ لیکن "سیابجہ" کے املا میں یہ سب مختلف ہیں۔ قدامہ نے السیاسجین، ہمدانی نے سیاسج اور باختلاف نسخ ساسنجیہ و شاستجہ، مسعودی نے سیاسجہ و باختلاف نسخ اسنارسکی یاقوت نے ایک جگہ الالسنا ستکیں اور دوسری جگہ الا سنا یسکی اور

[1] لسان ج ۲ تعلیق ۳ ؎ المعرب۔ یہاں مرتب کتاب نے مزید حوالے بھی نقل کر دیئے ہیں۔
[4] ایران لعہد ساسانیاں۔ ص ص ۲۹۲ اور آگے۔ [5] فتوح البلدان۔ ص ص ۱۹۴، ۱۹۵ اور ۱۹۷
[6] کتاب الخراج ص ۲۶۰ [7] البلدان ص ۲۸۸ و ۲۹۱ [8] مروج۔ ج ۲ ص ۷۵، ۱۹۱
[9] بلدان۔ ارمینیہ ج ۱ ص ۱۴۴، ۲۲۱، ۲۴۴ [10] الکامل ج ۱ ص ۳۱۹

ابن الاثیر نے الاساسجین والاالشاستجین لکھا ہے۔

جے۔ ایچ کریمر نے ان سب اختلافوں کو پیش نظر رکھ کر یہ ثابت کیا ہے کہ یہ لفظ فارسی قدیم کے نشاستگان بمعنی نصب شدہ کی معرب شکل ہے[1]

لغویوں اور مؤرخوں وغیرہ کے بیان میں جو بات ہمارے موضوع سے متعلق ہے وہ یہ ہے کہ اپنے زاد بوم سے نکلے ہوئے جفاکش و پُرعزم قومیں ساسانی شہنشاہیت کے ختم ہو جانے پر اجنبی ہونے کی وجہ سے مقامی آبادی میں تحلیل نہ ہو سکیں تو آزاد سپاہیانہ پیشہ اختیار کر لیا۔ ان آفاقیوں کا وہ گروہ جس کا زاد بوم سندھ تھا اس نے بحری قزاقی اختیار کی اور بعد میں جیسا کہ ابو الفرج نے لکھا ہے۔ جزیرۃ العرب کے جنوبی ساحل پر بود و باش اختیار کر لی اور سمندری مسافروں کی حفاظت کا کام انجام دینے لگے۔

السفان : بروزن نجار۔ کشتی کھینے والا۔ کشتی ساز۔ اور کشتی کا رسنہ بنانے والا۔

مندرجہ تینوں معنی کی صراحت قاموسوں میں موجود ہے[2] اور یہ صرف کتابی زبان ہی نہیں بلکہ چھٹی صدی میں بھی بول چال میں استعمال ہوتے تھے[3]

صاحب البحر : ناظر بحر۔ دشمن کے بحری حملوں سے باخبر رکھنے والا یا وزیر بحریہ۔

قدیم لفظ ہے۔ تغری بردی نے لکھا ہے[4] کہ سنہ نوّ ہجری میں بازنطینیوں نے امویوں کے چھٹے خلیفہ کے صاحب البحر خالد بن کیسان کو گرفتار کر لیا لیکن

---

[1] اطلاع نامہ مدرسہ علوم مشرقی۔ جامعہ لندن بابت ۱۹۳۶ء۔ یہ خیال رہے کہ نشستن کا فعل متعدی نشاستن، نشاختن، نشاندن تینوں طرح آیا۔ اس کے مفصل حوالے محولہ اطلاع نامہ میں ملاحظہ ہوں جہاں دوسرے ماخذوں کے علاوہ خاص طور پر فردوسی سے استفادہ کیا گیا ہے

[2] لسان وتاج۔ [3] مقدمۃ الادب ص ۵۳۔ [4] نجوم۔ ج ۱ ص ۲۲۱ حوادث سنہ ۹۔

Marfat.com

بعد میں قیصر نے خالد کو خلیفہ کے یہاں بطور ہدیہ واپس کردیا۔

صاحب الرجل : ملاح

بطور مجاز رجل کے معنی لنگر و پتوار یا تو معروف ہیں یا بحریوں کی زبان ہے (مسعودی کی عبارت ہے : شاھدت ارباب المراکب فی البحر الرومی من الحربیۃ والعمالۃ وھم النواتیۃ واصحاب الرجل والرؤساء ومن یلی تدبیر المراکب والحرب[1]

صاحب السکان : لنگرانداز

عجائب الہند۔ ص ۹۵ : فقال صاحب السکان : اعلم ! ان سکاننا تقیل علی یدی من اول اللیل۔

صاحبُ المرکب : ناخدا۔ مالک۔ جہاز۔ قابض جہاز۔ مسافروں کا نگران۔[2]

الصاری : بروزن تازی وجاری = ملاح۔

بعض لغویوں نے اس کو خالص عربی لفظ سمجھا ہے[3] یہ صحیح نہیں۔ یہ فارسی لفظ سر کی تعریب ہے۔ عربوں نے اپنے قاعدہ سے اس کی جمع صُرّار بروزن قرار بنائی ہے[4]

الصراری بروزن جواری وخرابی۔ بالفتح : ملاح

بہت قدیم لفظ ہے۔ دور جاہلیہ اور اس کے بعد متعدد شاعروں کے کلام میں وارد ہوا ہے۔ اس لفظ کے مادہ اور اس کے جمع میں لغویوں کا شدید اختلاف

---

[1] مروج۔ ج ۱ ص ۲۸۲، ۲۸۳ نیز دیکھئے الجامع لاحکام القرآن ج ۱۱ ص ۳۴۔

[2] تحفہ : ج ۲ ص ص ۲۲۰۔ ۲۵۱ ج ۴ ص ص ۱۶۹۔ ۱۸۸۔

[3] جمہرۃ۔ ج ۲ ص ۳۶۱۔ مادہ۔ ج ل ل و ص ر ی۔ تاج ص ر ی فرائد اللغۃ ص ۱۵۴

[4] سواء السبیل۔

Marfat.com

ہے۔ بعض اس کو ص ری سمجھتے ہیں اور بعض ص ر ر مضاعف۔ ہر ایک نے اپنے اپنے شواہد پیش کیے ہیں۔ اس طویل صرفی بحث کا تجربہ سے براہ راست کوئی تعلق نہیں ہے۔ تاہم اس موضوع سے دلچسپی رکھنے والے قاموسوں کے سوا خزانۃ الادب کی سیر حاصل بحث سے استفادہ کر سکتے ہیں[1] یہاں اتنا ثبت کرنا کافی ہے کہ صراری کی جمع سالم آتی ہے اور بعض کے نزدیک صاری واحد ہے اس کی جمع صُراءٌ بروزن رُمان اور جمع الجمع صراری وصراریون دونوں طرح آتی ہے[2]

الصھب : بفتح صاد مہملہ وبسکون ہائے ہوز آخری حرف بائے موحدہ : ملاح اصھب بروزن افضل واحد۔

صھب باب سمع کے معنی اونٹ کے رنگ کے جیسا رنگ ہے معنی مندرجہ صدر سے اس کا کوئی معنوی تعلق نظر نہیں آیا۔ لفظ تو خالص عربی ہے۔ عبید بن الابرص کے شعر میں آیا ہے۔

ملاح کے معنی اسی سے لیے گئے ہیں۔ قاموسوں میں یہ لفظ ان معنی میں نہیں ملا اور نہ کسی اور جگہ نظر آیا۔ شعر محولہ یہ ہیں[3]

تأمّل خلیلی هل تری من ظعائن ؛ بمانیّةٍ قل تغتدی وتروح
کعُوم السفن فی غوارب لُجّـۃٍ ؛ تکفّئُها فی ماءِ دجلۃَ ریحُ
جوانبُها تغشی المتالف اشرفت ؛ علیهِن صهبٌ من یهود جُنوحُ

العامر بروزن فاعل : جہازی کارکن۔ عمرۃ بفتح اول وثانی، جمع بہ معنی قدیم

---

[1] خزانۃ الادب : ج ۱ ص ۸۰ ۔ ۵۴۵

[2] منفائیس ولسان۔

[3] د : ص ۲۹، ۳۰۔

معجموں میں نہیں ملتے[1]

لیکن یاد رہے کہ دوزی نے جن عربی مصادر سے جو الفاظ نقل کیے ہیں ان کے حوالے بھی بالالتزام دیئے ہیں۔ بالفاظ دیگر دوزی میں جو الفاظ ملتے ہیں وہ معیاری عربی کتابوں میں استعمال ہوئے ہیں لیکن قاموس نگاروں کی نظروں سے اوجھل رہے۔

العبار بروزن نجار : ملاح، جمع سالم۔

عبر کا اسم فاعل بصیغہ مبالغہ : ملاح بھی بار بار دریا و سمندر عبور کرتا رہتا ہے اس لیے اس کو بکثرت عبور کرنے والا کہنا یقیناً حق بجانب ہے[1] لیکن معجموں کے سوا دوسرے مآخذوں میں نظر سے نہیں گزرا۔

العدّار بروزن نجار : ملاح

از روئے وضع عدر کے ایک معنی جسارت و دلیری بھی ہیں۔ ملاح کو عدار کہنے کی وجہ ظاہر ہے۔ وہ نہایت ڈھیٹ و جری ہوتا ہے۔ سمندر کی ہولناکی کو خاطر میں نہیں لاتا۔ تلاطم و طوفان سے خوفزدہ نہیں ہوتا[2]

معجموں کے سوا دوسرے مصادر میں یہ لفظ دیکھنے میں نہیں آیا۔

العرکی بفتح عین مہملہ و رائے مہملہ ساکن اور کاف عربی مکسور آخری حرف یائے معروف : ملاح، عرک بروزن بدل جمع۔

یہ لفظ دور جاہلیہ میں بھی رائج تھا۔ زُہیر کے ایک شعر میں

یُغشی الحداۃ بھم حرّ الکثیب کما ۔ و ۔ یُغشی السفائن موج اللجۃ العرکیّ

اس طرح بھی آیا ہے[3]

---

[1] دوزی : تتمہ۔ [2] تاج و دوزی و بستان۔ [3] تاج و بستان۔

[4] د۔ ص ۱۶۷۔ مخصص ج۔۱ ص ص ۲۸، ۲۹۔

Marfat.com

بعض لغویوں کی تحقیق میں ملاح کے معنی میں عرکی مجاز ہے اصلاً مچھیرے کے معنی ہیں[۱]

حدیث رسول اللہ صلعم میں اس طرح آیا ہے کہ "ان العرکی سأل رسول اللہ صلعم ......"[۲]

ابن فارس نے[۳] ملاح کو عرکی بولنے کی وجہ بتائی ہے کہ عرک کے معنی آمنا سامنا کرنا یا مقابلہ کرنا ہیں۔ ملاح کا واسطہ ہمیشہ پانی سے رہتا ہے وہ سمندر سے مقابلہ کرتا رہتا ہے اس لیے عرکی کہلایا۔

راقم الحروف کو یہ قیاس بہت بعید از حقیقت معلوم ہوتا ہے۔

ابن سعد نے[۴] ایک حدیث نقل کی ہے اس کا زیرنظر موضوع سے متعلقہ حصہ ہے:۔

ان علیکم .... ربع ما صادت عروککم ...... تم پر سمندر کے شکار (کی مجموعی مقدار کا) ایک چوتھائی محصول عائد کیا جاتا ہے۔ لفظی ترجمہ ہے: جس کو تمہارے عروک نے شکار کیا۔ یہاں عروک کے معنی ابن سعد نے یوں بتائے ہیں عروک وہ لکڑیاں ہیں جو سمندر میں ڈالی جاتی ہیں اس پر آدمی بیٹھتے ہیں۔ وہ اپنے جالے سمندر پر پھیلاتے ہیں اور مچھلی پکڑتے ہیں۔

راقم الحروف کا خیال ہے: یہ لفظ عربی میں دخیل ہے غالباً ارامی سے آیا ہے۔ کوئی ایسی قطعی شہادت نہیں ملتی جس سے معلوم ہو کہ اہل عرب عام طور پر یا عادتاً مچھلی یا سمندری جانوروں کا شکار کرتے ہوں بہت سے سمندری جانوروں

---

[۱] فائق۔ مادہ رم ش ج ۱ ص ۵۰۵ ۔ ج ۲ ص ۱۳۲ ۔ اصلاح المنطق ص ۸۱ ۔ جمہرۃ ج ۲ ص ۲۸۵ و ۲۸۶ ۔ [۲] لسان و تاج ۔ [۳] مقاییس۔ مادہ ع ر ک۔ [۴] طبقات الصحابۃ ج ۱ ق ۲ ص ۲۷ ۔ النہایۃ فی غریب الحدیث ج ۳ ص ۱۰۰ ۔ کتاب الاموال فقرہ ۵۱۳ ۔

Marfat.com

کے ناموں کی طرح سمندری شکار سے متعلقہ چیزیں ان کے لیے مجہول رہیں
واللہ اعلم۔

الغادِف بروزن فاعل : ملاح

سوائے قاموسوں کے دوسری جگہ یہ لفظ بہت ہی کم آیا ہے[1] لغویوں نے وضاحت کی ہے کہ یہ لفظ یمانی الاصل ہے۔ (اس کی دوسری شکل مغادف بروزن مدارج بھی) ہے جس کی جمع مغادوف ہے۔ (غ دف باب نصر سے اس کا کوئی تعلق نہیں معلوم ہوتا جس کے معنی بخشش کرنا وغیرہ ہیں۔

قامس : قامس کا اسم فاعل : غوطہ زن

قمّاس بروزن نجار کے بھی یہی معنی ہیں علاوہ ازیں مقمّس، باب تفعیل سے اسم فاعل بھی آیا ہے۔

بحری سپاہیوں کے لیے بھی یہی لفظ رائج تھا۔[2]

یہ اصلاً یونانی لفظ ہے۔ اس کے جملہ مشتقات میں سمندر یا پانی کا مفہوم شامل ہے

قائد الاسطول : بحری سپہ سالار

یہ اصطلاح امیر البحر کی بجائے استعمال ہوئی ہے۔ گو بظاہر اس کے معنی سمندر میں طلایہ گردستہ کا سردار معلوم ہوتے ہیں۔

قائد البحر : ابن بطوطہ نے یہ لفظ انہی معنوں میں استعمال کیا ہے جن معنوں میں امیر البحر استعمال ہوتا تھا۔[3] دوسرے مراجع میں قائد البحر کی ترکیب نہیں ملی۔

---

[1] لسان وتاج۔ جمھرۃ۔ ج ۲ ص ۲۸۷۔ مخصص۔ ج ۱ ص ۲۸۔

[2] لسان وتاج وبستان۔

[3] البیان المغرب۔ ج ۱ ص ۳۱۰۔

[4] تحفۃ النظار۔ ج ۴ ص ۱۳۴ و ۱۴۰ و ۱۹۱ و ۲۰۰۔

القبطان : ناخدا

تیرھویں صدی ہجری کے وسطی دور میں مغرب کی تقلید میں ساحلی عربوں نے انگریزی لفظ کو معرب کر لیا ہے۔ بعض نیم خواندہ صحافیوں نے اس کو عام کر دیا گو آج کل یہ لفظ رائج نہیں ہے۔[1]

القبودان : ناخدا

اطالوی لفظ کی تعریب ہے[2] (تعریب کیا ہے جاہل ملاحوں کی بولی ہے۔ بعض ترکوں نے اپنی عربی تحریروں میں بھی لکھ مارا مگر فصحائے عرب کی زبان پر بہت ثقیل گزرا اور ان کے قلم سے بہت کم نکلا۔

القذاف بروزن نجار : کھیتیا۔

قذف کا اسم مبالغہ جیسے دیگر پیشہ وروں کے نام مبالغہ کے اوزان پر آتے ہیں جیسے مثلاً بزاز وغیرہ ویسے ہی یہ بھی ہے[3]

معجموں کے سوا دوسرے مصادر میں یہ لفظ دکھائی نہیں دیا۔

القلاوز بالفتح چوتھا حرف واؤ مضموم آخر میں زائے معجمہ : راہ نمائے کشتی۔

اور قلاوزی : راہ نمائی : راہبری۔ (یہ لفظ اصلاً ترکی ہے[4]

اس میں قولا غوز یا قلاغوز ہے۔ اس کے معنی ہیں راہ نما۔ فوج کا راہ نما جو ترک عربی سے زیادہ واقف نہیں تھے انہوں نے اسی کو عربی میں بھی استعمال کر ڈالا۔ اس لیے جدید عربی معجموں میں بھی راہ پا گیا۔

---

[1] الدلیل الی العامی۔ ص ۲۶۳۔

[2] سواد السبیل۔

[3] اقرب الموارد۔ محیط و تسہیل العربیہ۔

[4] محیط۔ مادہ : دل ل ـــ سواد السبیل و استنجاس۔

Marfat.com

القلفاط بالکسر: درزدوز

بلگرامی نے[1] لکھا ہے کہ یہ اصلاً جلفاط ہے۔ عربی میں معرب ہوتا تو اس سے ظاہر ہے مگر بظن غالب یہ ہندی کا کالا پھتی، کلپو کھتی، کلپوت ہے[2] اس کے معنی ٹھیک ٹھیک وہی ہیں جو بہ سلسلہ جلفاط درج ہوئے۔

القواف بروزن نداف: چھوٹی کشتی چلانے والا۔

یہ غالباً حالیہ اصطلاح ہے[3] لفظی تحقیق کے لیے دیکھیے۔ القوف۔

القیار بروزن طیار۔ قیر کا آمیزہ تیار کرنے یا فروخت کرنے والا۔

یہ لفظ زمخشری ہی نے دیا ہے[4] اس سے پہلے کے مصادر میں نظر نہیں آیا۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ چوتھی صدی ہجری تک قیر کی طلب میں بہت اضافہ ہو گیا تھا۔ اس لیے اس کی صنعت بھی بہت بڑھ گئی تھی۔

قیر کا آمیزہ جس طرح تیار ہوتا تھا اس کی تفصیل القار میں (ق ی ر) ملاحظہ ہو۔

الکِرانی بکسر اول (کاف) ملاحوں کا کاتب۔

اصلاً سنسکرت کا لفظ ہے[5] ابن شہریار نے اسی کو کارین لکھا ہے اس کا ایک جملہ ہے... فسلمت انا وابنی والکارین فی الدونیج[6] یعنی میں، میرا لڑکا اور کرانی ایک ڈونگی میں بیٹھ کر طوفان سے بچ گئے۔

---

[1] تاج۔ نیز الدلیل العامی ص ۲۷۲۔ [2] فیلات بر محل۔

[3] محیط۔ مادہ ق و ف۔ [4] اساس۔ مادہ ق ی ر۔

[5] فیلات اور ہندی کی کوئی سی قاموس

[6] عجائب الہند۔ ص ۶۱۔

Marfat.com

گجرات کی عربی تاریخ میں ہے: قبض الامیر من المراکب الناخدا و الکرانی[1]
امیر نے اس جہاز کے ناخدا اور اس کے کاتب کو گرفتار کر لیا۔

ابن بطوطہ کے یہاں یہ لفظ جس سیاق میں آیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ عہدہ دار صرف ہندوستانی جہازوں پر ہوتا تھا۔ ظفار کے بیان میں اس نے جو دلچسپ اطلاع دی ہے اس کا ترجمہ یہ ہے: بحر ہند کے ساحل پر یمن کی آخری بندرگاہ ظفار ہے ہندوستان کو عمدہ عمدہ گھوڑے یہیں سے جاتے ہیں۔ اگر ہوا موافق ہے تو ظفار سے ہندوستان بھیجنے کے لیے پورا ایک مہینہ لگتا ہے۔ میں خود (جنوب مغربی ہند کی) بندرگاہ کالی کٹ سے ظفار پورے اٹھائیس دن میں پہنچا جب کہ ہوا موافق تھی۔ شب و روز کسی وقت بھی ہمارا سفر منقطع نہیں ہوا ظفار کے لوگوں کی عادت ہے کہ جب بلاد ہند یا اور کسی مقام سے جہاز پہنچتا ہے تو سلطان ظفار کے غلام ساحل پر آتے اور ایک صنوق میں بیٹھ کر جہاز پر آتے ہیں۔ ان کے ساتھ کپڑوں کے تین مکمل جوڑے ہوتے ہیں۔ ایک جہاز کے مالک یا اس کے وکیل کے لیے دوسرا ربّان یعنی مسافروں کے سردار کے لیے اور تیسرا کرانی یعنی جہاز کے کاتب کے لیے ہوتا ہے۔ ان تینوں کے لیے ایک ایک گھوڑا مہیا کیا جاتا ہے۔ پھر سب جہاز سے اتر کر ساحل پر آتے ہیں۔ تینوں اپنے اپنے گھوڑوں پر سوار ہوتے ہیں۔ ان کے آگے آگے ڈھول اور نقارے بجانے والے ہوتے ہیں اور سب جلوس کی شکل میں سلطان کے محل پر آتے ہیں۔ پھر جہاز کے ہر ہر مسافر کے لیے سلطان کے محل سے تین روز تک کھانا بھیجا جاتا ہے۔ اس کے بعد سلطان کے محل میں سب کی خصوصی ضیافت ہوتی ہے۔

ان لوگوں کا یہ عمل اس لیے ہوتا ہے کہ مسافروں کو ظفار آنے کی ترغیب ہو

[1] ظفر الوالہ ص ۷۵۔

Marfat.com

ویسے یوں بھی یہ لوگ منکسرالمزاج، خوش اخلاق، راست باز ہوتے اور اجنبیوں سے محبت کرتے ہیں[1]

ہندوستان کے نظم ونسق میں بھی یہی لفظ رائج رہا۔ ابوالفضل نے رائے مہملہ کو مشدّد سے لکھا ہے[2]

الکشمنحہ : ملاح

مندرجہ صدر لفظ صرف معجموں میں آیا ہے[3] اوراس کی دو شکلیں بتائی گئی ہیں۔

کشمنحہ۔ کاف عربی بالفتح یا بالضم شین معجمہ ساکن میم مفتوح آخر میں خائے معجمہ۔

کشملح۔ بضم اول شین معجمہ ساکن کے بعد میم ولام دونوں مفتوح۔

اول الذکر پورے عراق میں اور ثانی الذکر صرف بصرہ میں بولا جاتا ہے۔

... لغوی متفق ہیں کہ یہ لفظ عربی نہیں ہے اور یہ کہ غالباً نبطی الاصل ہے[4]

الماہر : ملّاح۔

مہر کا اسم فاعل بمعنی مشّاق ملاح عربی میں عام ہیں[5] بطور مجاز ملاح کے معنی میں بھی قدیم ومعروف ہے[6] اعشیٰ بصیر کی بیت ہے[7]

مثل الفراتی اذا ما طما ، یقذف بالبوصی والماهر

مگر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بعد میں یہ لفظ صرف ادبی حلقوں ہی میں محدود ہوگیا اور پیشہ ور ملاحوں کی زبان پر نہیں چڑھ سکا۔

---

[1] تحفہ ج ۲ ص ۱۹۷ جاری۔ [2] آئین اکبری ج ۱ ص ۲۰۲، ۲۰۳

[3] لسان مادہ ک ش م خ۔ تاج مادہ ک ش خ ن۔ شفاء ص ۱۹۳

[5] ابن فارس [6] حیوان ج ۶ ص ص ۴۹۴ و ۴۳۴ جاری۔

[7] ... ص ۱۰۵

مالنایک : بیڑہ کا سردار

سلیمان التاجر[1] اور ابن بطوطہ[2] دونوں نے ثبت کیا ہے کہ جزائر مالدیپ میں یہی اصطلاح رائج ہے۔ اس کے معنی ہیں قائد البحر بادنی تامل معلوم ہوگا کہ یہ مرکب اضافی (ظرفی، مکانی یا تخصیصی) عربی کلمہ ما بمعنی پانی اور ہندی شبدھ نایک بمعنی سردار سے بنا ہے اور اپنی بناوٹ کے اعتبار سے عربی ہے نہ فارسی بلکہ خالص اردو۔

یہ اس زمانہ کی یادگار ہے جبکہ بعض عرب ہندوستان کے ساحلی علاقوں یا اس کے نواحی جزیروں میں بس چکے تھے۔ عربوں اور مقامی آبادی کے ربط و اتصال سے اردو زبان وجود میں آرہی تھی۔

مجذف میم مضموم جیم معجمہ ساکن ذال معجمہ مکسور اور آخری حرف "فا" ساکن باب افعال : چپو : چپو مارنے والا۔

قال اعشی ہمدان ؎

لِمَن انطعائنُ سَیرُھُنَّ ترجُّفٌ ، عومُ السفین اذا تقاعس مجذف[3]

المداد : چپو چلانے یا کھینچنے والا

مد مضاعف باب نصر کے معنی کھینچنا معروف ہے اس کا اسم فاعل بصیغہ مبالغہ مداد ہے۔ وہ شخص جو کسی تختے کو کھینچے۔ چپو چلانے والا بھی چپو کو اپنی طرف بار بار متواتر کھینچتا رہتا ہے اس لیے بطور مجاز کشتی کے سلسلہ میں مداد سے مراد

---

[1] سلسلۃ التواریخ ص ص ۴۰، ۴۳، ۱۴۹۔

[2] تحفۃ۔ ج ۴ ص ۱۳۷۔

[3] دیوان الاعشی البصیر ص ۳۳۴ ———— اغانی ج ۶ ص ۳۵ و ج ۱۳ ص ۲۶۶ و ۱۴۰ ص ۱۹۰۔

چپو چلانے والا ہوں گے۔ سوائے ایک ماخذ کے دوسری جگہ یہ لفظ نہیں ملا[۱]
حدّث ابراهيم بن المهدى قال: كنت مع الرشيد على ظهر حراقة وهو يريد الموصل والملاحون يمدّون۔
مراکبی: جہازی عملہ کا کوئی فرد۔
عرب ملکوں میں جہازی عملہ کے کسی شخص کو مراکبی کہتے ہیں نہ کہ مرکبی جس طرح کتب فروش کو کتابی کی بجائے کتبی کہتے ہیں دونوں صورتوں میں نسبت واحد کی طرف نہیں بلکہ جمع کی طرف کرتے ہیں[۲]

المساک: ملاح

تنزیل میں ایک جگہ ہے اما السفينة فكانت لمساكين يعملون فى البحر[۳]
جمہور کی قرأت بتخفیف سین دندانہ دار بروزن مفاعیل ومشاہیر ہے۔ ایک قرات بہ تشدید سین مروی ہے۔ یعنی پیشہ وروں کے معروف وزن مساک کا صیغہ جمع سالم۔ اس صورت میں مساک کے معنی ہوں گے پتوار کا نگران یا اس کو تھامنے سنبھالنے والا۔ اس طرح بطور وسعت مساک کے معنی ملاح ہوں گے[۴]

یہاں یہ کہنے کی شاید ہی ضرورت ہے کہ سوائے تفسیروں کے دوسرے مصادر میں یہ لفظ نظر نہیں آیا۔
المعلم: جہاز کا رستہ بتانے والا۔ معالم جمع۔

---

[۱] مروج۔ ج ۶ ص ۳۵۱۔

[۲] تہذیب الالفاظ العامیہ ص ۲۸۱۔

[۳] سورۃ الکھف آیت نشان ایک کم اسی۔

[۴] اعراب ثلاثين سورة ص ۹۲ اور الجامع لاحکام القرآن ج ۱۱ ص ۳۴۔

احمد بن ماجد نے[1] معلم بروزن مُسلِم یعنی باب افعال کے اسم فاعل کے طور پر باندھا ہے۔ اور یہی صحیح ہے۔

یہ لفظ بطور بحری اصطلاح چھٹی صدی ہجری سے پہلے کی کتابوں میں نظر نہیں آیا۔ الغ خانی نے[2] کئی جگہ استعمال کیا ہے مثلاً ہرمز میں میری ملاقات صورت نامی معلم سے ہوئی اس نے کہا کہ کنت معلما بالمراکب الذی فیہا آصف خان۔ آصف خان نے جس جہاز میں سفر کیا میں اس میں معلم تھا۔

نثر میں ہونے کی وجہ معلوم نہیں ہو سکا کہ الغ خانی نے معلم کو باب افعال کا اسم فاعل لکھا ہے یا باب تفعیل کا۔ اہل فارس تو تعلیم کا اسم فاعل لکھتے ہیں اور بولتے ہیں[3] کسی کا شعر ہے۔

آوارہ گیست رہبر در وادی محبت ؛ طوفاں بود معلم دریائے بے کراں را

فارسی کی تقلید میں اردو والے بھی مُعلّم کو باب تفعیل کے اسم فاعل کے طور پر استعمال کرتے ہیں۔ نصرتی کی بیت ہے[4]

معلم کہے سب کہ یہ سانپ ہے ؛ کنڈل میں جہازاں لیا ڈھانپ ہے

ابوالفضل کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ لفظ عہد اکبری بلکہ اس سے بھی پہلے شمالی ہند میں بھی رائج تھا وہ لکھتا ہے[5] معلم شناسائے نشیب و فراز دریا و نیرنگی اختراں براہ نمونی او کشتی بمنزل شتابد و چارۂ خطر برسگالید (اس عبارت سے بھی ظاہر ہے کہ لفظاً معلم کو باب افعال کا اسم فاعل ہونا چاہیئے کہ

---

[1] ج ۱۔ ورق ۔ ۶۶۔ ۴۲۔ ۴۷۔ ۵۶۔ ۵۹ وغیرہ۔

معاملہ۔ ج ۱ ورق ۱۵۰۔ ۱۱۔ ۴۰۔ ۵۶۔ ۷۳ وغیرہ۔ [2] ظفر الوالہ۔ ج ۱ ص ۲۵۷۔

[3] غیاث اللغات کی عبارت ہے: معلم آموزانندہ و ناخدا و ملاح جہاز را نیز گویند چراکہ او ماہر احکام کشتی و جہاز باشد۔ [4] گلشن عشق۔ ص ۱۳۳۔ [5] آئین اکبری ج ۱ ص ۲۰۲۔

باب تفعیل کا۔

اسی مؤلف نے جہازراں عملہ کے پانچویں عہدہ دار کا لقب سرہنگ اور اس کا فریضہ "کشتی در آب افگندن و بیرون آوردن، بکارروائی او دلبا ہنگام کار معلم ازو آید" بتایا ہے۔

گویا سرہنگ کی حیثیت نائب معلم کی تھی۔

معلم کے ماتحت جو کار پرداز ہوتے تھے ان میں سکان گیر بھی تھے جو "بہرہ نجومی معلم کشتی را سوبہ سو دارد۔ سکان گیراں طائفہ باشند و گاہ از بیت درگزرند۔"

المقدّم مادہ کے باب تفعیل سے اسم فاعل: امیر جہاز

ساتویں صدی ہجری کے حوادث مصر میں اس بحری عہدہ دار کا ذکر بار بار ملتا ہے۔ ہمارے سامنے جو مصادر ہیں ان کے مختلف بیانوں کا باہمی مقارنہ و مقابلہ کرنے سے جو معلومات مشترک نکلے وہ یہ ہیں:-

حروب صلیبیہ کے آخری دور میں ممالیک مصر نے بحریہ کی ترقی پر خصوصی توجہ کی تھی۔ برّی فوجوں کی طرح بحری فوج میں بھی مختلف درجے اور شاید رتبے بھی مقرر کیے۔ مثلاً سنہ چھ سو اڑسٹھ ہجری میں ملک ظاہر نے سترہ "شینی" قسم کے جہاز تیار کروائے اور ہر چار شینوں پر ایک "رئیس" مقرر کیا۔ اور چار رئیسوں پر ایک "مقدم"۔ مقدم کی خصوصی شینی علاحدہ تھی۔ ہر کشتی میں قریبًا ایک سو پچاس تا دو سو نفر ہوتے تھے[1]

---

[1] الفتح القسی۔ ص ۳۱۹ و ۳۳۷ ــــ الروضتین ج ۱ ص ۱۰ و ج ۲ ص ص ۳۲، ۵۰، ۱۱۹، ۱۶۰، ۱۷۱، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۴ ــــ النجوم۔ نسخہ پاپر۔ ج ۱ ص ۵۸۸ و ج ۶ ص ۳۸۔ النوادر السلطانیۃ۔ ص ۶۸۔

Marfat.com

یہ معلوم نہ ہو سکا کہ یہ صرف سپاہیوں کی تعداد تھی یا اس میں ملاح بھی شامل تھے۔ بیان سے کچھ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ تعداد صرف سپاہیوں کی تھی۔

الملاح : جہازران : دریا کار

ارامی لفظ کی تعریب ہے[1] قدیم قیاسی لغویوں کی وجہ تسمیہ بنانے میں ایسی تاویلیں کرنی پڑیں جو شاید بہت بعیدانہ واقعہ ہیں[2]

ملاح عمومی لفظ ہے خواہ کشتی کھیتے والا ہو یا جہاز چلانے والا[3] شاید اسی لیے خوارزمی نے ملاح کے لیے متعہد النہر : آبی گزرگاہوں کا شناسا کہے ہیں۔[4]

الناخذة یا الناخوذه : ناخدا، نواخذه و نواخیذ جمع

ناؤ پہلوی اور سنسکرت کا مشترک لفظ ہے یہ اور اس جیسے دوسرے الفاظ اُس زمانہ کی یادگار ہیں جبکہ یہ دونوں ایک دوسرے سے بچھڑے نہیں تھے ناؤ کے وضعی معنی ہیں چھوٹی کھوکھلی لکڑی۔ فارسی الفاظ نائے و نَے و نائی اسی کی دوسری صورتیں ہیں۔

پہلے پہل کشتیاں ایک ہی شہتیر سے بنی تھیں کہ شہتیر کا ایک رُخ جلا کر یا کھود کر مجوف سا بنایا گیا تھا۔ اور طبعی قانون کے مطابق ہی مجوف حصہ اوپر رہتا تھا۔

یونانی لفظ نادا یا ناوی یا نوی شاید "پھلکرتا" سے لیا گیا ہے۔

ناخدا مرکب اضافی ناؤ بمعنی کشتی اور خدا بمعنی مالک و صاحب، وہ خدا

---

[1] سوار السبیل و مجلۃ کلیۃ الآداب ج ۱۲ ص ۴۲۔

[2] جمهرة ج ۲ ص ۱۹۱ ۔ مقائیس ۔ و مخصص ج ۱۰ ص ۲۷

[3] مقدمۃ الادب ص ۵۳ ۔ [4] مفاتیح العلوم ص ۶۹۔

Marfat.com

وکدخدا ایسے ہی مرکبات ہیں[1]

ناخدا کے معنی مالکِ کشتی سے دو تین معنی اور متفرع ہوئے ہیں جیسے ملاحوں کا سردار یا کشتی کا راہ نما یا صرف راہ نما ابوالفضل کے الفاظ ہیں ناخدا خداوند کشتی ہمانا ناؤ خدا بودہ۔ بخواہشگری او کشتی بہر سو گراید۔

اسی مولف نے محکمہ میر بحری کے عملہ کے بارہ صیغہ دار بتائے ہیں ان میں چوتھا صیغہ دار ناخدا خشب کہ او کشتی نشیناں را ہمہ گاہ آمادہ دارد و در برآمدن و تہی کردن یاور۔

الناظر یا الناطور: جہاز کا راہ نما۔ خطرہ سے آگاہ کرنے والا۔ نُطّار و نطرار و نَطَرَۃ جمع الناظر۔ نواظر۔ نواطر جمع الناطور۔

نطر از باب نصر کے معنی ہیں؛ کھیت کی حفاظت کرنے والا۔ یہ اصلاً اکادی زبان کا لفظ ہے[2] لغویوں نے اس کے لیے اپنی قدرے مبہم اصطلاح "کلام اہل سواد استعمال کیا ہے[4]

عربوں نے دوسری صدی ہجری تک یہی لفظ باغ و بستان و تاکستان کے نگہبان کے لیے استعمال کیا۔ مثلاً قزوینی نے لکھا ہے[5] فلسطین و مصر کے درمیان بہت سے باغ ہیں۔ یہاں کے لوگ قدم پہچاننے میں اتنے ماہر ہیں کہ عورت

---

[1] عربی میں یہ لفظ قاموسوں کے سوا تار یخوں وغیرہ میں بھی کئی بار آیا ہے بطور مثال چند متعین حوالے یہ ہیں:۔

عجائب الہند ص ۱۲، ۱۴، ۱۹ ۔۔ مروج ۔ ج ۱ ص ۲۰۶، ۲۲۹، ۲۳۴، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۸۱۔

احمد بن ماجد ج ۱ ۔ ورق ۴، ۷۴۔ تحفۃ ج ۴ ص ۲۶، ۹۰، ۱۳۵، ۱۸۵، ۲۶۹، ۲۵۰،

ظفر الوالہ ص ۸، ۳۸، ۴۵، ۳۴، ۶۲۔ [2] آئین ۔ ج ۱ ص ۲۰۲۔

[3] المعرب ص ۲۹، ۱۴۷ ۔ وحیوان ج ۴ ص ۱۲۰ ۔ نزہۃ ص ۱۹۳۔ (باقی ص ۲۸۵ پر)

ومرد بچے جوان اور بوڑھے کے نقش قدم کا فرق معلوم کر لیتے ہیں۔ انہیں اپنے کھیتوں کی نگہبانی کے لیے نواطیر کی ضرورت نہیں پڑتی کہ اگر چور آئے تو یہ اس کے نقش قدم کا پیچھا کر کے گرفتار کر لیتے ہیں۔

آبی مواصلات کے سلسلہ میں ابن حوقل کی اطلاع ہے کہ[۱] جنابۃ وبصرہ کے درمیان ایک مقام خشاب ہے۔ یہاں چار شہتیروں پر ایک دیدبان بطرف بنایا گیا ہے۔ جس میں نگہبان بیٹھتا ہے۔ یسکنہ الناطور۔ یہاں رات میں کشتیوں کی راہ نمائی کے لیے روشنی کی جاتی ہے۔

ناطور کے برج ساحلی علاقوں پر بھی بنائے گئے تھے اور ان کا سلسلہ المغرب تک پھیلا ہوا تھا[۲] کہ اگر سمندری راہ سے حملہ ہو تو اندرونی علاقہ فوراً چوکنا ہو جائے۔

دوسرے ماخذوں سے بھی یہی متبادر ہوتا ہے کہ عموماً خطرناک راستوں پر چلنے والے جہازوں میں ایک شخص اسی کام پر معمور تھا کہ وہ عرشہ کے نیچے والے جہازی عملہ کو حسب ضرورت راستے یا طوفان کے خطرہ سے آگاہ کرتا رہے۔

ابوالفضل نے اسی اہل کار کو ہندی لفظ پنجری سے تعبیر کیا ہے۔ اس کے الفاظ میں: پنجری برفراز تیر کشتی دیدبانی کند و از پیدائی ساحل و کشتی و شوریدن

بقیہ حاشیہ ص ۲۸۴: [۲] لسان وتاج۔ یہ سمجھنا چاہیے کہ نطر کے طائے عربی مہملہ اور ظائے عربی معجمہ ایک ہی یا ایک جیسے ہیں۔ [۳] آثار البلاد ص ۲۰۔

حاشیہ صفحہ ہذا: [۱] المسالک ص ۳۷، ۳۸۔

[۲] تحفہ ج ۴ ص ۳۶۴ ـــــ و دوزی۔ تتمہ۔

Marfat.com

بار ہا آگاہی بخشند [1]

پنجری یعنی پنجرہ والا۔ یہاں پنجرہ سے مراد وہ بہت چھوٹا سا چوبی کمرہ مراد ہے جو جہاز کے سب سے بڑے مستول کے اوپری حصہ پر نگہبان کے بیٹھنے کے لیے بنایا جاتا ہے۔

ولایۃ الاسطول : بیڑہ کا ناظم

مختلف ماخذوں کے باہمی مقارنہ سے ظاہر ہوا کہ یہ فوجی نہیں بلکہ کشوری عہدہ تھا۔ (والی اسطول کے ذمہ جہاز سازی کا جملہ انتظام اور کبھی کبھار سمندر میں تیرانے کے بعد ان کی آزمائش کرنا بھی تھا [2]

وَلِی مع مشتقات قرآن میں بھی آیا ہے [3] ولایت کے مختلف معنی کسی مفصل تفسیر یا قاموس میں بآسانی دیکھے جا سکتے ہیں۔ یہ تنبیہ اس لیے ضروری معلوم ہوئی کہ "ولایت" کا لفظ اسلامی نظم ونسق کی نہایت ہی کثیر المعنی اصطلاح ہے اور اس کی تحدید مشکل ہے۔ صرف اتنی بات یقینی ہے کہ "ولایت" اسلامی تجربہ کی بھی اصطلاح ہے۔

یلکنجی بفتح یاء وسکون لام وفتح کاف مہملہ ونون ساکن جی : جی لاحقہ ترکی۔ (عربی میں دخیل) شخصے کہ در جہاز بایں خدمت مامور باشد کہ برساری برآمدہ از صدمات خطرناک اطلاع دہد [4]

---

[1] آئین ج ۱ ص ۲۰۲ اور آگے۔

[2] المعجب ص ص ۲۲۸، ۲۳۱ ـــ الروضتین ج ۱ ص ۲۶۹ و ج ۲ ص ص ۱۱ و ۱۹؛ نجوم ـــ ج ۲ ص ۲۹۷۔ [3] المعجم المفہرس لالفاظ القرآن الکریم محمد فواد عبدالباقی مصر ۱۳۶۴ھ۔ [4] سوار السبیل۔

Marfat.com

افعال متعلقہ جہاز وکشتی

البسر: جہاز کا سمندر میں ٹھہر جانا۔
یہ مادہ ب س ر کا باب افعال بمعنی فعل لازم ہے[1] یہ معنی معجموں میں تو ملتے ہی ہیں سفرنامہ ابن جبیر[2] میں بھی آیا ہے۔
اجتسر: ج س ر کے باب افتعال سے فعل۔ دریا عبور کرنا۔
شعراء جاہلیت نے بھی استعمال کیا ہے. زمخشری نے[3] امیۃ بن ابی الصلت کا شعر نقل کیا ہے۔
فھی تجری فیہ وتجسر البحر ، ربا قلاعها کقدح المغالی
نابغہ بنی شیبان کے یہاں بھی ہے[4] بوجھ سے ٹوٹ جانے اور عبور کرنے والوں کی ہلاکت کے حادثات بھی درج کیے گئے ہیں[5]
اخلی: خ ل و کا فعل باب افعال سے۔ جہاز سے سامان اُتارنا یا کسی جہاز

---

[1] تاج ولسان۔ [2] رحلۃ: فہرست الفاظ۔

[3] اساس وتاج۔ ج س ر۔ [4] د۔ ص ۱۲۔

[5] ایک دو مثالوں کے لیے النجوم۔ ص ۶۹۵۔ النجوم ج ۳ ص ۲۷۴۔ (حوادث ۳۲۲)

نیز حوادث ۶۷۸: ج ۷ ص ۱۴۹۔

کو سامان سے خالی کرنا۔

لغوی معنی خالی کرنا تو ہیں ہی[1] مگر جہاز کے ساتھ اس کا استعمال غالباً فصیح عربی کا محاورہ نہیں ہے۔ البتہ مورخ وغیرہ نے جہاز کے ساتھ خاص کر کے بے تکلف استعمال کیا ہے[2]

ادار و دوّر : دور کا باب افعال و تفعیل۔ الف: کشتی کو پلٹانا۔ ب: پرانی کشتی کو درست کر کے چلانا۔

لغوی معنی اور پہلے اصطلاحی معنی میں کوئی فرق نہیں ہے۔ یہ صرف ان معنوں میں بحری اصطلاح ہے کہ ملاح کشتی پلٹانے کے لیے ہمیشہ یہی لفظ بولا کرتے تھے۔ دوسرے معنی بھی اصلی لغوی معنوں ہی سے ماخوذ ہیں گو اس موقع کے لیے فصیح لفظ مرمہ جیسا کوئی لفظ ہونا چاہیے مگر ملاحوں نے ادار و دوّر ہی کو خاص کر لیا تھا[3]

انکفاء : بحری طوفان کا (جہاز کے پارہ پارہ ہونے کی وجہ) مسافروں کو بکھیر دینا۔ ک ف ء کے باب انفعال کا مصدر۔

بکھر جانے کے لیے عربی میں اور بھی کئی الفاظ ہیں لیکن انکفاء غالباً بطور بحری اصطلاح استعمال ہوتا تھا[4]

بلّز بال ز کا فعل از باب تفعیل: کشتی کے پیندے کا زمین سے لگ جانا یا کشتی کا خشکی پر آجانا۔

یہ لفظ بظن غالب معرب ہے۔ معیاری عربی کی معجموں میں پایا جاتا ہے اور

---

[1] معاجم متداولہ۔ [2] جیسے مثلاً الفتح القسی۔ ص ۸۱

[3] دوزی۔ تحت اللفظ۔

[4] البیان المغرب۔ ص ۱۷۷ — المعرب۔ ص ۲۸۱۔

Marfat.com

نہ ساتویں صدی ہجری سے پہلے کی کتابوں میں۔ ابن حوقل نے لکھا ہے کہ ما بین القلزم وایلۃ مکان یعرف بتاران وھو اخبث ما فی ھذا البحر من الاماکن وذلک انہ دوارۃ[1] ماء کالدردور[2] فی سفح جبلٍ اذا وقعت الریحُ علی ذروتہ انقطعت الریحُ قسمین فتنزل علی شعبتین المتقابلتین فتثیر البحرُ وتبلدُّ کل سفینۃٍ تقع فی تلک الدوارۃ باختلاف الریاحین و تتلف فلا یسلم المرکب بالواحدۃ۔ .... ومقدارہ فی الحورۃ[3]........ نحو ستۃ امیال وھو الموضع الذی غرق فیہ فرعون علی ما ذکرہ الرواۃ۔

قلزم وایلہ کا درمیانی مقام تاران کہلاتا ہے اور وہ اس سمندر کا سب سے زیادہ برا مقام ہے کیونکہ وہ ایک دامن کوہ میں دردور کی طرح پانی کی گردش گاہ ہے۔ جب ہوا اس پہاڑ کی چوٹی سے ٹکراتی ہے تو اس کی رو کے دو ٹکڑے ہو جاتے ہیں۔ وہ ایک دوسرے کے بالمقابل پہاڑی حصوں پر چلنے لگتے ہیں۔ اس طرح گویا سمندر پھٹ جاتا ہے اور ہر وہ کشتی جو اس گرداب میں آجاتی ہے۔ ہواؤں کے اختلاف کی وجہ سے خشکی پر آجاتی ہے اور تلف ہو جاتی ہے۔ ہواؤں کے دونوں جھکڑوں میں سے کشتی ایک جھکڑ سے بھی محفوظ نہیں رہ سکتی۔ اس بھنور کا طول قریباً سات میل ہے کہتے ہیں کہ یہ وہی مقام ہے جہاں فرعون ڈوبا تھا۔

اصطخری نے بھی اس گرداب کا ذکر قریب قریب انہی لفظوں میں کیا ہے[4] ب ل د کی اصلی معنی سینہ یا اوپر کا حصہ ہیں۔ زیر لفظ بحری اصطلاحات میں ... ان

---

[1] المسالک والممالک۔ ص ۳۷۔

[2] دردور۔ دوارۃ وحورۃ کی تفصیل برمحل ملاحظہ ہو۔

[3] المسالک الممالک۔ ص ۳۰۔

[4] مقائیس اللغۃ۔ ب ل د۔

Marfat.com

معنوں کی جھلک موجود ہے کہ کشتی گویا سینہ سمندر کی بجائے سینہ زمیں پر آجاتی ہے لیکن قدیم معاجم میں یہ اصطلاحی معنی نہیں ملتے البتہ حالیہ قاموسوں میں مل جاتے ہیں[1]

بَلَّطَ: فعل من باب تفعیل۔ مجرد نصر سے: ملاح کا اپنے جہاز کو ہوا کے بہاؤ پر لے جانے کے لیے آگے پیچھے چلانا یا گھمانا[2] ملاح کا کشتی کو اس طرح لنگر انداز کرنا کہ کشتی یا جہاز کا پیندہ زمین سے لگ جائے یا لگ جانے کے قریب ہو[3]

عرب میں اس کا مادہ ب ل ط قدیم الاستعمال ہے لیکن درج شدہ معنی بہت بعد کا اضافہ معلوم ہوتا ہے کیونکہ قدیم مصادر و مآخذ میں یہ معنی نہیں ملے۔

تَبَّنَ: تن ب ان کے باب سے فعل بھی آتا ہے۔ مثلاً تبن الملاح تبّانا۔ اس لے ملاح کو غرقی پہنائی[4]

تَرَّسَ: جہاز کنارہ لگانا: مجبوراً ساحل پر چڑھانا[5]

تَرَبَّنَ: پیشہ ربانی اختیار کرنا۔

فعل رباعی رب ب ن مجرد استعمال نہیں ہوتا اور نہ باب تَفَعُّل کے علاوہ کوئی اور باب میں۔ یہ استعمال بھی قدیم نہیں ہے اس لیے صرف جدید معجموں میں پایا جاتا ہے[6]

تَصبیر: مال واسباب سے خالی کشتی کا توازن قائم رکھنے کے لیے اس میں پتھر بھرنا[7] قدیم قاموسوں میں یہ لفظ ان معنی میں نہیں ملتا۔ بظنِ غالب دسویں صدی

---

[1] جیسے مثلاً محیط۔ ب ل د۔ [2] محیط۔ ب ل ط۔

[3] ابن ... ب ل ط۔ دوزی۔ تحت اللفظ۔ [4] الفائق ج ۱ ص ۱۳۸۔ اساس تحت مادہ تنج۔ تن ب ان فی الاستدراک۔ [5] دوزی۔ [6] لبنان۔ رب ان۔

[7] عجائب الہند۔ ص ۲۸۔

ہجری سے رائج ہوا۔ لاطینی الاصل ہے[1]

تصلیب : بادبان کو مستول پر کی آڑی لکڑی سے لپیٹ دینا۔
صحیح عربی لفظ ہے۔ وضعی معنی اور اصطلاحی معنوں میں مشارکت صلیب کی سی شکل بنانے یا پہلے سے بنی ہوئی ہونے سے ظاہر ہے۔
ابن جبیر نے[2] اس کی "غرض کشتی کو دھیرے دھیرے صرف ہوا کے زور سے چلنے دینا" لکھے ہیں۔ اسی کے الفاظ ہیں : والشرع مصلبۃ وھو عندھم (الملاحین) اعدل جریاً لانہ لا یکون الا بالریح التی تستلق مؤخر المرکب فی مجراہ۔
دوزی نے ایک اور معنی بھی بتائے ہیں جو یہ ہیں :۔ دو لنگروں کو ایکدوسرے پر صلیب کی سی شکل پر سمندر میں لٹکانا[3]

تعمیر : ع م ر کے باب تفعیل کا مصدر الف : جہاز تیار کرنا۔ جہازوں کا بیڑہ تیار کرنا یا بحری سپاہی بھرتی کرنا (ب) چپو مارنا۔
المعجب میں ہے عمّر محمد بن یعقوب بن ادریس بن یوسف بن عبدالمومن الاسطول ...... واستعمل علیہ عمتہ[4]

چپو مارنے کے لیے عمّر کا لفظ ابن جبیر نے[5] استعمال کیا ہے۔

تفریغ فرغ کے باب تفعیل سے : جہاز سے سامان اُتارنا جہاز کو خالی کرنا[6]

تقییر : قیر پوتھنا یا لیپنا۔ قیر کی باب تفعیل سے[7]

---

[1] تاج وسواد السبیل۔ [2] رحلہ ابن جبیر ص ۳۱۷۔
[3] دوزی۔ تحت اللفظ۔ نیز ملاحظہ ہو الفائق مادہ س ل ب۔
[4] المعجب، ص ۲۳۱ نیز دوزی۔ تمۃ۔ [5] رحلہ ابن جبیر ص ۵۹ و ۳۳۶۔
[6] نزہتہ المشتاق فرہنگ ص ۳۵۸۔ [7] اساس۔ مادہ۔ ق ی ر۔
مزید تفصیل قار میں (ق ی ر) دیکھیے۔

Marfat.com

تَنَخَّذَ: کشتی کا مالک بننا۔ کشتی چلانے کا پیشہ اختیار کرنا۔
ن خ ذ کوئی عربی مادہ نہیں ہے۔ فارسی لفظ ناخدا سے فعل نخذ فرض کرکے اس کا مزید فیہ از باب تفعل استعمال کرتے ہیں[1]
یہ لفظ دوسری صدی ہجری سے پہلے کے کسی مصدر و ماخذ میں نہیں پایا گیا۔
حالتہ: ج ول کے لفظی معنی بھٹرنا، پس و پیش ہونا، ڈھل مل ہونا ہیں۔ قدیم عربی میں یہ لفظ عموماً کشتی کی ٹیڑھ میڑھ چال کے لیے استعمال ہوا ہے۔ مثلاً ..... ترکت الناس کالسفینۃ تجول لا ملاح لھا[2] میں نے لوگوں کو اس حال میں چھوڑا کہ وہ کشتی کی طرح ڈگمگا رہے ہیں کسی ایک رخ پر نہیں ہیں۔
لیکن فارسی میں حالتہ کشتی کے معنی میں استعمال ہونے لگا[3] مثلاً۔

جز حالۂ فضل اے برادر ، از بحر جہالت گزر نیست

"حالہ" بنانے کی ترکیب یہ بتائی گئی ہے کہ پہلے چند لکڑیوں کو باہم مربوط کیا جاتا ہے پھر چند مشکوں (غالباً چرمی) میں ہوا بھر کر انہیں جڑے ہوئے تختوں کے نیچے باندھتے ہیں۔ حسب ضرورت ان تختوں کے اوپر بیٹھ کر ندیاں پار کرتے ہیں[4]
جدف: جیم کے بعد دال مہملہ فعل باب ضرب و نصر نیز باب تفعیل سے: چپو چلانا۔ کشتی کھینا۔ چپو مارنا[5] یہ مجازی معنی ہیں لغوی معنی پرندہ کا بیٹھنے سے

---

[1] تاج۔ محیط و لبستان۔
[2] کتاب الطبقات الصحابۃ ج ۵ ص ۱۷۔ [3] فرہنگ آنندراج۔
[4] برہان و غیاث۔
[5] مقاییس، لسان و تاج۔ ج د ف۔

Marfat.com

پہلے پنکھوں کو پیچھے لے جانا یا اُترتے ہوئے اپنے بازؤں کو پیچھے کی طرف لے جانا یا کٹے ہوئے پروں سے اڑنا کٹے ہوئے پر کی مشابہت چپو سے ظاہر ہے[1] چپو مارنے کے معنی میں قدیم سے رائج ہے جریر کہتا ہے[2]

علی حفر السیدان باتت کانّھا سفینۃ ملاح تقاد وتجدف

اعشی ہمدانی کے شعر میں بھی ہے[3]

جذف جیم کے بعد ذال معجمہ فعل باب ضرب نیز تفعیل سے چپو چلانا۔

لغوی معنی چھوٹے چھوٹے قدم جلدی جلدی ڈالنا۔ جس طرح پست قامت شخص تیز تیز چلے[4] ذال معجمہ کی وجہ سے بعض وقت دخیل ہونے کا شبہ ہوتا ہے۔ چنانچہ سواء السبیل میں اس کو آرامی بتایا گیا ہے[5] دال مہملہ و معجمہ دونوں ایک ساتھ لکھتے ہیں لیکن بظاہر تو دونوں الگ لفظ اور قدیم خالص عربی ہی معلوم ہوتے ہیں۔

جذف بہ ذال معجمہ۔ باب ضرب: پتوار (سکان) کے ذریعہ کشتی کا رُخ بدلنا یا اس کو موڑنا[6]

جری باب ضرب ناقص یائی: کشتی کا چلنا

تنزیل میں اس مادہ سے بمعنی کشتی چار مرتبہ آیا ہے[7] لیکن صرف فعل یعنی کشتی یا جہاز کے چلنے کے معنی لغویوں[8] اور خاص طور پر جغرافیہ نویسوں نے

---

[1] المخصص۔ ج ۱۰ ص ۲۸ [2] دیوان جریر۔ ص ۴۷۸۔

[3] اساس۔ ج دف [4] جمہرۃ ج ۲ ص ۷۲، ۸۲۔ المخصص ج ۱۰ ص ۲۸۔ لسان و تاج۔ ج ذف۔ الفتح القسی ص ۲۲۵ [5] سواء السبیل برمحل۔

[6] دوزی بحوالہ الف لیلۃ تحت اللفظ۔ [7] سورۃ الشوری آیت ۳۲۔ سورۃ الذاریات آیت ۳۔ سورۃ الرحمان آیت ۲۴ و سورۃ الحاقہ آیت ۱۱ [8] لسان و تاج۔

Marfat.com

ثبت کئے ہیں[1] حسب توقع اس کے باب افعال میں اجری کے معنی کشتی چلانا یعنی سمندری سفر کرنا ہو گئے ہیں[2]

جل باب تفعیل سے فعل : جہاز کو ٹھیرا دینا۔ ساکت کر کھڑا کر دینا۔

عجائب الہند میں[3] ہے : دفعوا المرکب فی خور.... وجللوہ۔ جہاز کو کھاڑی کی طرف لے جا کر کھڑا کر دیا گیا۔

جلفط یا جلفظ : کشتی کے تختوں کی درزیں بند کرنا۔

آخری حرف طا رتازی مہملہ یا ظار معجمہ۔ فعل رباعی۔

دونوں لفظ اصلاً ایک ہی ہیں۔ بعض نے طار تازی مہملہ سے[4] اور بعض نے ظار معجمہ سے[5] لکھا ہے۔ وجہ اختلاف محض روایت ہے۔ اصلیت کی تحقیق کیطرف توجہ ضروری نہیں سمجھی گئی۔

یہ لفظ اصلاً ہندی کے دو شبدھوں سے مرکب ہے۔ کالا + پتی (بائے فارسی کے بعد تائے قرشت مشدد۔ پتی : پتنا : پوتھنا) کالا پتی کرنا : کالا رنگ لگانا یا چڑھانا۔ ہندی کلپنا (بفتح کاف ولام بائے فارسی مجذوم) کے معنی بالوں کو کالا کرنا بھی یہیں سے ہے۔

کثرت استعمال اور تعریب کی وجہ کلیت سے جلفط یا قلفط ہو گیا۔ اس کی توضیح یا اصلیت کا پتہ ہندی ہی کے دوسرے دو شبدھوں سے اس طرح بھی ممکن ہے۔

---

[1] نزہتہ المشتاق قسم المغرب ص ۲، ۲۵۔

[2] ایضاً ایضاً ص ۱۸۵۔

[3] عجائب الہند ص ۶۷ [4] لسان وتاج کے علاوہ المخصص ج ۱۰ ص ۲۵ ۔ جمہرۃ ج ۳ ص ۳۸۰ [5] النہایۃ۔ ج ۱ ص ۲۰۱۔

Marfat.com

کھلا (بمعنی درز یا رخنہ) + پوتنا (پونچھنا) کھلا پوتنا کثرت استعمال سے کلپنا عربوں کی زبان میں جلفط یا قلفط ہو گیا۔

دونوں توجیہوں میں سے کسی ایک کو ترجیح دینے کے لیے طویل لسانیاتی بحث ضروری ہے جو یہاں بالکل بے محل ہو گی۔ اتنا بہر طور یقینی ہے کہ جلفط اصلاً ہندی ہے۔

جمح : فعل لازم باب فتح مصدر جموحاً بالفتحتین : کشتی کا بے راہ ہو جانا۔ ملاح کا کشتی پر قابو نہ رکھنا[1] خواہ ہوا کے زور کی سبب سے ہو یا کشتی کے نقص کی بناء پر۔ وضعی معنی گھوڑے کا منہ زور ہونا ہیں۔ اسی سے مجازی معنی کشتی کا بے قابو ہونا ہیں۔

جنح باب فتح جنوحاً بالفتح مصدر : کشتی کا ہوا کے زور سے یا ملاح کی غلطی سے قریباً پایاب پانی میں پھنس جانا[2]۔
قدیم عربی میں بھی انہیں معنوں میں مستعمل ہے۔ قطامی نے لبصیغہ افتعال[3] کہا ہے۔

جوفاء مطلیۃ قاراً اذا اجتنحت ، بہا غوارب تحمنہا فتحا

(بزرگ بن شہر یار نے بھی ان معنی میں کئی جگہ[4] استعمال کیا ہے۔ ادر مقدسی نے اس کو ہوا کے زور سے کشتی کا الٹ جانا کے معنی میں استعمال کیا ہے اور اس کو رَجَحَ (واپس پھرنا: لوٹنا) کا مترادف بتایا ہے جو عموماً لبصیغہ مجہول مستعمل ہے[5]۔

---

[1] مخصص ج ۱۰ ص ۲۷۔ لسان و تاج ج م ح۔

[2] جمھرۃ۔ ج ۲۔ ص ۶۰۔ مادہ ج ن ح۔ مخصص ج ۱۰ ص ۲۶، ۲۰، اساس۔ لسان و تاج۔ ج ن ح۔

[3] د۔ ص ۶۹ - [4] عجائب الہند ص ۹۰، ۱۶۸، ۱۸۹۔

[5] احسن ص ۳۰، ۲۱۔

جوش: جہاز کی سمت کو ہوا کے رُخ سے فائدہ اُٹھانے کے لیے پلٹنا[1]

حبا: حائے حطی کے بعد باء بسم اللہ۔ فعل ناقص واوی: کشتی کا چلنا۔

ابن سیدہ کا شاہد ہے: جہاز کے وصف میں کہا ہے: ع[2]

فهو اذا حبا له حبی۔ یعنی جہاز چلا تو موج آڑے آئی۔

قدیم لفظ ہے لغوی معنی بچہ کا رینگنا ہیں[3] کشتی کا دھیرے دھیرے چلنا اسی سے ہے۔ چھوٹے چپو چلنے سے کشتی کے چلنے اور بچے کے رینگنے کی مشابہت ظاہر ہے۔

حجا: حائے حطی کے بعد جیم۔ فعل ناقص واوی: ہوا کا کشتی کو بے راہ کر دینا یا دھکیل دینا۔ مثلاً کہتے ہیں۔ اقبلت السفینة تحجها الریح الی موضع کذا[4] کشتی آئی لیکن ہوا اس کو فلاں مقام پر بہا لے گئی۔

حدر۔ فعل بیشتر متعدی باب نصر اور لازم کمتر: کشتی کو نیچے کی طرف یعنی پانی کے بہاؤ پر لے جانا۔

فعل ثلاثی کے علاوہ بعض لغویوں کے نزدیک باب افعال بھی یہی معنی دیتا ہے[5] لیکن ابن سکیت کے[6] نزدیک یہ غلط ہے۔ فعل لازم باب انفعال سے ہوتا ہے۔ مقریزی کے[7] یہاں ہے: انحدرت العشاریات۔

لغوی معنی صرف اُترنا یا اتارنا[8] عام ہیں لیکن کشتی رانوں نے اس کو

[1] احمد بن ماجد فوائد ورق ۲۵، ۶۱، ۸۲۔ [2] مخصص۔ ج ۱۰ ص ۲۶۔

[3] لسان وتاج۔ ح ب و [4] لسان وتاج۔ ح ج و [5] مخصص۔ ج ۱۰ ص ۲۷۔

[6] اصلاح المنطق ص ۲۵۳ [7] مواعظ ج ۲ ص ۳۵۹ و ۳۶۱۔ مقریزی سے پہلے مسعودی کے یہاں عام ..... فی زورق صغیر منحدرا فی ... التنبیہ والاشراف ص ۳۶۴

[8] لسان وغیرہ۔ ح در۔

Marfat.com

اپنی اصطلاح بنالی تھی۔ چنانچہ مقدسی نے انہیں معنوں میں لکھا ہے اور اس کو شِبال کا مترادف لکھا ہے[1]۔

شبال کی بحث حرف ش ب ل میں آئے گی۔

حذف حا حطی کے بعد ذال معجمہ فعل متعدی باب ضرب: چپو مارنا۔ کشتی کھینچنا۔

لغوی معنی ڈنڈے سے مارنا یا چھوٹے قدم ڈالنا ہیں[2] چپو کی مشابہت ڈنڈے سے اور جلد جلد چپو مارنے کی مشابہت چھوٹے چھوٹے قدموں سے بہت قریب ہے۔ بحری اصطلاح اسی مشابہت کی بنا پر بنی ہے۔

صاحب الروضتین نے[3] حذف فعل لازم کے طور پر بھی استعمال کیا ہے۔

حذفت مراکب العزیز داخلۃ الی المیناء۔

حط ح ط ط مضاعف فعل ماضی: الف: بادبان لپیٹنا۔ ب: جہاز یا کشتی کو لنگر انداز کرنا یا چپو ٹیکا کر کشتی ٹھیرانا۔

لغوی معنی جانور کی پیٹھ سے بار اتارنا یا اوپر سے نیچے اترنا۔ لازم و متعدی[4] جحظۃ برمکی کے شعر میں اس لفظ کا شعری شاہد حذف کے ضمن میں گزر چکا ہے۔ حط کا دوسرا شاہد: ماعد بن الحسن متوفی ۱۷ اھ کا یہ شعر ہے ؎

وحطّ بمیناءِ قلعہ ؛ کما وضعت حملہا المُقْرِب[5]

حط کے مقابل اقلاع (لنگر اٹھانا یا بحری سفر پر روانہ ہونا) جغرافیہ نویسوں کے یہاں بکثرت استعمال ہوتا ہے۔ بعد میں بحری آمد و رفت کے لیئے یہ ایک

---

[1] احسن ص ۳۰۔

[2] معاجم متداولہ۔ [3] الروضتین ج ۱ ص ۲۲۵۔

[4] معاجم متداولہ۔

[5] ارشاد الاریب ج ۱۷ ص ۸۱۔ تذکرۂ مجاہد بن عبد اللہ العامری۔

Marfat.com

مستقل اصطلاح بن گئی مثلاً ادریسی کے یہاں[۱] ہے: مہدیہ حط واقلاع کا
مرکز ہے۔ ابوالفداء نے[۲] قریباً ہر بڑی بندرگاہ کے متعلق لکھا ہے کہ وہ مقام
حط واقلاع ہے۔ مگر لغویوں کے یہاں جغرافیہ نویسوں کی اصطلاح بارِ بار نہ پاسکی
نجّ بحار معجمہ: آندھی کے زور سے کشتی کا رُخ پلٹ جانا یا بے راہ ہوجانا۔ ہوا
کے زور سے کشتی کا ساحل سے لگ جانا[۳]

بنائے کعبہ کے سلسلہ میں آتا ہے[۴] قریش کے لیے جس شخص نے کعبے کے دروازے
بنائے وہ — کان فی سفینۃ اصابتہا ریح فنجّتہا — ایک قبطی (یا رومی) تھا
جس کشتی میں سفر کر رہا تھا وہ ہوا کے زور سے مکہ کی بندرگاہ جدہ کے کنارے
آ لگی۔ قریش نے ٹوٹی کشتی کے تختوں سے کعبہ کے در بنوائے۔

خسف خ س ف کا مصدر۔ کشتی میں سوراخ ڈال کر غرق کر دینا۔

وکان فی المیناء مراکب مقاتلۃ ومراکب مسافرۃ۔ فسبق الفرنج
اصحابنا الیہا فخسفوھا وغرقوھا....... وتقحّم اصحابنا فی البحر علی بعض المراکب
فخسفوھا واتلفوھا۔ بندرگاہ میں جنگی جہاز اور سفری جہاز پڑے ہوئے تھے
فرنگی ہمارے سپاہیوں سے پہلے ہی ادھر پہنچ گئے اور جہاز کے پیندوں میں
سوراخ ڈال کر غرق کر دیا۔ ادھر ہمارے لوگ بھی بے تحاشا سمندر میں کود پڑے
اور بعض جہازوں میں سوراخ کر کے انہیں تہ آب کر دیا[۵]

لغوی معنی بھی قریباً یہی ہیں۔ مادہ کے ایک معنی غرق کر دینا بھی ہیں۔

---

[۱] نزہتہ ص ص ۵۵، ۷۳، ۱۰۷، ۱۶۸، ۱۷۶ و ۱۹۱۔ [۲] تقویم البلدان ص ص ۹۲،
۲۵، ۹۳، ۱۰۸، ۱۳۳، ۲۳۹ وغیرہ۔ [۳] لسان اور دوسری ناموسین۔
[۴] الفائق۔ مادہ خاء مع الجیم۔ منقولہ نص اسی کتاب سے ہے۔ بلگرامی نے اپنی مستدرک میں
زمخشری کی یہی محولہ نص تمام و کمال نقل کی ہے۔ مادہ نجّ مفاً عف۔ [۵] الروضتین ج ۱ ص ۲۵

کہتے ہیں خسف اللّٰہ الارض۔ زمین کو خدا نے مع اس کے اوپر کی چیزوں کے غرق کر دیا ایک اور معنی ہے بنیاد کے نیچے پانی کا اس طرح آجانا کہ وہ ٹک نہ سکے اور مکان زمین میں دھنس جائے۔ لازم و متعدی دونوں طرح مستعمل ہے[۱]

خطف خار معجمہ کے بعد طار مہملہ ضرب و سمع کے باب سے: جہاز یا کشتی کا لنگر گاہ سے روانہ ہونا یا چل پڑنا۔

لسان کے[۲] علاوہ بلگرامی نے اس معنی میں دوسرے قدیم لغوی کا قول بھی نقل کیا ہے۔ اخبار چین کے مصنف نے اس سلسلہ میں جو اطلاع دی ہے وہ لائق غور ہے۔ لکھتا ہے: بصرہ اور سیراف کے درمیان کا سمندری فاصلہ ایک سو بیس فرسخ طویل ہے۔ جب ہمارا سامان سفر مرتب ہو گیا تو سب نے وہاں سے میٹھا پانی بھی حاصل کر لیا اور مسقط کی طرف چل پڑے: خطفوا وھذہ لفظۃ یستعملھا اھل البحر۔ یعنی یقعلون[۳] مصنف کو بحریوں کے معنی کی وضاحت اس لیے کرنی پڑی کہ دوسری بندر گاہوں پر خطف ان معنوں میں بھی ایک مستقل اصطلاح کے طور پر رائج نہیں تھا۔ ویسے لغوی معنوں سے اس کا کچھ نہ کچھ تعلق ضرور ہے لغوی معنی ہیں جلدی چھین لینا، جلدی چلنا۔ جھپٹ لینا وغیرہ۔ جب تک کشتی بندر گاہ میں کھڑی رہتی ہے اس کے پردے مستول سے لپیٹ دیئے جاتے ہیں۔ چلنے کے لیے کھولتے وقت اگر ہوا کی شدت ہو تو کشتی یک لخت دفعتاً چل پڑتی ہے۔ گویا اس کو سمندر جھپٹ لیتا ہے۔

ابوزید نے یہ لفظ مندرجہ صدر معنوں میں کئی جگہ لکھا ہے[۴]

---

[۱] معاجم متداولہ۔

[۲] لسان وتاج۔ خ ط ف۔

[۳] اخبار الصین والہند ص ۷ اور آگے۔ [۴] سلسلۃ التواریخ ص ۱۸ تا ۲۰۔

Marfat.com

درشتہ: بفتح دال مہملہ وبسکون راؤشین معجمہ مفتوح آخر میں تا، معقود: کشتی کا ایک جانب تھوڑا سا جھک جانا اس طرح کہ مشرقی ہوا کے دباؤ سے وہ مشرق کی طرف مائل رہتے ہوئے چلے۔

قدیم معاجم اس لفظ سے خالی ہیں درش کوئی معروف مادہ عربی میں ہے بھی نہیں صرف دیوان صریع الغوانی کے شارح نے لکھا ہے سفینہ کے وصف میں اس کے مشہور رائیہ کا ۲۳ واں شعر ہے:

کان الصبا تحکی بھا حین واجھت ، نسیم الصبا مشی العروس الی الخدر

صبح کی ٹھنڈی دھیمی ہوا کے ہلکے ہلکے جھونکوں سے یہ کشتی ایک طرف کو جھکی جھکی چلتی رہتی ہے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کوئی شرمیلی دلہن لجاتی ہوئی گردن نیچی کیے کسی کی نگاہوں سے کتراتی ہوئی اپنے کمرہ کی طرف جارہی ہے۔

شارح لکھتا ہے کہ اس طرح کی چال کو بحری درشہ کہتے ہیں یعنی کشتی کا الحِذاء[1]

دوزی نے دو باتیں اور بتائی ہیں: الف: یہ لفظ اسپینی سے ماخوذ ہے ب: شمالی افریقہ کے ساحل پر یہ لفظ بیسویں صدی کے ربع اول تک بھی رائج تھا[2]

مسلم بن ولید کے دیوان کا شارح بھی شمالی افریقہ کا رہنے والا تھا۔ اس لیے آخر الذکر بات بھی صحیح معلوم ہوتی ہے۔

دسر: دال مہملہ کے بعد سین مہملہ آخر میں رائے مہملہ فعل از باب نصر مطلق معنی شدت سے ہٹانا اصطلاحاً کشتی کے پانی کو ہٹانا۔

---

[1] شرح دیوان ص ۸۹۔

[2] دوزی۔ تحت اللفظ۔

Marfat.com

اس معنی کے مشہور شاہد عبداللہ بن عباس کا قول ہے[۱] لیس العنبر برکاز ہوشئی دسرہ البحر۔ عنبر دفینہ نہیں ہے۔ وہ ایک ایسی چیز ہے جس کو سمندر دھکیل کر ساحل پر ڈالتا ہے۔

دسر۔ دسر کا مصدر۔ چوں کہ کھجور کی پتیوں سے کشتی کی درازیں بند کی جاتی ہیں اس لیے دسر کے مجازی معنی کشتی کو درست کرنا یا اس کی اصلاح کرنا بھی آتے ہیں[۲] اور چونکہ کھجور کے پتوں کی بٹی ہوئی رسی سے کشتی کے تختوں کو ایک دوسرے سے مربوط کیا جاتا ہے اور اس غرض کے لیے تختوں میں سوراخ کیے جاتے ہیں اس لیے مجازاً ان سوراخوں کو بھی دسر کہتے ہیں[۳]

دسر کے یہ دونوں معنی بعض لغویوں نے قیاسا بیان کئے ہیں۔ کلام عرب سے ان پر شاہد نہیں پیش کیا گیا۔ اس لیے ابن منظور اور بلگرامی دونوں نے یہ معنی "قال بعضھم" یا "قیل" کہہ کر نقل کیے ہیں۔ مزید تفصیل دسر میں دیکھی جائے۔

دق دق ق۔ مضاعف فعل۔ کشتیوں کا ٹوٹ جانا۔ چور چور ہو جانا۔

مادہ کے معنوں میں صغر و حقارت کی جھلک لازماً ہوتی ہے[۴] المغرب اندلس کی تاریخوں میں خاص طور پر کشتیوں کے ٹوٹنے کے لیے دقّ استعمال ہوا ہے[۵] گو محدود معنی میں اس کو اصطلاحی لفظ کہنا مشکل ہے۔

---

[۱] یہ قول حدیث و فقہ کی بہت سی کتابوں میں آیا ہے۔ یہاں صرف الصحیح للبخاری کا حوالہ کافی سمجھا گیا۔ اور وہ یہ ہے: ۲۴ کتاب الزکوٰۃ۔ ۶۶ باب "ما یخرج من البحر"۔ دسر کے معنوں کے لیے متداولہ معجموں کے علاوہ الفائق ج ۱ ص ۳۹۷ اور آگے ملاحظہ ہو۔

[۲] لسان۔ دس ر [۳] تاج۔ دس ر۔

[۴] مقائیس اللغۃ: دق ق۔

[۵] جیسے مثلاً البیان المغرب۔ ج ۱ ص ۱۲۵۔

Marfat.com

دم دال مہملہ م مضاعف : کشتی پر تار کول ملنا۔
لغوی معنی صرف ملنا ہے[1] بعد میں کشتی کو تار کول ملنا سے خاص ہوگیا
اس کی تشریح ابن سیدہ نے بھی کی ہے[2]

الدّوار : سمندری مسافر کا سر چکرانا خصوصًا ایسے مسافر کا جس کے لیے بحری سفر نیا ہو۔
دور کے مادہ میں چکرانے کے معنی موجود ہیں۔ طبی اصطلاح بلکہ عام زبان میں اس کو دوار (بضم دال وفتح واؤ) یا دوار "بفتحتین" بولتے اور لکھتے ہیں۔
دوّار بروزن نجّار کے معنی چکر کھانے والا ہیں۔ چنانچہ بھنور کو دوار الماء اس لیے بولتے ہیں کہ اس مقام پر موجیں چکر کھاتی ہیں۔ لیکن مندرجہ بالا معنی کی وضاحت صرف قزوینی نے کی ہے۔[3]

راوغ : ہوا کے رُخ سے فائدہ اُٹھانے کے لیے جہاز کو ایک طرف موڑنا[4]
مادہ روغ کا فعل از باب مفاعلہ۔ لغوی معنی ایک دوسرے کو تلاش کرنا۔

رخیٰ : ناقص یائی وواوی۔ ایک لغوی معنی ڈھیلا کرنا۔ بحری اصطلاح میں :-
الف : لنگر ڈالنا۔ ب : بادبان کھولنا یعنی کشتی کو سست رفتار کرنا یا ٹھیر دینا۔
دوزی کے[5] ماخذوں کے علاوہ عجائب الہند میں ہے[6] یا رجال سو ع ارخوا الشراع۔ طوفان کے آثار دیکھ کر ناخدا نے ملاحوں سے کہا اسے بادبان ڈھیلے کر

---

[1] مقائیس اللغۃ۔ دمم [2] المخصص ج ۱۰ ص ۲۵۔ نیز لسان وتاج۔ دمم۔
[3] آثار البلاد ص ۵۳۔ [4] دوزی مادہ روغ۔
[5] دوزی۔ تحت اللفظ۔
[6] عجائب الہند۔ ص ۴۷۔

Marfat.com

قدیم قاموسوں میں یہ معنی نہیں ملتے۔

رسی رسا یرسو رسوًا و رسوًّا بتشدید واؤ لازم: کشتی کا ٹھیرنا۔

قرآن میں بھی اس مادہ کے مشتقات چودہ مرتبہ آئے ہیں[1]

تعدیہ باب افعال سے[2]

رست السفینۃ یعنی کشتی کا پیندا زمین کی تہ سے لگ گیا اور کشتی ٹھیر گئی —

رسیتُ السفینۃَ۔ میں نے کشتی کو ٹھیرا دیا۔

رفا: رائے مہملہ کے بعد فا آخر میں ہمزہ باب سمع سے: کشتی کو کنارہ پر لانا یا کنارہ پر ٹھیرانا یا کشتی کا کنارہ سے زمین کی تہ سے لگ جانا۔ لازم و متعدی۔ یہ باب تفعال سے بھی آتا ہے اور مجرد کی طرح لازم و متعدی دونوں طرح مستعمل ہے۔ علاوہ بریں بغیر ہمزہ یعنی ارفت السفینۃ و ارفیتھا بھی کہتے ہیں۔ اس لفظ کا غالباً قدیم ترین شاہد یحییٰ بن ابی حفصہ ہے: قال یحیی بن ابی حفصۃ یذکر خروج یزید بن المہلب:[3]

فم تاتہ الازدُ عند الباب ترلبصہ ، مثل الجراد تنزّی فی النبا بین

من کلّ انجح ذی حنفٍ مخالفۃً ، اَرفتْ بہ السُّفنُ علجاً غیر مخبرنِ

قاموسوں کے علاوہ[4] حدیث[5] و شعر میں بھی آیا ہے۔ خلیل ابن احمد (م ۱۶۰ یا ۱۷۰) صاحب العروض کی[6] دو بیتیں ہیں:

زُر وادیَ القصرِ نعمَ القصرُ والوادی ، لابدّ من زورۃٍ عن غیر میعادِ

ترفا بہ السُّفنُ والظلمانُ واقفۃٌ ، والضبُّ والنّونُ والملاحُ والحادی

---

[1] معجم المفہرس۔ [2] المخصص ج ۱۰ ص ۳۷۔ اساس، رس و — مقارنۃ الادب ص ۵۳ لسان و تاج۔ رس و۔ [3] الاغانی۔ ج ۱۰ ص ۷۶۔

[4] جمہرۃ۔ ج ۳ ص ۲۶۹۔ المخصص۔ ج ۱ ص ۲۸۔ مقاییس، لسان و تاج رف ء۔ (باقی حاشیہ ص ۳۰۴ پر)

Marfat.com

رقی : لنگر ڈالنا۔

مادہ رقی (ناقص یائی یا مہموز) کے لغوی معنی چڑھنا معروف ہیں۔ لنگر ڈالنا بحری اصطلاح ہے[۱] مثلاً کہتے ہیں، ترقاء الی غلافقہ سفن البحر القاصدۃ لزبید[۲] زبید جانے والی کشتیاں غلافقہ میں لنگر انداز ہوتی ہیں جاحظ (م ۲۵۵) کے یہاں ایک شعر ہے[۳]

یجعل الخیل کالسفین ویرتقی ؛ عادیاً فوق طرف فیہ المشکول

رکد : باد مخالف کی وجہ سے کشتی کا رک جانا یا ساکن ہو جانا۔ لنگر انداز ہونا تاکہ پیچھے نہ پلٹے۔ مادہ رک د باب نصر رکوداً[۴]

رمی : کشتی کو پہلی مرتبہ پانی میں اتارنا۔

ناقص یائی۔ باب ضرب رمیاً و رمایۃ کے معنی تیر چلانا معروف ہیں لیکن بحری اصطلاح میں وہی معنی ہیں جو اوپر درج ہوئے مثلاً رمیت العشاریات فی النیل یا رمی الاساطیل[۵]

بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۰۳ :۔ [۵] صحیح مسلم ک۔ فتن۔ ب قصۃ الجساسۃ و سنن ابی داؤد ک ملاحم ب فی خبر الجساسۃ۔ [۶] عیون الاخبار۔ ج ۱ ص ۲۱۷۔ معجم الشعراء ص ۲۶۷۔ الازمنۃ والامکنہ ج ۲ ص ۳۰۲۔ اخبار الرسل ق ۳ حوادث ۱۸۱ھ ص ۷۵۴۔

حاشیہ صفحہ ہذا :۔ [۱] تذکرۃ بالاخبار۔ ص ۳۰۳۔ دوزی تتمہ۔

[۲] یاقوت۔ بلدان۔ رونیتہ : ج ۲ ص ۷۷۴ غلافقہ : ج ۳ ص ۸۰۸ المرتبہ ج ۴ ص ۵۱۷۔ منبہ ج ۴ ص ۶۵۶۔

[۳] الحیوان ج ۶ ص ۴۳۰۔

[۴] اساس و لسان و تاج۔

[۵] المواعظ ج ۲ ص ص ۳۵۵، ۳۵۷، ۳۷۳۔

Marfat.com

رنّق فعل از باب تفعیل مادہ ر ن ق ۔ کشتی کا سمندر میں ایک ہی مقام پر گھومنا چکر لگانا۔

یہ لفظ صرف قاموسوں میں پایا گیا[1] زمخشری اور دوسرے لغویوں نے سند میں ایک حدیث نقل کی ہے کہ آپ صلعم نے نفخ صور کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: ترتج الارض باھلھا۔ فتکون کالسفینۃ المرنّقۃ فی البحر تضربھا الامواج زمین اس وقت ایسی کشتی کے مانند ہو جائے گی جو سمندر میں ایک ہی جگہ گردش کر رہی ہے۔ اور موجوں کے تھپیڑے کھا رہی ہے[2]

زفّت کشتی پر قیر ملنا۔

مادہ ز ف ت کا باب تفعیل[3] لفظ زفت اسامی سے ماخوذ ہے۔ یہ فعل قاموسوں میں تو مل جاتا ہے لیکن نظم یا نثر میں نہیں پایا گیا۔ اس لیے کوئی شاہد پیش کرنا ممکن نہیں۔

زقف: زاء معجمہ کے بعد قاف تیسرا حرف فاء: نہر یا دریا میں کشتی کا پانی کے بہاؤ کے خلاف چلنا۔

مقدسی کی عبارت ہے[4] والسفن فی دجلۃ ابداً شباً لا وزقافاً ...... دجلہ میں کشتی پانی کے اتار اور چڑھاؤ دونوں طرف (یا دونوں وقت) چلتی ہے لوگ ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک آتے جاتے رہتے ہیں۔ اور اتھنے

---

[1] اساس وتاج ولسان۔ مادہ ر ن ق [2] الفائق۔ ج ۱ ص ۴۶۴ والنہایۃ فی غریب الحدیث۔ ج ۲ ص ۱۱۴ ۔ ہو سکتا ہے کہ جس حدیث سے استناد کیا گیا ہے وہ صحیح ہو لیکن صحیحین، کتب السنن موطاء مالک اور مسند ابن حنبل میں یہ حدیث نہیں ملتی۔

[3] تاج ولسان۔ مادہ ز ف ف ۔

[4] احسن ص ص ۳۰، ۳۱ اور خاص کر ص ۱۲۴۔

Marfat.com

چڑھنے میں شور و غوغا بہت ہوتا رہتا ہے۔

زقف عربی زبان میں ارامی سے آیا ہے[۱] خالص عربی مادہ جس کے معنی اچک لینا، مُٹھی لینا، گرفت میں لانا وغیرہ ہیں اس سے بحری اصطلاح کا کوئی تعلق نہیں یہ ایک مستقل لفظ ہے[۲]

زھا: موجوں کا کشتی کو سمندر کی سطح مستوی سے اُوپر اُٹھا دینا۔

مادہ زھو ناقص داوی مثلاً زھت الامواج السفینۃ رفعھا[۳] یعنی موجوں نے کشتی کو بلند کر دیا۔

سخر: کشتی کا ہوا کے ساتھ ساتھ رواں دواں ہونا۔

مادہ س خ ر باب فتح کے ایک معنی تابع ہونا بھی ہیں۔ یہ اصطلاح انہیں معنی کے لحاظ سے بنی ہے۔ اور بہت عام ہے[۴] گویا کشتی ایسی شئی ہے جو ہوا کی اتباع کرتی ہے۔

سرح. کشتیوں کو دریا میں اُتارنا۔ س ر ح باب فتح سے بصیغہ تفعیل بر اسے تو یہ مویشی چرانے کے لیے لے جانا یا چرنے کے لیے چھوڑنا عام ہیں۔

بحری اصطلاحی معنی اسی سے ہیں۔ مثلاً کہتے ہیں۔ فلاں نے ___ قد سرح السفن ___ کشتیاں چھوڑ دیں۔ یہ لفظ شعر میں بھی کئی جگہ آیا ہے مثال کے طور پر ملاحظہ ہو[۵]

تسمیر کشتی کو دریا میں چھوڑنا یا چلانا۔

یہ کشتی قریباً سب ہی قاموسوں میں ملتے ہیں[۶]

---

[۱] سواء السبیل۔ تحت الفاظ۔ [۲] عربی معاجم متداولہ [۳] لسان و تاج۔

[۴] لسان مادہ س خ ر [۵] اخبار الرسل۔ حوادث ۲۵۵ ص ۱۷۷۸۔

[۶] لسان و تاج وغیرہ مجالس ثعلب قسم اول ص ۱۵۶۔

مادہ س م ر کے باب تفعیل کا مصدر۔ اگرچہ ماضی یا مضارع کا استعمال مندرجہ معنی میں کہیں دیکھنے میں نہیں آیا۔

سنح (س ن ح) از باب ضرب: کشتی کے پیندے کا زمین سے لگ جانا یا اس کا ریت پر چڑھ جانا۔

مندرجہ معنی ابن جبیر سے ماخوذ ہیں[1] قاموسوں میں یہ معنی نہیں ملتے البتہ فصیح عربی لفظ ہی سے ماخوذ ہیں۔ کیونکہ سنح کے معنی جانور کا دائیں سے بائیں نکل جانا معنیاتی تبدیلی سے ایک طرف کو ہو جانا یا جھک جانا ہو سکتے ہیں اور جب کشتی زمین سے لگ جاتی ہے تو عموماً ایک طرف جھک جاتی ہے۔

مشرق میں اس موقع پر جنح بولتے ہیں۔ دیکھئے ج ن ح

سند (س ن د) سمندر کے کنارے جہاں پانی گہرا نہ ہو ٹھیرے ہوئے جہاز کے اردگرد لانبی لکڑیاں گاڑ دینا تاکہ جہاز ہوا کے زور سے بہہ نہ جائے۔

سَنَّدَ الی باب کرم کے باب تفعیل سے۔ سہارا لینا۔ ٹیکا لینا۔ تھوڑی سی معنیاتی تبدیلی سے ملاحوں کی اصطلاح بن گئی ہے۔ قاموسوں میں یہ معنی نہیں ملتے صرف سفرناموں میں ملتے ہیں[2]

الشال: بادبان کھولنا۔

قاموسوں میں بادبان اٹھانے یا کھولنے کے معنی نہیں دیئے ہیں لیکن اس کا خالص عربی ہونا بعید از قیاس نہیں۔ شول کے معنی بلند ہونے یا ایک طرف سے اونچے ہونے اور بعض اب اٹھانے کے ہیں۔ ابن شہریار نے[3] لفظ مستعمل

---

[1] رحلہ ابن جبیر ص ۵۷ اور ص ۳۲۰ پر ہے ربح المرکب الکلکة علی البر

[2] عجائب الہند۔

[3] عجائب الہند ص ۵۲

کیا ہے۔ فسألوا الشراع ودمنعوا الا ناجر۔ نیم خواندہ ناخداؤں سے فصیح زبان کی توقع ہو بھی نہیں سکتی اس لیے اس کو ملاحوں کی بولی سمجھنا چاہیے۔

شبط: جہاز کی تباہی کے دوران یا اس کے بعد کسی شخص کا اس کے تختہ کو جان بچانے کے لیے پکڑ لینا۔

شبط باب تفعّل کے معنی کسی چیز سے چمٹ جانے کے ہیں لیکن بحریوں کی بولی میں مجرد و مزید فیہ دونوں طرح مستعمل ہے[۱]

شبک: کشتی کو لنگر کا کانٹا ڈال کر روکنا۔

شبک کے (باب سمع) معنی پیچیدہ ہونا اور اس کے باب تفعیل و مفاعلہ سے الجھانا یا ایک دوسرے کو ملانا ہیں۔ ملاح مجرد کو اسی معنی میں استعمال کرتے ہیں[۲]

الشبال بالکسر، مصدر: کشتی یا جہاز کا پانی کے بہاؤ کے رخ چلنا۔

عربی لفظ شبل سے اس کا کوئی تعلق نہیں معلوم ہوتا کیونکہ اس کے معنی میں ناز و نعمت میں بڑا ہونا۔ ممکن ہے اس کے مقابل لفظ زفاق کی طرح یہ بھی ارامی ہو۔ سوائے مقدسی[۳] کہیں اور دیکھنے میں نہیں آیا مگر بالواسطہ حوالہ ملتا ہے[۴]

شجّ: کشتی کا سمندر میں جاری ہونا۔

یہ لفظ قریباً ہر قاموس میں ملتا ہے[۵] لیکن جغرافیہ نویسوں کے پاس شاذ و نادر ہی آتا ہے۔ غالباً دور جاہلیہ اور اموی دور میں بکثرت استعمال ہوتا تھا۔ بعد میں قریباً متروک سا ہو گیا۔

شجّ (مضاعف باب ضرب ونصر) کے وضعی معنی چیرنا۔ زخمی کرنا یا پار کرنا ہیں

---

[۱] دوزی۔ تتمہ۔ [۲] دوزی: تتمہ

[۳] احسن۔ ص ص۔ ... ۔ ۱۲۴ [۴] سامرا لسبیل۔

[۵] اساس و تاج و مغاتیں سے ج ج۔ مخصص: ج ۱۰ ص ۲۷۔

Marfat.com

[...]ری اصطلاح اور لغوی معنی کا ربط ظاہر ہے۔

[...]رع : کشتی کا بادبان باندھنا۔

مجرد کے سوا باب افعال و تفعیل سے بھی انہیں معنی میں آتا ہے۔ مجرد کا استعمال [...]لاحوں کی بولی اور افعال و تفعیل فصیح ہے[1] اسم فاعل بطور خبر و کانت سفن البحر [...]نازعۃ بھی صحیح ہے[2]

[...]شطط : جہاز کا سمندر کے کنارے ریت میں پھنس جانا۔

[...]شط مضاعف باب ضرب و نصر مصدر و اسم دونوں کے معنی کنارہ کے معروف [...]ں ہیں[3] لیکن ملاحوں کی بولی میں شطط کے معنی وہی ہیں جو اوپر درج ہوئے۔ غالباً [...] استعمال آخری عباسی دور میں شروع ہوا۔ اس لیے قدیم معجموں میں یہ معنی نہیں [...]ملتے۔ نسبتاً بہت بعد میں تالیف شدہ قاموس میں ملتے ہیں[4]

[...]مر کے باب تفعیل سے تشمیر : کشتی کو پانی میں چھوڑنا

یہ فعل مندرجہ معنوں میں اس کثرت سے استعمال ہوا ہے کہ بعض لغویوں نے [...]س کو کشتی ہی سے خاص کیا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ تیر کو نشانہ پر یا باز کو شکار پر [...]چھوڑنا اسی سے ماخوذ ہے۔

کبھی کبھار شین معجمہ سین مہملہ سے بدلا بھی گیا ہے۔ لیکن دونوں کے معنی میں [...]صلا کوئی فرق نہیں ہے[5]

[...]صعد : کشتی کا پانی کے بہاؤ کے خلاف چلنا۔

مقدسی نے[6] یہی معنی لکھے ہیں۔ صعود کے معنی چڑھنا بھی ہیں۔ بہاؤ کے خلاف

---

[1] دیوان عنترہ۔ ص ۳۹۔ لسان و تاج [2] یاقوت۔ بلدان۔ ج ۳۔ ص ۵۲۲۔ مقالہ۔ طرابلس۔
[3] لسان وغیرہ [4] محیط مادہ ش م ر۔ الفائق ج ۱ اساس اص ۶۱۳۔ لسان وغیرہ مادہ ش م ر
[6] احسن۔ ص ۳۰ جاری۔

Marfat.com

کشتی کا چلنا اس کے چڑھنے سے زیادہ مشابہ ہے۔ اسی لیے مقدسی نے وضاحت کر دی ہے کہ یہ زفاف کا مترادف ہے۔ دوسری قاموسوں میں صرف کشتی کے چلنے یا جاری ہونے کے معنی دیئے ہیں[1] لیکن مقدسی کے بیان اور لغویوں کے بیان میں وہی فرق ہے جو سماعت و مشاہدہ میں ہوتا ہے۔

ضم: کشتی کو کنارہ پر کھینچ کر لانا: کشتی کو جہاز کے قریب لانا۔

ضم مضاعف کے معنی ایک شئی کو دوسری شئی سے ملانے کے عربی، فارسی اور اردو میں مشترک ہیں۔ ملاحوں کی بولی میں وہ معنی ہیں جو اوپر درج ہوئے۔ ابن جبیر کے الفاظ ہیں[2] والبحریون قد ضموا العشاری لاخراج اهلهم من رجالهم۔ جہاز سے قریب لانے کے معنی قاموسوں میں مع شواہد ملتے ہیں[3]

طفی: ملاحوں کی زبان میں مرجانا[4]

طفی کے اصلی معنی پانی پر کسی شئے، بے جان و بے ارادہ شئے کا تیرنا۔ مرجانے کے بعد کسی شخص کی لاش عموماً پھول کر پانی کی سطح پر تیرتی رہتی ہے اس لیے مجازاً کسی نہ کسی وجہ سے پانی میں مرجانے کے لیے ملاح موت کو "طفی" سے تعبیر کرتے ہیں۔ عربی میں اس طرح کے استعمال کی بہترین و غالباً قدیم ترین بحث کے لیے ملاحظہ ہو البیان والتبین ج ۲ ص ۱۷۵۔

عامت السفینۃ: کشتی کا پانی میں رواں ہونا۔

تیرنے کے لیے عربی میں کئی لفظ ہیں جیسے مثلاً سبح، داخ، غاص وغیرہ وغیرہ لیکن عوم صرف کشتیوں ہی سے خاص ہے[5] تیرنے کی نوعیت وغیرہ میں جو فرق ہے وہ مندرجہ صدر چند الفاظ کے فرق سے ظاہر ہوگا۔ تفصیل چاہئے تو ا

---

[1] تاج ولبستان۔ [2] رحلہ ابن جبیر ص ۳۲۱۔ [3] دوزی۔ نسخہ
[4] عجائب الہند ص ۱۴۸، ۱۷۲ [5] لسان وتاج وغیرہ۔

Marfat.com

کوئی سی مبسوط معجم سے رجوع فرمائیں۔

نس ۔ نعل، مضاعف باب نصر: پانی کی گہرائی معلوم کرنے کے لیے ملاح کا رسی کے ایک کنارہ پر کوئی وزنی چیز باندھ کر پانی میں ڈبانا[۵]

لغوی معنی جاسوسی کرنا، چوروں سے باخبر رہنا، حفاظت کے لیے پہرہ دینا ہے۔ ملاحوں کی اصطلاح سے ان معنوں کا تعلق ظاہر ہے کہ وہ ایک ایسی شئ معلوم کرنا چاہتا ہے جو ظناً موجود ہے مگر اس کی نظروں سے پوشیدہ ہے یہ لفظ سوائے ایک معجم کے دوسری جگہ نہیں پایا گیا۔

العطب بالفتح: جہاز کا طوفان سے تباہ ہو جانا۔

عطب، باب سمع، کے معنی جانور کا تھک جانا یا ہلاک ہونا بھی ہیں[۱] مرجانے کے لیے عربی میں وضعی و مجازی متعدد الفاظ ہیں۔ لیکن جہاز کی تباہی کے لیے بالعموم عطب ہی بولا جاتا ہے کیونکہ اکثر صورتوں میں جہاز یکایک نہیں ڈوب جاتا بلکہ طوفان سے کشمکش کے بعد غرق ہوتا ہے۔ مراکشی کا بیان ہے[۳] ابن اغلب صقلیہ کے صدر مقام پہنچ گیا کیونکہ اس نے رأی شدۃ البحر وعطبت له المراکب وعطبت له اخری۔ دیکھا کہ سمندر میں طوفان ہے اور اس کے جہاز غرقاب ہو گئے۔

"قاموس میں مندرجہ صدر تخصیص نہیں ہے۔ کیونکہ جیسا کہ پہلے توجہ دلائی گئی لغویوں نے سمندر کا سفر کیا اور نہ بحری اصطلاحوں سے کوئی دلچسپی لی ان کی توجہ کا مرکز اکثر و بیشتر عربستان اور اس کے صحرا و نخلستان رہے۔

عقل۔ جہاز کو کسی نہ کسی وجہ سے بندرگاہ سے دور ٹھیرانا۔

---

[۵] دوزی۔ [۱] معاجم متداولہ

[۳] البیان المغرب ص ص - ۹ - ۲۵۴

Marfat.com

عقل کے معنی گھوڑے کے گھٹنے پر رگی باندھنا ہیں گرگی باندھنے کی غرض گھوڑے کو تیز رفتاری سے روکنا ہے۔ جہاز کو ساحل سے دور روکنے کے معنی اسی سے مشتق ہیں۔ ابن جبیر کے سفرنامہ[1] میں ہے قد التفق کراء نا فی المرکب المتوجه الی بر الاندلس..... وصل امر من ملک صقلیه بعقالة المراکب بجمیع السواحل بجزیرته لسبب الاسطول الذی یعمره و ایعده۔ فلیس لمرکب سبیل للسفر الی ان یسافر الاسطول المذکور۔ ہم نے اندلس جانے والے جہازوں کا کرایہ ادا کیا (اور ہم روانہ ہونیوالے تھے کہ صقلیہ کے والی کا حکم پہنچا کہ جزیرہ (صقلیہ) کے ساحل پر جتنے جہاز ہیں وہ سب سمندر ہی میں ٹھیرے رہیں کیونکہ وہاں اس کا بیڑہ تیار ہو رہا تھا اور وہ نہیں چاہتا تھا کہ اس کی اطلاع دوسروں کو ہو اس لیے یہ ممکن نہیں تھا کہ اس کا بیڑہ بننے اور روانہ ہونے سے پہلے کوئی اور جہاز سفر کرسکے۔

علق : لنگرانداز ہونا۔

علق اور اس سے مشتق جملہ لفظوں میں باندھنا۔ جوڑنا۔ لٹکانا کا شائبہ رہتا ہے۔ یہاں علق لنگر لٹکانا یا جہاز سے لٹکے ہوئے کے معنی میں نہیں ہے کیونکہ یہ تو عام معنی ہے۔ بحری اصطلاح لنگراندازی اظہارِ قطعیت کیلئے ہے جیسے کہتے ہیں جف القلم قلم سوکھ گیا۔ اب مزید کچھ نہیں لکھا جا سکتا۔ ویسے ہی علقت الشوکة میں کانٹا اس طرح پھنس گیا کہ نکل نہیں سکتا۔ ابن شہریار[2] نے اسی معنی میں استعمال کیا ہے۔

قاموس نگار مندرجہ بحری معنی سے واقف نہ ہوسکے کیونکہ قدیم عربی میں یہ لفظ ان معنی میں نہیں آیا۔

---

[1] رحلة ابن جبیر ص ۳۳۶ [2] عجائب الهند۔ ص ۹۰، ۹۱

Marfat.com

العوم : کشتی کی رفتار

لسان میں اس کے معنی کشتی کے لکھے ہیں جو صحیح نہیں معلوم ہوتے بلگرامی کی تحقیق ہی صحیح ہے کہ العوم سیر السفینۃ، سفینۃ عائمۃ، سفن عوم۔ مندرجہ معنی کی توثیق دوسرے مصادر سے بھی ہوتی ہے[1]

فتح (المرکب) : جہاز کا طوفان سے پارہ پارہ ہو جانا۔

فتح کے معنی کھولنا (متعدی) اردو فارسی میں بھی رائج ہیں۔ مندرجہ معنی اصل میں فتح البحر المرکب سے ماخوذ ہیں۔ یعنی سمندر نے جہاز کو کھول دیا[2]

طوفان سے جہاز کے تختے عموماً ٹوٹتے نہیں بلکہ مختلف تختوں کی باہمی چولیں ڈھیلی ہو جاتی ہیں اور طوفان کے تھپیڑے تختوں کو الگ الگ کر دیتے ہیں۔ اس طرح جہاز کے تختے مجتمع نہیں رہتے بلکہ بکھر جاتے ہیں اس لیے فتح بطور لازم ورنہ انفتح بولتے ہیں[3]

اصطلاح اور بنیادی معنوں میں مشارکت موجود ہے۔

تقاذف : جہاز کا سمندر میں روانہ ہونا۔

عربی میں تقاذفت السفینۃ عام محاورہ ہے۔ قال زہیر۔

متی تاتیہ تاتی لجتہ بحی تقاذف فی غواربہ السفین[4]

اردو میں اس کو شاید یوں کہیں گے کہ چپو چلنے لگے۔ مطلب یہ کہ کشتی چلنے لگی[5] باب مفاعلہ لانے کی وجہ شاید ہوا اور چپو چلانے والوں میں فعل کی مشارکت ہے۔ معجموں کے سوا دوسری جگہ یہ لفظ نظر نہیں آیا۔

---

[1] لسان و تاج۔ الموشح ص ۲۲۴۔ فرائد ص ۳۲۱۔ محیط۔ اقرب الموارد۔ و بستان مادہ ع و م نیز عام م۔ عَم کے تحت عمامۃ سے عامۃ کا مقابلہ کیجئے۔ [2] دوزی۔ تتمہ

[3] عجائب الہند۔ ص ۲۴۔ [4] دیوان زہیر ص ۷۲ [5] مخصص ج ۱۰ ص ۲۷

قصف: کشتی کا ٹوٹ جانا۔

قصف باب سمع کے معنی کسی چیز کا دو برابر حصوں میں ٹوٹ جانا ہیں۔ مندرجہ جہازی اصطلاح اسی سے ماخوذ ہے۔ قاموسوں کے سوا دوسری جگہ لفظ بطور جہازی اصطلاح نہیں ملا[۱]

القَطِیْع بفتحتین: جہاز کے رسوں کا مضبوط بٹا ہوا ہونا۔

یہ معنی صرف بلگرامی نے ثبت کیے ہیں[۲] قسطاج اور قطیع دونوں کی اصل کا ایک ہی ہونا ظاہر ہے۔ کتّان سے تو ماخوذ نہیں ہے؟

قطر: جہاز کو خشکی یعنی ساحلی علاقہ سے سمندر میں کھینچنا یا پہنچانا قطر باب نصر کے ایک معنی کسی مقام کے اندرونی علاقہ میں جانا بھی ہیں۔ اس سے جہازی اصطلاح کا تعلق ظاہر ہے کہ ریتیلے علاقہ یا ساحلی علاقہ سے جہاز کو گہرے پانی میں داخل کرنا گویا اندرونی علاقہ میں جانا ہوا[۳]

اٹھارویں صدی عیسوی سے اس لفظ میں کارخانہ میں تیار ہونے کے بعد کشتی کو پہلی مرتبہ تیرانا کے معنی بھی داخل ہو گئے ہیں۔

قلف: باب ضرب: جہاز کے تختوں کی درزیں بند کرنا۔

درزیں صرف ڈانبر یا ڈانبر میں گھاس کا چورا لکڑی یا سینگ کا برادہ ملا کر بند کی جاتی ہیں۔ درزیں بند کرنے کے لیے قلف بصیغہ مجرد لیکن اکثر باب تفعیل سے تقلیف آتا ہے[۴]

قلفط، رباعی: درزیں بند کرنا۔

بستانی نے[۵] لکھا ہے کہ یہ جلفط کی تحریف ہے۔ ظفرالدین[۶] اس کو تحریف

---

[۱] مقائیس وتاج۔ [۲] تاج [۳] دوزی تتمہ [۴] جمھرۃ۔ ج ۳ ص ۱۵۴۔ مخصص ج ۱۰ ص ۲۵۔ لسان وتاج۔ [۵] محیط۔ [۶] سوار السبیل۔ [۶] فیلات۔ بر محل

Marfat.com

نہیں بلکہ معرب لکھتے ہیں۔ ان کے خیال سے یہ اصلاً یونانی ہے۔ ترکی میں یہ
قلفات بہ نائے معجمہ تھا اور وہیں سے عربی میں آیا۔

میرا ظن یہ ہے کہ قلفطا اصلاً ہندی لفظ کالا پوت ہے۔ کالا + پوتھ: کالا
بمعنی سیاہ مراد ڈانبر یا ایسی کوئی رقیق چپکٹ چیز اور پوتھنا بمعنی بھرنا۔ لگانا۔
کالا پٹی کرنا۔ اب بھی ہندی میں رائج ہے[1] معرب کرنے کے لیے کاف عربی
کو قاف سے اور بائے ہندی کو فا سے اور تائے فوقانی کو طائے عربی سے
بدلا گیا ہے۔ اس طرح کلپوت کلفوت قلفوط ہو گیا۔ کاف کو قاف سے بدلنے
کی مثال کنبار سے قنبار ہے۔

قَمَّسَ، تقمیساً: موجوں کا جہاز کو تہہ و بالا کرنا۔

قمس باب ضرب کے معنی ڈبونا یا غوطہ لگانا ہیں۔ تعدیہ کے لیے باب تفعیل
سے آیا ہے۔ لسان میں اس پر شعری شاہد بھی دیا گیا ہے۔ لیکن شاعر کا نام نہیں
دیا گیا۔ اس لیے زمانہ کا تعین دشوار ہے۔ لجاج۔

یُقَمِّسُ السفین اسی سے ہے[2]

قَمَّصَ تقمیصاً: موجوں سے جہاز کا تہہ و بالا ہونا۔

یہ لفظ زیادہ تر عربی شعر میں آیا ہے۔ قاموس میں حُطَیئۃ کا ایک شعر بطور
شاہد پیش کیا گیا ہے[3] اخطل کے یہاں جس طرح آیا ہے وہ یوں ہے[4]

وما مزبدٌ یعلو جزائر حامرٍ ؛ یشق الیها خیزرانا وغرقدا
تحُسُّ نونہ اهل عانۃ لبعدما ؛ کسا سورها الا علی غثاءً منضّدا
یُقَمِّصُ بالملاح حتی یشفّهُ ؛ الحذار وان کان المشیّح المعوّدا

---

[1] لسان۔ مادہ لجج [2] مقاییس و اساس و لسان۔ جمهرۃ۔ ج ۳ ص ۸۵ نیز دیوان
الحطیئۃ: ص ۱۹ [3] [4] د۔ ص ۹۶۔

Marfat.com

بمُطَّى دالاذى حمرات سكانما ؛ زفنا بالقنا تنير التعامُ المطّرَد

شبہ ہوتا ہے کہ سین دندانہ دار صاد سے یا اس کے برعکس صاد سین سے بدلا گیا ہے۔ ایسا ممکن تو ہے لیکن یقین نہیں کیونکہ قمص الصاد کے وضعی معنی گدھے کا خوف کے مارے بے ڈھنگ دوڑنا یا گھوڑے کا سرپٹ دوڑنا ہیں شاید دونوں مجازاً علاحدہ علاحدہ استعمال ہوتے ہیں۔

القینبر بروزن منبر: کیچڑ میں پھنسے ہوئے جہاز کو رسوں سے کھینچ کر نکالنا۔ مندرجہ صدر لفظ بطور اسم ہی مستعمل ہوا ہے اس کا فعل دیکھنے میں نہیں آیا[1] ماخذ: مادہ کی تفصیل القنبار میں مذکور ہے۔

کبث السفینۃ از باب تفعیل: کشتی کو ایک جانب جھکانا۔ یہ فصیح عربی لفظ ہے لیکن مندرجہ صدر معنی غالباً صرف تحریروں کی اصطلاح ہے کہ مادہ کے دیگر معنی بدبودار ہونا یا سڑنا مندرجہ صدر معنی کا بظاہر کوئی تعلق نہیں معلوم ہوتا۔

تاہم قدیم قاموس نگاروں نے صاف بتایا ہے کہ کبث السفینۃ: اس نے کشتی کو کنارے کی طرف جھکایا یا بڑھایا اور اس میں جو سامان تھا وہ دوسری کشتی یا جہاز میں منتقل کیا[2]

اس سے ظاہر ہے کہ یہ ملاحوں کی اصطلاح ہے۔ مگر اصل سے معنوی ربط ظاہر نہیں ہوا۔

لج۔ مضاعف۔ باب ضرب: جہاز یا کشتی کا سمندر میں داخل ہونا۔ اس مادہ کا اسم و فعل تنزیل میں بھی آیا ہے[4] معجموں میں[5] درج شدہ معنی کا شاہد نقل نہیں ہوا۔ اخطل کی ایک بیت میں اس طرح آیا ہے[6]

کانّها بالرّحا سفنٌ مُلَجِّجَةٌ ؛ اوحالیشٌ مِن جرانا ماءِ سُحُقٌ

---

[1] دوزی[2] [3] الغائق ج ۲ ص ۳۴۴ ۔ تاج و لسان۔ مادہ ک ب ث ۔ لین: مدّ القاموس۔[4] معجم المفہرس لالفاظ القرآن۔

[5] اساس و لسان و تاج۔ [6] د۔ ص۔ ۲۵۹

Marfat.com

یہ لغوی مظہر قابل لحاظ ہے کہ اس مادہ سے مشتق کئی الفاظ سمندر ہی سے متعلق ہیں لے مثلاً باب افتعال سے التج البحر: سمندر میں طوفان یا ہیجان برپا ہوا۔ باب تفعیل سے لجج فلانٌ: فلاں شخص پانی کے گہرے حصہ میں داخل ہو۔ لجّ بالضم۔ سمندر۔ لجہ۔ بالضم۔ لہر گہرائی باولی۔ دریا یا سمندر کی۔ لُجّیٌ بالضم گہرا یا طوفانی سمندر۔

ماھ وا ماہ: کشتی میں پانی کا داخل ہوجانا۔

م وھ مجرد از باب فتح و نصر اور اماہ مزید فیہ از باب افعال دونوں کے قریباً ایک ہی معنی ہیں ٢ مگر عربی ذوق بتاتا ہے کہ مجرد کے معنی ہوں گے: کشتی میں سے پانی آگیا خواہ موجوں کی وجہ سے ہو یا بارش کی وجہ سے۔

افعل بمعنی فعل کا استعمال غریب نہیں ہے۔ اور ملاحوں سے ایسے باریک فرق کی توقع بھی نہیں تاہم فرق کا واضح کرنا غیر ضروری بھی نہیں معلوم ہوا۔

مخر از باب سمع و ضرب و نصر: جہاز کا پانی چیرنا یا اس کے رواں دواں ہونے سے آواز کا پیدا ہونا۔

مخر بطور فعل متعدی کے استعمال کی غالباً قدیم ترین روایت مجاہد کا قول ہے جو محمد بن اسماعیل نے اپنی کتاب الصحیح میں نقل کیا ہے ٣:

تمخر السفن الریح ولا تمخر الریح من السفن الا الفلک العظام۔

یہاں مخر کے معنی ہوا کو چیرنا بتائے گئے ہیں لیکن دونوں صورتوں میں اس کا فاعل جہاز لیا گیا ہے نیز ہوا کو چیرنے کے سوا پانی کو چیرنے کے معنی لیتے ہیں

لہ الجامع لاحکام القرآن۔ ج ۱۲ ص ۲۸۴

٢ مخصص ج ۱۰ ص ۲۷۔ اساس و لسان و تاج۔

٣ صحیح البخاری ۳۴ کتاب البیوع باب نشان دل

Marfat.com

کوئی امر مانع نہیں ہے۔
ابن ہانی اندلسی متوفی تین سو باسٹھ ہجری کی ایک بیت میں مخر اس طرح آیا ہے[1]

وما هو الا ان یبشر بلحظه ؛ فتمخر فلک او تغذ مقانب

مزید اطلاع ماخر میں ملاحظہ ہو۔

مرد از باب نصر: کشتی کو ٹھیلنا۔ اپنی جگہ سے آگے بڑھانا۔
مندرجہ معنی مجموں میں دیئے گئے ہیں[2] دوسرے مصادر میں نظر نہیں آئے

مسک از باب ضرب و نصر: جہاز روکنا خواہ لنگر چھوڑ کر ہو یا بادبان لپیٹ کر۔
مندرجہ معنی صرف عجائب الہند میں آئے ہیں[3] ویسے لغوی معنی اور اصطلاحی معنی میں زیادہ فرق نہیں ہے[4]

نجل: جہاز کا سامان اتارنا۔ کشتی یا جہاز کو خالی کرنا۔
نجل از باب ضرب کے ایک معنی ہیں پھینکنا۔ ابن شہریار کے یہاں یہ لفظ بطور اصطلاح فلما وصلوا الی ...... نجلوا المراکب کئی جگہ آیا ہے[5]
سامان اتارنے اور پھینکنے کا معنوی ربط مال گاڑی سے سامان اترتا ہو دیکھنے والا آسانی معلوم کر سکتا ہے۔

ندرخ: جہاز یا کشتی کا ساحل سے ٹکرا جانا۔
ندرخ از باب فتح سے اور اسی کے مزید فیہ افعال سے بھی انہیں معنی میں ہے جو درج ہوئے لغوی اور اصطلاحی معنی میں کوئی فرق نہیں ہے۔ اگرچہ

---

[1] د۔ ص ۵۴ [2] مخصص ج ۱۰ ص ۲۹ ولسان

[3] عجائب الہند ص ص ۷، ۵، و ۱۹۰ [4] معاجم متداولہ

[5] عجائب۔ ص ص ۲۷، ۹۲، ۱۳۱ ۔۔۔ نیز دوزی۔ تتمہ۔

Marfat.com

توقع اصطلاحی معنی تیسری صدی ہجری کے بعد متعین ہوئے[1]

نش : کشتی کو خشکی سے پانی میں یا پانی سے خشکی پر کھینچنا۔

نشّ مضاعف از باب نصر کے معنی ہیں جانور کو آہستہ ہانکنا۔ اور از باب ضرب کے معنی ہیں جوہڑ کا خشک ہونے لگنا۔ دونوں لغوی معنی اصطلاحی معنی سے براہِ راست تعلق رکھتے ہیں۔ ابن شہریار کے[2] سوا دوسرے ماخذوں میں بھی یہ اصطلاح ملتی ہے[3]

نشب : کشتی یا جہاز کا برف یا کیچڑ میں پھنس جانا۔

نشب از باب سمع کے معنی چمٹ جانا ہیں[4] لیکن اس کی کیفیت مختلف ہوتی ہے مثلاً پیڑے سے ٹکوڑہ لپٹ جائے یا دانتوں کے خلال میں غذا کا ٹکڑا اٹک جائے تو نشب نہیں کہیں گے البتہ دریا جم جائے اور اس میں کشتی پھنس جائے تو نشب ہی کہیں گے. چنانچہ یاقوت نے بھی ایسا ہی لکھا ہے کہ تنظلّ السفن فی مدۃ جماد جیحون ناشبۃ فیہ[5] بہر طور لغوی معنی اور ان اصطلاحی معنی میں زیادہ دوری نہیں ہے۔

لطّ : طوفان میں کشتی کا اوپر نیچے ہونا۔ عمودی حرکت۔

لطّ مضاعف از باب نصر کے ایک معنی کھینچنا ہیں۔ مذکورہ معنی اسی معنی کی وسعت ہے یہ اصطلاح ابن شہریار[6] کے سوا دوسرے ماخذوں میں بھی ملتی ہے[7]

---

[1] تاج، بستان، تسہیل العربیہ و دوزی تتمہ۔ [2] عجائب الہند ص ۷۷

[3] دوزی تتمہ۔ [4] لسان و تاج و بستان

[5] یاقوت، بلدان، جیحون ج ۲ ص ۱۷۲۔

[6] عجائب الہند ص ۲۱ ۔ [7] دوزی۔

یہ خیال رہے کہ طوفانی ہوا عموماً تین طرح سمجھی گئی ہے ایک ہوا ایسی ہوتی ہے کہ اس سے کشتیاں عمودی حرکت کرتی ہیں۔ ایسی ہواؤں سے کشتی کا بچ جانا نہایت دشوار بلکہ خرقِ عادت سمجھا جاتا ہے ایسے موقع پر ملاح کشتی کا جملہ سامان خالی کردیتے ہیں حتیٰ کہ غذائی سامان بھی اس صورت میں کشتی عموماً بچ جاتی ہے دوسری ہوا سے کشتی افقی حرکت میں آجاتی ہے۔ یہ بہت کم خطرناک ہوتی ہے۔ تیسری ہوا اُلٹ پلٹ چلتی ہے۔ ایک ہی سمت یا ایک ہی رفتار سے نہیں چلتی ایسی ہوائیں بھی خطرہ سے خالی نہیں ہوتیں لیکن عموماً بچ جاتی ہیں۔

یہ بیان کسی ایک ہی کتاب سے ماخوذ نہیں ہے مختلف کتابوں میں سمندر کی ہولناکی کا ذکر مختلف پیرایوں میں بیان ہوا ہے اس کو ان سب کا لب لباب سمجھیے۔

وسن: جہاز پر مال و سامان لادنا[1]

وقر: جہاز یا کشتی پر مال چڑھانا یا لادنا۔

وقر کے ایک معنی بوجھل ہونا بھی ہیں۔ تنزیل میں یہ لفظ قریباً اسی معنی میں آیا ہے[2] ملاحوں کی زبان پر کشتی میں سامان لادنے کے لیے عموماً ادقر رہا[3] یا لدے ہوئے جہازوں کے لیے مراکب موقرہ رائج رہا ہے[4] صرف "موقر" بحذف موصوف کہیں نظر نہیں آیا حالانکہ مجرد موسوق بمعنی جہاز آیا ہے۔

---

[1] نزہتہ المشتاق ص ۲، ۱۷۱ اور اسی کتاب کے فرہنگ ص ۳۸۶
ابن جبیر ص ۳۲۷
[2] سورۃ الذارت آیۃ ۲
[3] اغانی ج ۱۰ ص ۱۳۸
[4] نجوم۔ ج ۲ ص ۲۹۷

Marfat.com

متعلقاتِ جہازرانی

زیب :۔ ہوائے جنوب و ایں لفظ عموماً جہازرانِ بحر احمر استعمال آزنا[1]
ظفرالدین نے اپنا ماخذ نہیں لکھا، راقم الحروف کو یہ لفظ عربی یا فارسی
کی متداولہ قاموسوں میں بھی نہیں مل سکا۔

اسکلہ: بالکسر و بفتح لام اساکل جمع :۔ بندرگاہ خصوصاً بحیرۂ روم کی کوئی سی
بندرگاہ۔

اطالوی لفظ کی تعریب عربی میں غالباً تیرھویں صدی ہجری سے پہلے مستعمل
نہیں ہوا[2]۔

بحر :۔ بالفتح وسکون حا بمعنی جمع بحار بالکسر و الجر بالفتح وسکون با بمعنی
بمعنی تصغیر بحیرہ فعل ابحر باب افعال۔

قرآن میں بحر بصیغہ واحد تینتیس، بصیغہ تثنیہ پانچ اور بصیغہ جمع تین
مرتبہ آیا ہے[3]۔ حدیث النبی صلعم میں بھی یہ لفظ اچھی خاصی تعداد میں آیا ہے[4]۔
بحری یائے نسبت کے ساتھ جمع سالم البحری[5] عربیہ عامیہ فصیحہا الملاح

---

[1] سوار السبیل۔ [2] سوار السبیل۔ [3] معجم المفہرس لالفاظ القرآن۔
[4] معجم المفہرس لالفاظ الحدیث۔ [5] الدلیل الی المرادف العامی والدخیل ص ۳۸۔

Marfat.com

لیکن مقریزی اور تغری بردی کے یہاں بحری کی جمع بحّارہ بروزن نقارہ [1] اور ابن بطوطہ کے پاس ہر جگہ بحریّہ بروزن دہریّہ آئی ہے اس نے ۔ الف :۔ سمندری سفر کرنے والا ۔ ب :۔ کشتی ساز ۔ ج :۔ عملۂ جہاز تینوں معنوں میں استعمال کیا ہے [2] عادتاً سمندری سفر کرنے والا، خواہ تاجر ہو یا ملاح یا کوئی اور [3] نیز سمندر میں لڑنے والا یا سمندر پر کام کرنے والا [4] بحّار بصیغہ مبالغہ بکثرت سمندر میں سفر کرنیوالا ملاح [5] بحّارۃ :۔ جہاز رانی یا جہاز سازی عملہ [6] نیز سمندر میں جہاز اور کشتیوں پر کام کرنے والے مزدور خواہ بار برداری کرنے والے ہوں یا ان کی ترمیم کرنے والے ایسے عملہ کا غالباً مشاق ہونا ضروری تھا خواہ وہ سمندر میں سفر کریں یا نہ کریں [7]

بحر :۔ بالفتح و بکسر حا حطی ۔ سمندر کی بیماری جیسے دوران سر ۔ یہ عامی لفظ ہے اصطلاحی لفظ کے لئے دیکھئے م ی د ۔

بحریۃ اسم جمع بیڑہ [8] ابحر القوم لوگ سمندری سفر پر روانہ ہوئے [9]

برج :۔ اس کے عام معنی وہی ہیں جو اردو میں رائج ہیں لیکن بحری اصطلاح میں اس

[1] المواعظ و الاعتبار بذکر الخطط و الآثار ج ۲ ص ۳۶۰ + النجوم ۔ ج ۶ ص ۳۶۹ ۔

[2] تحفۃ ج ۴ ص ۶۵، ۸۶، ۱۰۷، ۲۶۴، ۳۰۵ اور آگے ۔

[3] احمد بن ماجد ج ۱ ۔ ورق ۱۴ ظفر الوالہ بمظفر و آلہ ص ۲۸۸ ۔

[4] الفتح القسی ص ۲۲۷، ۳۱۲

[5] البستان اور دوسرے عصری معاجم مادہ ب ح ر ۔

[6] المواعظ و الاعتبار بذکر الخطط و الآثار ج ۲ ص ۳۶۰ ۔

[7] النجوم الزاہرۃ فی اخبار مصر و القاہرہ ج ۶ ص ۳۶۹ ۔

[8] خالگان مادہ ب ح ر [9] الفتح القسی ص ۸۱ ۔

[10] لسان و تاج وغیرہ مادہ ب ن ر

سے مراد وہ برج ہیں جو ساحل بحر پر دشمن کے سمندری حملوں سے باخبر رہنے کے لئے بنائے جائیں۔ ایسے بُرج بحیرۂ روم کے اسلامی ساحلوں پر بکثرت تھے مثلاً ادریسی نے اندلس کے ساحلی مقام بجانس کے سلسلہ میں لکھا ہے کہ وہاں [1] برج مبنی بالحجارۃ مصنوع لوقید النار فیہ عند ظہور العدو فی البحر ستۃ امیال۔ سمندر میں ساحل سے چھ میل کے فاصلہ پر ایک برج بنا ہوا ہے۔ دشمن کے ظاہر ہونے پر اس میں آگ روشن کی جاتی ہے تاکہ قریب کی چھاؤنیوں کو خطرہ سے مطلع کیا جا سکے بعض وقت عام برجوں کو ان برجوں سے جن سے جہاز روک زنجیر باندھی جاتی تھی نمایاں کرنے کے لئے برج السلسلہ یا کسی مقام سے مضاف کر کے بیان کرتے ہیں۔

برج السلسلہ: جہاز کو کھاڑی کے اندر داخل ہونے یا باہر نکلنے سے روکنے کے لئے گودی سے بہت دُور سمندر میں ایک بہت ہی موٹی زنجیر چھوڑی جاتی ہے۔ زنجیر کا ایک سرا ایک برج سے مستقلاً مضبوط بندھا ہوا ہوتا تھا اور دوسرا سرا مقابل کے برج سے تاکہ حسب ضرورت زنجیر ڈھیلی کی جا سکے یا کسی جا سکے۔ برج السلسلہ اسی کو کہتے ہیں۔

جہازوں کو روکنے کی یہ تدبیر غالباً مسلمانوں نے بازنطینیوں سے سیکھی تھی اس لئے کہ جہاز روک زنجیر سب سے پہلے بازنطینیوں ہی نے بنائی تھی [2] قرن الذھب کی گزرگاہ پر اس طرح کی زنجیر کا ذکر مسلمان مؤرخوں کے یہاں ملتا ہے [3]

اسی طرح ایک برج دریائے نیل کے وسط میں بنایا گیا تھا اس کے دونوں جانب دو زنجیریں تھیں ایک دمیاط تک دوسری جزیرہ تک۔ یہ گویا دیار مصر کی کنجی تھی کہ جب تک زنجیر ڈھیلی نہ کی جاتی کسی جہاز کے لئے دریائے نیل کے اس حصہ کو عبور کرنا ممکن

---

[1] نزہتہ ص ۱۹۸ [2] حتی ص ۲۰۳۔

[3] اصطخری ص ۶۹ ۔ نزہتہ ص ۱۹۸۔

Marfat.com

نہیں سنبھالا۔[1]

اس قسم کی جہاز روک زنجیروں کا ذکر مشرقی بحیرۂ روم کی بندرگاہوں جیسے مثلاً صور، عکہ، لاذقیہ کے سلسلہ میں بار بار آتا ہے۔ مقدسی نے لکھا ہے[2] صور میں ہر رات جہاز آتے ہیں۔ جہاز گودی میں داخل ہو جانے کے بعد ایک دوسرے کے مقابل دو برجوں سے باندھ کر ایک زنجیر کھینچ دی جاتی ہے کہ یونانی سمندری قزاقی نہ کرنے پائیں۔

ابن جبیر نے بھی اپنی عینی شہادت قلمبند کی ہے[3] کہ صور کے بحری رستہ کے رخ پر دونوں جانب دو برج بنے ہوتے ہیں ان دونوں کے درمیان ایک نہایت وزنی اور بڑی زنجیر باندھ دیتے ہیں کہ پھر کوئی جہاز اس کے نیچے گزر نے تک آ جا نہیں سکتا۔

جس وقت ابن بطوطہ یہاں آیا ہے اس وقت صور کا یہ زنجیرہ باقی نہیں رہا تھا اس لئے اس زمانہ میں اس پر فرنگیوں کا قبضہ سنہ پانسو اٹھارہ ہجری سے سنہ چھ سو نو ہجری تک رہا لیکن ابن بطوطہ کے لئے یہ زنجیر غالباً ایک نئی بات تھی اس لئے لوگوں سے پوچھ پوچھ کر لکھا ہے کہ[4] لنگر گاہ کے دو جانب کسی زمانہ میں دو برج تھے اور ان سے ایک بڑی زنجیر بندھی ہوئی تھی کہ جب تک اس کو ڈھیلی نہ کیا جائے کوئی جہاز اندر آ جا نہیں سکتا تھا اور یہ کہ ہر برج پر محافظ و امناء رہتے تھے۔ کوئی جہاز ان کے علم و اجازت کے بغیر گزر نہیں سکتا تھا۔

عکہ کی جہاز روک زنجیر کے متعلق بھی ایسی ہی اطلاع مقدسی نے دی ہے[5] اور ناصر

---

[1] المواعظ۔ ج ص ۴۷ ۳۴۸ و ۳۴۸ — آثار البلاد ص ۱۲۹۔ النجوم الزاہرہ۔ ج ۶ ص ۱۷۰، ۲۲۲ و ج۔ ص ۲/۶۳۴، ۲۱۶۔ [2] احسن۔ ص ۱۶۳ نیز مروج۔ ج ۲ ص ۳۱۷۔

[3] تذکرہ۔ ص ۳۰۵ و مابعد۔ [4] تحفہ۔ ج ۱ ص ۱۳۱ و مابعد۔

[5] احسن ص ۱۶۲۔

خسرو نے اپنا یہ مشاہدہ قلم بند کیا ہے[1] زنجیرہا از ایں دیوار بدان دیوار کشیدہ اند کہ چو خواہند کہ کشتی در میناء آید زنجیرہا سست کنند تا بزیر آب فرو روند و کشتی برسر آں زنجیر از آب بگذرد و باز زنجیرہا بکشند تا کہ کسے بیگانہ قصد ایں کشتیہا نتواند کرد۔

ابن جبیر کے زمانہ میں اس پر فرنگیوں کا قبضہ تھا اس لیے اس نے اس زنجیر کا ذکر نہیں کیا ہے[2]

لاذقیہ کے سلسلہ میں من جملہ اور مؤلفوں کے[3] ابن بطوطہ نے بھی لکھا ہے[4] کہ وعلیہا سلسلۃ بین برجین لا یدخلہا احد ولا یخرج فیہا حتی تحط لہ السلسلۃ یعنی اس پر دو برج بنے ہوئے ہیں اور ان سے ایک زنجیر الخ۔

مہدیہ واقع افریقہ کے برج السلسلہ کا ذکر قزوینی نے کیا ہے[5]۔

اس سلسلہ میں ایک اور اطلاع یہ ثبت کرنی ہے کہ جہاز روک زنجیر کی بجائے بعض مقاموں پر لکڑی کا پل استعمال کیا جاتا تھا گو اس کی اصلی غرض یہ نہیں تھی۔ دن میں اس پر سے سواریاں اور پیدل چلنے والے گزرتے تھے۔ رات میں یہ اٹھالیا، یا ہٹا لیا جاتا تھا تاکہ جہاز اور مستولی کشتیاں گذر سکیں۔ ایسے پل عموماً دریاؤں پر بنائے جاتے تھے۔ مثلاً ابن بطوطہ نے اشموں واقع مصر کے سلسلہ میں لکھا ہے کہ[6] ولہا قنطرۃ خشب ترسوا المراکب عندہا فاذا کان العصر رفعت تلک خشب وجازت المراکب صاعدۃ ومنحدرۃ اس پر جو لکڑی کا پل ہے وہ عصر کے بعد اٹھالیا جاتا ہے اور جو جہاز اس کے قریب آکر ٹھہرے رہتے ہیں اسی وقت گزرتے ہیں۔ ایسے پل آج کل بھی دریائے نیل پر موجود ہیں۔

بطریہ:۔ بفتحتین وبکسر راء و بیائے مشدد۔ ویدبان۔

یاقوت کی عبارت ہے: سفاقس بنواحی افریقیہ کا ایک شہر ہے۔

---

[1] سفرنامہ ص ۱۲ و مابعد [2] ص ۵ [3] جغرافیہ فلسطین و شام اشاریہ لاذقیہ [4] تحفہ ۱ ص ۱۸۳۔ [5] آثار البلاد ص ۱۸۳ و آگے۔ [6] تحفہ ج ۱ ص ۱۸۳۔

فیہا رباطات علی البحر و منائر یرقی الیہا فی مایۃ وستین درجۃ فی محرس یقال لہ بطـرـیـۃ ۔[1] جس میں سمندر کے کنارے فوجی چوکیاں اور منارے ہیں ۔ ان میں سے ایک دیدبان پر چڑھنے کے لئے ایک سو ساٹھ سیڑھیاں بنی ہوئی ہیں ۔ اس دیدبان کو بطریہ کہتے ہیں جو زیتون کے جنگل کے وسط میں واقع ہے ۔

سمندری پاسبانی کے لئے اس طرح کی چوکیوں اور دیدبانوں کے لئے دیکھئے آگے محرس ۔ خشبانت ۔ دیدبان اور مرقب ۔

بنج بر وزن گنج ۔ ایک پودا ۔ نبات ۔ ہے کہ اس کو بحری اپنی کشتیوں میں استعمال کرتے ہیں[2] ابن درید نے کہا ہے کہ میں نہیں سمجھتا کہ یہ لفظ عربی الاصل ہو[3] تو بنج کو ہندی یا فارسی کے بنگ یعنی اجوائن خراسانی کا معرب سمجھنے کی طرف مائل ہونا آسان ہے چنانچہ سوار السبیل میں اس کو فارسی بنگ ، بوزہ ہی لکھا ہے[4] لیکن کشتیوں میں اس کے استعمال کی افادیت کا سمجھ میں آنا ممکن نہیں الّا یہ کہ ملاح اس کو کوٹ کر کشتیوں کی درزیں وغیرہ بند کرنے کے لئے گوند یا ایسی ہی کسی چیز سے ملا کر استعمال کریں ۔ یہ خیال اس لئے ہوتا ہے کہ بنج نیند لانے والا اور بے حس کرنے والا پودا ہونے کے باوجود حشیش بھنگ نہیں ہے حشیش دوسرا پودا ہے اس کو اطبار اور فقہار قنّب کہتے ہیں[5] ابن فارس نے بنج بالضم کے متعلق جو کچھ لکھا ہے اس سے ذہن دوسری طرف منتقل ہوتا ہے ۔ پہلے ابن فارس کا قول سنئے :۔

الباء والنون والجیم کلمۃ واحدۃ لیست عندی اصلاً وما ادری کیف ھی فی قیاس اللغۃ لکنھا قد ذکرت ۔ قالوا البنج الاصل

[1] بلدان ۳ ۔ ۹۶ اس عبارت میں شاید کہیں ایک لفظ چھوٹ گیا لیکن اس سے بطریہ کے شاہد پر بہرحال کوئی اثر نہیں پڑا ۔ [2] المخصص ج ۱۰ ص ۲۸ ۔ [3] جمہرۃ ۔ [4] سوار السبیل ۔

یقال رجع الیٰ بنجہ[1] — مجھے یہ مادہ اصلی نہیں معلوم ہوتا معلوم نہیں یہ عربی میں کس بنا پر آیا ہے۔ بہرحال اس کو ثبت کیا گیا ہے۔ اس کے معنی اصل کے ہیں کہتے ہیں وہ اپنی اصل پر گیا۔ احمد بن فارس کے اس قول کی روشنی میں بنج کو ہندی کے بیج کی ایک شکل ماننے میں کوئی تکلف تو نہیں، خصوصاً جبکہ بیج کا تلفظ بعض عوام نون غنہ سے کرتے ہوں۔ اور بیج کے معنی خود ہندی میں بھی اصل ہی کے ہوں۔ بنج اور بیج میں صوری اور معنوی دونوں حیثیتوں سے بڑی یکسانی پائی جاتی ہے۔ قدیم زمانہ سے دکھن میں چمڑا وغیرہ جوڑنے کے لئے املی کے چیچوں سے لئی بنائی جاتی ہے کہ ان میں لزوجیت ہوتی۔ بھرتی کے دونوں ساحلوں پر عربی و ایرانی ملاحوں کی آمد و رفت تو مشہور ہی ہے ان واقعات کو ایک دوسرے سے مربوط کرنے سے سوائے اس کے اور کیا نتیجہ نکلتا ہے کہ ملاح املی یا اسی طرح کے کوئی اور ہندی الاصل بیجوں کو کشتی کی درزیں بند کرنے میں استعمال کرتے تھے اور اس کو بنج کہتے تھے[2]

یہ ساری قیاس آرائی محض اٹکل بھی ہو سکتی ہے۔ بنج فی الحقیقت فارسی کے بنک بروزن خشک کی تعریب بھی ہو سکتی ہے کہ بنک تصغیر ہے فارسی کے بنہ بروزن شماکی جس کے معنی اصل ہیں۔ فارسی سے معرب کرتے ہوئے کسی فارسی الفاظ کے آخر کی ہائے ہوز کو اکثر بیشتر جیم سے تبدیل کیا جاتا ہے۔ جیسے مثلاً گوزنہ سے گوزنیج۔ رزدہ سے ارندج بنفشہ سے بنفسج وغیرہ[3]

تنبیہ:۔ آگے بنج سے مقابلہ کیجئے۔

بندر جمع بنادر — فارسی الاصل: سمندری سفر کی اصطلاح میں لنگرگاہ۔ بلگرامی کے بیان کے مطابق حسن صاغانی متوفی سنہ چھ سو پچاس ہجری نے بھی نقل کیا ہے

---

[1] بلگرامی نے اس کو بھی طرح واضح کیا ہے ملاحظہ ہو تاج۔ مادہ۔ ب۔ ن۔ ج۔

[2] مقائیس اللغہ ج ۱ ص ۳۰۶ — [3] الالفاظ الفارسیۃ المعربہ ص ۲۷۔

اس[1] سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ لفظ کم از کم پانچویں صدی ہجری میں ضرور (عربی میں) رائج تھا۔ بعد کی عربی لغتوں[2] جغرافیاؤں[3]، تاریخوں[4] اور سفرناموں[5] میں تو ظاہر ہے کہ بکثرت وارد ہوا ہے ابن بطوطہ نے لکھا ہے کہ جزائر مالدیو میں مخزن کے رکھوالی کو[6] (قائدۃ المخزن) بھی بندر بولتے تھے[7]۔

تبّان بروزن بستان: الف۔ لنگوٹی ب۔ غرقی جو عموماً و عادتاً ملاح ہی استعمال کرتے ہیں جمع تبابین[7] پہلے معنی میں یہ لفظ صحیح البخاری حدیث عائشہ رضؓ میں بھی آیا ہے[8] دوسرے معنی میں بہت قدیم ہے شعر جاہلی میں بھی ملتا ہے۔ اعشیٰ بصیر کہتا ہے[9]

کان ثیاب القوم حول عرینہ تبابین انباط لدی جنب مخصد

اور جریر کی بیت ہے[10]

یلقی صرادیہ والموج ذو حدب یلقون بزتہم الا التبابین

نثر میں بھی اس کا استعمال نہایت قدیم ہے[11] اصل میں فارسی کے تنبان کی تعریب

---

[1] تاج۔ ب در بندر کی تعریب کی تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو الالفاظ الفارسیہ المعربہ ص ۲۷۔

[2] محیط و بستان۔ ب ن در۔ [3] تقویم البلدان ص ۳۶۳۔

[4] ظفر الوالہ ص ص ۳۰۳، ۲۵۱، ۲۷۴، ۴۹۹ وغیرہ۔ النجوم ص ص ۵۸۳، ۶۱۱، ۸۴۹، وغیرہ۔ النجوم کا حوالہ جہاں کہیں بلاقید جزء دیا گیا ہے اس سے مراد پاپر کا مرتب کیا ہوا نسخہ ہے۔ ابن ماجد نے بھی بندر و بنادر بکثرت لکھا ہے مثلاً ج ۱ ص ص ۴، ۵۳، ۶۶۰، ۲۷۰ وغیرہ عجائب المخلوقات ص ۱۱۵۔ [5] تحفہ ج ۴ ص ۸۹ وغیرہ۔ [6] ایضاً ایضاً ص ۱۲۰، ۱۳۳۔ [7] لسان و تاج۔ ت ب ن۔ [8] الصحیح۔ کتاب الحج: ۲۵ باب الطیب عند الحرام الخ: ۱۸۔ [9] د۔ ص ۱۳۲۔

[10] د۔ ص ۵۸۳۔ [11] البیان والتبیین۔ ج ۲ ص ۷۔ امالی القالی۔ ص ۱۲۴ و سمط ص ۸۷۱۔ الاغانی۔ ج ۹ ص ۴۳۔

ہے[1] فارسی میں یہ لفظ تن بمعنی جسم خصوصاً شرم گاہ (عورت) اور بان سے مرکب ہے' بان لاحقہ بمعنی والا جیسے دیدبان و فیل بان و نگر بان ۔

جخوار جیم کے بعد خائے معجمہ بالفتح و بجائے ساکن، فارسی گھوارہ نشستگاہ باشد بر بالائے ستون جہاز کہ در آں ملاح نشستہ حالات آب را ملاحظہ می نماید و از اشیاء خطرناک مطلع شدہ جہاز را بر باند[2]

معرب گھوارہ: جہاز کے سب سے آگے کے ستول پنجرہ کی سی ایک نشست ہوتی ہے کہ اس میں ایک شخص بیٹھا یہ دیکھتا رہتا ہے کہ کہاں چٹان ہے ۔

ادریسی کے بیان سے معلوم ہوتا ہے اس نشست میں لکڑی کے بنے ہوئے کچھ آلات بھی ہوتے تھے ۔ ادریسی کی عبارت ہے[3] ۔ والربانیون فی ھذہ المراکب لھم آلات متخذۃ بحکمۃ ھندسۃ موضوعۃ فی اعلی الساری الذی یکون فی مقدام المراکب یجلس فیہ الربانی ویبصر ما امامہ من الروش کذا التی الماء مخفیۃ ۔ ان کشتیوں میں ناخداؤں کے پاس آلات ہوتے ہیں جو بڑی حکمت و تناسب اور انجنیری یا میکانی اصول سے ترتیب دیئے ہوتے ہیں ۔ یہ جہاز کے سب سے آگے کے مستول میں لگائے جاتے ہیں ۔ ناخدا اس میں بیٹھا دیکھتا رہتا ہے کہ سمندر کے نیچے چٹان کہاں ہے جو پانی میں چھپی ہوئی ہے ۔

ان آلات کی کیا نوعیت تھی یہ ادریسی نے ظاہر نہیں کی اور نہ یہ بتایا کہ ان آلات کا مقصد کیا تھا؟ غالباً جخوار ہی کو یہ آلات سے تعبیر کر رہا ہے اس لئے یہ ہر جہاز میں نہیں ہوتے تھے بلکہ قلزم میں چلنے والے جہازوں سے خاص تھے ۔ مقدسی[4]

---

[1] سواء السبیل اور الالفاظ الفارسیہ، ص ۴۳ ۔ اس سلسلہ میں صحیح البخاری کی شرحوں سے بھی رجوع کیا جا سکتا ہے ۔ [2] سواء السبیل ۔ [3] نزہۃ المشتاق ۔ (قسم المغرب) ڈوزینگ ص ۶۷،۵ اور آگے ۔ [4] احسن ، ص ۱۲ ۔

Marfat.com

نے جخوار کی تفصیل دی ہے لیکن اسی آب کا ذکر نہیں کیا ہے۔ اس کے الفاظ ہیں۔ و من القلزم الی الجار عُبری صعبۃٌ من اجلھا لا یسیرون الّا بالنھار۔ و الربّان علی الجخوار مُنکبٌّ یطلع فی البحر۔ فاذا ظھرت عراۃ صاح یمیناً و شمالاً و قد رتبت صبیانان یصرخان بذلک۔ و صاحب السکان بیدہ حبلان یجذ بھما یمیناً و شمالاً اذا سمع النداء۔ و ان غفلوا ان ذلک صدم العبری المرکب فاعطبتہ۔ یعنی قلزم سے جار تک کے سمندر کو پتھریلا ہونے کی وجہ سے عبور کرنا مشکل ہے۔ اس لئے یہاں جہاز صرف دن میں چلا کرتے ہیں۔ ربان جخوار میں بیٹھا سمندر کی طرف جھک جھک کر دیکھتا رہتا ہے۔ چٹان نظر آتے ہی دائیں بائیں چلاتا ہے اس غرض کے لئے لڑکے تیار رکھے جاتے ہیں۔ کہ چلا چلا کر متنبہ کرتے رہیں۔ پتوار پر جو شخص رہتا ہے اس کے ہاتھ میں دو رسّے رہتے ہیں بچوں کی آواز سنتے ہی حسب ہدایت رسّا کبھی ڈھیلا کرتا اور کبھی کھینچتا رہتا ہے۔ اگر ایسی احتیاط نہ کی جائے تو جہاز چٹان سے ٹکرا کر تباہ ہو جائے۔

مسعودی نے اُبلّہ و عبادان کی درمیانی کھاڑی کے سلسلہ میں بھی ذکر کیا ہے کہ وہاں سمندر کے کنارے کرسیوں کی طرح تین لکڑیاں جوڑ کر ایک محرس سا بنایا گیا تھا جس پر رات میں رہنمائی کے لئے آگ روشن کی جاتی تھی پھر "خشبات البصرہ" کا ذکر کیا ہے[1]۔

ایک سو سال بعد ناصر خسرو نے جخوار، خشاب کے متعلق جو اطلاع اپنے سفر نامہ میں درج کی ہے وہ بھی باختلاف خفیف ویسی ہی ہے جو اوپر درج ہوئی۔ ص ۱۳۴ جاری۔

---

[1] مروج ج اص ۲۳۰ و ۲۳۱۔ مسعودی متوفی ۳۴۵ھ کے قریباً۔

جر داب: وسط البحر۔ معرب گرداب ہے[1]

جرف:۔ بالفتح و بسکون راء مہملہ، ساحل کا وہ حصہ جو سیلاب کی وجہ سے زیر آب ہو گیا ہو[2] اس کی وجہ سے جہاز کیچڑ میں پھنس جاتا ہے۔ اس کی ایک دلچسپ مثال ابن بطوطہ[3] کے بیان میں ملتی ہے۔ کنبایہ واقع مغربی ہند ایک کھاڑی پر واقع ہے۔

وعاینتُ المراکبَ بہ مرساۃ فی الوحل حین الجزر فاذا کان المدّ عامت فی الماءِ۔ جہاں میں نے جہازوں کو دیکھا کہ جزر کے وقت کیچڑ میں پھنسے رہتے ہیں اور جب مد ہوتا ہے تو تیرنے لگتے ہیں۔

جسر۔ جیم مفتوح و بسکون سین مہملہ، اور کم تر جسر بالکسر کشتیوں کا پل جس کی غرض دریا کے ایک کنارے سے اس کے مقابل والے کنارہ پر پہنچنا ہو۔ اصلاً ارامی زبان کا لفظ ہے[4]۔

اس کے باندھنے کی صورت یہ ہوتی تھی کہ دریا کے دونوں کناروں پر بخط مستقیم پتھر۔ اینٹ یا صرف چوبی ستون زمین میں گاڑتے تھے کشتی کے ایک سرے پہ بڑے کنڈے میں زنجیر اور بعض وقت رسا اٹکا کر کشتی کو اس ستون سے باندھ دیا جاتا تھا پھر کشتیوں کو طول میں ایک دوسرے سے مربوط کر کے آخری کشتی کو محاذی کنارے کے ستون سے پہلی کشتی کی طرح کس دیا جاتا تھا[5]

حربی اغراض کے لئے اس کے استعمال کی صورت یہ بھی: دریا کے ایک کنارہ مثلاً کنارہ الف پر ایک فوج ہوتی اس کے مقابل کنارہ پر دوسری فوج اگر پہلی فوج

[1] شفاء الغلیل۔ ص ۷۷۔ خفاجی نے جر داب کے جو معنی بتائے ہیں وہ درست نہیں ہیں۔ جر داب بھنور کا مترادف ہے۔ [2] لسان و تاج اور دوسرے متداول معاجم۔ ج ر ف۔
[3] تحفہ۔ ج ۴ ص ۵۳۔ [4] سوار السبیل۔
[5] تحفہ: ج ۲ ص ۹۷۔ سفرنامہ ناصر خسرو اور آگے۔

کنارہ ب پر ہجوم کرنا چاہتی تو کنارہ الف ہی پر دریا کے طول میں دریا کے عرض کے اعتبار سے کم یا زیادہ کشتیاں ایک دوسرے سے مربوط کر دی جاتیں پھر پہلی کشتی کو جو گویا مقدمۃ الجیش ہوتی دھیرے دھیرے یا یک لخت کنارہ ب کی طرف موڑ کر فریق مقابل کے سامنے آجاتے اس طرح دونوں گروہوں کے درمیان دریا کی حائلی باقی نہیں رہتی۔

واضح رہے کہ جسر سے مراد ہمیشہ کشتیوں کا پل ہوتا ہے۔ اینٹ پتھر وغیرہ کے پل کو قنطرہ کہتے ہیں جس کا محراب دار ہونا ضروری ہے۔ البتہ بعد میں غیر محتاط لکھنے والوں نے جسر کو کبھی قنطرہ کے معنوں میں بھی استعمال کر دیا ہے [۱]

جسر دنیائے اسلام کے قریباً ہر علاقہ میں جہاں جہاں دریا ئیں تھیں باندھے گئے تھے۔ اندلس نیل۔ دجلہ۔ فرات ایشیائے کوچک کی دریاؤں کے جسر کے متعلق تحریری شہادتیں بکثرت ملتی ہیں [۲]

بعد میں غالباً تیسری صدی ہجری کے بعد بعض جگہ کشتیوں کی بجائے لکڑی کے موٹے موٹے تختوں کے جسر لگے [۳] بیرونی نے [۴] نیپال میں ساگوانی لکڑی کی بجائے بانس — جس کو ابن بطوطہ نے قنطرہ سے تعبیر کیا ہے جو دریائے نیل پر بمقام اشمون باندھا گیا تھا — کے استعمال کی صراحت کی ہے۔ کبھی روزانہ رات کے

---

[۱] جغرافیہ خلافت مشرقی۔ اشاریہ۔ نزھتہ (قسم المغرب) ۱۹۲۔

[۲] اندلس کے لئے نزھتہ۔ قسم المغرب ص ۱۹۰، ۱۹۳۔

نیل کے لئے النجوم۔ ج ۳ ص ۱۴۸۔ احسن ص ۲۰۱، ۲۰۰۔ ۲۰۱، ناصر خسرو سفر نامہ ص ۷۶۔

دجلہ کے لئے: اصطخری ص ص ۸۲، ۸۴، ۸۵، ۲۴۴ وغیرہ۔

فرات کے لئے: النجوم ص ۴۹۵۔ احسن ص ۴۱۰۔

سراجوں واقع ایشیائے کوچک کے لئے۔ تحفہ ج ۳ ص ۱۔

[۳] تحفہ۔ ج ۱ ص ۶۶۔ [۴] تحقیق ما للھند۔ ص ۹۸۔

وقت اور کبھی حملہ کے اندیشے سے حسبِ ضرورت بعض جسر کھول بھی دیئے جاتے تھے[1]۔ جسر کی جمع قلت، یعنی ایک تا تین، اجسر بضم ہمزہ جیم ساکن سین مضموم اور جمع کثیر یعنی تین تا دس۔ جسور بروزن شعور آتی ہے۔ تاج کی شہادت ہے[2]۔

جعل بالفتح وبسکون عین وجعیلہ بروزن قبیلہ وجعالہ بحرکات ثلاثہ، جمع جعائل بروزن قبائل:۔ ڈوبی ہوئی چیز کو نکالنے کا معاوضہ[3]۔ فقہ کی کتابوں میں اس کا ذکر غرق شدہ شخص یا شئے کو نکالنے کی اُجرت کے سلسلے میں آتا ہے کہ آیا یہ جائز ہے یا ناجائز[4]۔

تمازہ:۔ بالضم بالفتح وتشدید میم وبفتح زا معجمہ: ملاحوں کا لانبا کرتا۔ یہ سوت سے بُنا جاتا تھا۔ آستینیں اس کی تنگ ہوتی تھیں۔ عراعر مازنی کا مصرع ہے۔ ع: یمحصن فی جمازة وسربال۔ عبدالرحمٰن زجاجی نے[5] اس کی شرح کی ہے الجمازة جبة الملاح اور وہ بغیر آستین کا چھوٹا سا ہوتا ہے۔

ویسے جمازہ قدیم لفظ ہے، حدیث شریف میں[6] بھی آیا ہے، اس کے معنی تنگ آستینوں والا جبہ ہے۔ غالباً ملاحوں نے تیرنے میں آسانی کے خیال سے عادتاً پہننا

---

[1] تحفۃ ج ۳۔ ص ۱۔ یاقوت بلدان۔ مقالہ ہند مندرج ۴ ص ۹۹۳۔ ابن حوقل المسالک والممالک ص ۱۶۲۔ ۱۶۵ و ۱۶۶۔

[2] تاج۔ ج س۔ ر۔ [3] النہایہ ج ۱۔ ص ۱۹۴، تاج۔ ج۔ ع۔ ل۔

[4] فقہی جزئیات موضوع سے قطعی غیر متعلق ہیں۔ اجمالی حکم کے لیے ملاحظہ ہو الفائق ج ۱۔ ص ۵۵ او ۱۹۹۔ [5] امالی الزجاجی ص ۲۶ و ۲۷۔

[6] فائق ج ۱۔ ص ۲۱۱، ۲۱۲۔ لسان وغیرہ ج م۔ ز۔

Marfat.com

شروع کیا ہوگا۔ بعد میں اس کی آستینیں طول میں کھی چھوٹی اور رفتہ رفتہ بالکل نکال دی گئی ہونگی کہ تیرنے میں بالکل دشواری نہ ہونے پائے۔

حامل المرکب: قابل جہاز رانی دریا

یہ لفظ ان معنوں میں غالباً ساتویں صدی ہجری سے پہلے کتابوں میں نہیں ملتا[1] چونکہ زیادہ تر ملاحوں اور مسافروں کی زبان پر تھا اس لئے عام اور متداول قاموسوں میں نہیں پایا گیا۔

حق البندر: بندرگاہ کا محصول

ابن بطوطہ لکھتا ہے فاکنور کے حکمراں باسادیوا کے پاس تیس جنگی جہاز ہیں ان کا قائد لولا نامی ایک مسلمان ہے۔ یہ بڑا سمندر مار اور قزاق ہے یہاں کے لوگوں کی عادت ہے کہ جب کوئی جہاز ادھر سے گزرتا ہے تو اس سے کوئی نہ کوئی تحفہ ضرور وصول کرتے ہیں اسی کو وہ حق البندر کہتے ہیں۔ اگر کوئی جہاز کچھ تحفہ نہ دے تو اس کا پیچھا کر کے بندرگاہ میں گھیر کر لاتے اور جب تک چاہیں روکے رکھتے ہیں[2]

ابن بطوطہ کے علاوہ یہ ترکیب کہیں اور دیکھنے میں نہیں آئی البتہ اس طرح کے محصول کا ذکر دوسرے ناموں سے ملتا ہے۔

حمولہ: المرکب بضمتین: جہاز کا کرایہ[3]

بغیر کسی ترکیب کے مفرد حمولہ کرایہ کے معنی میں استعمال نہیں ہوتا لیکن آٹھویں صدی کے بعد علی العموم بندرگاہوں پر ترکیب اضافی کے ساتھ عام ہوگیا۔

[1] دوزی تتمہ ج ص ل۔ قوانین الدواوین ص ۱۶۔

[2] تحفہ۔ ج ۴ ص ۸۷ اور آگے۔

[3] دوزی ج ص ل۔

خشّاب یا خشبات :- خ ش ب کا اسم مبالغہ یا خشب کی جمع بفتحتین منارہ۔ ملاحوں کو خطرہ سے خبردار کرنے کا مقام۔ کرٹ گھر۔

راقم السطور کی مستعملہ کسی ناموسوں میں یہ لفظ ان معنوں میں نہیں ملا۔ لیکن چوتھی صدی کے ابتدائی زمانہ کی متعدد کتابوں میں پایا جاتا ہے[1] البتہ اس کی حیثیت مقامی ہے کہ اس قسم کے مقاموں کے لیے دوسری جگہ منار، امرقب و محرس وغیرہ استعمال ہوئے ہیں۔

اس اصطلاح کا قدیم ترین شاہد علی مسعودیؒ ہے

سب سے بڑا اور مشہور ترین خشاب ساحل عبادان سے قریب چار کوس کے فاصلہ پر سمندر میں واقع تھا۔ مقدسی کی شہادت کے مطابق بصرہ اور عمان کے قریب سمندر میں متعدد خشاب تعمیر کئے گئے تھے کیونکہ سمندر کے اس حصّہ میں بہت سی نکیلی چٹانیں تھیں نیز جزر کے وقت سمندر کے کنارے والے کچھ حصے خشک ہو جاتے تھے۔ اس حیثیت سے سمندر کا یہ حصّہ ایسا خطرناک تھا کہ: یسافر فیہ اربعون مرکبا فیرجع واحد۔ اس میں اگر چالیس جہاز جاتے ہیں تو صحیح سلامت واپس ہونے والا صرف ایک ہوتا ہے[3]

اس کا سب سے واضح وصف ناصر خسرو کے یہاں ملتا ہے جو یہاں چار سو اڑتیس میں آیا تھا۔ وہ لکھتا ہے: ہم عبادان سے کشتی میں رات کے وقت چلے دس فرسنگ دور ہوئے تھے کہ آفتاب برآمد ہوا تو دور سے ایک چیز نظر آئی جو کسی چڑیا سے مشابہ معلوم ہوتی تھی۔ جوں جوں ہم اس سے قریب ہوتے جاتے تھے بڑی دکھائی دینے لگتی تھی

---

[1] اصطخری ص ۳۲ - ابن حوقل ص ۴۷ - مفاتیح العلوم ص ۱۲۴ - تقویم البلدان ص ۳۹

[2] مروج - ج ۱ ص ۲۰۶، ۲۲۹، ۲۳۰ -

[3] احسن ص ۱۲ -

Marfat.com

جب ہم اس کے مقابل اتنی دور پہنچے کہ سیدھی جانب قریباً ایک فرسنگ کا فاصلہ رہ گیا تو مخالف سمت سے ہوا چلنے لگی، ملاحوں نے لنگر سمندر میں ڈال دیا اور بادبان لپیٹنے لگے۔ میں نے دریافت کیا یہ کیا چیز ہے؟ تو کہا خشاب۔ اس کی ہیئت یوں ہے کہ ساج کے چار بہت بڑے شہتیر کھڑے کیے گئے ہیں جیسے منجنیق ہوتی ہے یہ دراصل ایک منارہ ہے جس کا نیچے کا دَور زیادہ بنا کر اوپر دور کم کرتے گئے ہیں اس کی بلند سطح بحر سے چالیس گز ہے۔ اس کی سطح پر مٹی اور پتھر سے ایک چبوترہ بنایا گیا ہے اس پر چار ستون کھڑا کر کے چھت منڈھی گئی ہے اور اس چھت پر چار طاق بنائے گئے ہیں۔ یہ حصہ بھی مسقف اور گنبد نما ہے۔ دیدبان یہیں بیٹھے رہتے ہیں۔

بعض کہتے ہیں اس کا بنانے والا کوئی بادشاہ اور بعضوں کا خیال ہے کہ کسی تاجر نے بنوایا ہے۔

خشاب کی ایک غرض یہ ہے کہ جب سمندر میں جزر ہوتا ہے تو ساحل عبادان اور سمندر کے درمیان کا قریباً دو فرسنگ کا حصہ خشک ہو جاتا تھا۔ اگر کوئی بڑی کشتی ادھر آتی تو کیچڑ اور ریت میں پھنس جاتی جس سے چھٹکارے کی کوئی صورت نہیں تھی۔ اس لئے دیدبان رات کے وقت چراغ جلاتے تھے۔ چراغ دان پر ایسا اچھا شیشہ لگا ہوتا تھا کہ دور سے روشنی دکھائی دیتی تھی اور ہوا سے چراغ بھی بجھنے نہیں پاتا تھا۔ جب ملاح دور ہی سے روشنی دیکھتے تو احتیاط کر لیتے تھے۔

خشاب کی دوسری غرض سمتیں معلوم کرنا ہے۔ علاوہ بریں چونکہ منارہ بہت بلند ہے اس لئے دیدبان دور دور تک دیکھ سکتا ہے اگر قزاقی کشتیاں نظر آئیں تو دیدبان ڈنکا بجا کر یا دھواں اٹھا کر متنبہ کر دیتا ہے ایسے وقتوں میں تجارتی کشتیاں اپنا رستہ بدل دیتی ہیں یا لڑنے کے لئے تیار ہو جاتی ہیں۔

جب ہم اس خشاب سے گذر کر اتنی دور آ گئے کہ وہ نظروں سے اوجھل ہو

Marfat.com

گیا تو ایک، دوسرا خشاب دکھائی دیا لیکن اس پر گنبد نہیں تھا۔ پہلے خشاب کی طرح اس کو مکمل نہیں کیا جا سکا۔

عمر بن الوردی م ۷۴۹ کے بیان سے دو باتیں اور معلوم ہوتی ہیں۔

الف: ان سمندری نگاہ بان "حراس البحر" کے ساتھ چھوٹی کشتیاں بھی ہوتی تھیں کہ بوقت ضرورت بندرگاہ پر اطلاع دینے، بھاگنے یا مقابلہ کرنے کے لئے ان سے کام لیا جائے۔

ب: خشاب آٹھویں صدی ہجری تک بھی موجود تھے اور ان سے کام لیا جاتا تھا۔[۱]

و لجزیرۃ سردانیۃ مرسی عجیب علیہ خشب کبار دائرۃ به وله مدخل کانه باب لا یفتح الا باذن منه۔[۲]

بحیرۂ فارس میں موجودہ عراق کے جنوب میں عبادان اور اس کے آگے کے خشبات کے متعلق درج ذیل دو حوالے بھی نہایت دلچسپ ہیں۔[۳]

وقال بعض الظرفاء نثراً: لیس وراء عبادان إلا الخشبات فنظمہ ابو نصر سہل بن المرزبان فقال:-

یا غزالاً وجهه کالبدر یجلو الظلمات
ذقت من فیه ومن قبلته ماء الحیات
لیس من بعد عبادان الا الخشبات

درج ذیل دو بیتیں بھی اسی سے متعلق ہیں۔ افسوس ہے کہ اس کا معین حوالہ یادداشت میں درج ہونے سے رہ گیا۔

---

[۱] سفرنامہ ص ۱۴۳،۱۴۴ اور آگے۔ وجغرافیہ خلافت مشرقی ص ۴۵ و خرید دالعجائب ص ۲۸۔

[۲] تحفہ ج ۴ ص ۱۳۱ ۔

[۳] النہایہ فی التعریض والکنایہ۔ عبد الملک ثعالبی م ۴۲۹ھ ص ۱۸ مصر ۱۳۰۱۔

لا تعشقن ابن الربیع فانہ عند التجرد آیۃ الآیات
وجھہ کعبادان لیس وراءہ لحبّہ شئیٌ سوی الخشبات

خور:۔ بالفتح گرداب۔

خ ور کا مادہ آواز پر دلالت کرتا ہے یا ضعف پر۔ خوار بالضم قرآن میں دو جگہ آیا ہے[1] لیکن بھنور کے معنی میں معرب ہے۔ یاقوت کا بیان ہے کہ عربی میں خور کے معنی ساحل یا ساحلی علاقہ ہیں۔ جو عموماً خلیج کے کنارہ ہوتا ہے۔ اصل میں ہور بفتح ہائے ہوز تھا۔ عربوں نے خور کی جمع اخوار بھی بنائی ہے جیسے ثوب کی جمع اثواب۔ بعد میں جس جس ساحل کے قریب بھنور پایا گیا اس کو اس کے نزدیک ترین مقام سے منسوب کرنے لگے۔ جیسے مثلاً خور سیدنہ وغیرہ[2] کھمبایت کے متعلق ابن بطوطہ کے بیان سے بھی خور کے اس معنی کی توثیق ہوتی ہے[3]

ملاحوں اور عربی سیاحوں کو گرداب سے جتنا خوف ہو کم تھا کہ جب جہاز یا کشتی اس میں پھنس جاتی تو نکلنا قریباً ناممکن تھا۔ اس لئے جغرافیہ نویسوں اور سیاحوں نے خصوصی طور پر اس کا ذکر کیا ہے[4] ایک جغرافیہ داں لکھتا ہے: نہر ابلہ جس مقام پر دجلہ کی کھاڑی میں گرتی تھی وہاں ایک خطرناک گرداب پیدا ہوتا تھا۔ یہاں جو جہاز پھنس جاتا کئی دن پانی پر گھوم کر غرق ہو جاتا تھا۔ بنو عباس کی کسی نیک عورت نے بعض نے لکھا ہے کہ زبیدہ (م ۲۶ھ) زوجہ ہارون نے اس خطرہ کو اس طرح دور

[1] الاعراف ۔ ۱۴۸، ۲۰ طہ ۔ ۸۸ ۔

[2] بلدان خور ۔ ج ۲ ص ۴۸۸ ۔ ہرمزج ۴ ص ۹۶۸ ۔ مراصد البحار ج ۱ ص ۴ ۲۳ دورقستان ج ۱ ص ۴ ۱۴۔

[3] تحفہ ج ۴ ص ۵۳ ۔

[4] اصطخری ص ۸۱، ۹۴ ۔ عجائب الہند ص ۶۵، ۶۰

کر دیا کہ کسی جہاز کو۔۔۔ جبر کر جہاں گرداب پیدا ہوتا تھا ڈبو دیے اور غار کے بند ہو جانے سے بھنور پڑنا بند ہو گیا[1]۔

ابن بطوطہ نے سندا پور کے بھنور سے متعلق ایک عجیب بات لکھی ہے کہ جب جزر ہوتا ہے تو بھنور کا پانی میٹھا اور اچھا پینے کے قابل ہوتا ہے مگر جب مد آتا ہے تو سخت کھارا اور گرم ہو جاتا ہے[2]۔

خور کا معرب ہونا محقق لغویوں کے پاس بھی مسلمہ ہے[3] اور اصل لفظ ہور بھی جغرافیہ دانوں نے استعمال کیا ہے[4]۔

خور بالفتح جو خالص عربی لفظ ہے وہ ڈھلوان زمین کے معنی میں مستعمل ہے[5]۔

اسی لفظ کو ملاح سمندر کے کنارہ والی زمین یا خلیج جیسے مثلاً عجائب الھند میں ہے:

رفعو المرکب فی خور علی ثلاثۃ فراسخ من قافلۃ او اربعۃ و ستۃ وبین البحر[6]

دارسنہ: دار صناعہ کا بگاڑ ا طالوی سے[7]

دار الصناعہ:

صناعہ کے معنی بنانا گھڑنا معروف ہیں۔ اسلامی تاریخ میں جب دار الصناعہ بولا یا لکھا جاتا ہے تو اس سے ہمیشہ کشتیوں اور جہازوں کے بنانے کا کارخانہ مراد ہوتا ہے

---

[1] المسالک والممالک، ابن حوقل ص ۱۶۰۔

[2] تحفہ ج ۲ ص ۶۲۔ [3] جمہرۃ۔ ج ۲ ص ۲۱۶ و ج ۳ ص ۲۲۷ — المعرب ص ۱۲۸

[4] حوالہ آگے ہور کے زیر عنوان آ رہا ہے۔

[5] معاجم متداولہ۔

[6] عجائب الھند ص ۷۷۔

[7] دوزی۔

دار الصناعہ کی تاریخ بجائے خود ایک مستقل موضوع ہے یہاں صرف چند مشہور دار الصناعہ کے محض حوالوں ہی پر اکتفا کرنے کے سوا چارہ نہیں۔ ان حوالوں کا مقصد صرف اتنا ہے کہ اس موضوع سے متعلق پڑھنے یا لکھنے والوں کی کچھ نہ کچھ راہ نمائی ہو سکے۔

الف: بلاذری کی روایت ہے سنہ انچاس ہجری میں رومیوں نے سواحل کی طرف خروج کیا صناعت (جہاز سازی) صرف مصر میں تھی۔ معاویہ بن ابی سفیان نے صناعوں اور نجاروں کو جمع کرنے کا حکم دیا وہ جمع ہوئے اور انہیں سواحل پر آباد کیا گیا۔

ب: علاقہ اردن میں صناعت صرف عکّہ میں تھی پھر ہشّام نے عکّہ سے صور کی طرف منتقل کر دی۔

ج: متوکّل نے سنہ دو سو سینتالیس میں از سرِ نو عکّہ اور سواحل میں بیڑے تیار کرائے۔

لہ فتوح البلدان ص ۱۱۸۔ مسلمانوں اور بازنطینیوں کی پہلی بحری جنگ کے لئے ملاحظہ ہو یہی کتاب ص ۵۲ اور آگے۔ رحلہ ابن جبیر: ص ۳۰۵۔

د ۔ دار الصناعہ واقع رودس: مروج۔ ج ۲ ص ۴۲۳ ج ۳ ص ۶۷۔ یاقوت بلدان مقالہ رودس ج ۲ ص ۸۳۲۔

ھ ۔ دار الصناعہ تونس: یاقوت۔ بلدان۔ مقالہ تونس ج ۱ ص ۸۹۹۔ البیان المغرب ص ص ۳۸/ ۲۸۲، ۳۱۱۔

و ۔ دار الصناعہ سوسہ: یاقوت بلدان۔ مقالہ سوسہ ج ۳ ص ۱۹۲۔

ز ۔ دار الصناعہ جبل الفتح: تحفہ ج ۴ ص ص ۳۵۶ ۔ ۳۵۹۔ یہ جنوبی اسپین۔

(باقی حاشیہ اگلے صفحے پر)

Marfat.com

دردور کعصفور: موضع فی البحر بحیث مادہ وبید ور وتخاف فیہ الغرق [1]
موضع فی سواحل بحر عمان مضیق بین جبلین یسلکہ الصغار من السفن
ولا یسلکہ السفن الصینیۃ۔

قزوینی نے ایک دُر دور میں جہاز کے پھنس جانے اور پھر ہلاکت سے بچنے کا جو
واقعہ نقل کیا ہے دلچسپی سے خالی نہیں۔ وہ لکھتا ہے کہ مجھ سے ایک تاجر نے بیان کیا کہ

(باقی حاشیہ صفحہ گذشتہ) کا وہی مقام ہے جہاں مسلموں کو اسپینیوں کے مقابلہ میں پہلی فتح حاصل ہوئی تھی۔

ح۔ دار الصناعہ واقع جاجہ (وسودان) تقویم البلدان ص ۱۲۳۔

ط۔ دار الصناعہ مصر: نجوم۔ ج ۴ ص ص ۹۹ جاری ج ۵ ص ۵۵ ج ۸ ص ۱۵۶۔

ی۔ دار الصناعہ بجایہ واقع اندلس نزھۃ ص ۱۸۱۔

ک۔ ایضاً۔ جزیرۃ القصریٰ ایضاً ایضاً ص ۱۷۶، ۱۸۰۔

ل۔ " دانیۃ " " ص ۱۹۲۔

م۔ " سبتہ " " ص ۱۶۸۔

ن۔ " لقنت " " ص ۱۹۳۔

س۔ دار الصناعہ، قصر نزھۃ المشتاق قسم المغرب ص ۱۵۱۔

ع: ایضاً شلب ایضاً ایضاً ص ۱۸۰۔

ف: " تلعہ " " ص ۱۹۵۔

ص: " بلغوذ (صقلیہ) یاقوت بلدان حلفوذ ج ۲ ص ۹۳۔

ق: " یابسہ ایضاً یابسہ ج ۴ ص ۱۰۰۱۔

(حاشیہ صفحہ ہذا) [1] معاجم متداولہ۔

[2] مراصد ج ۱ ص ۳۹۸: در دور سلسلۃ التواریخ ص ۱۶۔

میں دوسرے تاجروں کے ساتھ بحری سفر میں تھا۔ ایک مرتبہ میں ایسے جہاز میں نکلا جس کا معلم ایک نہایت بوڑھا شخص تھا۔ اس کی بینائی بھی جاتی رہی تھی لیکن تھا بڑا ماہر و تجربہ کار۔ یہ ہمیشہ اپنے ساتھ بہت سے فالتو رسے جہاز پر رکھا کرتا تھا۔ اس کے ساتھیوں کو ان رسوں کی ضرورت سمجھ میں نہیں آتی تھی۔ اس لئے وہ کہتے اگر ان رسوں کی بجائے مال تجارت ہوتا تو ہم سب فائدے میں رہتے مگر بوڑھا معلم انکی بات پر توجہ نہیں کرتا تھا اور رسے رکھا کرتا تھا۔ ایک رات دوران سفر میں زبردست آندھی چلی۔ ہمارا جہاز بے راہ ہو گیا کچھ معلوم نہ ہوتا تھا کہ ہم کدھر جا رہے ہیں۔ رات بھر ہم امید و بیم کی حالت میں پڑے رہے۔ صبح ہوئی تو معلم نے کہا دیکھو سمندر میں کیا نظر آرہا ہے۔ انھوں نے کہا طوفان زوروں پر ہے کچھ دکھائی نہیں دیتا۔ معلم نے تھوڑی دیر کے بعد کہا نظر دوڑاؤ دیکھو کیا کوئی چیز نظر آتی ہے۔ لوگ بار بار نظر دوڑاتے پر کچھ نظر نہ آتا۔ بالآخر ہم نے دیکھا کہ ایک بہت بڑا کالا پرند سطح آب پر نمودار ہوا۔ ہم نے معلم سے کہا تو وہ واویلا کرنے لگا۔ بار بار سر پیٹتا اور کہتا خدا کی قسم ہم تو ہلاک ہو گئے۔ ہم نے پوچھا کیا بات ہے؟ کہا کہ تو کیا اب تھوڑی دیر میں تم تو دیکھ لو گے۔ مجھے نہیں بتانے کی ضرورت نہیں پڑے گی۔ ہم یہ بات سن ہی رہے تھے کہ ہمارا جہاز ایک درے میں جا پڑا۔ اور جس چیز کو ہم کالا پرند سمجھے ہوئے تھے وہ چند جہاز تھے جس کے مسافر سب کے سب مر گئے تھے صرف ان کے ڈھانچے پڑے ہوئے تھے۔ یہ دیکھ کر تو ہمارے ہوش اڑ گئے۔ زندگی سے مایوس ہو کر ہر دم موت کے منتظر تھے۔ ہمیں حیران و سراسیمہ دیکھ کر معلم نے کہا اچھا اگر میں تم کو ہلاکت سے بچا کر یہاں سے نکال لے چلوں تو کیا تم مجھے اپنا اپنا آدھا مال دے دو گے؟ سب نے کہا ہمیں منظور ہے جب ہم نے معلم کی شرط بخوشی منظور کر لی تو اس نے ہمیں حکم دیا کہ تیل سے بھری ہوئی جتنی تھیلیاں ہیں سب پانی میں پھینک دو چنانچہ تیل سے بھری ہوئی ساری تھیلیاں سمندر میں پھینک دی گئیں تھیلیوں

Marfat.com

کا پانی میں گرنا تھا کہ ان گنت مچھلیاں ان پر ٹوٹ پڑیں پھر معلم نے ہمیں حکم دیا کہ مردہ جنتوں کو کاٹ کاٹ کر ان کے بڑے بڑے پارچے بلکہ کسی مردہ کی ٹانگ کسی مردہ کا ہاتھ کسی کا سر غرض یہ کٹے ہوئے انسانی ٹکڑے رسّوں میں باندھ کر دریا میں پھینک دیں اور رسّوں کو مستولوں کے بانسوں سے باندھ دیں ہم نے فوراً اس کے حکم کی تعمیل کی جب گوشت کے ٹکڑے سمندر میں گرے تو مچھلیاں ان پر ٹوٹ پڑیں پھر معلم نے کہا کہ اب ڈھول پیٹو لکڑیوں پر لکڑیاں مارو اور خوب شور و غل مچاؤ ہم نے یہ سب کیا۔ تھوڑی ہی دیر میں جہاز حرکت میں آگیا اور دھیرے دھیرے دُور دُور سے نکلنے لگا۔ جب دُر دُور سے جہاز بالکل نکل گیا تو معلم نے کہا رسّے کاٹ ڈالو چنانچہ یہ سب رسّے کاٹ دیئے گئے اور ہم بھنور سے نکل آئے اور اللہ کا شکر کیا۔

دوارۃ: بالفتح، واؤ مشدد بروزن فوارۃ۔ گرداب۔

فصیح عربی میں دوارہ بغیر اضافت گرداب کے معنی میں نہیں آتا اس کے لئے دردور یا دوّامہ ہے مگر بعض جغرافیہ نویسوں نے لکھا ہے[2]

دوّامہ: بھنور۔

دوم سے اسم فاعل بصیغۂ مبالغہ تائے معقود غالباً وحدت کے لئے قدیم لفظ ہے[3]

دوخۃ البحر: سمندری مسافروں کے سر چکرانے کی زحمت یا عارضہ۔

دوخہ کے معنی بجائے خود سر چکرانا ہیں خواہ کسی وجہ سے ہو اضافت وضاحت کے لئے ہے اس کے لئے اصطلاحی مفرد لفظ "مید" ہے۔

---

[1] لسان و تاج درو سے عجائب المخلوقات، صفحہ ۱۱ بحر فارس کے ایک دردور کا حال کتاب ہذا۔

[2] المسالک والممالک ص ۷۔۳۔ اس شاہد کا پورا متن بلد میں نقل ہوا ہے مسالک الممالک ص ۳۰۔ [3] مقائیس ۔ لسان و تاج۔

Marfat.com

دوختہ البحر نسبتاً حالیہ اصطلاح ہے اس لئے اس کو عامی زبان سمجھا گیا [1]
فارسی محاورہ اس کے لئے "پُریا اور اگبرد" اور "از دریا صدمۃ دیدن" ہے [2]۔

ذات الرفیف:۔ نہر عبور کرنے کے لئے دو یا تین آگے پیچھے باندھی ہوئی کشتیوں کا پل
اس مادہ کا ایک لفظ قرآن [3] میں بھی آیا ہے [4] اعشیٰ بصیر نے [5] ذات الرفیف کو
جس طرح باندھا ہے وہ یوں ہے:

وصحنا من آل جفنۃ املا کاکراما بالشام ذات الرفیف

اس شعر کی شرح میں شارحوں اور لغویوں نے لکھا ہے کہ دو یا تین کشتیوں کو آگے
پیچھے باندھ کر پل بنایا جاتا تھا تاکہ بادشاہ نہر عبور کرے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ ذات
الرفیف کشتیوں کے مجموعہ کو کہتے ہیں [6]

افسوس ہے کہ سوائے اس شعر کے اور کہیں یہ لفظ نہیں مل سکا اس لئے کوئی متعین
بات کہنی ممکن نہیں۔

رصیف: الف: سنگین پشتہ۔ فارسی میں آبراہ: نہر یا پانی ندی پر پتھروں کا طویل سلسلہ
جب ان میں پانی کم ہو تو یہ گذرگاہ کا کام دیتا ہے اور ناؤ کی ضرورت نہیں پڑتی کشتی
رانی سے اس کا تعلق ظاہر ہے۔
مادہ رص ف کے معنی ایک شئی کو دوسری سے جوڑنا یا اوپر نیچے پتھر رکھنا یا پشتہ
بنانا عام ہے۔ یہ لفظ خالص عربی ہے اس کی جمع رصاف بروزن حساب ہے [1] مگر
ظفر الدین کا خیال ہے کہ مندرجہ صدر معنی میں یہ ارامی ہے [2]

---

[1] الدلیل الی مرادف العامی ص ۳۵۰۔ [3] ۵۵۔ الرحمان ۷۶۔ [2] د ص ۶۳۔

[4] لسان، و تاج و بستان۔ ر ف ف۔ فرائد ص ۳۲۱۔

[5] معاجم متداولہ۔

[6] سوار السبیل۔

اسی مادہ سے درج بالا معنی میں الرصف بفتحتین بھی آیا ہے اور اس کا واحد رصفہ ہے: رصفہ کے معنی بندرگاہ یا لنگرگاہ زمانہ حال کی معیناتی وسعت ہے۔ اس لئے قدیم قاموسوں میں یہ معنی نہیں ملتے لیکن جدید معجموں میں ملتے ہیں[1] اس لئے کہ چودھویں صدی ہجری کے آغاز ہی سے دجلہ وفرات خصوصاً دریائے نیل کے کنارے اہلِ مصر نے یوروپی دریاؤں میں کشتی رانی کے مشاہدہ کے بعد ایسے پشتے دریائے نیل کے کنارے بتعداد کثیر بنائے تھے۔ خصوصاً تفریحی کشتیوں کے لئے۔

سڑکوں کے کنارے پیدل چلنے والوں کے لئے سنگین رستوں کے واسطے بھی یہی لفظ بولا جاتا ہے۔

رکاب: بحری یا دریائی مسافر۔

رک ب کے اسم فاعل راکب کی جمع رکاب بروزن حکام۔ اسی لفظ کی جمع رکبان بروزن قربان، رکب بروزن بزم درزم، رکوب بروزن عقول ونقول، رکبہ بروزن طلبہ اور ارکوب بروزن عصفور بھی آئی ہے لیکن عربوں کے استعمال میں رکاب صرف پانی کے مسافروں کے لئے مخصوص ہے۔ ابن احمر نے رکبان رکاب کے معنی میں استعمال کیا ہے لیکن لغویوں نے اس کو مستثنیات میں شمار کیا ہے ابن احمر کا حوالہ شعر ہے[2]

يُهِلُّ بالفرقد رُكبانُها كما يُهِلُّ الراكبُ المُعتَمِرُ

زهر: بفتح زائے معجمہ وبسکون ھاء ہوز آخری حرف رائے مہملہ؛ جہازی عملہ کا گیت۔

زھر کے لغوی معنی خوبی۔ صفائی یا روشنی ہیں۔ گیتوں کو زھر کہنا ان کے حسن کی بنا پر ہو سکتا ہے چنانچہ بربط یا بڑے دف کے لئے زِھر بالکسر ان کے حسنِ صوت ہی کی بنا پر کہا جاتا ہے[3]

[1] محیط المحیط د تسہیل العربیہ — [2] مقاییس واساس ولسان وتاج مادہ رکب، احسن التقاسیم ص ۱۳۱ — [3] مقاییس: مادہ، زھر۔

مندرجہ معنی دوزی نے لکھے ہیں[1] اس نے جو حوالے دیے ہیں ان کے متون ہماری دسترس سے باہر ہیں اس لیے کشتوں کا ذکر ان میں پائے جائیں تو ان کو نقل کرنا ممکن نہیں۔ جہاز چلاتے ہوئے ملاحوں کے گانے کے اجمالی حوالے کئی جگہ آئے ہیں۔ الاغانی کا حوالہ زلال میں گزر چکا ہے۔ مزید دو حوالے یہ ہیں۔ مسعودی لکھتا ہے[2] عمانی ملاح بحر حبشہ عبور کرتے ہوئے بحر زنج سے جزیرۂ قنبلو جاتے ہیں۔ یہاں کی خلیج کا نام بربری ہے اور اس کے گرد و نواح کا علاقہ بلاد جفونی کہلاتا ہے یہاں ہوا کے زور سے موجیں یکبارگی اٹھتی ہیں۔ جسامت و بلندی میں پہاڑ معلوم ہوتی ہیں۔ عجیب بات یہ ہے کہ جب موج اترتی و بیٹھتی ہے تو کف نہیں لاتی اس لیے عمانی ملاح اس کو "موج اعمی" (اندھی) یا "مجنون" کہتے ہیں۔ جب یہ اس سمندر میں آتے ہیں اور موجیں بلند ہوتی ہیں تو یہ گیت ملاح:-

بربرا و جفونی — و موجك المجنون

جفونی و بربر — و موجها کما تری

گاتے ہوئے چپو مارتے اور آگے بڑھتے رہتے ہیں۔

اور مرزوقی نے[3] جو کچھ لکھا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ بصرہ میں سمندر کے کنارے قصر انس کے قریب چبوترے پر بیٹھے ہوئے ملاح کا گیت ہر شخص بڑے شوق سے سنتا ہے زنبیر: بکسر کہ زائے معجمہ و ہمزہ و بیائے معروف آخر میں رائے مہملہ: جہاز غلمہ کا گیت[4]

---

[1] ڈوزی۔ تحت اللفظ۔

[2] مروج۔ ج ۱۔ ص ۲۲۹ تا ۲۳۳۔

[3] الازمنہ: ج ۲ ص ۳۰۴۔

[4] ڈوزی۔

الساج : ساگوانی شیشم۔ شیشم کی لکڑی۔ ایسی لکڑی جس پر قیر یعنی ڈامبر ملا گیا ہو خواہ جہاز بنانے سے پہلے یا بعد۔

اموی شاعر قطامی نے تجاوزاً ساج کو کشتی کے معنی میں بھی باندھا ہے[1] اس کا شعر ہے ؎

حتی تناولہا والموت کاربہٗ — فی جوف ساج سوادیٍّ اذا فتحا

عربی قاموسوں میں ہے۔ ایک غیر معمولی بڑا درخت جو صرف ہندوستان میں پایا جاتا ہے۔ اس کی لکڑی نہایت مضبوط اور سیاہ رنگ کی ہوتی ہے۔ ساج کی جمع سیجان یا کسر درخت کو ساجۃ بولتے ہیں اسی کی جمع ساجات ہے[2]

فارسی فرہنگ میں ہے۔ چوب سیاہ و بمعنی چوبیکہ از آن کشتی سازند در ہندی آں را سال گویند۔

انندراج نے ساج کو ساگ کا معرب بتاتے ہوئے لکھا ہے کہ اصلاً ساکھو ہے۔

نباتات میں سال، ساگ (ساگوان: ساگونی) اور ساکھو (سانکھو) ہیں ممکن ہے کہ فرق و امتیاز ہو لیکن متداولہ ہندی مجموں میں یہ سب ایک دوسرے کے مترادف کے طور پر لکھے گئے ہیں۔[3]

ساگ ہندوستان سے شام بھی پہنچا تھا تب ہی تو قطامی کی بیت میں آیا۔ اگر شام نہ پہنچ سکا تو حسب بیان جاحظ اس کا عراق پہنچنا قطعی ہے[4]۔ اس سے ظاہر ہوتا

---

[1] دیوان قطامی: ص ۷۔

[2] مختار و بستان۔

[3] برہان قاطع فرہنگ انندراج و غیاث اللغۃ و سواء السبیل مادہ ساج و سال۔

[4] حیوان ج ۵ ص ۸۲۔

ہے کہ ہندوستان سے مغربی ایشیا جو چیزیں برآمد ہوتی تھیں ان میں لکڑی بھی تھی۔
الساج: وہ درخت جس کی لکڑی سے مستول بنائے جاتے ہیں۔
عجاج کا مصرع ہے "صعلٌ من السّام وربّاني"۔ مندرجہ صدر معنی اسی سے متعین کئے گئے ہیں[1] لیکن عجاج کے مطبوعہ کلام میں اس مصرع کی روایت یوں ہے: "صعلٌ من الساج وربّاني"[2]
سدر: بفتح سین دندانہ دار و دال مہملہ، آخری حرف را مہملہ: بحری مسافروں کا دوران سر
س در (باب سمع) کے معنی حیران ہونا ہیں۔ سادر کے مذکورہ معنی اسی سے ہیں نہ کہ سدر (بفتح سین و بکسر دال) سے جس کے معنی سمندر ہیں[3]
سفانۃ: بالکسر: کشتی سازی، صنعت کشتی سازی۔
مندرجہ معنی قاموسوں میں موجود ہیں اور زبان تکلمی میں بھی مدت دراز تک رائج رہے لیکن اب قلیل الاستعمال ہیں[4]
السفر: جہازوں کی روانگی کا وقت: سمندر کے ساکن رہنے کا زمانہ۔
سفر کے معنی لڑائی کا سرد پڑ جانا، مکان کی صفائی کرنا، ہوا کا بادلوں کو تتر بتر کر دینا بھی ہیں۔ اس لحاظ سے جب سمندر میں طوفان نہ ہو بلکہ وہ ساکن ہو تب ہی کشتیاں آسانی سے رواں دواں ہو سکتی ہیں۔ اس لئے ادریسی نے ایام سفر الاسطول فی اوقات سفر المراکب اور مضبوط کشتیوں کے لئے جو تلاطم سے تباہ نہ ہو جائیں السفن السفرتیہ جیسی توصیفی ترکیبیں لکھی ہیں[5]

---

[1] لسان و تاج۔ س وم۔ [2] د۔ ص ۶۹
[3] لسان و تاج۔ مادہ س در۔
[4] رسالہ و مقدمۃ الادب ص ۵۳۔
[5] نزہتہ، ص ص ۸۴، ۸۹، ۹۷، ۱۰۲، ۱۳۹، ۱۸۱، ۱۹۲۔

Marfat.com

سنط:۔ س ن ط ایک مصری درخت جس کی لکڑی سے جہاز بنائے جاتے ہیں۔
یہ ایک بہت بڑا تناور درخت ہے مصر کے جنوبی علاقہ میں بکثرت پایا جاتا ہے انہیں صرف بقدر ضرورت ہی تراشا جاتا ہے تاکہ درخت ضائع نہ ہوں۔اس کے جنگل پر محصول عائد ہوتا ہے اس کی حفاظت پر پہرہ دار مقرر ہوتے ہیں۔اس کے ایک لکھنڈ شہتیر کی قیمت ایک سو دینار ہوتی ہے۔
اس اطلاع سے کسی کشتی یا جہاز کی قیمت کا بھی کچھ نہ کچھ اندازہ ہو سکتا ہے۔
مصر کی تاریخوں کے سوا معجموں میں بھی اس کے معنی درج کیے جاتے ہیں[1]

سیم بالکسر: آبے کہ در کشتی در آید و ملاح آں را بیروں می باشند۔
یہ لفظ سوائے غیاث اللغات کہیں اور نہیں ملا[2]
ہندی میں سوم کے متعدد معنی ہیں ان میں جملہ پانی بھی ہے۔ ممکن ہے واؤ فارسی میں یا سے تبدیل ہو کر معنیاتی تبدیلی کی بنا پر عام پانی سے خاص کشتی کا پانی مراد لیا جانے لگا ہو۔

شاہ بندر: بندر کا حاکم۔
ابن بطوطہ نے لکھا ہے کہ جب ہم کالی کٹ پہنچے تو ہمارے استقبال کے لئے فلاں فلاں اور ابراہیم شاہ بندر آیا[3] اسی طرح کولم کے ممتاز افراد کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے یہاں فلاں فلاں اور محمد شاہ بندر رہتے ہیں[4] تحفہ کے فرانسیسی مترجم نے اس کا

---

[1] المواعظ، ج ۱ ص ۸۷، ج ۲ ص ۶۳۰۔ تاج ولبستان: س ن ط۔

[2] غیاث اللغات۔ بحوالہ شرح قران السعدین۔

[3] تحفہ ج ۴ ص ۹۰۔

[4] ایضاً ایضاً ص ۱۰۰۔

Marfat.com

ترجمہ لاشیت دی پورٹ یعنی بندرگاہ کا صدر (سردار) کیا ہے عربی میں یہ ترکیب سوائے تحفۃ النظار کے کہیں اور دیکھنے میں نہیں آئی البتہ فارسی معجموں میں یہ اصطلاح درج ہوتی رہی ہے۔[1]

ششتا بمعنی جاڑا سے بحریہ کا کوئی راست تعلق نہیں ہے یہاں یہ لفظ ابن بطوطہ کی[2] یہ اطلاع درج کرنے کے لئے ثبت کیا گیا ہے کہ چینی جہاز جاڑے کا موسم ہندوستان کے جنوب مغربی ساحل پر گزارتے تھے۔

الشحنۃ بالکسر:۔ وہ شئے یا اشیاء جن سے کشتی بھری ہوئی ہو۔ کشتی میں بھرا ہوا مال و اسباب تو شحنہ ہے[3] لیکن اگر اس میں مسافر یا سپاہی ہوں تو پھر اس کی وضاحت ضروری ہوتی ہے جیسا کہ مثلاً ابن القلانسی[4] نے لکھا ہے کہ مشحونۃ بالافرنج یا شحنۃ بالمقاتلۃ شحنۃ بالرجالۃ اسی طرح عبدالرحمان نے بھی[5] لیکن تنزیل میں بغیر وضاحت صرف فلک المشحون آیا ہے[6]

شرع البندر: سمندر میں اشیاء کا تبادلہ اشیاء ہے۔

ابن بطوطہ نے جزائر مالدیو کے سلسلہ میں لکھا ہے کہ جب کوئی جہاز ان جزیروں میں آتا ہے تو یہاں کے لوگ اپنے مویشی یا اور کوئی سامان اہل جہاز کو دے کر ان

---

[1] اسٹین گاس۔

[2] تحفۃ ج ۴ ص ص ۸۸، ۹۶۔

[3] لسان و تاج۔

[4] ذیل تاریخ دمشق ص ص ۵۰، ۱۴۳، ۱۶۸، ۱۷۱، ۳۱۵۔

[5] الرد متین ج ۱ ص ص ۱۱۵، ۱۶۸، ج ۲ ص ۳۷۔

[6] ۲۶ الشعراء۔ فی فلک المشحون آیت ۱۱۹۔ ۳۶ یاسین۔ ۴۱ ایضاً ۴۱۔ ۳۷ الصافات الی الفلک المشحون ۔ ۱۴۰۔

Marfat.com

سے اپنے کام کی چیزیں لے لیتے ہیں خواہ یہ سامان خریدی ہوئی چیزوں کی قیمت کے مساوی ہو یا بڑھ جائے۔ اس قسم کی خرید و فروخت کو یہ لوگ شرع الذہر کہتے ہیں لہ اس لیے کہ خود ان جزیروں میں خرید و فروخت سکہ (زر، کوڑی یا ایسی کوئی چیز) کے ذریعہ ہوتی تھی۔

یاد رہے کہ شرع فی کے معنی پانی میں داخل ہونا وغیرہ ہیں اور شرع کے ایک معنی راستہ ڈالنا بھی ہیں اس معنی میں وسعت پیدا کر کے اس کو ریت، رسم، رواج، طریقہ یا قاعدہ کے معنی میں بھی بولتے ہیں، اس طرح یہاں لغوی اور اصطلاحی معنوں کا تعلق خواہ گھرا نہ سہی قریبی ضرور ہے۔

ابن بطوطہ کے سوا دوسرے ماخذ میں یہ ترکیب دیکھنے میں نہیں آئی۔

الشرم:- بالفتح۔ ایسی کھاڑی جہاں جہاز لنگر انداز ہو سکے۔

یہ لفظ سمجھی کٹی کھاڑی کے معنی میں عام ہے لیکن ابو صخر ہذلی کے ایک شعر کے سلسلہ میں تحقیق کی گئی ہے کہ اس سے مراد وہ خلیج یا کھاڑی ہے جہاں جہاز لنگر انداز ہو سکے ؎

الطوف: پھولی ہوئی مشکوں کا پل، پھولی ہوئی مشک جس پر بیٹھ کر ندی پار کی جائے، پتلی لکڑیوں کو ایک دوسرے سے باندھ کر ندی پر ڈالا ہوا پل۔ اطواف جمع۔

یہ لفظ اگرچہ ارامی زبان سے آیا ہے ؎ اور خالص عربی مادہ ..... سے اس کا کوئی ربط نہیں تاہم بہت قدیم زمانہ سے رائج ہے حتی کہ جاہلی شاعر مرقش اکبر نے اس طرح استعمال کیا ہے ؎

لہ تحفہ۔ ج ۴ ص ۱۲۰۔

؎ مقائیس مادہ رم ش اور ش رم۔ نیز لسان و تاج۔

؎ الفاظ الفارسیۃ المعربۃ۔ ص ۱۰۷۔

؎ مفضلیات ص ۴۶۷۔ سمط ص ۳۰۲۔

Marfat.com

لِمَن الظعن بالضحی طافیات   شبهها الدوم او خلایا سفین

عباسی دور کے ایک شاعر علی بن جہم کے یہاں بھی آیا ہے[1]۔

یہ کوئی باقاعدہ کشتی یا کشتیوں کا پُل نہیں تھا اسی لیے ابن سیدہ اس کو ما یشبہ السفینۃ کے باب میں لائے ہیں[2] لیکن اس کے باوصف بعض بعض طوف اتنے مضبوط ہوتے تھے کہ اس پر سے ایک اونٹ آسانی سے گزر جاتا تھا[3]

یاقوت بحوالہ ہمدانی کی اطلاع کے مطابق جہاز سازی کے لئے چکلے و موٹے تختے اسوان کے جنگلوں سے لائے جاتے تھے پھر انہیں دریائے نیل کے ایک کنارے سے دوسرے کنارہ پر الطواف کے ذریعہ منتقل کیا جاتا تھا[4]

الظہر: بالفتح سطح بحر، سطح دریا۔

ظہر کے معنی پیٹھ عام ہیں یہاں اس کا ذکر اس لئے کیا گیا کہ محاورہ میں فی البحر یا علی البحر وغیرہ نہیں کہا جاتا بلکہ علی ظہر البحر کہا جاتا ہے خصوصاً جبکہ جہاز متحرک نہ ہو بلکہ ساکن ہو کسی نہ کسی وجہ سے جہاز کا بندرگاہ میں داخل ہوئے بغیر ساحل سے پرے سمندر میں استادہ ہو تو تب بھی علی ظہر البحر کہا جاتا ہے[5]

الظبظاب: بالفتح تیسرا حرف بھی ظائے معجمہ ملاحوں کے چہرہ پر نکلنے والی پھنسیاں فصیح لفظ ہے مگر معرب یا دخیل ہونا بعید از قیاس نہیں صرف طبی کتابوں میں ہی نہیں بلکہ عام قاموسوں میں تھے بھی مل جاتا ہے یہ لفظ فارسی فرہنگوں میں بھی

---

[1] بعد رکوب الطوف فی الفرات: اغانی ج ۱۰ ص ۲۲۲۔ [2] مخصص ج ۱۰ ص ۲۹۔

[3] اساس، لسان، وتاج، الجمہرۃ ج ۳ ص ۱۱۱۔

[4] یاقوت بلدان۔ مقالہ اسکندریہ ج ۱ ص ۲۶۳۔

[5] تحفۃ۔ ج ۴ ص ۲۱۰ نیز دوزی۔ تتمہ۔

[6] تاج و بستان۔

Marfat.com

ملتا ہے لئے چنانچہ یہاں بھی یہی لکھا گیا ہے کہ آبلہ ریزہ کہ در چشم و رخسار ملاح حادث شود۔

اس بیماری کے اسباب و علامات کے لیے کسی طبی کتاب ہی سے رجوع ہونا چاہئے جو فی الحال راقم الحروف کی دست درس میں نہیں ہے اس لئے تفصیل سے معذوری ہے۔

عِبَر:۔ بالکسر اوّل و سکون ثانی یا عبرۃ بالتانیث۔

عربی لفظ ہے۔ دریا و بحر او غیرہ پار کرنے کے لئے عام ہے لیکن مالگذاری کی اصطلاح میں وہ محصول جو کشتی سے دریا پار کرنے والے مسافروں یا کشتی کے مالکوں سے لیا جائے اور خاص طور پر ماأخذ علی عزبی الذا بیا الی بریۃ المعرب[لے] اس سے غالباً وہ محصول مراد ہے جو دریائے فرات کے مغربی ساحل پر عربستان کی طرف جانے والوں سے لیا جائے۔

فارسی مجموعے[شہ] میں حسب توقع "باج کہ بوقت عبور دریا گیرند" ثبت کیا گیا ہے لیکن یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ یہ باج کس سے وصول کیا جاتا تھا نظر بظاہر کہیں کشتی کے مالکوں سے اور کہیں مسافروں سے لیا جاتا ہوگا۔

کشتی کا کرایہ تو یقیناً علیحدہ ہی خرچ تھا۔

العواریۃ:۔ بفتح اول و بکسر رابع سمندری پانی لگا ہوا ناقص کپڑا۔ آب زدہ کپڑا۔ عوار کے معنی پھٹنا، سوراخ دار ہونا یا عیب دار ہونا بھی ہیں تاجروں کی زبان میں خاص طور پر وہ کپڑا جس کو سمندر کا کھارا پانی لگنے کی وجہ سے نقص ہو لہذا کم قیمت ہو گیا ہو۔

لے فرہنگ آنندراج ۔ سہ تاج دبستان۔

شہ استنا گیاس و غیاث اللغت۔

Marfat.com

یہ اصطلاح چودھویں صدی ہجری سے قبل دیکھنے میں نہیں آئی[1]۔

الغَلّینۃ : بالفتح وبکسر ثانی؛ ساکن سمندر۔ سمندر میں تلاطم کا نہ ہونا۔

ظفرالدین نے لکھا ہے کہ یہ یونانی لفظ کی تعریب ہے۔ معنی ہیں فرو شدن دریا و ایں زبان ملاحان است[2]۔ مگر یہ صحیح نہیں معلوم ہوتا کیونکہ عربی میں غلن کے باب تفعیل کے معنی سمندر کا جوش ٹھنڈا ہو جانا اور غَلّینۃ کے معنی ٹھیرا ہوا سمندر معروف ہیں[3]۔

افتتاح البحر: سمندر کا ساکن ہونا۔

سمندر میں تلاطم و طوفان ہو تو بحری راہیں مسدود ہو جاتی ہیں اور جب ساکن ہو تو کھل جاتی ہیں۔ الغ خانی نے لکھا ہے[4] یکون الفتح قبل افتتاح البحر۔ سمندر کے ساکن ہونے سے پہلے ہی غلبہ ہو جائے گا۔

یا ثم افتتح البحر وصل صاحب گوہ۔ سمندر ساکن ہوا تو گوہ کا حاکم پہونچا۔

افتتاح البحر کے یہ معنی غالباً ایرانیوں اور ہندیوں کا عطیہ ہے۔

الفرضۃ بالضم: لنگر گاہ۔ فِراض بالکسر یا فُرَض بضم اول وبفتح ثانی جمع۔

یہ لفظ قاموسوں میں تو ملتا ہی ہے۔ اموی دور کے مشہور شاعر اخطل کی بیت میں بھی پایا جاتا ہے[5]

تَرَی مُتْرَعَ الشِیزَی الثِقَالِ کَانَّهَا
تَخَفَّرَ مِنْهَا اَهْلُهَا فُرَضُ البَحرِ

[1] محیط: مادہ ع و ر۔
[2] سوار السبیل۔
[3] تسہیل التربیۃ اور دوسرے معاجم ع ل ن۔
[4] ظفر الوالہ۔ ص ص ۲۲۰۔ ۲۷۳۔ ۲۷۷۔
[5] دیوان اخطل ص ۲۱۴۔

احمد بن ماجد کے یہاں بھی ہے [1]

ادی شیر کا کہنا ہے کہ [2] فرعنہ در اصل فارسی لفظ پرزہ کی تعریب ہے او ظفرالدین نے لکھا ہے [3] کہ فرعنہ جائے در آمدن کشتی از دریا، شاید کہ لاطینی باشد۔

راقم الحروف کے خیال میں یہ دونوں دعوے بے دلیل ہیں۔ اول تو یہ کہ مختلف زبانوں کے دو لفظوں میں لہجہ کی باہمی مشارکت اس بات کی قطعی دلیل نہیں ہے کہ ان میں سے ایک دوسرے سے ماخوذ ہے یا اس نے اپنی شکل میں ذرا سی تبدیلی کر دی ہے دوسرے یہ کہ اخطل کے زمانہ میں فارسی کا اثر اتنا نہیں تھا کہ ایک فارسی لفظ عربی میں گھل مل کر عربی ہو جائے۔ فارسی کے بکثرت الفاظ عربی زبان میں داخل ہوئے اور اس کے شواہد خود اسی کتاب میں بکثرت موجود ہیں۔ لیکن فارسی الفاظ کا عربی میں داخلہ زیادہ تر عباسی دور میں ہوا اور جاہلی دور کے دخیل الفاظ میں فارسی کا حصہ نہایت قلیل ہے۔

مادہ ف رع ن کے بنیادی معنی میں چھیدنا یا کاٹنا شامل رہتے ہیں۔ سمندری پانی ساحل کو کاٹ کر شگاف ڈالتا ہے اور اس شگاف ہی کو خلیج یا کھاڑی کہا جاتا ہے۔ ایسا ہی مقام جہاز کے ٹھہرانے کے لئے مناسب ہوتا ہے [4]۔

اب یہ کہنے کی شاید ہی ضرورت ہے کہ قدیم ترین عربی قاموس میں بھی وہی معنی دیے گئے ہیں جو اوپر درج ہوئے۔

---

[1] ابن ماجد ج اورق ۱۷۔

[2] الالفاظ الفارسیۃ المعربۃ ص ۱۱۹۔

[3] سوار السبیل۔

[4] لسان و تاج و مقاییس۔

Marfat.com

مختلف جغرافیہ نویسوں نے دنیائے اسلام کے مختلف فرضوں کا ذکر کیا ہے افسوس ہے کہ کسی نے اس سب کا احاطہ یا استقصا نہیں کیا۔ ان سب کی تاریخ مرتب کرنا بجائے خود ایک مستقل کام ہے۔ یہاں صرف چند ایسی اہم لنگر گاہوں کے محض حوالے ہی دیے جا سکتے ہیں جن کے ذکر سے اسلامی بحریہ کی تاریخ خالی نہیں رہ سکتی۔

(الف) یاقوت: بلدان ج ۴ ص ۱۶۰ اور آگے مقالہ قلزم ص ۸۰۲ فلھات ص ۳۰۲ — کلتہ ص ۲۸۱ — مرباط۔

(ب) مراصد۔ آبسکون ج ۱ ص ۱۵۔ بلجان ج ۱ ص ۱۶۹۔ تنیات ج ۱ ص ۲۲۳ سیراف ج ۲ ص ۷۷۔ کلتہ ج ۲ ص ۵۱۰۔ ھرمز ج ۳ ص ۳۱۴۔

(ج) اصطخری: ھراۃ ص ۲۶۵ — ہرمز ص ۳۵ — ترمذ ص ۲۹۸۔

(د) ابوالفداء: تقویم البلدان ص ۲۲، ۲۳، ۱۲۱، ۱۲۲، ۲۱۵، ۲۱۹۔

(ہ) الجبال والامکنہ ص ۵۴۔

(و) الروضتین ج ۲ ص ۳۷۔

(ز) آثار البلاد ص ۴۰۔

الاقلاع:۔ قلع کے باب افعال کا مصدر: بحری سفر بحری سفر پر روانہ ہونا۔ جہاز پر بادبان لگانا یا باندھنا یا مستول سے لپٹے ہوئے بادبان کو کھولنا۔[1]

لغویوں نے جو معنی دیے ہیں ان کی توثیق دوسرے مصادر سے بھی ہوتی ہے۔ مثلاً ابن شہریار نے جہازرانی کے معنی میں لکھا ہے۔[2]

وطمع رُبّانُنا فی العودۃ بمرکبہ وحدہ لا بغیر تجارٍ۔ فکان لیلۃ کلہ ھو ورجالہ یوقفھم علی النجوم ویثبتھم علی منازلِ الکواکبِ وجھات الآفاقِ وطریق الاقلاع فی المجیٔ والعودۃِ

[1] لسان مادہ ق ل ع اور د و ر۔ [2] عجائب الہند۔ ص ۲۵، ۱۳۲، ۱۴۷۔

Marfat.com

ابن بطوطہ نے[1] بحری سفر پر روانہ ہونے کے معنی میں لکھا ہے:

اقلعنا عن ھذہ المدینۃ یا:

ولما اقلعنا عن .... اور ابن عذاری نے بھی[2] اسی معنی میں فاقلعت المراکب وبقی ھو محبوسًا و اقلع من جملتھا المرکب البجانی ببضائع عظیمۃ یا:

وصل عبد اللہ الی تونس ثم اقلع عنھا الی بجایۃ فی سنۃ ۵۵۳ـ

تاریخوں میں بھی یہ لفظ انہی معنوں میں آیا ہے[3]۔

القاع: سمندر کی اتنی گہرائی کہ جہاز چل سکے۔

اس لفظ کے لغوی معنی تو ہموار یا نرم زمین کے ہیں[4] لیکن بحریوں کی زبان نے خشکی سے متعلق لفظ کو تری پر منطبق کر دیا[5] لیکن دونوں میں مشابہت یا مماثلت موجود ہے۔ اس لیے یہی اصطلاح چل پڑی۔

القامہ: سمندر کی گہرائی بقدر دو گز یا چھ قدم، قیم بکسر اول و فتح ثانی جمع۔

قام بفتح قامتہ کی لغوی معنی میں آدمی کا قد[6] عادتاً قدِ آدم پانی میں چھوٹی کشتی چل سکتی تھی چنانچہ بحری آبی مقام کی گہرائی قامہ کہلائی جہاں کشتی چل سکے خواہ وہ تالاب وجھیل ہو

---

[1] تحفہ ج ۳ ص ۱۶۱۔ [2] البیان المغرب ج ۱ ص ۳۲۲، ۳۲۲، ۳۲۹، ۳۲۱ نیز دیکھیے ج ۳ ص ۱۱۶ اور نزھۃ المشتاق ص ۱۰۷، ۱۶۸، ۱۷۱۔

[3] الفتح القسی ص ۱۵، نجوم، تتمہ پا پر ص ص ۵۹۲، ۶۰۳۔

[4] لسان و تاج۔ [5] نزھۃ المشتاق فرہنگ ص ۳۷۱۔

[6] لسان وغیرہ۔

[7] دوزی بحوالہ ادریسی۔

Marfat.com

یا ندی و نہر وغیرہ۔

القرصال: بضم اوّل و سکون ثانی: سمندری ڈاکو، قراصیل جمع اصلاً فرانسیسی ہے اسپینی میں بھی اسی اصل کی دوسری شکل رائج ہے۔

قرصال کرسال اور قرصان ایک ہی اصل کی مختلف صورتیں ہیں عربی میں جس ذریعہ سے آیا تعریب میں طبعاً اسی کے تلفظ سے قریب تر رہا۔

القرصان: بضم اول و سکون ثانی، بحری ڈاکو، قراصین بفتح اول جمع۔

فرانسیسی لفظ کی تعریب ہے قرصان کی دوسری صورت کرسالی بالضم اول آخری حرف یائے معروف بھی ہے۔ جدید لفظ ہے۔

القرصن: بفتح یا بالضم قاف و راءِ مہملہ ساکن و صاد مہملہ مفتوح: بحری قزاقی۔ اصلاً فرانسیسی لفظ ہے یہ لفظ اٹھارھویں صدی عیسوی سے پہلے کے کسی ماخذ میں نہیں ملا۔

القلافة: بروزن کتابۃ: جہاز کے تختوں کی درزیں بند کرنے کا پیشہ اسی سے قریبی معنی کا لفظ جلفظ یا قلفظ دخیل ہے۔

معلوم ہوتا ہے کہ جب جہاز سازی کی صنعت کو ترقی ہوئی تو زیادہ سے زیادہ کارکردگی و مہارت پیدا کرنے کے لئے تقسیم کار کے اصول پر درزیں بند کرنا بھی ایک مستقل کام قرار پایا۔

۱؎ دوزی تتمہ۔

۲؎ محیط۔

۳؎ اقرب الموارد و تسہیل العربیۃ۔

۴؎ تاج و بستان۔

قنان بالکسر: اس حاکم کا نام جو بز مانِ سید نا موسیٰ کشتیاں لوٹ لیا کرتا تھا۔
سورہ الکھف (آیت ۷۹) کا ترجمہ ہے ۔۔۔ وہ کشتی ان مسکینوں کی تھی جو سمندر
میں کام کرتے تھے، میں چاہتا تھا کہ اس کشتی کو ناقص (یا عیب دار) کر دوں کیونکہ آگے
ایک حاکم ہے جو ہر کشتی کو زبردستی لے لیتا ہے۔

بحر سے مراد دریا نہیں بل کہ سمندر ہو تو شاید بحیرۂ قلزم ہوگا اس کے ایک جزیرہ
میں جو بحری قزاق تھے۔ ان کے سردار کا نام قنان بتایا جاتا ہے۔ صاحب لسان
کی عبارت سے ایسا متبادر ہوتا ہے کہ یہ مقام یمن کے قریب تھا اور یہ کہ یہاں
کے باشندے بنو جلندی کہلاتے تھے[1]

الکرسالی بضم اول: بحری قزاق، کرسالیۃ بضم اول جمع۔
اطالوی لفظ کی تعریب ہے[2] یہی لفظ جب فرانسیسی سے عربی میں آیا تو اس کو
قرسان کہا گیا۔ اصلاً دونوں ایک ہی ہیں۔

الکلسون: بفتح اول و سکون ثانی سین مضموم کے بعد واؤ آخر میں نون: ملاحوں
کی چڈی۔

یہ اصلاً فرانسیسی لفظ ہے[3]۔

چودھویں صدی کے بعد سے عربی میں جو قصے یا ناول لکھے گئے ان میں جہاں
جہاں عوام کی زبان حکایتاً آتی ہے وہاں ناخواندہ ملاحوں کی زبان پر آیا ہوا یہ
لفظ بھی نقل ہوا ہے۔[4]

---

[1] لسان۔ مادہ ق ن ن خضر و موسیٰ کے قصہ کی تفسیر کسی بھی مفصل تفسیر میں
دیکھی جا سکتی ہے۔ [2] دوزی۔
[3] الدلیل الی العامی۔ ص ۲۹۲۔ [4] ایضاً۔

Marfat.com

الکلّاء بروزن جبّار: لنگرگاہ۔

ک ل ء مہموز اللام کے معنی حفاظت کی غرض سے کسی چیز کو خطرہ کے مقام سے ہٹا دینا یا بازو کر دینا ہے طوفان کے تھپیڑوں سے بچانے کے لئے کشتی کو کنارے پر لانے کے لئے اس کا باب تفعیل بولا جاتا ہے پھر معنیاتی تبدیلی سے بطور مجاز مرسل اس کے معنی لنگر گاہ ہو گئے گویا جس مقام پر کشتی کو لایا گیا اسی نے کشتی کی حفاظت کی۔

بصرہ کے قریب ایک مقام ایسا ہی تھا یہ اگرچہ باقاعدہ بندرگاہ نہیں تھی مگر کشتیاں یہاں لنگر انداز ہو جاتی تھیں اس لئے یہ مقام الکلاء کے نام ہی سے مشہور ہو گیا تھا[۱]

الکوارسیۃ بالضم وبکسر سین دندانہ دار: بحری قزاق۔

یہ وہی فرانسیسی لفظ ہے جس کو ترکوں اور عربوں نے قرصان۔ اور فارسی والوں نے کوراسیۃ لکھا ہے[۲]۔

کوش: آبی سفر۔

ابوالفضل نے لکھا ہے کہ[۳] سفر از بان دریا درزاں کوش گویند۔ فارسی کی متداول فرہنگوں میں یہ لفظ ان معنی میں نہیں ملا۔

---

[۱] اساس۔ مادہ ک ل ء۔ الفائق ج ۲ ص ۲۴۲ ۔ جمہرۃ ج ۲ ص ۱۴۰ ۔ مخصص ج ۱۰ ص ۲۷۔ [۲] یاقوت۔ بلدان۔ مقالہ الکلاء۔ ج ۴ ص ۲۹۳۔

[۳] استنگاس۔

[۴] آئین اکبری۔ ج ۱ ص ۲۰۳۔

فارسی لغت میں دریادرز نہیں ملا لیکن دریا نورد ملتا ہے۔

کوش کے لئے فارسی میں دریارو بھی کہا جاتا ہے۔

Marfat.com

اللبخ: لام وبائے موحدہ دونوں مفتوح تیسرا حرف خائے معجمہ: اس درخت کی لکڑی جس سے کشتیوں کے تختے بنائے جاتے تھے۔

عبداللطیف متوفی چھ سو انتیس نے ابو حنیفہ دینوری متوفی دو سو بیاسی کے حوالہ سے لکھا ہے: یہ ایک بہت بڑا پہاڑی درخت ہے۔ دریائے نیل کے مشرقی کنارے ہوتا ہے اس کے ایک ایک شہتیر کی قیمت پچاس دینار سرخ ہوتی ہے اس کی خصوصیت ہے کہ اگر اس کے تختوں کو ایک ساتھ ملا کر سال سوا سال تک پانی میں رکھا جائے تو دونوں تختے باہم چسپیدہ ہو کر ایک اکائی ہو جاتے ہیں۔

دینوری کے اس بیان پر عبداللطیف کا تبصرہ ہے۔ دینوری نے جو کچھ نقل کیا ہے اس کے بیشتر حصہ کی صحت یا عدم صحت کا مجھے کوئی علم نہ ہو سکا۔

عجوبہ کی بنا پر قزوینی و یاقوت ہی نہیں بلکہ قدیم و جدید لغت نویس بھی بغیر کسی یا بیشی مندرجہ صدر اطلاع نقل کرتے گئے ہیں۔

راقم الحروف نے بعض نباتی عالموں سے لبخ کی خصوصیتیں بیان کیں تو انھوں نے کہا ایسا ہونا ممکن ہے لیکن کسی خصوصی درخت کی نشاندہی نہیں ہو سکی۔

اللیمان: بندرگاہ۔

ظفرالدین مندرجہ معنی بتاتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اصلاً یونانی لفظ ہے ترکی کی وساطت سے (غالباً چودھویں صدی ہجری سے) عربی میں دخیل ہو گیا تھا۔

۱۔ الافادہ والاعتبار ص ۸۔

۲۔ آثار البلاد ص ۱۰۔ یاقوت۔ بلدان۔ انصنا ج ۱ ص ۳۸۱۔

۳۔ لسان و تاج۔

۴۔ بستان۔

۵۔ سوار السبیل۔

Marfat.com

ماصر: ص ر کا اسم ظرف۔ صاد بالکسر یا بالفتح چنگی خانہ جمع مآصر۔[1]

اصل معنی رکاوٹ کے ہیں[1] تنزیل میں اس کے تین مشتقات موجود ہیں[2] تیسری صدی کے ختم کے قریب ایک جغرافیہ نویس نے ماصر کا جو وصف لکھا ہے اس سے اس کی نوعیت واضح ہوتی ہے۔

ماصر دریائے دجلہ کے چنگی گھر تھے۔ ہر ماصر پر دریا کا رستہ بند رکھنے کے لئے چنگی کا ایک عہدہ دار مامور تھا۔ دجلہ کے اُس پار اور اِس پار والے کنارے پر آمنے سامنے دو دو کشتیاں کنارہ پر قایم کر کے ان میں رسوں کے سرے باندھ کر رسوں کو (اور بعض جگہ) زنجیروں کو دریا کے عرض پر تان دیتے تھے اور اس طریقہ سے رات کے وقت کشتیاں ان مقامات سے چنگی ادا کئے بغیر نہیں گذر سکتی تھیں۔

دیرِ عاقول اور دجلہ کے بڑے دھارے کے مشرقی کنارے پر الحوانت پر بہت بڑے چنگی خانے تھے[3] ایسے ماصر اسلامی دنیا کے قریباً ہر قابل کشتی رانی دریا پر موجود تھے[4]

ابن مُطر بن ناجیہ أستعمل سعید بن جبیر فی فتنۃ ابن الاشعث علی ماصری الکوفۃ علی الصدقۃ والعشور۔ قال (الراوی یعنی حبیب بن ابی ثابت) فرکبتُ و رکبتُ معہ حتی اذا انتھینا الی الماصر اتانا رجل کان یحتُ السفنَ

---

[1] مقائیس مادہ ص ر۔ مفاتیح العلوم ص ۷۰۔ بستانی ص ر۔

[2] المعجم المفہرس لالفاظ القرآن الکریم۔

[3] جغرافیہ خلافت مشرقی مترجم محمد جمیل الرحمٰن ص ۴۷، ۴۸، ۴۳۔

[4] کتاب الطبقات الکبیر ج ۶ ص ۱۸۳۔

Marfat.com

قبل ذٰلک لمن کان قبلہٗ فدخل السفینۃ ومعہ محنتہ۔ فقال لہ سعیدُ بن جبیر الیک !! الیک !! فاخرجہ[1]

اہواز کے جنوب میں دریائے دجیل پر چوتھی صدی کے وسط میں مقتدر متوفی کے عہد تک چنگی خانہ موجود تھا۔ جہاں لوگوں کو ستا کر بے قاعدہ محصول وصول کئے جاتے تھے[2]۔ ایک ماصر واسط میں بھی تھا[3]۔ آبی محصول کے فقہی احکام متعلقہ کتابوں میں موجود ہیں[4]۔

مجری: مادہ ج ر ی کا مصدر میمی یا اسم ظرف: ایک سمندری میل: ایک برّی میل۔ سَبتہ سے مُنورقہ کا فاصلہ آٹھ مَجار ہے اور ایک مجری ایک سو (برّی) میل کے مساوی ہوتا ہے[5]۔

مجری المراکب: ایسا ساحلی مقام جہاں کشتی یا جہاز تیار ہو جانے کے بعد پہلی مرتبہ چھوڑا یا بطور آزمائش تیرایا جائے[6]۔

اس کی جمع مجاری الفلک یا مجاری المراکب بطور وضاحت[7] آتی ہے کیونکہ صرف مجری

---

[1] کتاب الطبقات الکبیر ج ۵ ص ۱۸۳۔

[2] جغرافیہ خلافت مشرقی ص ۳۱۳۔

[3] نشوار المحاضرۃ ص ۹۴۔

[4] بطور مثال ملاحظہ ہو کتاب الاموال لابی عبید فقرات ۱۶۴۵، ۱۶۹۱، ۱۶۹۲۔

[5] تذکرہ بالاخبار ص ۳۵ و فرہنگ ص ۲۷ پر بحوالہ ادریسی مجری ایک سو دو برّی میل کے مساوی ہے۔

[6] الرد علی ختتین ج ۱ ص ۲۶۷۔

[7] دوزی تحت اللفظ۔

Marfat.com

کے معنی بحریہ سے مخصوص نہیں ہیں[1]۔

گو جغرافیہ نویسوں نے دونوں لفظ عموماً بطور بحری اصطلاح ہی استعمال کیے ہیں کہ عادتاً بندرگاہ یا لنگرگاہ کو محرس نہیں لکھا گیا۔

محرس: حرس کا اسم ظرف[2]۔

امام مالک متوفی سنہ ایک سو اناسی ہجری سے تکبیر المرابطۃ علی البحر کے سلسلہ میں ان پہرہ دینے والوں کی بابت دریافت کیا گیا جو یکون فی الحرس فی الرباط فیکبرون باللیل ویطربون۔ ساحل بحر پر چوکیوں اور دیدبانوں میں بیٹھے پہرہ دیتے رہتے ہیں۔ رات میں تکبیر بلند کرتے اور گاتے رہتے ہیں۔ امام نے فرمایا تکبیر بلند کرنے میں کوئی قباحت نہیں[3]۔

یہ زیر نظر اصطلاح کی قدیم ترین شہادت ہے گو اس میں محرس کا لفظ استعمال نہیں ہوا ہے لیکن سیاق و سباق قطعاً اس کا مقتضی ہے چوں کہ بنو امیہ کے سب سے پہلے خلیفہ کے زمانہ میں اسلامی بحریہ کی باقاعدہ ابتدا ہو چکی تھی اس لئے ساحلی پاسبانی کا آغاز بھی اسی زمانہ سے ہو گیا تھا البتہ اس کی از سر نو تنظیم کی ضرورت اس وقت پیش آئی جب کہ ۱۳۲ھ ہجری میں امیوں کی خلافت ختم ہوگئی۔ بازنطینوں کے دل سے مسلمانوں کا رعب کم ہوا اور بحری قزاقوں کے حوصلے بڑھے۔ عباسیوں کا مرکز مشرق کی طرف ہٹ گیا اور المغرب کا علاقہ خودمختار ہوا۔ المغرب والے ظاہر ہے کہ بحیرۂ روم کے قزاقوں سے غافل نہیں رہ سکتے تھے چنانچہ پہلے ہی اغلبی سلطان ابراہیم متوفی دو سو اکسٹھ ہجری نے بنی الحصون والمحارس علی ساحل البحر کانت توقد النار من سبتۃ الاسکندریۃ فیصل الخبر منہا فی لیلۃ واحدۃ وفیہا مسیرۃ اشہر[4]۔

[1] لسان و تاج۔ [2] المدونۃ الکبریٰ ج ۱ ص ۴۰۲۔

[3] التنبیہ۔ ص ۱۴۱۔ [4] مواعظ ج ۱ ص ۲۰۰۔

Marfat.com

ساحل افریقیہ پر قلعے اور محرس تعمیر کیے۔ اگر سبتہ کے کسی محرس پر آگ جلائی جائے تو جانب مشرق اس کے قریبی محرس کی آگ روشن کی جاتی اس طرح جو بحری قزاق ساحلی شہروں کو لوٹنا چاہتے یا جو بحری حملہ ان علاقوں پر ہوتا اس کی اطلاع راتوں رات اسکندریہ تک پہنچ جاتی تھی۔ حالانکہ دونوں شہروں کا درمیانی فاصلہ عام حالات میں ہفتوں میں کیا مہینوں میں طے ہوتا تھا۔

محرس کے بارے میں مقدسی کی اطلاع بہت دلچسپ ہے۔ اس کے متعلقہ بیان کا خلاصہ یہ ہے[۱] فلسطین کے پورے ساحل پر رباط بنے ہوئے تھے۔ یونانیوں کے جنگی جہاز اور کشتیاں بندرگاہوں پر آتیں اور مسلمان قیدیوں کو لاتیں کہ فدیہ وصول کریں۔ یونانی جہاز کے نمودار ہوتے ہی رباط والے محرس سے ترئی بجاتے اور نرنا پھونکتے ہیں۔ رات ہو تو برج پر روشنی اور دن ہو تو دھواں اٹھاتے ہیں۔ ہر رباط سے رملہ تک تھوڑے تھوڑے فاصلہ سے محرس بنے ہوئے ہیں جن میں ہر وقت محافظوں کی جماعت متعین رہتی ہے یہ لوگ آگ، دھویں یا قرنا کے ذریعہ فلسطین کے انتہائی شمالی ساحل سے رملہ والوں کو یونانیوں کی آمد کی اطلاع دے دیتے ہیں۔

ساحلی حفاظت کے انتظام کی خوبی اور محرس کی اہمیت کا اندازہ کرنے کے لیے مزید شہادت کی غالباً ضرورت نہیں ہے[۲] محرس سے تعلق رکھنے والی بعض اطلاعیں برج و دیدبان میں گذر چکی ہیں اور بعض آگے مرقب میں آئیں گی۔

مرسی: ظرف مکان، لنگرگاہ

جغرافیہ نویس مرسی کا لفظ ہر جگہ بڑی لنگرگاہ کے لیے استعمال کرتے ہیں[۳]۔ اور چھوٹی لنگرگاہ کے لیے مرفی۔ انہوں نے متعدد بندرگاہوں کے حالات اپنے اپنے

---

۱ احسن ص ۱۰۱۔ ۲ فلسطین کے شہروں اور بندرگاہوں کی بابت مستند معلومات کے لیے دیکھیے بلاد فلسطین و شام۔ ۳ الفوائد ج ۱، ورق ۳۵۔ یاقوت بلدان القلزم (باقی اگلے صفحہ پر)

Marfat.com

مذاق کے اعتبار سے لکھے ہیں یہاں بطور نمونہ صرف دو بندرگاہوں کے متعلق چند باتیں نہایت اختصار سے نقل کی جاتی ہیں۔ اسی پر دوسری بندرگاہوں کے حالات کا قیاس کیا جاسکتا ہے کہ ان کے متعلق کس قسم کے اطلاعیں مل سکتی ہیں۔

باب الابواب یا دربند بحیرۂ خزر کی مشہور بندرگاہ تھی اس کو دو سنگ بستہ دیواروں سے جو سمندر میں کچھ دور تک چلی گئی تھیں محفوظ کیا گیا تھا۔ ان دیواروں کے اختتام پر پانی والا دروازہ تھا جس میں زنجیریں تنی رہتی تھیں تاکہ کوئی جہاز بغیر اجازت بندرگاہ کے اندر آسکے نہ اندر سے باہر جاسکے۔ یہ دیواریں پتھر کے سلوں کی تھیں جن کی جڑائی سیسہ سے کی گئی تھی[۱]۔

طرابلس غرب ایک کھلی بندرگاہ ہے۔ ہواؤں کی شدت سے سمندر ہمیشہ متلاطم رہتا ہے اس لیے یہاں کسی جہاز کا لنگر انداز ہونا آسان نہیں۔ بعض الاسرار کار خیر کے متعلق یہاں کے باشندوں کا مذہب ایسا ہے کہ کسی دوسری بندرگاہ کے لوگوں سے قطعاً اس کی توقع نہیں کی جاسکتی۔ جب کوئی جہاز ان کی بندرگاہ میں آتا ہے تو یہ لوگ بہت سے لنگر اور بکثرت رسّے لیے ہوئے اپنی کشتیاں دوڑاتے ہوئے جہاز کی طرف آتے ہیں اور تھوڑی ہی دیر میں جہاز کو لنگر انداز کردیتے ہیں۔ یہ ساری مشقت صرف مسافروں کی ہمدردی میں رضاکارانہ ہوتی ہے۔ اپنی محنت کا وہ کوئی معاوضہ قبول نہیں کرتے[۲]۔

طرابلس غرب کی جیسی بعض کھلی بندرگاہیں اور بھی تھیں جن کا وصف ادریسی[۳] نے بھی بیان کیا ہے۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) کا، ج ۴ ص ۱۵۴ رباط ج ۴ ص ۲۰۲۔ المریۃ ج ۴ ص ۵۱۷ بکناسہ ج ۴ ص ۱۶۱۵ ج ۴ ص ۹۹۵۔ البیان المغرب ج ۱ ص ۲۰۹، ۲۰۹، ۲۴۱ کتاب الروضتین ج ۲ ص ۱۲۸، ۲۵۲۔

[۱] المسالک و الممالک ص ۱۴۳، ۲۰۲، ۲۴۴ مسالک الممالک ص ۱۴۴ نزہۃ قسم المغرب ص ۲۱۲ [۲] المسالک الممالک ص

[۳] نزہۃ قسم المغرب ۱۳، ۷۲، ۷۴، ۱۰۷ نیز ص ۱۲۸۔

مرفار : رف ر کا اسم ظرف، جمع مرافی۔ لنگر گاہ یا بندر گاہ چھوٹی اور کبھی کبھار باب افعال سے بھی آتا ہے یعنی مرفار بالضم[1]

ابراہیم بن عباس رم ۲۴۳ھ، کا شعر ہے[2]

مجال وحوش و مرفا سفین ... فیا عرف لهود یا منظر

مرفار اکثر و بیشتر چھوٹی بندرگاہ کے لیے بولا جاتا ہے اور بڑی بندرگاہ کے لیے مرسی ہے[3]

المرقب مادہ رق ب کا اسم ظرف رمکان، لغوی معنی کے اعتبار سے ہر وہ مقام جہاں سے کسی کی نگرانی کی جائے۔ اصطلاحی معنی میں وہ حصن یا قلعہ[4] جو ساحل پر بنایا جائے اور جس کی غرض بحری حملہ آوروں پر نظر رکھنا ہو[5]

اصطخری نے پہلے معنی میں لکھا ہے: عبادان سے سات میل کے فاصلہ پر لکڑیاں باندھی گئی ہیں اور ان پر ایک مرقب بنایا گیا ہے۔ اس میں ایک ناظر جہازوں کو رستہ بتانے کے لیے بیٹھا رہتا ہے۔ مرقب میں رات کو روشنی کی جاتی ہے خشبات منصوبة فارنی علیہا مرقب یسکنہ الناظور[6]

مسعودی نے دوسرے معنی میں لکھا ہے۔ انطاکیہ کے ایک مقام پر مرقب تعمیر کیا گیا ہے۔ اس میں تنخواہ یاب سپاہی متعین ہیں۔ ان کا یہ کام ہے کہ جب دشمن دکھائی دے تو فوراً ارباب مقتدر کو مطلع کر دیں۔ اس مرقب کا محل وقوع ایسا ہے کہ دشمن خواہ خشکی کے راستے آئے خواہ تری کے رستے دونوں طرف سے نگرانی کی

---

[1] معاجم متداولہ۔ رف ر۔ [2] العقد ج ۵ ص ۲۱۴۔ [3] یاقوت۔ بلدان بشعبیہ ۲ ص ۲۰۱۔ الصین ج ۳ ص ۴۵۶ القصر ج ۴ ص ۱۲۔ قلہات ج ۴ ص ۱۶۸۔ اخبار الرسل ق ۳ جزو ۲ ۱۹۱۴ ص ۴۵، [4] فصیل سے محصورہ میدانی علاقہ حصن اور پہاڑی علاقہ قلعہ کہلاتا ہے۔ [5] یاقوت۔ بلدان۔ المرقب ج ۲ ص ۵ [6] مسالک الممالک ص ۳۲۔

Marfat.com

جا سکتی ہے۔ جبل المسلمین فی موضع من انطاکیہ مرقبا ینظر ہم من قدر تب فیہ من الرجال بالروم اذا وردوا من البر والبحر۔[1]

اسلامی دنیا میں یوں تو بہت سے مرقب تھے[2] لیکن سب سے زیادہ مشہور مرقب وہ تھا جو بحر شام کے کنارہ سنہ چار سو چون ہجری میں بنایا گیا تھا۔[3]

مرفیٰ: بندرگاہ۔

رقی کا اسم ظرف (مکان) عموماً چھوٹی بندرگاہ کے لیے بولا جاتا ہے۔ بعض وقت بلا امتیاز بھی استعمال کیا گیا ہے۔ ہر وہ ساحلی مقام جہاں مستقلاً یا عارضاً جہاز کھڑا کیا جائے ہے۔[4]

اس فعل سے اسم مفعول ہو تو لنگر ڈالا ہوا جہاز۔[5]

مرمی: کشتی کو پہلی مرتبہ پانی میں چھوڑنے کا ساحلی مقام۔

مادہ رمی کا مصدر میمی جہاں سے یا جس ہدف پر تیر چلایا جائے لغوی معنی ہیں جمع مرامی۔[6]

تیار ہو جانے کے بعد بغیر آزمائش کشتی سے کام نہیں لیا جاتا تھا بلکہ پہلے اس کو نسبتاً کم گہرے پانی میں رواں کیا جاتا تھا اور جب آزمائش میں وہ بے عیب و بے نقص ثابت ہوتی تو اس کو باقاعدہ استعمال کیا جاتا تھا۔

کشتی تیار ہوتے کے بعد اس کو تیرانے کے لیے ایک رسم بھی ممکن ہے کہ انجا

---

[1] مروج ج ۴ ص ۵۵۔ [2] مثلاً دیکھیے نجوم ج ۷، ص ۱۴۰ اور فہرس اسماء الاماکن۔

[3] آثار البلاد ص ۱۷۳ دوسرے ماخذوں کے لیے دیکھیے جغرافیہ فلسطین و شام ص ۶۵۳۔

[4] تقویم البلدان ص ۳۶۵۔ مراصد۔ سواکن ج ۲ ص ۴۶۔ عادن۔ ج ۲ ص ۱۴۱ سلسلۃ التو ص ۱۳۔ خانقوہ نیز دوزی تتمہ۔

[5] تذکرہ بالاخبار ص ۳۰۲۔ [6] معاجم متداولہ۔

دی جاتی ہو۔ الروضتین کی ایک عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ مصر و شام میں اس غرض کے لیے چند مقام مخصوص تھے[1]

لمعونتہ بفتح اول و ضم ثانی: محصول جو ان تجارتی جہازوں پر عائد کیا جائے جن کا اسباب جہاز سازی کے کام آئے۔

یہ معنی دوزی نے بتائے ہیں۔ اگر یہ صحیح ہیں تو پھر معونتہ (مادہ عین واؤ نون) کا مادہ عون نہیں بلکہ مان (میم ہمزہ نون مہموز العین) ہونا چاہیے کہ مئونتہ کے معنی بے وجہ یا زائد از ضرورت مالی بار ہیں۔ مئونتہ کے یہ معنی غریب نہیں بلکہ عام ہیں۔ مئونتہ کی بجائے معونتہ قرارت یا کتابت کی غلطی بھی ہو سکتی ہے۔ ابدال کا یعنی ہمزہ کا عین مہملہ سے بدل جانا، امکان قابل نظر انداز نہیں بلکہ اقرب الی القیاس معلوم ہوتا ہے۔[2]

مقرر الحمایۃ: دریائے نیل کے جہازوں کا محصول

تغری بردی نے یہ واقعہ ثبت کیا ہے کہ محمد بن قلادون متوفی سات سو اکتالیس ہجری میں وہ سب محصول اٹھا دیئے جو دریائے نیل کے ہر جہاز پر ایک متعین مقدار میں لگائے جاتے تھے اور اس کو مقرر الحمایۃ کہتے تھے۔ یہ جہاز یا کشتی کے مالکوں سے نہیں بلکہ جہاز یا کشتی کے ہر مسافر سے وصول کیا جاتا تھا۔ خواہ وہ غنی ہو یا فقیر[3]

اس سے دو باتیں معلوم ہوتی ہیں۔ الف۔ اس قسم کا محصول صرف ... نے عائد کیا تھا دوسرے مقاموں پر اس کا رواج نہیں تھا۔ ... تاریخ کے علاوہ

[1] الروضتین ج ۱ ص ۲۶۷۔ [2] دوزی۔ تتمہ۔

[3] النجوم الزاہرہ ج ۹ ص ۴، المواعظ والاعتبار ج ۱ ص ۴۴۱۔ کشتی کے کرایہ کے لیے دیکھئے الف: ... ج ۷ ص ۲۷۵۔ ب: المغرب ص ۱۶۱۔

Marfat.com

دوسرے مراجع میں ایسے محصول کا مذکور نہ ہونا بھی اس کی تائید کرتا ہے۔ بہ حمایۃ
کے لفظ سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حکومت مسافروں کے جان و مال کا ذمہ لیتی تھی
وہ صحیح سلامت کنارے پر پہنچ جائیں گے۔ کشتیوں کے مالک و ملاح عام طور پر گنجائش
سے زیادہ مسافروں کو بھر دیتے ہیں جس کی وجہ سے غرق آب ہونے کے حوادث کا
پیش آنا یقینی ہے۔ شاید ایسے حوادث کی روک تھام کے لیے یہ محصول عاید کیا گیا

المقل بالفتح یا بالضم وسکون قاف: درخت خرما سے مشابہ ایک درخت۔
اس کے پھٹوں سے نہریں عبور کرنے کے ٹوکرے بنائے جاتے ہیں[۱]۔ مقریزی
کی اطلاع ہے کہ اس کے پتوں کو باہم سی کر بادبان بھی بناتے ہیں[۲]۔

المقل بالفتح وسکون قاف: سمندر میں غوطہ لگانے کی جگہ۔
مقل باب نصر کے معنی پانی میں ڈوبنا ہیں۔ اس سے ماقل و تماقل ایک دوسرے
کو غوطہ دینا اور امتقل بار بار غوطہ مارنا ہیں۔ درج شدہ اسم ظرف باعتبار وزن شاذ

المکس بالفتح، دریائی محصول، مکوس بالضم جمع۔
مکس اذباب نصر کے معنی میں عرب قبل اسلام میں محصول فروخت کے لیے
استعمال ہوتا تھا۔ اس زمانہ کا عرب اس کو ناپسند کرتا تھا[۳]۔ مسلمان قانون ساز
اس محصول کو جو ان کی دانست میں ناجائز ہو مکس کہتے ہیں[۴]۔
مکس اور عشر کو بعض لوگ ایک دوسرے کا مترادف بمعنی محصول سمجھتے ہیں[۵]
مکس زیادہ تر آبی محصول کے لیے استعمال ہوا ہے[۶]۔ پہلی صدی ہجری کے ربع او

---

[۱] ابن جبیر ص ۲۴۸ عبرنا الفرات فی الزواریق المقلتہ۔

[۲] المواعظ ج ۱ ص ۳۲۸۔ وقلاع ہذا الجلاب من خوص شجر المقل۔

[۳] لسان و تاج۔ [۴] لسان۔

[۵] حیوان ج ۱ ص ۳۲۷۔ ج ۲ ص ۹۴۱۔ وتاج۔ [۶] احسن ص ۳۰۔ نجوم ۔۔۔ باب ج ۶ حوادث ۶۲۹۔

کا ایک شاعر کہتا ہے[۱]:

ایا ابن المعلی خلتنا ام حسبتنا　　صرادی نعطی الماکسین مکوسا

تغری بردی کی ایک اطلاع ہے کہ[۲] قاہرہ سے جدہ روانہ ہوا تاکہ جہازوں کا محصول وصول کرے لاخذ مکس المراکب۔

اس سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سمندر و دریا کی گزرگاہ پر جو محصول لیا جاتا تھا وہ عام طور پر مکس کہلاتا تھا۔

المکلاّ: لنگر گاہ۔

یہ لفظ کلا ر کے باب تفعیل کا اسم ظرف ہے۔ جزیرہ نمائے عرب کے جنوبی ساحل پر ایک مقام لنگر گاہ ہونے ہی کی وجہ سے مکلاّ کہلاتا ہے اور یہ اب بھی موجود ہے[۳]۔

مکلاّ کے سلطان ریاست حیدر آباد میں ایک جمعدار یعنی دوسرے درجے کے فوجی افسر تھے۔ ان کی وجہ سے سقوط حیدرآباد سے پہلے تک یہ مقام دکھن میں بھی مشہور تھا۔

ملاح بکسر اول: کشتی کے موافق مرام ہوا۔

ان معنی کا مجازی ہونا ظاہر ہے[۴] اور اسی سے دریائی و نہری کشتی رانی کی کثرت کا بھی اندازہ ہوتا ہے خصوصاً عراق و مصر میں جہاں حمل و نقل کے سوا کشتی سفر و سیر کا کثیر الاستعمال ذریعہ تھی۔

---

۱ مفضلیات ص ۶۰۰ - والمواعظ ج ۳ ص ۱۹۶۔

۲ نجوم ریاپسا ج ۶ ص ۵۸۳ حوادث ۸۲۵۔

۳ لسان و تاج۔　　۴ تاج اور دوسری قاموسیں۔

Marfat.com

الملاحۃ بالکسر: فن جہاز رانی

لغویوں نے ملاحت کی نہایت مختصر سی تعریف ضرور کی ہے[1] لیکن دسویں صدی ہجری سے پہلے کے کسی ماخذ میں علم جہاز رانی یا اس کے فن کی مفصل تعریف یا توصیف نہیں ملی۔ احمد بن مصطفیٰ متوفی نوسو باسٹھ نے اس کا جو وصف بیان کیا ہے وہ کچھ اس طرح ہے۔ علم الملاحۃ: اس کے ذریعہ کشتی کے آلات کا علم ہوتا ہے اور یہ کہ وہ کس طرح چلتی ہے اس کا وزن کتنا ہونا چاہیے، اس میں کتنا وزن بار کیا جانا چاہیے۔ اتنے وزن کی کشتی اتنے بوجھ کے ساتھ کس رُخ پر کس رفتار سے چلے گی۔ اس علم سے سمندروں بندرگاہوں، جزیروں اور ملکوں کا محل وقوع معلوم ہوتا ہے۔ اس کے لیے ہواؤں کا رُخ اور ان کی نوعیت کا معلوم ہونا بھی ضروری ہے کہ آیا وہ تیز ہے یا سست اور وہ پانی لائے گی یا نہیں۔

ملاحت کے لیے بطور مبادیات علم میقات و ہندسہ و بحریات سے کما حقہ واقفیت ضروری ہے۔

علم ملاحت بحریوں کے تجربہ سے حاصل ہوتا ہے اس لئے اس فن پر اصولی و نظری حیثیت سے، شاید ہی کسی نے کچھ لکھا ہو اگرچہ اس فن پر تحریر شدہ کچھ کتابیں اس فن کے ماہروں یعنی عملی حیثیت سے جاننے والوں کے یہاں پائی جاتی ہیں۔[2]

حاجی خلیفہ نے یہی عبارت قدرے تغیر سے نقل کر دی ہے کچھ مزید معلومات نہیں دیں۔[3]

الملاحیۃ بضم میم و کسر حائے حطی: پیشہ جہاز رانی۔

مندرجہ معنی لغویوں نے دیئے ہیں[4]۔ مفتاح السعادۃ کے مؤلف نے ملاحت

---

[1] تاج اور دوسری قاموسیں
[2] مفتاح السعادۃ ج ۲ ص ۳۱۴۔
[4] تاج اور دوسری قاموسیں
[3] جاری۔ کشف الظنون ج ۲ ص ۵۱۲۔

اور ملاحیۃ کو خلط ملط کر دیا ہے[1]

مَن الاخیر بالفتح: ڈبا وُ بوجھ۔

غیاث الدین نے ٹھیک لکھا ہے کہ آں مقدار بار کہ چوں بر کشتی پر بار نہند کشتی غرق شود[2]

مجھے اس اصطلاح کا عربی مترادف نہیں ملا لیکن بظن غالب عربی میں بھی یہی معنی کا حامل کوئی نہ کوئی لفظ ہونا چاہیے۔

تیرہویں صدی ہجری سے کشتیوں اور جہازوں کی دیواروں پر سفید یا سیاہ رنگ کے دو اُفقی خط کھینچے جاتے تھے (نقاشوں کی اصطلاح میں ایسے سادہ مستقیم خط کو تحریر کہتے ہیں) نیچے سے پہلی تحریر اس بات کی علامت ہے کہ اگر یہ زیر آب ہو جائے تو کشتی کے ڈوبنے کا امکان ہے۔ اب اس پر مزید بوجھ نہیں ڈالا جا سکتا۔ اوپر کی تحریر خطرے کی علامت تھی۔

لمندرخ: اسم ظرف مکان وہ مقام جہاں کشتی یا جہاز عموماً ٹکرا جائے۔

مندرخ صرف الغ خانی نے استعمال کیا ہے[3] لیکن ندرخ کا اسم ظرف لسان میں بر محل نہیں ملا۔

لمید، بالفتح یا بالکسر: دریائی قزاق۔

مورخوں نے لکھا ہے کہ یہ دیبل میں سندھیوں کا ایک گروہ تھا، یہ مسلمانوں کے جہازوں کو لوٹا کرتا تھا[4] سندھ پر مسلمانوں کے حملہ کا باعث بھی یہی سندھی بحری قزاق تھے[5] اصطخری نے ان کو بدھ مت کا پیرو بتایا ہے[6]

---

[1] مفتاح السعادۃ ج ۲ ص ۲۱۴ اور آگے۔ [2] غیاث اللغۃ۔ [3] ظفر الوالہ ص ۲۵۷۔
[4] التنبیہ والاشراف ص ۵۵ ـــ مروج ج ۱ ص ۲۷۰۔ [5] بلاذری فتوح ص ص ۴۳۲
اردو ترجمہ ص ۶۰۱ حاشیہ۔ [6] اصطخری ص ۱۷۶۔

لغت عرب میں ایسے لوگوں کو جو کشتی رانی کے فن میں طاق اور سمندر کے احوال اور اس کی راہوں سے خوب آگاہ ہوں مُید کہتے ہیں۔ سواحل سندھ پر ملتان کے علاقہ سے بحیرۂ فارس تک بکثرت بدوی قومیں آباد تھیں ان میں اکثر ملاح اور جہازران تھے۔ مقامی حکومتوں کی کمزوری کے باعث بحری ڈاکو بن گئے جو بڑی مضبوط کشتیوں، بوارج پر منڈلاتے پھرتے، دریا میں اور ساحلی بستیوں میں لوٹ مار کرتے رہتے تھے۔

مید کے لفظ میں ڈاکو کا مفہوم ہندوستانی عطیہ ہے[1]۔

المید بالفتح: دریائی مسافروں کی علالت، دوران سر

اس مادہ کا فعل (میمید) واسم (مائدہ) تنزیل میں بھی آیا ہے[2]۔ لغویوں[3] اور مفسروں[4] کا اتفاق ہے کہ اصلی معنی چکر ہیں اور یہ کہ دریا کا طویل سفر کرنے والوں کو عام طور پر دوران سر پھر قئے کا جو عارضہ لاحق ہوجاتا ہے وہ مید کہلاتا ہے[5]۔

اس سلسلہ میں یہ اطلاع بھی موجب دلچسپی ہوگی کہ دورانِ سر سے بچنے اور قئے کا علاج کرنے کے لیے دریائی سفر میں ہندوستانی اچار، چٹنی اور دھوپ لیموں اپنے ساتھ رکھتے تھے، ان کے یہاں یہ دریائی زادِ سفر کا لازمی جزو تھا[6]۔

عربی میں مُید اصلاً حبشی زبان سے آیا ہے[7]۔

المینا بالکسر مقصور یا ممدود: گودی، جہاز بارہ۔ جمع موانی۔

---

[1] فتوح البلدان ترجمہ ج ۲ ص ۱۰۰ حاشیہ۔ [2] معجم المفہرس لالفاظ القرآن۔

[3] مقائیس، لسان وتاج۔ [4] الجامع لاحکام القرآن ج ۱۰ ص ۹۰، ج ۱۱ ص ۲۰۵۔

[5] ازہار الریاض ج ۱ ص ۳۰۲، اور تحفہ ج ۲ ص ۱۶۰۔

[6] تحفہ ج ۴ ص ۲۵۳۔ ابن بطوطہ کی عبارت ہے:- وامرت لی مِلکۃ کیلوکری باثواب .... واربَعۃ مرطبانات وھی أوانٍ ضخمۃ مملوءۃ بالزنجبیل والفُلفُلِ واللیمونِ کلّ ذالک مملوح مما یستعمل البحر۔ [7] الفاظ الفارسیہ ص ۱۴۹۔

بضمتین وبکسر نون، قدیم لفظ ہے کثیر و نصیب کے اشعار میں بھی آیا ہے[1]
یونانی الاصل لفظ ہے لیکن بعض ون ی سے ماخوذ بتاتے ہیں[2]
جغرافیائی کتابوں میں مختلف علاقوں کے میناؤں کا ذکر موجود ہے یہاں صرف چند حوالے دیئے جا رہے ہیں[3]

النول: جہاز یا کشتی کا کرایہ

نول عربی میں پہلی صدی ہجری بلکہ اس سے قبل ہی رائج رہا ہے۔ حدیث میں بھی وارد ہوا ہے[4] مگر دخیل ہے۔ غالباً یونانی الاصل[5] لغویوں کے سوا[6] سفرناموں میں[7] بھی آیا ہے اور چودھویں صدی ہجری میں بھی تھوڑے تغیر کے بعد نولون یا نولن رائج ہے[8]۔ بری سفر کے کسی سواری کے لیے نول کا اطلاق غالباً کبھی نہیں ہوا۔

الہدام بالضم: بحری مسافر کا دوران سر

یہ دوّار و مید کا مترادف ہے[9]

---

[1] مخصص، ج ۱۰ ص ۲۸۔ لسان و تاج۔ التنبیہ والاشراف ص ۸۴، الفائق ج ۳ ص ۱۸۴۔
[2] سوار السبیل [3] (الف) تحفہ ج ۱ ص ص ۱۳۱، ۱۹۴ (ب) مراصد: سولس وعکّہ ج ۳ ص ۱۷، ۱۷۱ (ج) احسن التقاسیم ص ۱۶۲ اجاری (د) یاقوت، بلدان عکّہ ج ۳ ص ۷۰، جاری سیراف ج ۳ ص ۲۱۱ جاری (ہ) ذیل تاریخ دمشق ص ۲۳۲ (و) الفتح القسی ص ص ۴۳، ۷۹، ۱۴۲، ۲۰۹ (ز) الدرر السلطانیہ ص ۱۲۳ (ح) الروضتین ج ۱ ص ۱۶۹، ج ۲ ص ۱۴، ۳۲، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۵۲ (ط) نجوم ج ۷ ص ۱۴۸، ۳۱۶، ۳۷۱۔ ج ۸ ص ۸۔ ج ۹ ص ۲۶۵ (ی) نجوم ریاپر، ج ۶ ص ۴۴ حوادث سنہ ۸۳۲ (ک) سفرنامہ ناصر خسرو ص ۲۱، ۲۲۔ [4] الفائق ج ۳ ص ۱۳۲۔
[5] تہذیب الالفاظ العامیہ ص ۲۴۳، اور الدلیل الی العامی ص ۳۲۸ [6] لسان و دستان۔
[7] تحفہ ج ۲ ص ۲۵۴، ۲۵۵، ج ۴ ص ۲۲۳۔ [8] تاج و سوار السبیل۔
[9] تاج دستان اور الدلیل الی العامی ص ۲۵۰۔

Marfat.com

ہدم بصیغہ مجہول: بحری مسافر کا دوران سر سے بیمار ہونا۔

ہدم از باب ضرب کے معنی گرانا معروف ہیں۔ سر چکرانے سے آدمی کھڑا کھڑا بھی گر پڑتا ہے اس لیے اس کو ہدم بصیغہ مجہول سے تعبیر کیا گیا۔[۱]

الہورۃ : دریا اور سمندر کے خطرناک مقام۔ ہورات جمع۔

جھیلیں جن میں نرسل نہیں آتے عرب انہیں ہور یا ہول کہتے ہیں۔ اہوار جمع الہور اہوال وہوول جمع ہول۔

ہورۃ کی جمع اصطخری نے ہوارات لکھی ہے۔

بحریہ کے اس لفظ کا تعلق یوں ہے کہ جغرافیہ نگاروں اور سیاحوں نے سمندری راستوں کا حال بتاتے ہوئے خطرناک گزر گاہوں سے خصوصی طور پر آگاہ کیا ہے کہ آنے والے ان سے خبردار رہیں۔ سمندر کے ایسے ہی پر خطر مقاموں کو یہ مولف ہور سے تعبیر کرتے ہیں اگرچہ یہ اسم ظرف نہیں ہے۔

خطرہ سے ان کی مراد (الف) طوفانی ہوائیں (ب) زیر سمندر پہاڑیاں یا (ج) اتھلی زمین جس میں جہاز پھنس جائے اور (د) بھنور۔ یہ چاروں معنی علیحدہ علیحدہ نہیں ہیں۔ مقاموں کے اعتبار سے بیان کیے گئے ہیں۔ اس سلسلہ کے چند حوالے یہ ہیں:

(۱) جغرافیہ خلافت مشرقی ص ۵۵ (۲) اصطخری مسالک الممالک ص ۳۰، ۲۲، ۴۴، ۳۰۔

(۳) یاقوت بلدان، دورقستان ج ۲ ص ۶۲۰ (۴) ابن حوقل مسالک الممالک ص ۳۱۷

(۵) دوزی تتمہ (۶) لغوی تحقیق کے لیے لسان وتاج مادہ ھ ور اور ھ ول

الہوس بالفتح: جہاز گاہ

ھ و س اجوف واوی کے ایک معنی ہیں ٹیک لگا کر چلنا یا کسی چیز کے گرد گھومنا۔ مندرجہ اصطلاح شاید انہیں معنی سے ماخوذ ہے۔[۲]

---

[۱] تاج دبستان وتسہیل العربیہ۔ [۲] تسہیل العربیہ نیز دوزی تتمہ

Marfat.com

متفرق متعلقہ موضوعات

۱۔ اسلامی بحری جنگیں۔
۲۔ بحری سفر کے موسم۔
۳۔ بحریوں کی ثروت۔
۴۔ بحریوں کے خرافات۔
۵۔ بحریوں کی دعائیں۔
۶۔ بحریوں کے شرعی مسائل۔
۷۔ جہاز اور کشتیوں کا جھنڈا۔
۸۔ شعر میں کشتی کا وصف۔
۹۔ عربوں میں پیشہ ملاحی۔
۱۰۔ احادیث النبی صلعم میں لفظ سفینہ۔
۱۱۔ جہاز، کشتی کے متعلق ضرب الامثال۔

Marfat.com

اسلامی بحری جنگیں

یہ ایک مستقل موضوع ہے مفصل کتاب تو درکنار مختصر سی تحقیقی کتاب لکھنے کے لیے بھی شاید دو سال سے کم نہ لگیں۔ ذیل میں چند ہی ایسے حوالے پیش ہیں جن سے اس موضوع سے انصاف کرنے والے کو برائے نام ہی مدد مل سکے گی اس سے زیادہ کی نہیں۔

مستدرک الحاکم اور دوسری حدیثی کتابوں میں ہے[۱] غزوۃ فی البحر خیرٌ من عشر غزوات فی البر ایک سمندری غزوہ میں (دینی محاربہ) خشکی کے دس غزووں سے زیادہ خیر ہے۔ اس حدیث کی بالمعنی تائید و توثیق صحاح ستہ کے سوا کم از کم مزید چار معتبر مجموعوں سے ہوتی ہے[۲]

(الف) قولی حدیثوں کے علاوہ ابن سعد وغیرہ کی روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلعم نے اپنی زندگی ہی میں بحری دفاع کی ابتدا فرمادی تھی۔ ابن سعد کے الفاظ یہ ہیں:۔ بلغ رسول اللہ صلعم ان ناسًا من الحبشۃ تراياهم اهل جدۃ فبعث صلعم اليهم علقمۃ بن مجزز المدلجی فی ثلاث مائۃ فانتهی الی جزیرۃ فی البحر وقد خاض اليهم البحر فهربوا منہ[۳]۔ مطلب یہ کہ رسول اللہ صلعم کو اہل جدۃ نے اطلاع دی کہ حبشیوں کی کشتیاں ان کے ساحل کے سامنے منڈلا رہی ہیں۔ آپ نے

---

[۱] مستدرک الحاکم ج ۲ ص ۱۴۳۔ ابن ماجہ کتاب الجہاد ب ۱۰۔ الدارمی کتاب الجہاد ب ۲۸۔

[۲] موطا امام مالک۔ مسند احمد بن حنبل۔ سنن الدارمی و طبقات ابن سعد۔

[۳] طبقات الصحابہ ج ۲ ق ۱ ص ۱۱۸ نیز ملاحظہ ہو صحیح مسلم کتاب امارۃ باب ۱۶۱ اور مسند احمد بن حنبل ج ۵ ص ۴۱۳، ۴۲۳۔ اس سلسلہ میں ابن ماجہ کی روایت خصوصی اہمیت رکھتی ہے۔ ملاحظہ ہو سنن ابن ماجہ کتاب الجہاد باب ۱۰۔

Marfat.com

علقمہ کو تین سو غازیوں کے ساتھ مقابلہ کے لیے روانہ فرمایا۔ یہ سمندر میں ایک جزیرہ تک پہنچ گئے اور حبشی خوف زدہ ہو کر بھاگ گئے۔

تاریخ اسلام کی اچھی خاصی مفصل کتابوں میں بھی یہی ملتا ہے کہ پہلا اسلامی بیڑہ معاویہ بن ابی سفیان نے ساحل شام پر یا عبداللہ بن ابی سرح نے ساحل مصر پر تیار کیا در آں حالیکہ اس کی باقاعدہ ابتدار ابوبکرؓ کے زمانہ ہی میں ہو چکی تھی۔ ابن سعد ہی کی عبارت سے واضح ہے کہ آپ نے علار بن الحضرمی کو بحری حملہ پر روانہ کیا تھا اور علار نے بحیرۂ فارس کے مغربی (عربستان کے مشرقی) بندرگاہیں جوا تارو قطیف فتح کئے اور دوسری لنگرگاہ زرارہ کا محاصرہ کیا اور یہیں سے عرفجہ کو کشتیوں پر سوار کر کے ایرانی بندرگاہوں پر حملہ کے لیے روانہ کیا چناں چہ عرفجہ نے خلیج فارس کے ایک جزیرہ پر قبضہ کیا۔

ایرانی علاقہ کا یہ پہلا جزیرہ تھا جو خلافت سے ملحق ہوا۔

یہ واقعہ سنہ چودہ کا ہے علار ابھی آگے نہیں بڑھنے پائے تھے کہ ابوبکرؓ کا انتقال ہو گیا اور عمرؓ نے سیاسی وحربی مصالح کی بنار پر علار کو پیش قدمی سے روک دیا۔[1]

ابن سعد کے بیان کی توثیق دوسرے معتبر مصادر سے بھی ہوتی ہے۔[2]

تیسرے خلیفہ کے زمانہ میں معاویہ کی بحری تاختوں کا علم تاریخ اسلام کے مبتدیوں سے پوشیدہ نہیں ہے البتہ اس سلسلہ کی یہ بات قابل توجہ ہے کہ بازنطینی علاقوں پر ہر سال حملہ کی ابتدار خشکی اور تری دونوں طرف سے معاویہ ہی کے زمانہ سے شروع ہوئی اور عبدالملک پہلا امیر بحر ہے جس نے معاویہ کے حکم سے سمندری

---

[1] طبقات الصحابہ ج ۴ ق ۲ ص ۷۸ مسلسل۔ مقابلہ کیجیے ج ۳ ق ۲ ص ۶۶ کی اطلاع سے۔

[2] مثلاً فتوح البلدان بلاذری دیکھیے اشاریہ اسمار اشخاص ومقام۔

Marfat.com

راہ طے کی اور سنہ بیالیس کا جاڑا ربازنطینی علاقہ میں گزرا اور یہ پہلا مشتی ٹھنڈے کا نے کا حملہ تھا۔[1]

جیساکہ عرض کیا گیا بحری غزوات کی تاریخ راقم الحروف کی سکت سے باہر ہے صرف دو تین مذکورہ اطلاعیں بازدریافت کے طور پر درج کی گئیں ہیں۔ البتہ اس سلسلہ میں ادھر ادھر سے جو دیگر معلومات حاصل ہوئے یہاں ان کے صرف مختصر سے حوالے درج کر دینا خالی از منفعت نہیں معلوم ہوا۔ مثلاً دمیاط پر بازنطینی حملوں کے لیے: المواعظ والاعتبار ج ۱ ص ۵۴۳ جاری۔ ج ۲ ص ۴۶ ۳، ۳۶۴ النجوم الزاہرہ ج ۲ ص ۲۹۲، ۲۹۷، ۳۰۸

تینس پر حملوں کے لیے: المواعظ ج ۱ ص ۲۶۸، ۲۹۲۔ ج ۲ ص ۴۸ ۲ مسلسل

بحری سپاہیوں کے فدیہ کے لیے: النجوم الزاہرہ ج ۲ ص ۱۲۷، ۱۳۳، ۲۵۹، ۳۰۴۔

اسی سلسلے میں: التنبیہ والاشراف ص ۱۸۹ مسلسل۔ المسالک والممالک: اصطخری ص ۶۹۔ ہندوستان پر عباسی دور کی بحری تاخت کے لیے: طبقات الصحابہ ج ۷ ق ۲ ص ۷۶ ۳۔

بحیرۂ روم کے جزیروں پر مسلمانوں کے بحری حملوں کی تفصیل کے لیے بالبیان المغرب: اشاریہ اسماء الاماکن۔

عثمانی بحری بیڑہ کا پہلا امیر بحر سلیمان تھا اور یہ واقعہ سلطان محمد فاتح کا ہے رہ ۸۵۵ تا ۸۸۶، دول البحار ج ۱ ص ۵۰۶۔

بحری سفر کے موسم

مسعودی نے ایک جگہ مختصراً یہ لکھا ہے کہ عمان سے بحر ہند میں ماہ تیر کے

[1] طبقات ابن سعد ج ۵ ص ۱۶۶۔

کے دوران سفر کرنا نہایت دشوار ہے۔[1] مرزوقی نے قدرے تفصیل کی ہے[2] کہ:

مہر فصل خریف کا آخری مہینہ ہے اس میں سمندر پُر از ہیجان ہوتا ہے، اس مہینہ کی پندرہ تاریخ کو بحری سفر ممکن نہیں۔ سولہ تاریخ کے بعد ہیجان پورے عروج پر ہوتا ہے۔

بہمن گرمی کے موسم کا آخری مہینہ ہے۔ اس میں سمندری سفر بکثرت ہوتے ہیں۔ البتہ اس مہینہ کی ستائیس تاریخ کے بعد بڑی بڑی موجیں پھر شروع ہو جاتی ہیں۔

فروردیں کی سولہ تاریخ ثریا طلوع ہوتا ہے۔ اس تاریخ سے سمندری سفر نہایت خوش گوار ہوتا ہے۔

امرداد کی تیرہ تاریخ سے ہوائیں بہت تیز و تند ہوتی ہیں۔ اس سے کشتیوں کو خطرہ لگا رہتا ہے۔

دیور میں مغربی ہوا تو بحری سفر کے لیے بہت ہی خطرناک ہوتی ہے۔

مشہور ہے کہ ایرانی شہنشاہ خسرو پرویز کے سات خزانوں میں ایک خزانہ گنج باد آورد اسی لیے کہلاتا ہے کہ اس کو ہوا نے اسکندریہ کے ساحل سے ایرانی ساحل پر پہنچا دی یا جب کہ ایرانیوں نے اسکندریہ کا محاصرہ کیا تھا اور وہاں کے باشندوں نے دولت تباہ کرنے کیلئے اُسے کشتیوں پر لاد کر ہوا کے حوالے کر دیا۔

گنج باد آورد کا ذکر شاہنامہ فردوسی اور پھر متعدد فارسی فرہنگوں میں ملتا ہے۔[3] عربی مصادر میں بھی آیا ہے کہ مسعودی نے خزائن الریح[4] اور ابو جعفر محمد طبری نے

---

[1] مروج الذہب ج ۱ ص ۳۲۷ ۔ [2] الازمنہ والامکنہ ج ۲ ص ۸۳ تا ۲۹۱ و ۳۴۶ ۔

[3] برہان قاطع وغیاث اللغت نیز ایران بعہد ساسانیاں کرستن زون اردو ترجمہ از محمد اقبال انجمن ترقی اردو ص ۶۲۶ ۔ [4] مروج الذہب ج ۱ ص ۱۲۰ ۔

Marfat.com

فی ُ البدیع[1] غالباً اسی سلسلہ میں لکھا ہے۔

قزوینی نے بحری سفر کے مناسب و نامناسب اوقات کی کچھ تفصیل بتائی ہے[2] اس عبارت کو کماحقہ سمجھنے اور سمجھانے کے لیے موسمیات سے کم ازکم ابتدائی واقفیت ضروری ہوتی ہے۔ راقم الحروف موسمیات سے ناآشنا ہے۔ ترجمانی کی کوشش کرنے میں غلطی کا اندیشہ ہے اس لیے صرف تعارف پر اکتفا کی گئی ہے۔

بحریوں کی ثروت

اس عنوان سے متعلق معلومات حاصل کرتے ہوئے دو باتیں ذہن نشین رہنی چاہیئے۔ اولاً: اشیائے صارفین، آلات، ادوات و اوزار کے ایک مقام سے دوسرے مقام پر منتقل ہونے کی بابت معلومات کی قلت ہے لیکن ان کے انفرادی یا مجموعی قیمتوں کا تعین کرنا قریباً ناممکن سا ہے۔ مثلاً یہ بتانا ممکن نہیں کہ سیراف کی بندرگاہ سے کس سال کتنی رقم کا مال درآمد یا برآمد کیا گیا یا فلاں تاجر کی سالانہ آمدنی اتنی تھی۔ ثانیاً: علم بے بحث بڑھے یا نہ بڑھے مال و زر بہرحال بے تجارت نہیں بڑھتا۔ یہ بات بری تجارت کے متعلق جتنی صحیح ہے اس سے کہیں زیادہ بحری تجارت کے متعلق صحیح ہے لیکن یہاں بھی ہمارے لیے یہ بتانا ممکن نہیں کہ خلافت کے فلاں فلاں دور میں یا فلاں فلاں مملکت کو بری یا بحری تجارت سے سالانہ اتنا فائدہ ہے۔

یہاں ہم نے صرف وہ معلومات اکٹھا کی ہیں جن سے متعین طور پر صرف

---

[1] اخبار الرسل ج ۲ ص ۱۶۵۔

[2] عجائب المخلوقات ص ۷۵،۷۶۔

Marfat.com

بحری تاجروں کی ثروت کا اندازہ ہوتا ہے۔ ان میں سے پہلی شہادت چوتھی صدی اور دوسری شہادتیں آٹھویں صدی ہجری سے متعلق ہیں لیکن یہ اچھی طرح ذہن نشین رہے کہ دوسری صدی ہجری ہی سے یہ بات زبان زد عام و خاص تھی کہ :- ان الاموال کثیراً ماتکون عند الکُتّاب وعند اصحاب الجوھر وعند اصحاب الوشی والانماط وعند الصیارفۃ والحناطین وعند البحریین والبصریین[1]۔

اکثر و بیشتر دولت زیادہ تر کاتبوں، جوہریوں، فرش و قالین کے تاجروں، مالی کاروباریوں، غلہ فروشوں، بحریوں اور بصریوں کے پاس ہوتی ہے۔

ابن حوقل اپنا ذاتی واقعہ یوں قلمبند کرتا ہے: (ملخصاً) سیراف اور ساحلی علاقوں کے رہنے والوں میں بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو اپنی پوری عمر سمندر میں گزار دیتے ہیں۔ مجھے معلوم ہوا کہ ایک شخص چالیس سال سے خشکی پر نہیں اترا۔ جب کسی بندرگاہ پر پہنچتا تو اس کے خادم ضرورت کی تمام چیزیں فراہم کر دیتے تھے۔ کشتی ٹوٹ جاتی یا قابل ترمیم ہو جاتی تو دوسری کشتی میں بیٹھ جاتا۔

یہ لوگ غربت برداشت کرنے کے عادی ہو گئے ہیں۔ یہ جہاں کہیں رہیں ان کی دولت مندی نمایاں رہتی ہے اس طرح کے لوگوں میں ایک ابوبکر احمد سیرافی تھے۔ میں ان سے بصرہ میں سنہ تین سو پانچ ہجری میں ملا بھی ہوں۔ ہوا یہ کہ ایک شخص نے جو ابوبکر پر بڑا اثر رکھتا تھا اپنے ایک اہم کام کے سلسلے میں میرے ذریعے سے اس کو ایک خط لکھا۔ میں نے خط حوالے کیا تو اس نے پڑھ کر زمین پر ڈال دیا لیکن مجھ پر ایک نگاہ غلط انداز بھی نہیں ڈالی۔ مجھے خیال ہوا کہ غالباً خط کے مضمون سے میری آگاہی اس کو ناگوار ہوئی کہ اس طرح کاتب و مکتوب الیہ کے تعلقات میرے علم میں آ گئے۔ پھر بغیر کچھ کہے اپنے بعض نوکروں کو آواز دی کسی سے اپنے جہازوں

[1] الحیوان ج ۴ ص ۳۴۴۔

Marfat.com

کی آمد و رفت کا حال پوچھا۔ کسی سے اس طرح کی کوئی اور بات پوچھی۔ اس بے رخی سے تو میرا خون کھولنے لگا۔ میں فوراً اٹھا اور بغیر ادھر اُدھر نظر ڈالے واپس ہونے لگا۔ تھوڑی دور بھی جانے نہ پایا تھا کہ اس کے نوکر دوڑتے ہوئے آئے۔ معذرت کی اور کہا: تمہارے اس طرح چلے آنے سے شیخ کو رنج ہوا۔ میں تو بھرا ہوا تھا ہی زور زور سے کہنے لگا:۔

"میں تو بڑے بڑے بادشاہوں سے مل چکا ہوں، ایسے سردار بھی میری نظر میں ہیں جن کے تحت ہزاروں آدمی کام کرتے ہیں، اچھے اچھے گردن کش لاف زنوں کو بھی دیکھ چکا ہوں مگر ابوبکر جیسا متکبر کہیں دیکھنے میں نہیں آیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس کو اپنی ثروت پر بڑا گھمنڈ ہے۔ اس کا غرہ تو سب سے بڑھ گیا ہے۔"

یہ سن کر خادم نے کہا:۔

"شیخ کو ایسا کرنا زیب دیتا ہے۔ سنہ تین سو اڑتالیس میں شیخ بیمار ہوا اور جینے کی امید نہیں رہی تو انہوں نے اپنے مال کا ایک تہائی سے کچھ زیادہ حصہ محتاجوں میں تقسیم کرنے کی وصیت کر دی۔ جانتے ہو اس مال کی کیا قیمت تھی؟ ایک کروڑ دینار سرخ! انبار خانوں اور مخزنوں میں ہندوستان کے جو نادر و بیش قیمت اشیاء یا جواہر و عطریات وغیرہ تھے وہ سب اس کے سوا تھے!! ہند، زنج اور چین کی بندرگاہوں میں لنگر انداز ہونے والا شاید ہی کوئی ایسا جہاز ہو جس میں شیخ کسی نہ کسی حیثیت سے شریک نہ ہوں!!! یہ سن کر حیرت سے میرا منہ کھلا کا کھلا رہ گیا۔ زبان سے ایک لفظ بھی نہیں نکلا۔ چپ چاپ خادم کے ساتھ ہو لیا۔

حقیقت یہ ہے کہ آج تک میں نے کسی سے نہیں سنا کہ کوئی تاجر اتنا مالدار ہو سکتا ہے اور اتنا خرچ کر سکتا ہے۔ اس نے لکھ بختوں کو بھی مات دے دی۔ اگر کوئی میرے اس چشم دید واقعہ کو خرافات کے طور پر بیان کرے تب

Marfat.com

بھی لوگ اس کو آسیب زدہ سمجھیں گے[1]

بری تجارت کے مقابلے میں بحری تجارت اس حیثیت سے پُرامن اور زیادہ پُرمنفعت تھی کہ سمندر اور خاص کر مشرقی سمندر میں قریباً دسویں صدی ہجری سے پہلے کسی حکومت نے علی العموم کوئی مداخلت نہیں کی جس جس سلطنت میں جو جو بندرگاہ ہوئی ان کی حفاظت حکومت خود اپنے مفاد کی خاطر برابر کرتی رہتی تھی۔ اس لیے ہم دیکھتے ہیں کہ قریباً نوسو سال تک مسلمانوں کی بحری تجارتی سرگرمیوں میں کوئی بہت ہی بڑا یا غیر معمولی اُتار چڑھاؤ نہیں ہوا۔ بلکہ اس میں فی الجملہ وسعت ہی پیدا ہوتی رہی دوسری اور چوتھی صدی کی شہادتوں کے بعد آٹھویں صدی کی تاریخی دستاویزیں بھی کچھ کم دلچسپ نہیں ہیں۔

سرجہ واقع شمالی یمن میں ابن بطوطہ نے دیکھا کہ وہاں اکثر باشندے تجارت پیشہ ہیں۔ یہ مسافروں کو کھانا کھلاتے، حاجیوں کی مدد کرتے ان کو اپنے جہازوں میں بغیر کرایہ لیے سوار کراتے اور ان کی مالی اعانت کیا کرتے تھے۔ اللہ نے ان کو اپنے فضل سے مالِ متاع بھی بکثرت عنایت کیا ہے۔ اس خصوص میں سوائے بدرالدین کے یمن میں ان کا کوئی ہمسر نہیں ہے۔ بدرالدین کی ثروت اور فیاضی تو اس سے بھی بڑھی ہوئی ہے[2]۔

عدن اہلِ ہند کی لنگرگاہ ہے۔ یہاں کھنبایت، تھانہ، کولم، کالی کٹ، فندرینہ، شالیات، منگلور، فاکنور، ہنور۔ اور سنداپور سے جہاز آتے رہتے ہیں۔

مصری تاجروں کے علاوہ یہاں ہندی تاجر بھی بکثرت ہیں۔ مقامی

---

[1] المسالک، ابن حوقل۔ ص ۲۰۶ــ ۲۰۷ ــ

[2] تحفۃ النظار۔ ج ۲۔ ص ــ ۱۶۶۔

Marfat.com

باشندے زیادہ تر بار برداری کرتے یا مچھلیاں پکڑتے ہیں۔ یہاں کے تاجر بہت ہی مالدار ہیں۔ بعض وقت تو کسی جہاز کا سارا مال و اسباب صرف ایک ہی تاجر کا ہوتا ہے کوئی اور اس کا شریک نہیں ہوتا۔ حالانکہ یہ جہاز بہت ہی بڑے ہوتے ہیں۔ سارے ارض یمن میں سوائے بدرالدین کے کوئی اور ان کی ٹکر کا نہیں ہے[1]

عدن میں ابن بطوطہ جس بحری تاجر کے یہاں ٹھہرا تھا اس کے دستر خوان پر روزانہ بیس تاجر مدعو ہوتے تھے۔ شریکِ طعام ہونے والوں میں اس کے نوکر چاکر بھی ہوتے تھے، جن کی تعداد مدعوئین سے بھی زیادہ ہوتی تھی[2]

کالی کٹ میں وہ مشہور ناخدا مثقال رہتا تھا جس کی دولت مندی کا شہرہ دُور دُور تک تھا۔ مثقال کے ذاتی جہاز بہت سے ہیں۔ اس کی تجارت مشرق میں چین تک اور مغرب میں فارس و یمن تک پھیلی ہوئی ہے[3]

بحریوں کے خرافات

"جہاں دیدہ بسیار گوید دروغ" والی بات یوں تو ہر جہاں گرد پر صادق آسکتی ہے۔ مگر ساگر گردوں کو کسی زمانہ میں خاص طور پر دروغ بافی کا الزام دیا جاتا رہا ہے۔ ایسے بیانات پڑھتے ہوئے چند امور خاص طور پہ ملحوظ رہیں تو ان الزاموں کا مبالغہ آمیز ہونا یا اس سے خالی ہونا واضح ہو جائے گا۔

اولاً بحریوں کے مشاہدوں کو عموماً وہی لوگ خرافات سمجھتے تھے۔ جنھوں نے سمندر کا طویل المسافت سفر اختیار نہ کیا ہو۔

---

[1] تحفۃ النظار۔ ص ۱۷۸۔ [2] تحفۃ النظار ص ۱۷۹۔

[3] تحفۃ النظار ج ۴۔ ص ۸۹، ۹۰۔

Marfat.com

ثانیاً بحری عموماً اپنی حیثیت سے ایسے ممتاز نہیں ہوتے تھے کہ لوگ ان کی بات کو محض ان کے سچے، دیانت دار و پاکباز ہونے کی بنا پر قبول کر لیں۔

ثالثاً اور سب سے اہم یہ کہ بالعموم بحری ایسے علما نہیں ہوتے تھے کہ وہ سمندر میں کسی قدرتی منظر کا مشاہدہ کریں اور اس کو واضح طور پر یا علمی انداز میں بیان کر سکیں۔ یہ جو کچھ دیکھتے اس کو اپنی کج مج زبان میں بیان کر دیا کرتے تھے۔ یہ علما کا کام تھا کہ وہ خود سفر کر کے ان "عجوبوں" کا مشاہدہ کرتے۔ بحریوں کے بیان کیے ہوئے کئی ایسے "خرافات" ہیں جنہیں آج کل قریباً ہر شخص دیکھ سکتا ہے مثلاً جوالا مکھی۔ برف کی تیرتی ہوئی پہاڑیاں، مرجان، اسفنج وغیرہ۔

مسلمان بحریوں کے بیان کیے ہوئے عجوبوں کا علمی جائزہ ہنوز اہل علم کی توجہ کا منتظر ہے۔ ایسی تحقیق سے صرف تاریخی ذوق ہی کی تسکین نہیں ہو گی بلکہ اس سے بازدریافت کے علاوہ شاید جدید اکتشافات کی بعض راہیں بھی کھل سکیں۔ سمندری عجوبوں پر نہایت مفصل معلومات حاصل کرنا ہو تو عجائب الہند، عجائب المخلوقات وغرائب الموجودات اور حیاۃ الحیوان وغیرہ جیسی کتابوں کا مطالعہ کرنا چاہیئے۔ یہ کتابیں اس قسم کی معلومات کے لیے گویا سدا رواں چشمے ہیں۔ ذیل میں الحیوان سے صرف ان "خرافات" کا استقصاء کیا گیا ہے۔ جن کا بحریوں سے راست تعلق ہے۔

جاحظ کہتے ہیں بصرہ اور اُبلہ میں اکثر بجلیاں چمکتی رہتی ہیں۔ جس وقت بجلیاں کوندتی ہیں تو بحری اپنے گھر کے صحنوں اور مکانوں کی چھتوں پر پیتل کی کوئی چیز نہیں رہنے دیتے۔ کیونکہ ان کے خیال میں جب بجلی اپنے مخرج سے نکلتی ہے تو زمین کے مقابل کے حصّہ اور مخرج کے لحاظ سے اس کا ایک

Marfat.com

مقررہ رستہ متعین ہو جاتا ہے مگر جب پیتل چمکتا ہے تو بجلی اپنے راستے سے ہٹ جاتی اور پیتل کی طرف مائل ہو جاتی ہے[۱]

ہاتھی کے مداح کہتے ہیں: تم سانپ کے موٹاپے کا ذکر کرتے ہو کہ اگر اس کے جسم کو چھو کر دیکھیں، اس کی سختی کو محسوس کریں اور اس کا وزن کریں تو وہ ہاتھی سے زیادہ ہوگا[۲]

بحریوں کا کہنا ہے کہ کبھی کبھار وہ کسی ایسے جزیرہ میں نکل جاتے ہیں، جسمیں گھنے جنگل، وادیاں اور بڑے بڑے شگاف ہوتے ہیں۔ یہاں کسی جگہ آگ جلاتے ہیں۔ جب آگ کیکڑے تک پہونچ جاتی ہے تو وہ ان پر جھپٹتا ہے۔ اس پر جو پودے پتے ہیں وہ بکھر جاتے ہیں۔ سوائے بھاگنے والے کے کوئی نہیں بچتا۔ لیکن ہم نے کسی اور سے نہیں سنا کہ اس نے ایسا سرطان دیکھا ہو۔ اس قصہ نے تو خرافات اور فضولیات اور تنہائی کی بکواس کو بھی مات دیدی[۳]

دُخَس، بروزن جعد ایک سمندری جانور ہے جب یہ کسی ڈوبنے کو دیکھتا ہے تو بڑھ کر اس کے پیٹ اور سینے کے نیچے ہو جاتا ہے اور اس طرح اس کو اپنی پیٹھ پر لے کر تیرتا رہتا ہے، جب کوئی جزیرہ، ساحل یا پہاڑ آجائے تو غرق ہونے والے کو اس کی طرف پھینک دیتا ہے۔

بحری جب کوئی پودا یا پرندہ دیکھتے ہیں تو زمین کے قریب ہونے کا یقین کر لیتے ہیں[۴]

لسان وتاج میں بھی دُخَس کی یہی خصوصیت بتائی گئی ہے[۵]

---

[۱] الحیوان ج ۴ ص ۳۱۶۔ [۲] ایضاً ج ۷، ص ۱۰۵۔ [۳] ایضاً۔ ص ۱۰۶۔
[۴] ایضاً ج ۶ ص ۲، ۷ وج ۷، ص ۱۳۰۔ [۵] لسان وتاج۔ مادہ: د، خ، س۔

Marfat.com

جاحظ کہتے ہیں: ایک بحری نے مجھے یہ خبر سُنائی۔ بحریوں میں میں نے اس سے زیادہ میانہ رو، راست گو، اور بناوٹ سے خالی کسی کو نہیں دیکھا۔ ایک فیل بان نے ہاتھی کو خوب پیٹا۔ اذیت پہونچائی اور اس کو تنگ کر دیا۔ لوگوں نے اس کو ایسا کرنے سے منع کیا، خوف دلایا اور کہا، اس کی پہنچ سے دُور سویا کر۔ یہ ایسا جانور ہے جو کینہ رکھتا ہے اور انتقام لینے کے درپے رہتا ہے۔ چنانچہ فیلبان جب کبھی آرام کرنا چاہتا تو ہاتھی کو کسی درخت کی پیڑ کی جڑ سے خوب اچھی طرح کس کر باندھ دیتا اور خود اس سے کئی گز دور ہٹ کر سویا کرتا تھا۔ اس فیل بان کے سر کے بال بہت لانبے لانبے تھے۔ ایک مرتبہ وہ اسی طرح سویا ہوا تھا کہ ہاتھی نے درخت کے نیچے پڑی ہوئی ایک موٹی ڈالی سونڈ سے اٹھالی اور اس کے ایک سرے کو اپنے پیر کے نیچے دبا کر کچل ڈالا جب یہ سرا اچھی طرح شاخ در شاخ ہو گیا تو دوسرے کو سونڈ میں لے کر شاخدار سرا فیل بان کی چوٹی سے اٹکا کر آہستہ آہستہ چکر دینے لگا۔ جب دیکھا کہ شاخدار سرا چوٹی میں پھنس گیا ہے تو دفعتاً لکڑی کو اپنی طرف کھینچا۔ اور بے چارا (فیلبان) چند ہی لمحوں میں ہاتھی کے پیروں کے نیچے آ گیا[1]۔

جاحظ ہی کا کہنا ہے کہ میں نے موصل کے پختہ کار ملاحوں سے ایک بات سُنی جس سے مجھ پر خوف طاری ہو گیا۔ ملاح یہ بات بیان کر رہے تھے اور سب اس کی تصدیق کر رہے تھے۔ ان کا خیال تھا کہ بعض مرتبہ شیر لب ساحل کشتی کے کسی رسّے کو پکڑ لیتا ہے اور رات بھر اس کو تھامے رہتا ہے جب ملاح کشتی کھینچنا چاہتے ہیں تو انہیں خیال ہوتا ہے کہ شاید رسّا کسی

[1] الحیوان۔ ج ۷۔ ص ۲۲۸۔ وص ۲۲۹۔

پتھر سے لپٹ گیا ہے یا کسی درخت کی جڑ میں اٹک گیا ہے۔ ایسے موقع پر وہ سب سے پہلے کسی رسا کھینچنے والے کو بھیجتے ہیں دوسرے ملاح رسا کھینچنے کے لیے اس کے پیچھے رہتے ہیں۔ جب یہ شخص رسا کھینچنا چاہتا ہے تو شبیر زمین پر دراز ہو کر آنکھیں بند کر لیتا ہے کہ تاریکی میں آنکھیں چمکنے نہ پائیں۔ جب رسّا کھینچنے والا اس سے قریب ہوتا ہے تو (شبیر) فوراً جھپٹ کرتا ہے اس وقت دوسرے ملاحوں کو سوائے سمندر میں کود کر جان بچانے کے اور کوئی چارہ نظر نہیں آتا[1]

ان خرافات کے بارے میں جاحظ کا میلان ان کے صحیح ہونے کی طرف ہے۔ ویسے عموماً وہ کسی بحری حدیث کو صرف نقل کر کے توقف ظاہر کرتے ہیں، جھٹلاتے نہیں، اس لئے کہ وہ بصرے میں پیدا ہوئے اور زیادہ تر وہیں رہے۔ دوسری صدی ہجری ہی سے اس بندرگاہ کی حیثیت قریبًا ایسی ہی ہو گئی تھی جیسی کہ مثلاً آج کل نیویارک یا لندن کی ہے۔ یہاں بہت سے بحری تاجر اور ملاح بکثرت آتے جاتے تھے قیام کرتے تھے ان کے بحری مشاہدات میں عموماً اتفاق پایا جاتا تھا جن کی تکذیب کرنا اہل علم کے لیے آسان نہیں تھا۔ دوسرے یہ کہ خود جاحظ اس کا اہتمام کرتے تھے کہ کسی جانور وغیرہ کے متعلق کوئی عجیب بات سنتے تو خود تجربہ یا مشاہدہ کریں۔ اس قسم کے ذاتی مشاہدوں کی بکثرت مثالیں الحیوان میں موجود ہیں۔ اور اگر مشاہدہ ممکن نہ ہوتا تو صاحبِ علم لوگوں سے دریافت کر کے اپنی کتاب میں ایسی ہی باتیں ثبت کرتے جو خلافِ عقل نہ ہوں۔ بطور مثال ایک واقعہ

---

[1] الحیوان۔ ج ۲۔ ص ۱۲۶۔

پڑھیے :- وقد قالوا فی ولو کرکدن قولاً لولا انہ ظاھرٌ علی السنۃ الھند لکان اکثر الناس بل کثیرٌ من العلماء یدخلونہ فی باب الخرافۃ۔

کرکدن کے بچے کے بارے میں ایسی بات کہتے ہیں کہ اگر وہ اہلِ ہند کی زبانوں پر نہ ہوتی تو اکثر لوگ بلکہ بہت سے علمار بھی اس کو از قبیل خرافات سمجھتے۔ یعنی کسی عجیب بات کو سن کر فوراً تردید کر دینا علمار کا شیوہ نہیں ہے ان کو ایسی باتوں کی تحقیق کرنا چاہیئے۔ غرض اس تمہید کے بعد جاحظ لکھتے ہیں :۔ اہلِ ہند کا خیال ہے کہ جب کرکدن کا جنین پختگی کے قریب پہونچتا ہے تو اپنا منہ باہر نکال کر ادھر ادھر سے کسی درخت کے پتے کھا لیا کرتا ہے اور جب سیر ہو جاتا ہے تو پھر سر اندر کر لیتا ہے۔ البتہ ولادت کے دن پورے ہو جاتے ہیں تو پوری طرح باہر نکل آتا ہے اور ماں کی صیانت کا محتاج نہیں رہتا[1]۔

جاحظ سے ایک صدی بعد مسعودی نے اس پر تنقید کی ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بات بے تحقیق کہی گئی ہے۔ وہ کہتے ہیں جاحظ کے ایسا لکھنے نے مجھے اس کی تحقیق پر ابھارا، چنانچہ میں نے سیراف اور عمان کے ان باشندوں سے جنہوں نے ہندوستان دیکھا ہے اس کی بابت دریافت کیا اور خود میں نے ہندوستان میں بعض تاجروں سے بھی دریافت کیا۔ سبھوں نے میری بات پر حیرت کا اظہار کیا اور کہا کہ کرکدن ایسا ہی پیدا ہوتا ہے، جیسے گائے بھینس۔ سمجھ میں نہیں آتا، جاحظ کو یہ بات کہاں سے معلوم ہوئی، پتہ نہیں کسی کتاب سے نقل کیا ہے یا کسی نے اس کو بالمشافہ اس کی اطلاع دی[2]۔

---

[1] الحیوان، ج ۷، ص ۱۲۳ و ۱۲۴ - نہایۃ الارب - ج ۹ - ص ۳۱۵ -

[2] مروج الذہب ج ۱ ص ۳۸۷ -

Marfat.com

مسعودی کی اس رائے زنی کے باوجود اگر آج کسی شخص کا ذہن کیانگرو کی طرف منتقل ہو تو تعجب نہ ہونا چاہیئے اس لیے کہ آج سے ہزار سال پہلے کہیں وحوش خانہ تو تھا نہیں کہ درندوں کا قریب سے مشاہدہ کیا جاسکے۔

ہوسکتا ہے کہ کیانگرو کے پہلے مشاہد نے صرف ایک حیوان کہہ کر اپنا مشاہدہ بیان کیا ہو۔ دوسرے سننے یا نقل کرنے والوں نے اس کو کرکدن سے منسوب کردیا کہ اس کے متعلق پہلے ہی سے عجیب باتیں مشہور تھیں۔ یہ خیال بھی رہے کہ ابتدائی اسلامی ادب میں ہند سے مراد صرف خالص بھارت بھومی یا دکھنا دیشا ہی نہیں بلکہ اس میں بحرِ ہند اور اس کے جنوب مشرق کے جملہ علاقے اور جزائر شامل ہیں

یہاں مندرجہ صدر "خرافات" کی توجیہ مقصود نہیں ہے۔ اتنی بات جتانا ضروری تھا کہ جاحظ نے محض قصہ گویوں پر اعتماد نہیں کیا ہے بلکہ اربابِ علم سے دریافت کرکے نقل کیا ہے۔ اس لیے بحریوں کے بیان ناقابلِ اعتنا نہیں ہوسکتے جیسا کہ عرض کیا گیا اِن بیانوں کی تحقیق ضروری ہے۔

بحریوں کی دعائیں

انسان کا ہمیشہ یہ عقیدہ رہا ہے کہ کوئی ایسی اَن دیکھی ہستی ضرور موجود ہے جو قادرِ مطلق ہے۔ اس عقیدہ کی تفصیلات میں آپس میں بکثرت اختلاف کے باوصف ہر انسان اپنی اپنی فہم کے مطابق اپنی تکلیفوں اور مصیبتوں میں اسی کو پکارتا ہے۔ جسمانی تکلیف یا دماغی مصیبت میں یہ پکار جتنی شدید ہوتی ہے اس سے کہیں زیادہ شدید و مخلصانہ پکار قدرتی مظاہر خاص کر بسیط مظاہر کے نمایاں ہونے پر ہوتی ہے۔ اس کا اظہار شاید سب سے زیادہ اس وقت

Marfat.com

ہوتا ہے جبکہ لوگ بے تھاہ، ناپیدا کنار سمندر میں تجارتی بیڑہ لیے روانہ ہوتے ہیں کہ بیچ سمندر میں رات کے وقت یکایک تیز و تند آندھیاں چلنے لگتی ہیں، بادل کی گرج سے دل دہل جاتے اور بجلی کی کڑک سے روحیں سہم جاتی ہیں۔ ہر طرف سے موجیں اٹھتی ہیں اور اتنی بلند ہوتی ہیں کہ بڑے بڑے مہیب پہاڑ معلوم ہوتی ہیں۔ موج پر موج اور اس پر گھرے سیاہ بادل سمندر کی سطح پر یوں بھی کسی رستے یا نشان کا کہاں پتہ لگتا ہے کہ سیاہ بادلوں کی تہہ پر تہہ جم جانے سے راہ نمائی کرنے والے ثابتے وسیارے روپوش ہو گئے ہیں اس لیے ایسا ہولناک اور گہرا اندھیرا ہے کہ ہاتھ کو ہاتھ سجھائی نہیں دیتا ظُلُمَاتٌ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ۔ غرض ؎

بھنور میں جہاز آ کے ان کا گھرا ہے
کنارہ ہے دور اور طوفاں بپا ہے

گمان ہے یہ ہر دم کہ اب ڈوبتا ہے ــــ خوف و وحشت کے مارے گویا گلے میں گھنگرو بولنے لگا ہے۔ ایسے میں کٹّر سے کٹّر منکر خدا کی زبان پر بھی اس کا نام آ جائے اور بے اختیار اسی کو مدد کے لیے پکارنے لگے تو اس میں تعجب کی کیا بات ہے۔

سمندر کے احوال کا لفظی نقشہ نا ثروں و ناظموں دونوں نے کھینچا ہے فلمی تصویریں بھی ملتی ہیں، لیکن ایک ملاح بزرگ نے نہایت سادہ زبان میں طوفانوں کا جس طرح ذکر کیا ہے حقیقت یہ ہے کہ وہ ایک قادر الکلام شاعر کی نظم اور ایک مشّاق نثّار کی فنی نثر سے زیادہ پُر تاثیر ہے۔ یہاں بطور نمونہ صرف ایک مقام نقل کیا جاتا ہے:-

قد حکم علیھم الریح العاصفة والبحار الزاخرة والامواج

الهايلة ومركبهم ينطو ويأتى وبيقعقع ويتعتع . تواد عوا وصلى كل منهم الى جهة على قدر معبوده لانهم كانوا شيئاً من اهل الصين والهند والعجم والجزائر . واستسلموا للموت[1]

سمندر میں انسان کی ایسی بے چارگی و لاچاری کی بنا پر بحریوں نے دعا کو اپنی عملی زندگی کا ایک جز اور پیشہ ملاحی کا ایک لابدی لوازمہ قرار دیا ہے۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ اسباب کی اتباع کیے بغیر محض دعاؤں پر تکیہ کیا ہے اور نہ توکل کے معنی ہاتھ پر ہاتھ دھرے مالا جپنا یا محض دھیان گیان میں لگے رہنا سمجھا ہے۔ اس خصوص میں ابن ماجد جیسے ماہر ملاح کے تجربوں سے فائدہ اٹھائیے، دیکھیے کہ وہ اپنے ہم کاروں کو کیا مشورہ دیتے ہیں۔

چلنے سے پہلے جب کہ تم ابھی خشکی پر ہو جہاز اور اس کے ساز و سامان پر اچھی طرح نظر ڈالو۔ جو خلل ہو اس کو دور کرو۔ سوار ہوتے ہی بھالا نصب کرو جس میں ہوا کی قسم و سمت معلوم کرنے کی دھجی، ریشم اور روئی لگی ہوئی ہو۔ قطب نما کی سوئی ٹھیک مقام پر رکھو اور اس میں پوری احتیاط کرو بعض وقت کشتی کی بناوٹ میں ایسی خرابی ہوتی ہے کہ اس کی وجہ سے وہ بے راہ ہو جاتی ہے۔ جاہ کو اچھی طرح دیکھو اور اس کو قطب نما کے مقام کی مناسبت سے جس کو تم نے دن میں متعین کیا تھا موزوں مقام پر رکھو تاکہ دن اور رات کے رستے ایک ہی ہوں۔ یہ احتیاط ابتدائے سفر ہی میں ہونی چاہیے۔ جہاز میں جتنے لوگ ہوں ان سب سے اچھی واقفیت پیدا کرو۔ ان کی طبیعتوں کا اندازہ کر لو کہ مشکل وقت پر کون زیادہ کار آمد ہوگا ان کی سب باتیں سنو لیکن اچھی باتوں کو اختیار کرو۔ اور بری باتوں کو ترک

[1] عجائب الہند ص ۲۱۔

Marfat.com

ر دو۔ اپنی بات پر مضبوطی سے قائم رہتے ہوئے نرم خو رہو۔ ایسے شخص ساتھ نہ رکھو جو تمہاری نافرمانی کرے۔ تم کو دلیر، صاحبِ ہمت، صابر ر نیک نہاد ہونا چاہیئے۔ ایک کی وجہ سے دوسرے پر زیادتی کبھی نہ کرو۔ ہاز کے تمام آلات خصوصاً پتوار پر تو ہر وقت خصوصی توجہ کرنی چاہیئے ۔۔۔

مستقبل کے بارے میں حُسنِ ظن سے کام لو اور صرف اتنا سویا کرو کہ ہر نہ چکرائے۔ نیند کے غلبہ کا مقابلہ کرتے رہو۔ کشتی میں جو خلل ہو اس کو وقت دُور کرو۔ موافق مرام موسم میں سفر کرو۔ ساز و سامان کم رکھو۔ اگر ان میں سے کسی بات پر عمل نہ کر سکو تو تم ہی ملامت کے قابل ہو نہ کہ کوئی دوسرا ں لیے جن لوگوں نے تمہارے ساتھ سفر اختیار کیا ہے ان میں سمندر کے ال واطوار سے تم ہی زیادہ واقف ہو۔ اگر تم ان سب باتوں پر عمل کرو ر پھر بھی نامراد رہو تو تم نہیں بلکہ میں قابلِ ملامت ہوں۔ البتہ ۔۔۔ ں، قضا و قدر کا مقابلہ تو سوائے دُعا کے اور کوئی چیز نہیں کر سکتی۔ ب یاد رکھو کہ دعا اور ہلاکت ایک ساتھ جمع نہیں ہو سکتے۔ اللہ تعالیٰ ا تا ہے مجھے پکارو میں جواب دیتا ہوں۔ اس لیے کہا گیا ہے کہ پکارنے والا ے مغفرت طلب کرنیوالا بخشش سے اور شکر کرنے والا ازدیاد سے محروم نہیں رہتا، دورانِ فر میں حزب البحر اور الحصن الحصین ناغہ نہ ہونے دو۔ جب مصیبت ا معلوم ہو تو لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ (۲-۱۶۳) اور جب یبت آ پڑے تو اللہ ربی ولا اشرک بربی احدا۔ (۸-۳۵) عا کرو۔

جس نے سورۂ فاتحہ، آیۃ الکرسی اور سورۃ البقرۃ کی آخری آیتوں کا ورد رکھا تو یہ اس کے لیے کافی ہوگا۔ ان آیتوں سے ہرگز غفلت نہ کرنا چاہیئے

Marfat.com

خاص طور پر لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحَانَکَ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ (۲۱-۸۷) حَسْبُنَا اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْل (۳-۱۷۳) اور اُفَوِّضُ اَمْرِیْ اِلَی اللّٰہِ اِنَّ اللّٰہَ بَصِیْرٌ بِالْعِبَادِ (۴۰-۴۴) سے تو کبھی چوکنا ہی نہیں تاکید کے لیے مکرر کہتا ہوں کہ سوائے دُعا کے اور کوئی چیز قضا کو رد نہیں کر سکتی۔ لہذا کسی صورت میں بھی دُعا ترک نہ ہونی چاہیے[۱]

ابن ماجد نے دعاؤں کے دو مجموعوں "حزب البحر" اور "الحصن الحصین" کا ذکر کیا ہے۔ حزب البحر ابوالحسن علی شاذلی متوفی سنہ چھ سو چھپن کی تالیف ہے مشہور ہے کہ ابوالحسن اپنے وطن شاذلہ واقع المغرب سے ہر سال بلاناغہ رجب میں قاہرہ آتے پھر براہ نیل کشتی میں قوص تک اور وہاں سے شمال مشرقی افریقہ کی بندرگاہ عیذاب تک "صحرائی جہاز" میں سفر کرتے اور عیذاب سے جدہ تک بحری راستہ طے کر کے حرمین پہنچتے اور بعد حج اسی راستے واپس ہوتے سمندری سفر میں ہمیشہ اپنی تالیف کردہ دعا کا دورہ کرتے رہتے[۲]

"الحصن الحصین من کلام سید المرسلین" دعاؤں کا وہ مجموعہ ہے جو دمشق کے محمد ابن الجزری متوفی سنہ آٹھ سو تینتیس ہجری نے تالیف کیا تھا۔ انھوں نے تیمور کے ساتھ ہندوستان اور وسط ایشیا کا سفر بھی کیا تھا[۳]

"حزب البحر اور الحصن الحصین" ہندوستان وغیرہ میں کئی مرتبہ چھپے ہیں مشرقی سمندروں میں سفر کرنے والے بحریوں اور عام مسافروں نے صرف قرآنی اور حدیثی دعاؤں پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ پیروں کے نام نذریں ماننے لگے۔ اس سلسلے میں ابن بطوطہ کی عینی شہادت سنیے:۔

---

[۱] الفوائد ورق ۷۵ اور آگے۔ [۲] تحفۃ النظار ج ۱-ص ۴۰ اور آگے۔
[۳] مفتاح السعادہ ج ۱-ص ۳۹۲-۱۔

Marfat.com

شیراز سے دو دن کی مسافت پر کازرون ہے۔ یہاں ابو اسحاق کی قبر ہے۔ ومن عادة ركاب بحر الصين انهم اذا تغير عليهم الهواء وخافوا اللصوص نذروا لابي اسحاق نذوراً وكتب كل منهم على نفسه ما نذره فاذا وصلوا بر السلامة صعد خدم الزاوية الى المركب واخذوا الزمام وقبضوا من كل ناذر نذره. وما من مركب ياتي من الصين او الهند الا وفيه آلاف من الدنانير فياتي من جهة خادم الزاوية فيقبضون ذلك[1]

چین آنے جانے والوں کی عادت ہے کہ جب سمندر میں طوفان یا ڈاکوؤں کا خدشہ ہو تو ابو اسحاق کی نذر مانتے ہیں۔ ہر شخص اپنی استطاعت کے مطابق منت کر لیتا ہے کہ اگر میں زندہ و سلامت اپنے مقام پر پہونچ جاؤں تو یہ اور یہ نذر کروں گا۔

چنانچہ جب یہ صحیح سلامت پہنچ جاتے ہیں تو زاویہ کازرون کے خادم ہر ایک سے اس کی نذر حاصل کر لیتے ہیں۔ چین اور ہندوستان سے شاید ہی کوئی ایسا جہاز آتا ہو جس سے ہزاروں دینار وصول نہ ہوتے ہوں۔ خود خادم اتنے مالدار ہوتے ہیں کہ نذریں وصول کرنے وہ خود نہیں آتے بلکہ ان کے نوکر حاصل کر لیتے ہیں۔

جزيرة كهركران سكن بها محمد بن عبدويه تلميذ ابي اسحاق شيرازي وبها قبره يزعمون ان البحر اذا هاج مراكبه نوافيه من تراب قبره فيسكن باذن الله[2]

---

[1] تحفۃ النظار۔ ج ۲۔ ص ۹۰ اور آگے۔

[2] یاقوت بلدان ج ۲ ص ۸۰ ۔ جزیرہ مکران۔

Marfat.com

ابو اسحاق کی نذریں ماننے والوں کی تعداد اتنی زیادہ اور نذروں کی
اتنی وافر تھی کہ ان کی اولاد کا زرون ترک کر کے ہندوستانی اور چ
بندرگاہوں ہی میں مقیم ہو گئی تھی اور انہی غلاموں پر ابو اسحاق
نذریں وصول کرتی تھی۔ ابن بطوطہ کہتا ہے کہ کالی کٹ کے زاویہ کا ش
شہاب الدین کازرونی تھا۔ اہلِ ہند و اہلِ چین ابو اسحاق کی نذریں
انہی کو دیتے تھے[۱]

زیتون، چین کی سب سے بڑی بندرگاہ ہے۔ برہان الدین کازرو
شہر کے باہر اپنے زاویہ میں رہتے ہیں۔ ابو اسحاق کی نذریں تاجر انھیں
دیتے ہیں[۲]

ابو اسحاق ایرانی تھے، ان کی قبر بھی وہیں تھی۔ ہندوستان اس مع
میں ایران سے کیوں پیچھے رہتا۔ یہاں بھی ساحل پر کھمبایت کی بندرگ
میں ایک شیخ رہتے تھے۔ نام تھا علی حیدری۔ ابن بطوطہ کے زمانے م
بقیدِ حیات تھے۔ سمندری سفر کرنے والے ان کی بھی بکثرت نذریں م
تھے۔ آتے جاتے شیخ کی خدمت میں سلام کے لیے حاضر ہوتے تھے، جب
تاجران کی نذر مانتا لیکن کسی نہ کسی وجہ سے بعد میں پچھتاتا لیکن سلام
لیے حاضر ہوتا تو شیخ کشف کے ذریعہ معلوم کر لیتے کہ اس نے نذر مانی
چنانچہ ایسے شخص سے نذر پوری کرنے کے لیے کہتے۔ چنانچہ ایسے واقعات
مرتبہ پیش آئے تو شیخ کے مکاشفوں کی شہرت دور دور پہنچی۔ ابن بط
ہی کے زمانے میں علی حیدری ایک باغی کی طرفداری کرنے کی پاداش
قتل کر دیئے گئے[۳]

[۱] تحفۃ النظار۔ ج ۴۔ ص ۸۹۔ [۲] ایضاً ج ۴۔ ص ۱۰۷، [۳] ایضاً ج ۴ ص ۳۰۹ اد

بحریوں کے نذرانے صرف مردہ یا زندہ بزرگوں ہی تک محدود نہیں رہے بلکہ بعض مسجدوں پر بھی نذرانے پڑھنے لگے۔ ہیلی واقع ملیبار کی جامع مسجد کے متعلق مشہور ہوگیا تھا کہ یہ بڑا با برکت مقام ہے۔ مسلم غیر مسلم سبھی اس کو مقدس مانتے تھے :۔ ورکاب البحر ینذرون لہ النذور الکبیرۃ اور سمندری سفر کرنے والے اس کی نذریں مانتے تھے۔ اس کے خزانہ میں مال کی کوئی کمی نہیں تھی۔ مسجد سے ملحق مدرسہ کے طالب علموں کا خرچ اسی سے چلتا تھا۔ اس کے تحت میں ایک لنگر بھی تھا۔ آنے جانے والوں اور مسلمان فقیروں کو یہاں سے روزانہ کھانا تقسیم ہوتا تھا[1]۔

ان واقعات سے اس زمانہ کے معاشی، معاشرتی اور دینی حالات کے متعلق جو معلومات حاصل ہوتی ہیں وہ یہاں غیر متعلق ہیں موضوع کے لحاظ سے بطور نمونہ صرف یہ دکھانا ہے کہ آٹھویں صدی ہجری میں مشرقی سمندروں میں سفر کرنے والے بحری تاجر اور ملاحوں کے عقیدے کیا تھے اور عمل میں وہ کیا صورت اختیار کرتے تھے۔

بحریوں کے شرعی مسائل

جیسا کہ معلوم و معروف ہے اسلام کے شرعی احکام کی ادائی میں اصولاً تغیر کے بغیر وقت و مقام کا لحاظ رکھا جاتا ہے جیسے مثلاً صلوٰۃ فرض عین ہر وقت پر ادا کی جاتی ہے۔ لیکن سفر میں چار رکعتوں والی صلوٰۃ میں دو

---

[1] تحفۃ النظار ج ۴ ص ۸۱ اور آگے۔ اس سلسلے میں مزید دعاؤں وغیرہ کے لیے دیکھیے یہی کتاب ج ۲۔ ص ۸۸ و ۹۰، ج ۳ ص ۲۰۹۔

Marfat.com

کی کمی کردی گئی ہے یا سواری میں سمتِ قبلہ کی نگہداشت ضروری نہیں رہتی حالات کے بدلنے سے احکام میں فروعی تبدیلیوں کی یہ اور اسی طرح کی اور بہت سی مثالیں ہیں۔

اسی اصل پر قیاس کر کے ان مومنوں کے حالات کا بھی خیال رکھا گیا ہے جن کی زندگیوں کا بیشتر حصہ بحری جنگوں یا سمندری تجارت میں گذرتا ہے ان لوگوں کو ایسے مسائل پیش آ چکے ہیں جو خشکی پر زندگی گذارنے والوں کو عموماً نہیں پیش آتے جیسے مثلاً کشتی کا رُخ بدلنے سے نمازی کا رُخ سمت قبلہ سے ہٹ جانا یا میٹھے پانی کی قلت کی وجہ سے وضو و غسل کے لیے سمندر کا بدذائقہ و کھاری پانی کے استعمال پر مجبور ہونا یا کشتی کی چھت بلند نہ ہو تو اجر میں کمی کے احتمال کے بغیر بیٹھ کر نماز ادا کرنا وغیرہ۔

بحری زندگی میں یہ اور اسی طرح کے دوسرے پیش آنے والے مسائل بھی قرآن و سنّت کی بنیاد پر اجتہاد کیا گیا ہے ایسے مسائل تفسیروں، حدیث کی شرحوں اور فقہ کے متعلقہ بابوں میں ملتے ہیں، ضرورت پر ان سے رجوع کیا جا سکتا ہے۔

سہولت کے لیے قرآن اور حدیث کے چند مجموعوں میں جہاں جہاں لفظ بحر آیا ہے ان کے حوالے ایک ضروری وضاحت کے ساتھ ایک ضمیمہ کی شکل میں علیحدہ دیے جا رہے ہیں یہاں صرف چند ایسے بحری مسائل کا ذکر بطور نمونہ کیا جا رہا ہے جن سے ان مسئلوں کی نوعیت کا اندازہ ہو سکے۔

الف:۔ تابعی مسلم بن یسار م ۱۰۰ھ کا اجتہاد تھا کہ کشتی میں صلوٰۃ بیٹھ کر ادا کی جا سکتی ہے بلکہ کشتی کی حرکت سے گرنے کا اندیشہ ہو یا چھت بلند نہ ہو تو ایسا کرنا اولیٰ ہے۔ طبقات الصحابہ ج ۷ ق ا ص ۱۳۶۔

(ب) گھوڑوں کی مسابقت پر قیاس کرکے محمد بن القیم م ۵۱ ۷ نے کشتیوں کی مسابقت کو جائز قرار دیا ہے[1]

ابن قیم کی عبارت کے فحوا سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بحری غزووں کے لیے کشتی دوڑ کی ہمت افزائی ہونی چاہیئے۔

(ج) خلافت (اسلامی مملکت یا حکومت) میں ذمیوں کے حقوق کے بارے میں فقہا کے درمیان اس وجہ سے اختلاف ہے کہ انہیں زیادہ سے زیادہ مراعات دی جاسکیں۔ ازاں جملہ یہ کہ آیا ذمی شراب پی اور بیچ سکتا ہے یا نہیں؟ عمر بن عبدالعزیز کا مسلک یہ تھا کہ وہ شراب جو کشتیوں پر لدی ہوئی ہو اسے سرکہ میں تبدیل کر دیا جائے[2]

اس زمانے کے ذرائع نقل وحمل اور تجارتی حالات کا بغور مطالعہ کرنے سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کشتیوں میں لدی ہوئی شراب کی تخصیص اس لیے تھی کہ مسلمانوں کے لیے ممنوعہ اشیاء کی تجارت اور حمل ونقل زیادہ تر آبی راہوں سے چوری چھپے ہوتی تھی اس میں برّی رستوں کی بہ نسبت پوشیدگی کا اہتمام آسان تھا۔

عمر بن عبدالعزیز کے اسی حکم سے ذہن محتسب کے فرائض کی طرف منتقل ہوتا ہے۔

"حِسبۃ" کے متعلق علیحدہ مستقل کتابیں بہت کم ملتی ہیں۔

راقم الحروف کو صرف ایک کتاب مل سکی، یعنی ابن الاخوۃ م ۲-۵-۲۹ ۷ کی معالم القربۃ فی احکام الحسبۃ۔

---

[1] کتاب الفروسیۃ ص ۸۔ [2] کتاب الاموال فقرہ ۲۸۰۔

Marfat.com

(د) اس کتاب میں اس تعلق سے جو کچھ بیان کیا گیا ہے[1] اس کا حاصلِ مطلب فقرہ واریوں ہوگا۔ جہازوں اور کشتیوں کے مالکوں پر حکومت کی طرف سے یہ پابندی عائد کی جائے گی کہ :۔

۱۔ ان میں مقررہ نشستوں سے زائد افراد کو سوار نہیں کرایا جائے گا۔

۲۔ ان میں اتنا ہی مال بار کیا جاسکے گا جتنی گنجائش ہے۔

۳۔ دریاؤں میں تیز ہوا کے دوران کشتیاں لنگر انداز کردی جائیں گی۔

۴۔ اگر کشتیوں میں عورتیں اور مرد سفر کر رہے ہوں تو ان کے درمیان کسی نہ کسی قسم کا اوٹ یا پردہ لگا دیا جائے گا کہ حجاب قائم رہے۔

ان میں سے کسی قاعدے کی پابندی نہ کرنا ایسا جرم ہوگا جو قابل دست اندازیٔ محتسب ہوگا اور خاطی کو حسب صوابدید سزا بقدر جرم لازماً دی جائے گی۔

(ﮦ) مصر کے ایک فاطمی خلیفہ حاکم بامر اللہ م ۴۱۱ھ نے یہ بھی حکم دیا تھا کہ ایک ہی کشتی میں مسلم اور غیر مسلم ایک ساتھ نہ بیٹھیں۔

(و) امام مالک م ۱۷۹ھ سے ان کے مغربی شاگرد یحییٰ مصمودی نے جو فقہی سوال کیے ہیں ان میں حسبِ توقع بحری سفر میں پیش آنے والے مسائل جیسے طہارت وغیرہ تو دریافت کیے ہی ہیں وہیں یہ سوال بھی کیا ہے کہ ساحلِ بحر میں اسپین سے مصر (غالباً مشرقی بحیرۂ روم کے ساحل) تک قریباً ایک ایک میل کے فصل سے محرس۔ دیدبان بنے ہوئے ہیں ان میں پاسبان و نگہبان شب و روز نوبت بنوبت چوکس بیٹھے رہتے ہیں تاکہ بحری ڈاکو یا بحری حملوں سے اندرونِ ساحل شہر آبادی اور فوجی پہرے کو بروقت خبردار کردیں۔

---

[1] النجوم الزاہرہ ج ۴ ص ۱۷۷۔ [2] معالم القربۃ ص ۲۲۲۔

Marfat.com

رات کے وقت تھوڑے تھوڑے وقفہ سے یہ پاسبان "اللہ اکبر اللہ اکبر" کے نعرے لگاتے رہتے ہیں اور ان کی آواز ایک برج سے دوسرے برج تک پہنچتی رہتی ہے۔

کیا ایسے نعرے لگانا جائز ہے؟ امام مالک نے فرمایا اس میں کوئی حرج نہیں۔ قرینۂ سوال وجواب سے ظاہر ہوتا ہے کہ امام مالک نے اس کو مستحب خیال فرمایا۔[۱]

رہی ضرورت حرب وضرب سو اس کے لئے سنتِ رسول اللہ صلعم موجود ہی تھی کہ آپ نے کئی غزوؤں میں مومنوں کے لیے شعار مقرر فرمائے تھے جیسے مثلاً غزوۂ بدر میں "احدٌ احدٌ"۔[۲]

فقہی حکم کے سوا اسلامی بحری تاریخ کے طالب علم کو درج بالا روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ بحری مدافعت کا اہتمام پہلی صدی ہجری کے نصف ثانی ہی سے شروع ہو گیا تھا۔

---

[۱] المدونہ ج ۱ ص ۱۱۷ و ۳۸۵۔ ج ۴ ص ۳۹۰۔

[۲] سیرۃ رسول اللہ صلعم لابن ہشام ج ۳ ص ۲۸۷۔

حربی شعار کے لیے دیکھیے سنن ابی داؤد کتاب الجہاد ب ۱۷، سنن ترمذی کتاب الفتن ب ۲۔ ـــــ اسپین میں یوم مہرجان کے موقع پر اور ارض مصر میں دریائے نیل بھرپور ہونے کے وقت سرکاری طور پر جشن ہوتے تھے۔ ان موقعوں پر بری فوجوں کے مظاہروں کے علاوہ بحری حربی مظاہرے یا بزبانِ حال مصنوعی جنگیں ہوتی تھیں۔ ان کا جواز اسلیے تھا کہ ان سے فوجی نظم وضبط کا مظاہرہ اور سالانہ گویا امتحان ہوتا تھا۔ اس موقع کے لیے یہاں صرف دو حوالوں پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ الف: المعجب ص ۱۰۷۔ ب: النجوم الزاہرہ ج ۴ ص ۹۹۔

Marfat.com

عباسی دور شروع ہوا تو خلافت کی طرف سے بحری حربی سرگرمیوں میں کوئی قابلِ لحاظ اضافہ نہیں ہوا البتہ سابقہ حالات حسبِ ضرورت برقرار رہے۔

اس لحاظ سے محرس، دیدبان کے پاسبان بھی "اللہ اکبر" کے سوا شاید کچھ اور طرح کی بھی آوازیں لگانے لگے تھے، چنانچہ تیسری صدی ہجری کے غالباً اواخر کا ایک شخص عیش وطرب کی محفل کا ذکر کرتے ہوئے کہتا ہے[1]

ما شعرنا و نحن من امن الحا

لہم الا بفر خنز الدیدبان

جہاز اور کشتیوں کا جھنڈا

درج صدر موضوع کے متعلق باوجود تلاش وجستجو زیادہ اطلاعیں نہیں بہم پہنچیں لیکن جو کچھ بھی ملیں قابلِ وثوق اس لیے لائق شہادت ہیں۔

رسول اللہ صلعم کے ایک ممتاز صحابی عقبہ بن عامر جہنی تھے دوسرے اموی خلیفہ معاویہ ابن ابی سفیان نے انہیں مصر کا والی مقرر کیا تھا۔ تاریخ اسلام میں بقول تغری بردی یہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے سنہ سینتالیس ہجری میں کشتیوں پہ پھریرے اڑائے۔ کان عقبة من اعلام الصحابة ولی مصر لمعاویة ثم غزا فی البحر سنة سبع واربعین وهو اول من نشر الرایات علی السفن[2]

---

[1] یتیمة الدهر ج ۱ ص ۳۰۲۔

[2] النجوم الزاهرة ج ۱ ص ۱۲۸۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس کے بعد اسلامی بحریہ کے جہازوں اور کشتیوں پر جھنڈے نصب کیے جانے لگے تھے۔ اموی دور کی کوئی تحریری شہادت تو نہیں ملی لیکن ابتدائی عباسی دور کی ایک معتبر شہادت سے ایسا ہی معلوم ہوتا ہے۔

ابوجعفر محمد طبری یہ واقعہ ثبت کرتے ہیں کہ:

رکب بھبوذ بن عبد الوھاب شذاۃ وشبھھا بشذوات الموفق ونصب علیھا مثل اعلامہ[1]

یعنی بہبوذ نے اپنی شذاۃ پر ایسے ہی جھنڈے چڑھائے جیسے کہ الموفق کے شذوات پر تھے۔

"نصب علیھا مثل اعلامہ" سے ظاہر ہے کہ کشتیوں پر جھنڈے نصب کرنا عام تھا۔

بحری جھنڈوں کی وضع وقطع ورنگ کے متعلق کسی قسم کی کوئی اطلاع کہیں نہیں مل سکی۔

خلافت یا سلطنت کا محکمہ تحریر

عربی کے نہایت طویل ووسیع مطبوعہ علمی (وادبی) ذخیرہ میں ایسی کتابیں بہت کم دستیاب ہوتی ہیں جو حکومتی نظم ونسق کے موضوع پر لکھی گئی ہوں۔ انفرادی کی احکام السلطانیہ یا الماوردی کی۔ غزالی کی نصیحۃ الملوک، ابن دشمگیر کا قابوس نامہ اور طوسی کا سیاست نامہ جیسی کتابوں کی تعداد غالباً دس تک بھی نہیں پہنچ سکتی

[1] اخبار الرسل: حوادث سنہ ۲۶۸ - ج ۱۱ ص ۳۹۳ - طبع مصر۔

Marfat.com

ان میں سے کسی کتاب میں بھی محکمہ بحریہ کا نام و نشان نہیں پایا جاتا۔
عباسی خلافت یا اس کے زیر سایہ قایم ہونے والی سلطنتوں سے کسی کو بھی بحری نبرد آزمائی کی توفیق نہیں ہوئی۔ بحرۂ روم کے جنوبی ساحل پر جن حکومتوں نے بحری بیڑے تعمیر کیے ان کی حیثیت بھی اکثر و بیشتر محض مدافعتی تھی یا عارضی و وقتی ضرورت کا دفعیہ۔
اسپینی خلافت و حکومت کا حال بھی مشرقی اسلامی ملکوں سے کچھ مختلف نہیں تھا۔
راقم الحروف کو صرف ایک کتاب قوانین الدواوین مؤلفہ ابن مماتی متوفی چھ سو چھ ہجری میں چند سطریں دریافت ہو سکیں یہاں انہیں کی ترجمانی پیش کی جا رہی ہے۔
حکومت کے تجارتی معاہدے۔ ٹھیکے اور گتّے ــــ اور آمد و خرچ کے مدّات۔
ان مدّات میں بحری بیڑہ جہاز سازی اور "مراکب ملوحہ" بھی ہیں۔
اسطول:۔ بحری بیڑہ۔
یہ اصلاً خرچ کی مدّ ہے البتہ کبھی کبھار اس مدّ میں جتنا خرچ ہوتا ہے قریبًا اُتنا ہی وصول ہو جاتا ہے۔
اس مدّ میں جن جہازوں کی تیاری شامل ہے (جن جہازی کا چلن ہے، جن کا رواج ہے) ان میں صرابدہ، حمالۃ، شلندی، شینی۔ جرافۃ، اعوادی و برکوش شامل ہیں۔
ان میں سے ہر ہر جہاز کی تعمیر پر حسب ضرورت جتنا خرچ عائد ہوتا ہے اُتنا ہی محصول عائد کیا جاتا ہے۔ ان جہازوں کے ضروری خرچ میں ان کو بنانے

کی اشیاء مزدوروں کی اجرت، ان کے قائد (امیر جہاز ۔ سردار) تیر انداز (بان چھوڑنے والے) اور چپو چلانے والوں کا مشاہرہ بھی شامل ہے۔
اس میں ضرورت وقت (مقاجاتی حالات) کے مطابق اضافہ ہوتا رہتا ہے۔

جہاز سازی کے کارخانے :۔

یہاں وہ جہاز تیار ہوتے ہیں جن کے نام اوپر لیے گئے ۔ اس میں کام کرنیوالوں کی تعداد حسب ضرورت ہوتی ہے ۔ ان کی تعداد معین نہیں ہے۔

جہاز سازی پر سال باقاعدہ خرچ کیا جاتا ہے (بیت المال کے اخراجات میں یہ رقم متوالی ہوتی ہے) ان میں ایسی مدیں بھی شامل ہیں جن کا باقاعدہ اور مقررہ حساب نہیں ہوتا (اس عبارت کا مفہوم غالباً یہ ہے : متفرق یا غیر متوالی خرچ یا شاید دونوں)

جہاز و کشتی کی ساخت کے بعد بچی ہوئی ناکارہ لکڑی یا اس کے چورہ کی قیمت بمد آمدنی شامل مواز نہ رہتی ہے ۔ اس کی فروخت سے جو آمدنی ہوتی ہے وہ جہاز سازی اور اس سے متعلقہ کسی دوسری مد میں شامل کر دی جاتی ہے۔

ہمارے زمانے میں (چھٹی صدی ہجری کے اواخر) جہاز سازی کے تین کارخانے ہیں:۔

ایک مصر (قاہرہ) میں دوسرا اسکندریہ میں اور تیسرا دمیاط میں۔

اس سلسلے میں یہ بات قابلِ توجہ ہے کہ حراج (بکسر حلئے حطی) یا حرج (بحر کتین) سے مراد ان درختوں کے گھنے جنگل ہیں جن کی لکڑیوں سے جہاز اور کشتیاں تیار کی جاتی ہیں ۔ یہ جنگل زیادہ تر مصر کے مشرقی جانب ہیں حکومت کی طرف سے ان کی باقاعدہ حفاظت کی جاتی (بغیر اجازت نامہ کوئی شخص یہاں سے لکڑی نہیں کاٹ سکتا) ۔ سرکاری حکم ہے کہ ان جنگلوں سے صرف اتنی ہی

Marfat.com

لکڑی تراشی جائے جتنی ضرورت ہے۔ (کیونکہ ایسے درخت جن کی لکڑی سے شہتیر تراشتے ہیں جلد نہیں بڑھتے۔)

لکڑی کاٹنے اور تختے تراشنے کی اُجرت فی خردار (یا شتروار؟) ایک دینار رہے۔

یہ کام انجام دینے والوں پر لازم ہے کہ جہاز سازی میں کام آنے والی لکڑی سے صرف بمقدارِ ضرورت ہی کاٹیں اور تراشیں۔ پورا درخت نہ کاٹیں بلکہ اس کی شاخیں اور نسبتاً چھوٹے ٹکڑے نکالیں۔ (تنہ نہ کاٹیں)۔

کبکب قسم کے جہازوں کا محصول۔

یہ جہاز اسی جنگل کی لکڑیوں سے بنائے جاتے ہیں جن کا ابھی ذکر ہوا۔ جب جہاز تیار ہو کر ساحل پر پہنچائے جاتے ہیں تو ان کی قیمت مقرر کی جاتی ہے یا پھر جس کی بولی زیادہ ہو اس کو فروخت کر دیئے جاتے ہیں۔ بہرطور جس طریقے سے بھی فروخت ہو، خریدنے والے کو قیمت کا ایک چوتھائی حصّہ بطور محصول حکومت کو ادا کرنا پڑتا ہے۔

ان جہازوں کی فروخت اور ان پر محصول اندازی کا مذکورہ طریقہ برابر جاری رہا۔ اس میں مدّت دراز تک تبدیلی نہیں ہوئی۔ لیکن کاریگروں اور کارکنوں کو جہاز کے مالکوں سے اندیشہ لگا رہتا تھا (کہ وہ ایک دوسرے کا استحصال کریں گے) وہ ان کو اپنی بد معاملگی پر ظلم کی حد تک مجبور کر دیتے تھے۔ (یہ صورت حال اتنی بگڑ گئی کہ) حکومت نے آمدنی کا یہ ذریعہ ہی بند کر دیا۔ اس طرح محصول کی وصولی کا یہ طریقہ بھی مسدود ہو گیا۔

بالواسطہ عوام کو جو کچھ ادا کرنا پڑتا تھا وہ معاف کر دیا گیا۔ اب یہ خدمت گار جس سے کچھ مل جانے کی توقع رکھتے ہیں اس سے بغیر ٹنٹے جھگڑے

Marfat.com

اُتنا لے لیتے ہیں جتنا پہلے دنگے فساد کے بغیر مل جاتا تھا۔ اور جن کی طرف سے انکار و مزاحمت کا اندیشہ ہوتا ہے، اُس سے کچھ نہیں مانگتے۔ انجان ہو جاتے ہیں۔

مراکب ملوحۃ: یہ جہاز حکومت کی آمدنی کا ذریعہ ہیں۔ دفتر میں اس کا اندراج رہتا ہے۔ (محکمہ مال گزاری میں)

جہاز راں یہ جہاز ایک متعینہ مدّت کے باہمی رضامندی کے بموجب مقررہ اُجرت پر (ٹھیکہ: کرایہ) لے لیتے ہیں۔

اگر کسی جہاز کو از سرِ نو بنانا پڑے تو مقررہ اُجرت سے اتنی رقم کم کر دی جاتی ہے جتنے دنوں جہاز چلتا رہتا تو اُجرت پہ لینے والے کو وصول ہوتی۔

جہاز کو کرایہ پر (ٹھیکہ) دینے کی مدت تیرہ مہینے ہوتی ہے۔

(ملوحۃ: یہ لفظ م ل ح سے نہیں بلکہ ل و ح کے بابِ تفعیل کا اسم مفعول ہے)۔

ابن مماتی کے بیان میں کئی باتیں وضاحت طلب ہیں۔ جو کچھ بھی اس نے لکھا ہے اپنے زمانے کی اصطلاحوں میں لکھا ہے۔ اس کے بیان کو کماحقہ سمجھنے کے لیے مصر کے فاطمی اور اس کے بعد مملوکی دور کا نہایت مفصل مطالعہ ناگزیر ہے۔ پیشِ نظر غرض سے ایسا مطالعہ غیر متعلق ہے۔ اس لیے اس خاکہ ہی پر اکتفا کرنا کافی سمجھا گیا۔ خصوصی یا تفصیلی مطالعہ کے اصل سے رجوع کیا جا سکتا ہے۔

Marfat.com

شعر میں کشتی کا وصف

اہل عرب خواہ ماہر ملاح نہ ہوں لیکن ان کے شاعر دوسری زبان کے شاعروں کی طرح تری و خشکی میں ہر جگہ کی سیر کرتے اور اپنے دل پسند موضوع پر طبع آزمائی کرتے رہے ہیں، از آں جملہ "سفینہ" بھی ہے ضمناً دو بیتی پیش کر دینے، یا بطور تشبیہ سفینہ یا اس کی رفتار وغیرہ کو مشبّہ بہ کے طور پر منظوم کرنے سے قطع نظر[1] مستقل طور پر سفینہ کے وصف کا غالباً

---

[1] جیسے مثلاً لبید کا شعر: کسفینۃ الھندی ... ۔۔۔ متوجہۃ ودمان اور دیوان ص ۶۵۔

اخطل شامی بندرگاہوں کی سیر کر چکا تھا۔ اس نے سفینہ کو جس طرح باندھا اس کے لئے دیکھئے، مثلاً دیوان ج ا ص ۵۴ ۔ ج ۳ ص ۲۱۴، ۲۵۹۔ ج ۴ ص ۴ تکملہ ص ۳۴، ۵۴۔

ساعدہ بن جؤیہ ہذلی ۔ یاقوت ۔ بلدان ۔ مقالہ بحد البشری ج ۴ ص ۵۰

جریر ساحل شام کا رہنے والا تھا۔ اس لئے اس کے یہاں سفینہ کا ذکر کئی کئی طرح آیا ہے، دیکھیے دیوان صفحات: ۳۱ ۔ ۳۵ ، ۴ ، ۵۴ ، ۶۸ ، ۹۰ ، ۹۸ ، ۱۰۲ ، ۱۱۱ ، ۱۳۷ ، ۱۵۹ ، ۲۱۲ ، ۲۱۸ ، ۲۲۳ ، ۲۵۹ ، ۲۶۴ ، ۲۷۸ ، ۲۹۱ ، ۳۰۷ ، ۳۰۹ ، ۳۱۶ ، ۳۱ ، ۳۴۱ ، ۳۸۹ ، ۵۵۶ ، ۵۵۷ ۔

حسان دیوان مصر ۱۳۴۷ھ صفحہ ۱۰۵ ، ۱۰۷ ، ۳۷۰ ۔

عنترۃ ۔ مصر ۔ ص ۳۸ ، ۳۹ ۔

Marfat.com

قدیم ترین شاہد بشر بن ابی خازم اسدی کے دس شعر ہیں[1] گو یہ بھی تشبیہ کے طور پر آئے ہیں، لیکن سفینہ کے متعلق سب سے زیادہ مفصل اور غالباً بہترین وصف مسلم بن الولید صریع الغوانی کا رائیہ ہے[2] اس کے اُنتیس شعر وصف سفینہ میں بے نظیر ہیں۔ ویسے بشار بن بردم ۱۶۷ھ کی بیتیں بھی بہت خوب ہیں[3] قطامی نے تشبیہ مرکب میں سفینہ کا وصف جس خوبی و زیبائی سے بیان کیا ہے عربی شعری سرمایہ میں اس کا ثانی تلاش کرنا بے سود ہے[4] ابونواس م ۱۹۸ھ کی ابیات میں کوئی خاص خوبی نہیں پائی جاتی[5]۔

اسی طرح یوم مہرجان کے موقع پر ایک مغربی شاعر کے نو اشعار بہت ہی معمولی درجہ کے ہیں[6]۔

عربی اشعار کی ترجمانی راقم الحروف کے بس کی بات نہیں۔ کوشش کر دیکھی بالکل ناکام رہا، ناظرین معاف فرمائیں۔ شوق ہو تو حوالے دیکھ کر محظوظ ہوں۔ محولہ دیوان وغیرہ مطبوع ہیں اور مل سکتے ہیں۔

البتہ ایک فارسی قصیدہ اور ایک مختصر سا اردو نظم پارہ حاضر خدمت ہے۔

---

[1] دیوان بسر بن ابی خازم ص ۷۴ جاری۔

[2] ایضاً مسلم بن الولید ص ۸۱ مسلسل۔

[3] الاغانی ج ۳ ص ۲۴۲۔

[4] دیوان قطامی ص ۶۹ جاری۔

[5] دیوان ابی نواس ص ۲۶۵ جاری۔

[6] المغرب ص ۱۰۷۔

قصیدهٔ عزیز الوجود عمید

مراست دیده محیط و خیال جان کشتی — بر آب دیده ز غم می کند روان کشتی
در آب دیده شب و روز من چگونه بود — فراز و شیب ز خون موج در میان کشتی
مراد دل چه طمع دارم از جهان خسیس — چگونه رانم بر روی ناودان کشتی
درین محیط اگر چه روان و ساکن هست — ز چار لنگر و زین هفت بادبان کشتی
چه سود دارد ازین بادبان و آن لنگر — چو شد ز موج اجل غرق ناگهان کشتی
ز قاز اهل جفا خون گریستم درین ایام — که دیده بر سر جیحون به مهرگان کشتی
ز بیش پنجهٔ خرچنگ و دور نه گردون — چهار لنگر بگشاد و بس روان کشتی
نهنگ حرص روان باز گردد در نه — توان کشید بتمویه بر کران کشتی
بدون اهل بصر سوی ساحل عقبی — کجا برند ز گرداب این جهان کشتی
بر آبنوس جهان دل منه که غرق شود — ز آبنوس درین بحر خاکدان کشتی
بنه بر حمل تفاخر طریق ایمن مجوی — که بشکند سبک از حمل بس گران کشتی
امان ز بحر غم آنگه طلب که دانی ساخت — چو من ز لوح مدیح خدایگان کشتی
مدار مملکت بر و بحر تاج الحق — که بهر قلزم غم ساخت از امان کشتی
سپهر مرتبه سنجر که فتنه زو یله کرد — ببرد معبر دریای قیروان کشتی
برون دهد ز نسیم تبسمش در بحر — ز چوب خشک همه شاخ زعفران کشتی
چو عزم بحر کند منتظم همایونش — صبا و شمال ز دریا دهد نشان کشتی
به نزد بانی پیش آیدش فلک چو شود — به نزد ساحل محتاج نردبان کشتی
در آن زمان که ز خون دلاوران گردد — روانه بر سر خوناب ارغوان کشتی

چناں نماید در بافتہ کہ عبرہ کن — بر آب خشک بہ خنجر و سناں کشتی (کذا)
ز تیر بند شگافش حیات راد شمن — چو دام دیدہ ہمہ رخنہ آں زماں کشتی (کذا)
زمین پیش قدومت بہ سینہ پیمودہ — ز پشت موج سر اوج فرقداں کشتی
گشادہ خنجر تو سینہ حسود چناں کہ — ز روے پشت کشاید لب و دہاں کشتی (کذا)
بہ قصد مالش دشمن دراں زماں کہ شود — گراں رکاب صبا و سبک عناں کشتی
ازیں غدیر طلب کرد کشتی خسرو — کہ ہست لا یق ایں لجہ مرفلاں کشتی
کشید مش ز سر طوع پیش آں دریا — اگرچہ درخور دریا نہ بود آں کشتی
چو بحر خاطر من موج می زد از مدحت — روایت ساختم از بہر امتحاں کشتی
مرا نخواندی جز بحر فضل و کان سخن — چہ ماہی ار نہ بدی ز افضل بے زباں کشتی
کس از بحور افاضل بہ از عمید کہ راز — ز نیل فضل دریں قلزم بیاں کشتی
ہمیشہ تاکہ ز جرم ہلال ہر مہ نو — پدید می شود از بحر آسماں کشتی
ترا ز بادہ چوں آفتاب و آتش تر — بر آب عیش رواں باد جاوداں کشتی

منتخب التواریخ: عبدالقادر بن ملوک شاہ بداونی۔ کلکتہ ۱۸۶۵ء

(ص ۱۱۳ تا ۱۱۶)

سفر دریا

بجا اس کو ہوڑی اُپر بیس لاؤ — بغراں پانی دریا میں چلاؤ
ایک دریا پہ نظر جب پڑی — دیکھیا چل کو آتی ہے ہوڑی بڑی
دیکھ لے کو کودیا دریا کی جھنز — چڑیا تیر تاجا کو ہوڑی اُپر
کیا نقل راوی کہ جب ادغراب — دریا کے میانے چلیا جوں حباب

Marfat.com

میرا ناوں یعقوب ہے مغربی
دریا کے جزیرے پھریا ہوں سبھی

ہے اصلی ولایت ہیں میرا وطن
جزیرہ ہے میرا ملک سویمن

بہت ذوق تھا مجھ کو کرنے سفر
خصوصا جہازاں ہیں دیا اُپر

سفر ہیں جو محنت اچھی قاعدہ
وے ایک محنت ہے سو فائدہ

سفر بھوت پختہ کرے مردکوں
اچھے جاں بی عزت جہاں گردکوں

سفر کر کو ہوتا ہے آدم شجاع
سفر ہیں لگے ہاتھ اپنے متاع

سفر ہیں ہے حاصل بہت تجربا
لذا رزق جاگا لذا ہر صبا

دریا کے سفر ہیں ملے دس کو بیس
اگر بخت یاری کرے بلکہ تیس

دریا کا سفر مجھ کو شیدا کیا
بہت مال دریا پو پیدا کیا

یکا ایک پیدا ہوا اک طوفاں
نہ دریا دسے نا دسے آسماں

گگن سوں ہر یک موج بولن لگیا
دریا ہیں کی بالو کو رولن لگیا

نہ بارش ہوا کم نہ پھانکیاں اچھال
خلاصیاں کہے سب خلاصی محال

(ملاحظہ ہو رضوان شاہ و روح افزا — از فائز سنہ تصنیف
۱۰۹۴ھ م ۱۶۸۳ء — مرتبہ سید محمد حیدرآباد سنہ ۱۹۵۶ء)

عربوں میں پیشۂ ملاحی اور ملاحوں کی حیثیت

تاریخِ عالم کا بتدی بھی جانتا ہے کہ عرب ایک گرم و خشک اور بیشتر صحرائی علاقہ کی ایک بری قوم تھی اور رہے۔ یہ ایسے جزیروں کے باشندے نہیں جیسے کہ مثلاً زمانہ قدیم ہیں فنیقی یا یونانی اور ماضی قریب میں انگریز یا جاپانی رہے ہیں۔

عرب اپنے علاقے کو جزیرہ اس لیے کہتے ہیں کہ ان کے شمال اور شمال مشرق میں ریگستان ہے جو عرب فی الواقع ساحلی علاقوں پر آباد تھے، سمندر سے ان کی واقفیت ایک قدرتی بات تھی لیکن یہ واقفیت صرف دیکھنے تک محدود رہی۔ جن عربوں نے ضرورتاً بھی سمندری سفروں کی جرأت و ہمت کی وہ اپنے ہی ہم قوموں میں بدنام و نکو نسار رہے۔

یہ جو کچھ لکھا گیا ہے اس کو ثابت کرنے کے لئے تحریری شواہد کی کمی نہیں بقول حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ الشعر دیوان العرب[1]۔ یہاں چند شعری شواہد نقل کیے جاتے ہیں کہ ان میں تحریف کا احتمال بہت کم ہے۔

اعشیٰ نہشل کہتا ہے[2]:

هم اوردوا كم ضفة البحر طاميًا — وهم تركوا كم بين خازٍ وناكس

انھوں نے تمہیں رگیدتے رگیدتے ساحل بحر پر لا ڈالا اور تم نے سطح آب پر تیرتے ہوئے اپنی جان بچائی دیا یہ کہ تمہاری لاشیں سطح بحر پر تیرنے لگیں) اور جو باقی بچ رہے وہ خوار ہوئے یا ذلیل۔ (میدانِ جنگ میں کوئی سُرخ رو نہیں رہا)۔

قطامی شامی کی بیت ہے[3]

فاما طیٌّ فاذا أتاها — نذير جيشنا ولجّوا القلاعا
واما الحيّ من كلب فاتا — نخلهم السواحل والبقاعا

قبیلہ طے کو ہماری دھمکیاں پہنچیں تو انھوں نے بادبان کھول دیئے بھاگ کر سمندر میں پناہ لی۔ رہے بنو کلب تو ہم نے ان کا سمندر کے ساحل تک پیچھا کیا

---

[1] المزھر: سیوطی ج ۲ ص ۲۳۵ - مصر ۱۲۸۲۔ [2] دیوان اعشیٰ ص ۳۰۱۔
[3] دیوان قطامی ص ۴۱۔

فرزدق کی ہجو کرتے ہوئے طرماح کہتا ہے[1]

تکن دُخسا فی البحر او جزورا نۃ   الی الھند ان لم تلق قحطان بالھند

ولم تنطق بحریۃٌ من مجاشع   علیہ ولم یُدعم لجانب المھد

دخس مچھلی بنارہ! ہو سکے تو سمندر پار کرکے ہند میں پناہ لے بشرطیکہ وہاں قحطانی نہ ہوں ورنہ وہاں بھی جان نہیں بچے گی۔ بنو مجاشع ساحلی علاقوں میں رہنے والے ہیں، غذا بھی وہیں کی کھاتے ہیں اسی لئے تو ان کی عورتوں کے توند نکل آتی اور تلی بڑھ جاتی ہے۔

بنی ازد کی ایک بڑی تعداد عرب کے مشرقی ساحل پر آباد تھی، انھوں نے ضرورتاً ملاحی اختیار کی تھی لیکن اسی بنا پر وہ پورے عرب میں بدنام رہے۔ لمیت کہتا ہے ؎

فاما الازدُ ازد ابی سعید   فاکرہ ان اسمیھا المزنا

مجھے ابوسعید جیسے شخص کو ملاحؔ کہتے ہوئے ناگواری ہوتی ہے گو عام ازدی تو خوار و نگوسار رہی ہیں۔

یاقوت غالباً کسی قدیم تر کتاب یا سینہ بسینہ مسلسل چلنے والی روایت نقل کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ ایرانی شہنشاہ اردشیر بن بابکان نے اسلام آنے سے چھ سو سال پہلے ازدیوں کو خلیج عمان میں کشتیاں کھینے پر لگا دیا تھا بعد میں ازدی سارے عرب میں اس پیشہ کی وجہ سے اس حد تک رسوا ہوئے کہ کسی نے کہدیا[2]

اذا ازدیۃٌ ولدت غلاماً   فبشرھا بملاحٍ مجید

---

[1] دیوان طرماح ص ۱۴۳۔ [2] یاقوت بلدان ۔ ج ۴ ۔ ص ۵۲۲۔
[3] مروج الذہب ۔ ج ۶ ص ۱۴۳۔

کوئی ازدی عورت لڑکا جنے تو اس کو سُنا دو کہ اس کا بچہ ایک ماہر ملاح بنے گا۔
اور یہ بیت زباں زد عام ہو گئی۔

اسلام کی ابتدائی تاریخ سے ناواقف شخص کو شاید ان شواہد میں مبالغہ نظر آئے۔ ممکن ہے ایسا بھی ہو۔ مگر ان نثری شواہد کے متعلق ایسا نہیں کہا جا سکتا جو نہایت قابلِ وثوق تاریخوں میں ثبت ہوتے چلے آئے ہیں، بطور مثال بلاذری جیسے ثقہ مورّخ کی شہادت ملاحظہ ہو۔[1]

زیاد بن عمرو نے جب مصعب بن الزبیر کے یہاں حاضری دی تو مصعب نے کہا: یا ابن الکرمانی! انما انت علجٌ من اهل کرمان۔ قطعتَ الی فارس فصرت ملاحًا۔ مالك وللحرب؟ انت بجرّ القلس اعلم۔

ابن عمرو! تو تو ایک کرمانی کا نطفہ ہے۔ فارس جا کر تو نے ملاحی اختیار کی تجھے حرب و ضرب سے کیا واسطہ؟ تو صرف جہازی رسّے کھینچنے میں مہارت رکھتا ہے۔

قتیبہ بن مسلم ازدیوں سے کہتا ہے یا معاشر الازد! واللہ! لانتم باعنّة السفن ولبس التبابین وجذب اعنّة السفن احذق منکم باعنّة الخیل۔ رفضتم المرادی واخذتم الرماح۔ واللہ، انما بدعة فی الاسلام۔[2]

ازدیو! تم چپو چلانے اور لنگوٹی باندھنے میں ماہر ہو نہ کہ نیزہ مارنے میں۔ تم نے چپو چھوڑ کر نیزے اٹھا لیے ہیں۔ قسم بخدا اسلام میں یہ ایک بُری بات شروع ہوئی۔

ملاحی کی مذمت میں اس سے زیادہ کیا کہا جائے گا کہ عربوں کے نزدیک

---

[1] انساب الاشراف ج ۴ ص ۱۵۵ تا ۱۶۳ اور الازمنة والامکنة ج ۲ ص ۱۳۴۔
[2] نقائض جریر و فرزدق ص ۳۵۴۔

Marfat.com

یہ "اسلام میں ایک بدعت ہے!"

اگر یہاں اسلام بمعنی ملتِ اسلام لیجیے، تب بھی عربوں کے نزدیک ملاحی کی مذمت ظاہر ہے۔

عربوں سے اس پیشے کا اظہار متعدد طریقوں سے ہوا ہے۔ ان سب کی تحریری شہادتیں قدیم عربی کتابوں میں دستیاب ہوئی ہیں، ان سب کو کسی نہ کسی ترتیب سے جمع کیا جائے تو قریبًا سترہ سطری تین سو سوا تین سو صفحوں کا ایک مستقل کتابچہ تیار ہو سکتا ہے۔

اس موضوع سے دلچسپی لینے والے اس مقالہ کا حاشیہ نشان نمبر ایک ملاحظہ فرمائیں[1]

یہ حوالے درج شدہ نصوص کے علاوہ ہیں اور بطور مثال و نمونہ دیئے گئے ہیں۔

غرض یہ کہ جب ملاحی ایک نہایت ہی حقیر و ذلیل پیشہ مانا جانے لگے تو پھر کون سا عرب ہوگا جو اس کو اختیار کرے گا اور اپنے قبیلے کو رسوا کرے گا؟

اسلام سے پہلے اس پیشے میں غالبًا بربری، حبشی[2] و زنجی رہے۔

[1] کتابوں کے نام میں ابجدی ترتیب ہے:۔
اخبار الطوال ص ۳۵۵، ۳۵۷۔ احسن التقاسیم ص۱۰۔ الاغانی ج ۴ ص ۲۳۴ + ج ۱۴ ص ۱۳۵
الحیوان۔ ج ۳ ص ۷۲، ۳۱۳ + ج ۷ ص ۱۴۲۔ دیوان جریر ص ۳۸۵، ۳۹۱۔
دیوان الفرزدق ص ۲۵۴ + عیون الاخبار ج ۱ ص ۷۰۔
معاہد التنصیص ج ۲ ص ۹۰۔ المعرّب ص ۲۱۶۔

[2] طبقات الصحابہ ج ۱ ق ۲ ص ۲۶ + بیان ہجرۃ الاولیٰ۔

بربریوں کی جولانیاں بحیرۂ روم اور مغربی سمندر تک بلکہ اس سے آگے اسپین کے مغرب تک وسیع رہیں۔ بحیرۂ عرب کے مغربی سمندروں پر زیادہ تر حبشی وزنجی اور پھر ایرانی غالب رہے۔

زنجیوں کا نام آگیا ہے تو ایک قدیم و معتبر واقعہ اور دیکھ لیجیۓ۔ لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ عبداللہ بن عمرؓ نے کسی زنجی کو سلام کیا۔ اس نے کوئی جواب نہیں دیا تو لوگوں نے کہا کہ یہ زنجی "طمطمانی" ہے۔ عبداللہؓ نے پوچھا "طمطمانی" کیا بات؟ تو انھیں بتایا گیا کہ یہ کشتی سوار تھا۔ اُدھر سے ابھی ابھی اِدھر آیا ہے[1]

ہوسکتا ہے اور غالبًا تھا بھی یہی کہ زنجی نے عبداللہؓ کی بات نہ سمجھی ہو کہ وہ عربی سے ناواقف تھا۔

بہرطور اس سے اُس زمانہ کے معاشرے میں ملاح کی پست حالی کا اندازہ بآسانی ہوسکتا ہے۔

ابھی چند سطر اوپر لکھا گیا ہے کہ مشرقی سمندروں یعنی بحیرۂ قلزم اور بحرہند میں ایرانی ملاحوں کی کارفرمائی رہی۔ اس واقعہ کے شواہد بھی قرائنی نہیں بلکہ تحریری موجود ہیں ازاں جملہ چند یہ ہیں:-

ابن حوقل متوفی تین سو ستائیس ہجری نے صاف لکھا ہے کہ انا لا نعلم فی جمیع بلد فارس وغیرھا سفنا تجری فی بحر فارس فتخرج من حد مملکتھا بجلالتھا وصیانتھا الا الفارس۔

وان ملوک فارس کانوا علی قدیم الایام اقوی سلطانا وھم متولون الی یومنا ھذا[2]

---

[1] طبقات الصحابہ ج ۳ ق ۲ ص ۶۶۔ [2] المسالک والممالک ص ۱۴۳۔

Marfat.com

مطلب یہ کہ سرزمین ایران سے لگے ہوئے سارے سمندری علاقوں میں ایرانیوں کے جہاز جس شان و شوکت سے رواں دواں ہیں کسی اور قوم کے نہیں۔

وجہ اس کی یہ ہے کہ ایرانی حکمراں قدیم زمانے سے بحری تجارت اور بحری معرکوں کی سرپرستی کرتے رہے ہیں۔ اسلام آنے کے بعد ہمارے زمانے تک بھی یہ صورت واقعہ موجود ہے۔

ابن حوقل کے قریباً نصف صدی بعد بشاری نے[1] بھی لکھا ہے کہ:۔

اِنّ اَکثَرُ صُنّاعِ المراکب وملاحیھا فرس۔ یعنی (دنیا ئے اسلام میں) جہاز سازی و جہاز رانی کرنے والوں میں اہلِ ایران کی تعداد سب سے زیادہ ہے۔

ساتویں صدی ہجری تک بھی بحریہ میں عربوں کے نام نہیں ملتے خواہ وہ تجارتی ہو یا حربی۔ قزوینی متوفی چھ سو بیاسی ہجری نے اندرونی ایرانی علاقہ اور ساحلی ایرانیوں کا فرق بتاتے ہوئے لکھا ہے کہ اہلِ ہرمز بحری جنگوں میں اندرونی علاقہ کے ایرانیوں سے زیادہ قوی ہوتے ہیں[2]۔

جہازوں کے مالکوں اور بحری تاجروں کی ثروت تو قریباً ضرب المثل ہو گئی ہیں۔ لیکن جہاز ساز مزدور اور جہاز راں عملہ کی معاشی حالت حد درجہ پست و زبوں تھی، قدیم عربی مصادر سے تو یہی ظاہر ہوتا ہے۔ یہ حالت غالباً اسلام سے قبل تو تھی ہی اسلام کے بعد بھی جاری رہی۔

زمانہ قبل اسلام کے لیے تو غالباً ایک دو شہادتیں کافی ہیں کیونکہ اس دور کی بحریہ سے زیرِ بحث موضوع کا کوئی تعلق نہیں ہے۔

مکہ سے حبشہ ہجرت کرنے والے پہلے قافلہ میں صرف دس یا پندرہ افراد

---

[1] احسن التقاسیم ص ۱۸۔ [2] آثار البلاد ص ۱۶۱۔

ہی تھے، جب ساحل پر پہنچے تو اس وقت جدہ یا اس کے قریب ہی کسی بندرگاہ پر دو تجارتی کشتیاں تھیں۔ ان کشتیوں کے مالکوں نے ان سب کو حبشہ پہنچانے کے لیے نصف دینار کرایہ لیا۔[1]

جدہ سے حبشہ کی قریب ترین بندرگاہ تک دس یا پندرہ مسافروں کا کرایہ نصف دینار اس زمانہ کی قوت خرید و فروخت کے محتاط اندازہ کے مطابق بھی نہایت ہی قلیل ہے۔

ممکن ہے کہ کشتیاں خالی واپس لوٹ رہی ہوں۔

یہ فرض کرنے پر بھی اس روایت سے ملاحوں کے معاشی معیار کا کوئی ایسا اندازہ نہیں لگتا جس سے ہم ان کو مرفہ الحال سمجھ سکیں بہرحال اس واقعہ کو ناکافی شہادت سمجھ کر، جیسا کہ وہ فی الواقع ہے، نظرانداز کیا جا سکتا ہے مگر اسلامی دور میں ہمیں ایسی متعدد روایتیں ملتی ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ ملاحوں کی معاشی حالت قابلِ رحم تھی۔ مثال کے طور پر یہاں دو شہادتیں پیش کی جاتی ہیں۔

ابن حوقل نے بحیرۂ خزر کے ملاحوں کی بابت لکھا ہے:۔ اصحاب المراکب علی ماءٍ قلیل وعیشٍ غیر جمیل۔[2]

یعنی یہاں کے ملاحوں کو جو میٹھا پانی ملتا ہے وہ بہت تھوڑا ہوتا ہے ان لوگوں کی زندگی۔ کھانا، کپڑا بھی حد درجہ ردی ہے۔

یہ نہ سمجھا جائے کہ یہ وسط ایشیا کا ایک استثنائی واقعہ ہے بصرہ جیسے مقام کے ملاحوں کی حالت بھی نہایت پستہ و خستہ رہی ہے جاحظ کی کتاب الحیوان میں جگہ جگہ ایسے واقعات ضمناً مثبت ہیں جن سے ملاحوں کی کسمپرسی

---

1. الطبقات الصحابیہ ج ۱ ق ۲ ص ۲۷ + سیرۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لابن ہشام ج ۱ ص ۳۴۴۔ 2. المسالک والممالک ص ۲۸۴۔

بالکل واضح ہو جاتی ہے۔ ازاں جملہ یہ ایک عرب سوار اپنے نبطی ملاح سے ناراض ہوا تو اس نے نبطی کے ہاتھ پاؤں باندھ کر اس کو جنگل کے کنارے ڈال دیا جہاں کے زہریلے حشرات نے کاٹ کاٹ کر چند گھنٹوں میں اس بے چارے کی جان لے لی[1]

ان سب متفق المعنی معتبر شہادتوں سے اس نتیجے پر پہنچنا مشکل نہ ہوگا کہ عرب کسی زمانے میں بھی ماہر ملاح یا بحری سپاہی نہیں رہے۔ دوسرے خلیفہ عربوں کی اس خصوصی کمزوری سے بخوبی واقف تھے اس لیے وہ کہا کرتے تھے لا یسئلنی اللہ عن رکوب البحر ابداً[2]۔ اللہ مجھ سے یہ سوال نہیں کرے گا کہ تم نے مسلموں کو جہازرانی پر کیوں مامور نہیں کیا۔

حضرت عمرؓ کے اس قول کا یہ مطلب غالباً نہیں تھا کہ مسلم بحیثیتِ ملت کبھی جہازرانی نہ کریں کیونکہ خود رسول اللہ صلعم نے قولاً و فعلاً بحری جہاد کی تحریص و ترغیب دی ہے۔ شاید ابتدا میں آپ صلعم نے رفع شک کے لیے صرف اتنا فرمایا تھا کہ شہید البحر کشہید البر[3] یعنی خشکی پر جہاد کرتے ہوئے جان دینا اور سمندر پر جہاد کرتے ہوئے جان دینا اجر و ثواب میں برابر ہے۔ پھر ارشاد ہوا: یغفر لشہید البحر الذنوب والدین[4] بحری جہاز میں شہید ہونے والے کے سب گناہ معاف ہو جائیں گے۔ حتیٰ کہ اگر اس نے قرض کا بار چھوڑا ہو تو اللہ وہ بھی اپنی طرف سے ادا کر دے گا۔ بعد ازاں آپؐ نے یہاں تک فرمایا کہ غزوۃٌ فی البحر مثل عشر غزوات فی البر[5] سمندر میں ایک غزوہ اجر و ثواب میں خشکی کے دس غزووں کے برابر ہوگا۔

---

[1] الحیوان ج ۳ ص ۳۹۹۔ [2] طبقات الصحابۃ۔ ج ۲ ق ا ص ۲۰۳، ۲۰۴۔

[3] سنن ابن ماجہ کتاب ۲۴ الجہاد باب ۱۰۔ [4] ایضاً۔ ایضاً۔

[5] سنن الدارمی کتاب الجہاد باب ۸ مستدرک الحاکم ج ۲ ص ۱۴۳۔

Marfat.com

ان حدیثوں کے علاوہ قابلِ اعتماد حدیثی مجموعوں۔ بخاری و مسلم و ابن ماجہ وغیرہم میں بھی آپؐ سے بحری جہاد کی فضیلت نقل ہوئی ہے[1]۔
قولی حدیثوں کے ساتھ ساتھ ایسی فعلی حدیثیں، سنتیں بھی تاریخ و حدیث کی کتابوں میں ثبت ہیں جن سے بحری جہاد کی فضیلت میں شبہ کی گنجائش نہیں رہتی[2]۔
چنانچہ آپؐ کے پہلے ہی خلیفہ نے اندرونی استحکام۔ فتنۂ ارتداد کے اختتام کے فوری بعد اسلام کی اشاعت کے لیے بڑی پیش قدمی کے ساتھ ساتھ بحری پیش رفت بھی شروع کر دی[3] لیکن اس کا سلسلہ جاری نہ رہ سکا اور غالباً رہ بھی نہیں سکتا تھا کیوں کہ عربوں کو بحری معرکہ آرائی کا کوئی تجربہ نہیں تھا۔ بحری پیش قدمی سے پہلے جنگی اور علمی تربیت کی ضرورت درکار تھی وہ نہیں ہو سکی تھی۔
دورِ تبلیغی سے متصل ہی فتوحات کا دائرہ جس تیزی سے وسیع ہوا اس کی مثال سے پوری معلومہ انسانی تاریخ خالی ہے۔ ظاہر ہے کہ جب دس بارہ سال کے اندر اندر لاکھوں کوسوں کا ہر حیثیت میں ممتاز علاقہ ایک دینی اقتدار کے زیرِ حکمرانی آگیا تو اس کے استحکام کی رفتار اس کی وسعت کا ساتھ نہیں دے سکتی تھی۔

---

[1] مفتاح کنوز السنۃ۔ مادہ شہید و مغازی۔ [2] مثلاً طبقات الصحابہ ج ۲ ق ۱ ص ۱۱۸۔
[3] طبقات الصحابہ ج ۴۔ ق ۲۔ ص ۸۷ جاری۔
اس کے علاوہ زمانہ کے حوادث جن جن کتابوں میں قلمبند ہوئے ہیں ان سب میں بحری غزوؤں کے حالات بھی درج ہیں جیسے مثلاً اخبار الرسل والملوک یا فتوح البلدان۔
ان کتابوں کی فہرست الرجال میں علاء بن الحضرمی دیکھیے۔

Marfat.com

قبل اس کے کہ استحکام مکمل ہو مسلموں میں خانہ جنگی شروع ہوگئی، اس کی ابتدار تیسرے خلیفہ کے قریباً وسطی دور سے ہوئی۔ یہ دور معاویہ بن ابی سفیان کی خلافت پر ختم ہوگیا۔

معاویہ نے قدیم فینقی باشندوں کے نسلی جانشینوں سے کام لے کر ایک باقاعدہ اسلامی اسطول کی ابتدار کردی اور قریب قریب اسی زمانہ میں تیسرے خلیفہ کے دودھ شریک بھائی عبداللہ بن سعد بن ابی سرح نے جو مصر میں معاویہ کے عامل تھے اسکندریہ میں جہاز سازی کا مستقل کارخانہ قائم کیا اور جہاز رانوں کو بحری فوج میں بھرتی کیا۔

شام و مصر کے بحری کارناموں کی تفصیل عربی مصادر میں بہت کم ملتی ہے مگر جتنی بھی ملتی ہے اس سے اس واقعہ کا تو بہرحال اظہار ہوجاتا ہے کہ اسطول کی ابتدار نہایت امید افزا رہی اور اموی دور میں قابلِ لحاظ بحری فتوحات بھی ہوئیں[1]

"اموی دور" یا "عہدِ بنی امیہ" ایک عام بلکہ عوامی لفظیا "شخصیت پسندوں" کی اصطلاح ہے۔ تاریخ کی معنوی حیثیت سے صحیح تر لفظوں میں یہ زمانہ دورِ صحابہ کا نصف آخر اور تابعین کا پورا اور تبع تابعین کا ابتدائی زمانہ ہے۔ تاریخ کی تعمیر کے لحاظ سے یہ "تبلیغی و دعوتی دور" کا دوسرا مرحلہ تھا۔ تبع تابعین کے بعد سے تبلیغی و دعوتی دور ختم ہوگیا۔ یہ عرفِ عام میں وہ عباسی دور ہے جس کی ابتداء ہارون رشید کے آخری زمانہ سے ہوتی ہے۔ بالفاظ دیگر جمادی دور ختم ہوگیا۔ اس کا نتیجہ وہی نکلا جسکا

---

[1] مثلاً طبقات الصحابہ۔ نیز موسوعۃ اسلامیہ مقالہ۔ معاویہ بن ابی سفیان اور عبداللہ بن سعد بن ابی سرح۔

Marfat.com

ذکر پہلے خلیفہ نے اپنی خلافت کے پہلے خطبہ میں کر دیا تھا "لا یدع قوم الجہاد فی سبیل اللہ الا ضربھم اللہ بالذل"[1]

صاف بات ہے کہ جب کسی قوم کے پاس دوسروں کو دینے کے لیے کچھ نہ رہے تو کچھ مدت تک تو وہ اپنے پچھلے اندوختہ پر گزارہ کر لیتی ہے اور جب وہ بھی ختم ہو جاتا ہے تو پھر اس کو دوسروں کی دست نگری کرنی پڑتی ہے یہی بات دوسرے رخ سے دیکھیے تو یوں بھی کہہ سکتے ہیں حرکت اس وقت تک باقی رہے گی جب محرک موجود ہو ورنہ کچھ مدت تک پہلی حرکت بغیر محرک بھی جاری رہے گی لیکن پہلے محرک کے باقی نہ رہنے یا جدید محرک کے نہ آنے کی وجہ سے اس میں ٹھہراؤ آنا لازمی اور سکون یقینی ہے۔

پہلے عربوں کو پھر ایرانیوں ترکوں اور خراسانیوں کو بری فتوحات سے اتنی دنیا مل چکی تھی کہ انھیں مزید تلاش کی ضرورت نہیں رہی۔ اسلامی تاریخ میں جو بحری معرکوں کے حالات و واقعات ملتے ہیں وہ قریباً سب کے سب خالص مدافعتی ہیں یا زیادہ سے زیادہ وہ اقدامی مدافعت کے زمرہ میں شامل کی جا سکتی ہیں جیسے مثلاً افریقیہ کے شمالی ساحل کی اسلامی حکومتوں کے جنوبی یوربی ساحل پر حملے یا صلیبی محاربوں کے دوران بحری تاختیں۔

اموی، تابعی، تبلیغی، جہادی دور کے بعد مسلموں نے بحیثیت ملت بحریہ کو تجارتی یا بحری اغراض کے لیے ترقی دینے کی باقاعدہ کوشش نہیں کی جو کچھ بھی سمندری سرگرمیاں رہیں وہ انفرادی امنگوں کا نتیجہ تھیں۔

---

[1] سیرت رسول اللہ صلعم، ابن ہشام۔ ج ۴ ص ۳۱۱۔ یہ خطبہ اور بہت سی دوسری معتبر کتابوں میں بھی نقل ہوا ہے۔ مثلاً العقد الفرید۔

Marfat.com

دجلہ وفرات یا نیل میں تفریحی کشتیوں کی کمی کبھی بھی نہیں رہی، لیکن حرب وضرب کے لیے ؟ اس کا پتہ نشان بہت ہی کم ملا۔ دسیوں کتابوں کی ورق گردانی کی فرصت نہ ہو تو صرف بحریہ سے متعلقہ الفاظ کی صرف فہرست پر ہی نظر ڈال لی جائے۔ دیکھیے ان میں ایسے عربی الفاظ کتنے ہیں جو جہاز، کشتی یا اس کے متعلقہ آلات وعملہ کے لئے وضع ہوئے ہیں۔ اکثر وبیشتر الفاظ دخیل ہیں یا معرب یا حد سے حد وہ جہازی معنی میں استعمال ہوئے ہیں۔

اسلامی تاریخ بحری دور میں داخل ہونے سے پہلے فضائی دور میں داخل ہوسکے گی؟

تقدیم وتاخیر کی ضرورت نہیں دونوں دور ایک ساتھ شروع ہوسکتے ہیں بشرطیکہ صدیوں کی پکی سچی بات ــــ اللہ کی راہ میں تگ ودو ــــ یاد رہے اور اس یاد کا اظہار عمل میں ظاہر ہو۔

درج ذیل کتابوں میں لفظ "بحر" کی نشاندہی

ت :۔ سنن ترمذی۔

جہ :۔ سنن ابن ماجہ۔

حم :۔ مسند احمد بن حنبل۔

خ :۔ صحیح البخاری۔

د :۔ سنن ابی داؤد۔

دی :۔ الدارمی۔

Marfat.com

م:۔ صحیح مسلم۔

ن:۔ سنن نسائی۔

بحر:۔

وکان اوّل من ...... بَحَرَ البحیرۃ حم ۲، ۳۶۶۔

فرایت فیہا صاحب المحجن والذی بَحَرَ البحیرۃ حم ۴، ۲۲۵۔

بحر ج بحار

فوق السماء السابعۃ بحر ت تفسیر سورۃ ۶۹، ۱

..... لِاَنّ الدنیا برٌّ وبحر... جہ صید ۱۸

البحر الطھور ماؤہٗ جہ صید ۱۸ طصید ۱۲۔

فالقی البحر حوتا میّتا لم یرمثلہ خ ذبائح ۱۲۔م صید ۱۸

ت قیامۃ ۳۴ ۔ن صید ۳۵ ۔جہ زھد ۱۲۔دی صید ۶۔

ط صفۃ النبی ۲۴ حم ۳، ۳۰۳، ۳۰۹، ۳۱۱، ۳۷۸۔

قال البحر ھو جھنم حم ۴، ۲۲۳۔

.... فرخر البحر م زھد ۷۴

کانا لایریان بما لفظ البحر باسًا ط صید ۱۱،۱۲

.... عما لفظ البحر فنھاہ عن اکلہٖ ط صید ۹

ولکنّ الفتنۃ التی تموج کما یموج البحر خ مواقیت الصلاۃ ۴، صوم ۳،۔ زکاۃ ۲۳ ۔فتن ۱۷۔م ایمان ۲۳۱ ۔ت فتن ۷۱ ۔جہ فتن ۹ ۔حم ۵، ۳۸۲، ۴۰۱۔ ۴۰۵۔

..... الاّ والبحر یشرف فیھا ثلاث مرّات حم ۱، ۴۳۔

صید الانہار وقلاۃ السیل أصید بحرٍ ھو؟ قال نعم خ ذبائح ۱۲۔

Marfat.com

فقال انّ ملَکاً موکل بقاموس البحر۔ حم ۵، ۳۸۲۔
فامسك الله ... علیہ جریۃ البحر ۔ حم ۵، ۱۲۰۔
وانا آخذ من حال البحر ۔ حم ۱، ۲۴۵، ۳۵۹۔
حطت عنہ خطایاہ وان کان مثل زبد البحر ۔ خ دعوات ۶۶۔ م، ذکر ۲۷۔
مساجد ۱۴۶، د، صلوٰۃ ۳۵۱، وتر ۲۴، تطوع ۱۲۔ ت، وتر ۱۵، دعوات
۵۷، ۵۹۔ ن سہو ۹۲۔ جہ اقامۃ ۱۸۷، ادب ۵۶۔ ط، قرآن ۲۱، ۲۲۔
حم ۲، ۱۵۸، ۲۱۰، ۲۱۱، ۳۰۲، ۳۷۱، ۳۷۵، ۴۴۳، ۴۸۳، ۴۹۷، ۴۹۹،
۵۱۵۔ حم ۳، ۱۰، ۴۳۹، ۵، ۱۷۳۔
شہید البحر (راجع شہید)
صید البحر (راجع صید)
لقد بلغن قاموس (وقری ناعوس) البحر۔ حم ۱، ۳۰۲۔ م جمعہ ۴۶۔
طنفسۃ خضراء علی کبد البحر۔ خ تفسیر سورۃ ۱۸، ۳۔ حم ۵، ۱۲۰۔
لمّا رجعت الی رسول اللہ صلعم مہاجرۃ البحر۔ جہ فتن ۲۰۔
.... یرکبون ثبج ھذا البحر خ تعبیر ۱۲، جہاد ۳، ۱۰، استئذان ۴۱۔
م، امارۃ ۱۶۰۔ ۱۶۲۔ د، جہاد ۹، ایمان ۲۴۔ ت، فضائل الجہاد ۱۵۔
ن جہاد ۳۹۔ حم ۱، ۲۱۶، ۳۳۸، ۳، ۲۴۰، ۲۶۴، ۶، ۳۶۱، ۴۲۳۔
ماء البحر (راجع ماء)
یہتدی بہا فی ظلمات البر والبحر۔ حم ۳، ۱۵۷۔
ان ینطلقوا بہ الی البحر فیلقونہ فیہ۔ ت، تفسیر سورۃ ۸۵، ۲۔
الا کما لو ان احدکم مر بالبحر۔ ت، قیامۃ ۴۸۔
وضربت بالبحر مرتین ۔ حم ۲، ۲۴۴۔

Marfat.com

وکساہ بردًا وکتب لہ ببحرھم — خ زکاۃ ۲، ھبۃ ۲۸، جزیۃ ۲۔
م فضائل ۱۱ — حم ۵، ۴۲۵۔

ان عرش ابلیس علی البحر — م منافقین ۶۶ — حم ۳، ۳۳۳، ۳۵۴، ۳۶۶، ۳۸۴۔

اری عرشا علی البحر حولہ الحیات — حم ۳، ۶۶، ۹۷، ۳۸۸۔

.... فقد افتاک فی البحر — جہ صید ۱۸۔

باب التجارۃ فی البحر — خ بیوع ۱۰۔

فکان یتبع اثر الحوت فی البحر — خ علم ۱۶، ۱۹، توحید ۳۱، انبیاء ۲۷۔
حم ۵، ۱۱۸۔

.... حتی الحیتان فی البحر — جہ مقدمہ ۲۰ - دی مقدمہ ۳۲

.... ان الجراد نثرۃ الحوت فی البحر — جہ، صید ۹

.... رجلا من بنی اسرائیل خرج فی البحر .... — خ بیوع ۱۰، زکاۃ ۶۵، کفالۃ ۱۔
حم ۲، ۳۴۸۔

باب اذا وجد خشبۃ فی البحر او سوطا ...... — خ لقطۃ ۵۔

فجعل یطرح دینارا فی البحر — حم ۲، ۳۰۶، ۳۳۵، ۴۰۷۔

ان ناسا ...... رکبوا سفینۃ فی البحر — ت فتن ۶۶۔

کل شیٔ فی البحر مذبوح — خ ذبائح ۱۲۔

کان جنادۃ بن ابی امیۃ امیرا علینا فی البحر — حم ۵، ۴۳۴۔

غزوۃ فی البحر مثل عشر غزوات فی البر .... — جہ جہاد ۱۰ - دی جہاد ۲۸۔

Marfat.com

فغزا فی البحر فحملها معہ..... ــ م امارۃ ۱۶۱

فذرونی فی البحر فی یوم صائف ــ خ رقاق ۲۵۔ ن جنائز ۱۱۷۔ جہ زھد ۳۰ ــ حم ۱، ۵، ۳۹۸، ۲، ۲۶۹ ۔ ۳، ۱۳، ۷۸، ۴، ۴۴۷، ۵، ۳۸۳۔

فیرسل السماء بالماء فیحملهم فیلقیهم فی البحر۔ ــ جہ فتن ۳۳ ــ حم ۱، ۳۷۵۔

کنا فی البحر وعلینا عبداللہ بن قیس الفزاری۔ ــ حم ۵، ۴۱۳۔

.... والمائد فی البحر کالمتشحط فی دمہ فی البر.. ــ جہ جہاد ۱۰ ــ د جہاد ۹۔

فی البر والبحر ــ حم ۶، ۲۰۔

سمعتم بمدینۃ جانب منها فی البر وجانب منها فی البحر۔ م فتن ۷۸۔

فنقر نقرۃ او نقرتین فی البحر خ علم ۴۴، انبیاء ۲۷۔ تفسیر سورۃ ۱۸۔ ۲۔ ۳۔ م فضائل ۱۷۰ ــ حم ۵، ۱۱۸، ۱۲۰، ۱۶۰۔

ریح تلقی الناس فی البحر ــ م فتن ۴۱، ۴۰ ــ ت فتن ۲۱۔ حم ۴، ۷، ۱۰۶۔

ثم اذروا النصفہ فی البر ونصفہ فی البحر ــ م توبۃ ۲۴، ۲۵، جنائز ۵۲ ــ حم ۴، ۱۳، ۱۷۔

ما یستخرج من البحر ــ خ زکاۃ ۶۵

Marfat.com

إنّ فی الجنّة بحرًا للّبن و بحرًا العسل و بحرًا الخمر ۔ دی، رقاق ۱۱۲ ۔ ت جنة ۲۷ ۔ حم ۵، ۵ ۔

ان معه بحرًا من ماءٍ و کفرًا من نار ۔ د ملاحم ۱۳ ۔

فان تحت البحر نارًا و تحت النار بحرًا ۔ د جهاد ۹ ۔

ما رأینا من شئ و ان وجدناه لبحرًا خ هبة ۳۸، جهاد ۲۴، ۴۶، ۵۰، ۵۵، ۸۲، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۶۵ ادب ۳۹، ۱۱۶ ۔ م فضائل ۴۸، ۴۹ ۔ د، ادب ۷۹ ۔ ت جهاد ۱۴ ۔

جه جهاد ۹ ۔ حم ۳، ۱۴۷، ۱۶۳، ۱۷۱، ۱۸۰، ۱۸۵، ۲۰۲، ۲۶۱، ۲۷۱، ۲۷۴، ۲۹۱ ۔

فامر الله البحر فجمع ما فیه ۔ خ توحید ۳۵ ۔ م توبة ۲۴ ۔ ط جنائز ۵۲ ۔

..... فتوسّطوا به البحر م زهد ۷۳ ۔ حم ۶، ۱۷۷

الا کما ینقص المخیط اذا دخل البحر ۔ م برّ ۵۵ ۔

ان رهطًا من بنی عمّه رکبوا البحر حم ۶، ۳۷۳، ۳۷۴، ۴۱۳، ۴۱۷، ۴۱۸ ۔

ومن رکب البحر عند ارتجاجه فمات ۔ حم ۵، ۷۹، ..... ۲۷۱ ۔

حلف له بالله الذی فلق البحر لموسی ۔ ن سهو ۸۹ ۔

.... اول ما رکب المسلمون البحر ۔ جه، جهاد ۱۰ ۔

انا نرکب البحر و نحمل معنا القلیل من الماء ۔ د طهارة ۳۸ ۔ دی، وضوء ۵۳ ۔

صید ۲ـ ط طهارۃ ۱۲۔

لوامرتنا ان نخیضها البحر لاخضناها۔ م جہاد ۸۳ـ حم ۳ ۱۹۰۲، ۲۲۰ـ ۲۵۸۔

.... واقطعکم البحر وظلل علیکم الغمام۔ د اقضیة ۲۷۔

عجبت من قوم من امتی یرکبون البحر کالملوك فی الاسرۃ خ جہاد ۸،۷۵، ۶۳ـ حم ۱، ۲۹۹، ۶، ۳۶۱، ۴۲۳، ۴۳۵۔

لا یرکب البحر الا حاج او معتمر او غاز۔ د جہاد ۹۔

فامر اللہ البر والبحر بجمعاه.... حم ۳ـ ۱۳۔

ان عبدا من عبادی بمجمع البحرین۔ خ علم ۴۴، انبیاء ۲۷، تفسیر سورۃ ۱۸، ۲ـ ۴ـ م فضائل ۱۸۰ـ حم ۵، ۱۱۸، ۱۲۰۔

فاعمل من وراء البحار۔ خ زکاۃ ۳۶، ہبۃ ۳۵ مناقب الانصار ۴۵۔ ادب ۹۵ـ م امارۃ ۸۴ـ د جہاد ۱، ـ ن بیعۃ ۱۱ـ حم ۳ ۱۴، ...۶۴۔

بحرۃ :-

فذکرہ وقال البحرۃ ـ حم ۵، ۲۰۳۔

بحیرۃ ج بحر :-

البحیرۃ التی یمنع درّها للطواغیت۔ خ مناقب ۹، تفسیر سورہ ۵، ۱۳۔

بحر البحیرہ (راجع بحر) :-

فنقول هذا لا بحر حم ۳، ۴۷۳......

بُحَیرۃ :-

لقد اصطلح اھل ھذہ البحیرۃ } خ تفسیر سورۃ ۳، ۱۵، مرضی ۱۵-
علی ان یتوجّوہ } ادب ۱۱۵ - استئذان ۲۰-

م، جھاد ۱۱۶ حم ۵/ ۲۰۳......

بحریّ م بحریّۃ

امثلُ ما تداوی تم بہ... القسط البحریّ - خ طب ۱۳، ۱۰ - م مساقاۃ ۶۳

ت طب ۲۸ حم ۳، ۱۰۷، ۱۸۲-

اذا انشأت بحریّۃ ثم تشاءمت } - ط استسقاء ۵-
فتلک عین غدیقۃ }

..... اسماء بنت عمیس قال عمر الحبشیّۃ } خ مغازی ۳۸ - م فضائل الصحابۃ
ھذہ البحریۃ (وقری البحریۃ) ھذہ } ۱۶۹

رکب فی سفینۃ بحریۃ مع ثلاثین } م فتن ۱۱۹ ..... د ملاحم ۱۵-
رجلا من لخم }

بحرانی :-

اذا رأت الدّم البحرانیّ فلا تصلّی - د طہارۃ ۱۰۹ - دی وضوء ۸۴-

بحیریہ (راجع بحریّۃ) -

Marfat.com

جہاز یا کشتی سے متعلق ضرب الامثال

أرحض من المرکب بالتحلیق ۔

کتاب الامثال زید بن رفاعۃ۔ ص ۲۲۔

اگر ڈوبنے سے بچنے کے لیے جہاز میں جگہ نہ مل سکے تو اس کا کنارہ ہی تھام لو۔

اسخی من لافظۃ :۔

لسان۔ مادہ۔ ل ف ظ

سمندر سے زیادہ سخی کہ جو چیز تیرتی رہتی ہے اس کو سمندر ساحل پر پھینک دیتا ہے۔

دوسرے معنی یہ بھی لیے گئے ہیں : سمندر سے موتی نکلتے ہیں ۔

لافظۃ میں تا برائے مبالغہ کے لیے ہے۔

اسمح من لافظۃ :۔

امثال میدانی ج ۱ ص ۲۳۸۔

سمندر سے زیادہ سخی ہے۔

یہ س م ح کا صیغہ افعل التفضیل ہے۔

میدانی نے اس پر ایک شعری شاہد بھی نقل کیا ہے، لیکن شاعر کا نام نہیں بتایا۔

اعمق من البحر :۔

امثال میدانی ج ۱ ص ۳۳۷۔

وہ سمندر سے زیادہ گہرا ہے۔

"گہرائی" حقیقی اور مجازی دونوں معنی سے کوئی ایک حسب موقع مراد لئے جا سکتے ہیں مثلاً حقیقی معنی میں کنواں سمندر سے زیادہ گہرا ہے اور مجازی معنی میں مثلاً اس شخص کی سوچ بہت گہری ہے۔

الف مجیز ولا غواص :۔

امثال میدانی ج ۱ ص ۲۹۔

نہر پار کرنے والے تو ہزاروں ہیں مگر غوطہ لگا کر ڈوبتے کو نکالنے والا کوئی نہیں۔

ایک کام تو آسان ہے مگر دوسرا نہایت دشوار۔

اندی من البحر :۔

امثال میدانی ج ۲ ص ۲۱۰۔

بخشش کرنے میں سمندر سے زیادہ سخی۔

ع۔ تجری الریاح بما لا تشتهی السفن :۔

امثال میدانی من امثال المولدین ج ۱ ص ۱۰۱۔

ہوائیں ایسے رخ چل رہی ہیں جو کشتیوں کے لیے ناسازگار و ناموافق ہیں۔

یعنی حالات ہمارے موافق مطلب نہیں ہیں۔

جاء بالطم والرم :۔

امثال میدانی ج ۱ ص ۱۰۸۔

Marfat.com

وہ بہت بڑی دولت لے کر آیا۔

جاوِز بحراً او ملِکاً۔

کتاب الامثال زید بن رفاعہ ص ۵۵ و امثال میدانی۔ ج ا ص ۱۱۴۔

خوش حالی چاہتے ہو تو بادشاہ کا قرب اختیار کرو یا بندرگاہ پر تجارت کرو۔ درآمد و برآمد کا کاروبار کرو۔

حدّث عن البحر ولاحرج :۔

عجائب المخلوقات ص ۱۱۴۔ ظفر الوالہ ص ۲۴۷۔ یاقوت بلدان۔ اسکندریہ ج ا ص ۲۶۲۔

سمندری عجوبے جتنے چاہے بیان کرو۔ تمہاری تردید کرنے والا کوئی نہیں کیوں کہ سمندری سفر کرنے والوں کی تعداد نہایت قلیل ہوتی ہے۔

جہاں دیدہ بسیار گوید دروغ

رقص فی زورقہ :۔

امثال میدانی من امثال المولدین، ج ا ص ۲۱۴۔

وہ تو اپنی ہی کشتی میں ناچ رہا ہے۔

یہ مثل ایسے وقت بولی جاتی ہے، جبکہ لوگ کسی کا ٹھٹا اڑائیں لیکن وہ اس ٹھٹے کو سمجھ نہیں رہا ہو۔

اس مثل کی علت اچھی طرح سمجھ میں نہیں آئی۔

الزواریق لاتشتری او تدفع۔

امثال میدانی من امثال المولدین ج ا ص ۲۲۱۔

بوسیدہ و خستہ کشتیاں نہ بیچی جاتی ہیں نہ نکالی جاتی ہیں۔ بے کار پڑی ہوتی ہیں۔

Marfat.com

فارسی میں اس کا مطلب غالباً یوں ہو سکے گا۔ تختہ مسجدی نہ برائے سوختنی نہ برائے فروختنی۔

سال بهم السيلُ وجاش بنا البحر:۔

امثال میدانی ج ا ص ۲۳۳۔

ان پر سے تو سیلاب گزر گیا لیکن ہم طوفان میں گھر گئے۔ یعنی ہماری دشواریاں زیادہ ہیں۔

غَنِيَ حتی غرف البحر بدلوین:۔

امثال میدانی ج ۲ ص ۶۔

محل استعمال یوں ہے:۔ جب کوئی شخص اچھے حال سے بُرے حالوں پہنچ جائے تو خوشامد سے کام نکالنا چاہتا ہے۔

تونگری سے افلاس یا اقتدار سے بیچارگی میں مبتلا ہو جائے تو چاپلوسی اختیار کرنی پڑتی ہے۔

لفظی معنی ہیں: اتنا تونگر ہو گیا کہ سمندر میں دو ڈول ڈال کر چلو بھر پانی نکالتا ہے۔

طنزیہ جملہ معلوم ہوتا ہے۔

فد عبر موسی البحر:۔

امثال میدانی من امثال المولدین ج ۲ ص ۲۱۰۔

موسیٰؑ کے سمندر عبور کر جانے کے بعد فرعونیوں کا پچھتاوا کچھ کام نہیں آیا۔ یعنی جو نصیحت نہیں سنتا پشیمان ہوتا ہے۔

لا تقعن البحر الا ساجًا۔

امثال میدانی ج ۲ ص ۱۱۱۔

Marfat.com

سمندر میں وہی کودے جو تیرنا جانتا ہو۔
ایسا کام کرنا نقصان رساں ہوتا ہے جس کا کرنے والا اپنے کام میں ماہر نہ ہو۔

لقيته ضحى ة بحرة :-

کتاب الامثال زید بن رفاعہ ص ۹۴۔
میں اس سے اس حال میں ملا کہ اس کے پاس کچھ نہیں تھا، جیسے صفا چٹ میدان و سمندر۔

ليته فى البحر الاخضر :-

امثال میدانی من امثال المولدین ج ۲ ص ۱۳۹۔
کاش وہ بحر اخضر میں ہوتا۔
میدانی نے بحر اخضر کی وضاحت کی اور نہ محل استعمال بتایا۔ راقم ہذا اس کی دریافت میں ناکام رہا۔

ما اشبه السفينة بالملاح :-

امثال میدانی من امثال المولدین ج ۲ ص ۱۹۱۔
کشتی ملاح سے مشابہ ہے۔
میدانی نے محل استعمال نہیں بتایا۔
راقم کو کسی اور ذریعہ سے بھی اس کا علم نہ ہو سکا۔

ما بل البحر صوفة :

جب تک سمندر میں جھاگ آتی رہے یعنی ہمیشہ ہمیش سمندر سے متعلق جتنے ضرب الامثال ہیں ان میں یہی سب سے زیادہ قدیم ہے۔ دورِ جاہلیہ میں بھی رائج تھی۔ حلف الفضول کے موقع پر بھی فریقین نے ازالۂ شر و فساد

کے متعلق یہی الفاظ کہے تھے کہ ہم اس عہد کی ہمیشہ پابندی کریں گے[1]
رسول اللہ صلعم نے بنو غفار اور بنو ضمرہ سے معاہدہ فرمایا تو اس میں بھی ہمیشگی کے اظہار کے لیے یہی ضرب المثل تحریر میں آئی تھی[2]
خیال رہے کہ اس ضرب المثل کا تعلق جہازرانی سے نہیں ہے ساحل سے ہر شخص جھاگ دیکھ سکتا ہے۔

مثل الغریق بما یجد یتعلق

کتاب الامثال زید بن رفاعہ ص ۱۱۰۔
اس کی حالت غرق ہونے والے جیسی ہے۔ اپنی جان بچانے کے لیے جو چیز بھی تیرتی نظر آئے اسے پکڑ لینے کی کوشش کرتا ہے۔
(خواہ وہ گھاس کا تنکا ہی کیوں نہ ہو)

من کثرۃ الملاحین غرقت السفینۃ:۔

امثال میدانی من امثال المولدین ج ۲ ص ۱۹۱۔
ملاحوں کی کثرت کی وجہ سے کشتی ڈوب گئی۔
دکن میں اس معنی میں کسی وقت یہ جملہ رائج تھا۔ سپاہیوں سے زیادہ سالار ہوں تو شکست یقینی ہے۔

لنا مع نوح فی السفینۃ:۔

امثال میدانی من امثال المولدین ج ۲ ص ۲۱۰۔

---

[1] طبقات الصحابہ ج ۱ ق ۱ ص ۸۲۔
[2] ایضاً ج ۱ ق ۲ ص ۲۶، ۲۷۔
فوری حوالے کے لیے دیکھیے امثال میدانی ج ۱ ص ۱۲۰۔

Marfat.com

یہ نو نوح کے ساتھ کشتی میں سوار تھا۔
یعنی بہت بوڑھا ہے۔

يصبح ضمان وفي البحر فمه

امثال میدانی من امثال المولدین ج ۲ ص ۲۵۴۔
سمندر میں منہ ہے مگر پیاسا رہتا ہے۔
یعنی مالدار ہے مگر خرچ نہیں کرتا۔

Marfat.com

فہرست مصادر

۱ - آثار البلاد واخبار العباد : زکریا بن محمد القزوینی
م ۶۸۲ ـ کوتنجن ۔ ۱۸۴۸ تا ۱۸۵۰ ۔

۲ - احسن التقاسیم فی معرفۃ الاقالیم : محمد بن احمد المقدسی بشاری
م بعد سنۃ ۳۷۵ ـ لیدن ۔ ۱۸۷۷ء

۳ - اخبار اصبہان : احمد بن عبداللہ ابو نعیم ۔
م ۴۳۰ لیدن ۱۹۳۱ء

۴ - اخبار الرسل والملوک : محمد بن جریر، ابو جعفر الطبری
م ۳۱۰ لیدن ۔ ۱۸۶۷ ـــ ۱۹۰۱

۵ - اخبار الزمان ومن اباده الحدثان وعجائب البلدان :
علی ابو الحسن المسعودی
م ۳۴۶ مصر ۔ ۱۳۵۷ ـ

۶ - اخبار الصین والھند : السیرافی
م ۲۲۷؟ ۳۲۷؟ پارس ۔ ۱۹۴۸

۷ - الازمنۃ والامکنۃ : ابو علی المرزوقی
م ۴۲۱ اور ۴۵۳ حیدرآباد دکن ـــ ۱۳۲۲ ـ

Marfat.com

۸۔ ازہار الریاض فی اخبار عیاض :۔	احمد بن محمد المقری۔
م	مصر، ۱۳۵۸ - ۱۹۳۹ ج ا ص ۳۰۶ م دی
۹۔ اسمار المغتالین :	محمد بن حبیب
م ۲۴۵	مصر ۱۳۷۳ - ۱۹۵۴ -
۱۰۔ اعتاب الکتّاب :	ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ بن الآبار
م ۶۵۸	دمشق - ۱۳۸۰ م ۱۹۶۱ء۔
۱۱۔ اعراب ثلاثین سورة من القرآن :	الحسین بن احمد
م ۳۷۰	مصر - ۱۳۶۰ من نشریات دائرۃ المعارف حیدر آباد دکن ۱۳۶۰
۱۲۔ الاعلاق النفیسۃ :	احمد بن عمر بن رستہ
م بعد سنۃ ۲۹۰ -	لیدن - ۱۸۹۲ -
۱۳۔ الاغانی :	علی بن الحسین، ابو الفرج
م ۳۵۶	مصر - ۱۳۴۵
۱۴۔ الافادۃ والاعتبار :	عبد اللطیف
م ۶۲۹ -	مصر - ۱۲۸۶
۱۵۔ الامالی :	اسماعیل بن القاسم القالی
م ۳۵۶	مصر - ۱۳۴۴
۱۶۔ الامالی :	عبد الرحمٰن بن اسحاق الزجّاجی
م ۳۳۷	مصر ۱۳۲۴
۱۷۔ الامالی	محمد بن العباس یزیدی
م ۳۱۰	حیدر آباد دکن ۱۳۶۷

Marfat.com

۱۸۔ الاموال:	قاسم بن سلام
م ۲۲۴	مصر۔ ۱۳۵۴ھ
۱۹۔ انساب الاشراف :	احمد بن یحیٰی البلاذری
م ۲۷۹	یروشلم۔ ۱۹۳۶۔ ج ا مصر۔ ۱۹۵۹ء۔
۲۰۔ الانوار کتاب	عبداللہ بن مسلم، بن قتیبہ
م ۲۷۶	دائرۃ المعارف ۱۳۷۵ھ
۲۱۔ بدائع الزہور فی وقائع الدہور:	محمد بن احمد
م ۹۳۰	مصر ۱۹۵۱ء
۲۲۔ البلدان :	یعقوبی، احمد بن ابی یعقوب جعفر
م ۲۸۴	لیدن ۱۸۹۲ء
۲۳۔ البیان والتبیین	الجاحظ
م ۲۵۵	مصر۔ ۱۳۶۷۔ ۱۳۶۸
۲۴۔ البیان المُغرب فی اخبار المغرب:	احمد بن محمد بن عذاری المراکشی
م بعد سنۃ ۶۶۷ھ	لیدن ۱۸۴۸۔ پارس ۱۹۳۰ء۔
۲۵۔ تحفۃ المجاہدین فی بعض اخبار البرتکالیین : زین الدین	
م بعد سنۃ ۹۹۳ھ	حیدرآباد دکن ۱۹۳۱ء
۲۶۔ تحفۃ النظار فی غرائب الامصار وعجائب الاسفار	محمد بن عبداللہ بن بطوطہ
م ۷۷۷ھ	پارس ۱۸۵۳۔ ۱۸۵۹ء
۲۷۔ تذکرۃ بالاخبار عن اتفاقات الاسفار: محمد، بن جبیر	
م ۶۱۴	لیدن ۱۹۰۷

Marfat.com

۲۸۔ تقویم البلدان — اسماعیل، ابوالفداء
م ۷۳۲ — پارس۔ ۱۸۴۰ء
۲۹۔ التنبیہ والاشراف — علی بن الحسین المسعودی
م ۳۴۵ — لیدن ۱۸۹۳ء
۳۰۔ الجامع لاحکام القرآن — محمد بن احمد القرطبی
م ۶۱۱ھ — مصر ۱۳۵۱ء۔ الی ۱۳۶۹
۳۱۔ الجبال والامکنہ والمیاہ — محمود بن عمر الزمخشری
م ۵۳۸ — لیدن ۱۸۵۵ء
۳۲۔ جمہرۃ اشعار العرب — محمد بن ابی الخطاب
م فی حدود ۱۷۰ھ — مصر۔ ۱۳۰۸
۳۳۔ حسن المحاضرۃ — جلال الدین سیوطی
م ۹۱۱ھ — مصر۔ ۱۳۲۴ھ
۳۴۔ حقائق الاخبار عن دول البحار: اسماعیل سرہنگ زادہ
م — مصر۔ ۱۳۱۲ھ الی۔ ۱۳۱۶ھ
۳۵۔ حکایت ابی القاسم البغدادی — ابو المطہر الدزدی، محمد بن احمد
م، چوتھی صدی ہجری، ہانڈلبرگ۔ المانیہ۔ ۱۹۰۲۔ مرتبہ، آدم۔ مز
۳۶۔ الحماسۃ: — حبیب بن اوس ابو تمام
م ۲۳۱ — مصر۔ ۱۳۵۷ھ
۳۷۔ حوادث الدہور فی مدی الایام والشہور — یوسف بن تغری بردی
م ۸۷۴ھ — کلے فورنیا۔ ۱۹۳۱ الی ۱۹۴۲ء

Marfat.com

۳۴۔ الحیوان:	الجاحظ
م ۲۵۵ھ	مصر ۱۳۵۶ – ۱۳۶۴
۳۵۔ الخراج:	ابوالفرج قدامۃ بن جعفر
م ۳۱۰ اَوْ ۳۲۰	لیدن ۔ ۱۳۰۶ھ م ۱۸۸۹ء ص ۲۵۵
۴۰۔ خریدۃ العجائب وفریدۃ الغرائب:	عمر بن الوردی
م ۷۴۹	مصر ۔ ۱۳۰۳ھ
۴۰۔ خزانۃ الادب	عبدالقادر
م ۱۰۹۳	مصر ۔ ۱۲۹۹
۴۱۔ الدیارات	علی بن محمد الشابشتی
م ۳۸۸	بغداد ۔ ۱۹۵۱ء
۴۳۔ دیوان ابن مقبل:	
م	دمشق ۔ ۱۳۸۱ھ م ۱۹۶۲ء
۴۴۔ دیوان ابن ہانی الاندلسی:	
م ۳۶۱ھ	مصر ۔ ۱۳۵۲
۴۵ دیوان ابی محجن:	
م	لیدن ۔ ۱۸۸۷
۴۶۔ دیوان الاخطل:	
م ۹۰ھ	بیروت ۱۸۹۱ ۔ ۱۹۳۸
۴۷۔ دیوان الاعشی:	
م	ویانا ۔ ۱۹۲۷ء
۴۸۔ بشر بن ابی خازم الاسدی:	

Marfat.com

م	دمشق - ۱۳۷۹ھ
۴۹ - دیوان بحتری	الولید بن عبید
م	مصر - ۱۳۲۹ھ
۵۰ دیوان جران السعود :	
م	مصر - ۱۳۵۰ھ
۵۱ - دیوان جریر :	
م	مصر ۱۳۵۰ و ۱۳۵۳
۵۲ - دیوان الحطیة :	
م	مصر ۱۳۲۳
۵۳ - دیوان ذی الرّمہ	
م	
۵۴ - دیوان زہیر :	
م	مصر - ۱۳۶۳ھ
۵۵ - دیوان الطرماح :	
م	لندن - ۱۹۲۷ء
۵۶ - دیوان عبید بن الابرص :	
م	لیدن ۱۹۱۳ء
۵۷ - دیوان العجاج	
م	
۵۸ - دیوان عنترہ :	
م	

Marfat.com

۵۹۔ دیوان الفرزدق :	
م	مصر ۔ ۱۳۵۴ھ
۶۰۔ دیوان القطامی :	
م	لیدن ۱۹۰۲
۶۱۔ دیوان کعبؓ بن زہیر :	
م	مصر ۔ ۱۳۶۹ھ
۶۲۔ دیوان لبید :	
م	ویانا ۔ ۱۸۸۰
۶۳۔ دیوان مسلم بن الولید :	
م ۲۰	لیدن ۔ ۱۸۷۵ء
۶۴۔ دیوان المعانی :	ابو ہلال حسن بن عبداللہ العسکری
م	مصر ۔ ۱۳۵۲ھ
۶۵۔ دیوان النابغۃ بنی شیبانی	
م	مصر ۱۳۵۱ھ
۶۶۔ الذخائر والتحف :	الرشید بن الزبیر
م فی القرن الخامس	کویت ۔ ۱۹۵۹ء
۶۷۔ ذیل تاریخ دمشق :	حمزہ، ابو یعلی، ابن القلانسی
م ۵۵۵ھ	بیروت ۔ ۱۹۰۸ء
۶۸۔ رسالۃ احمد بن فضلان :	احمد بن فضلان
م ۳۰۹ھ م ۹۲۱ء	دمشق ۔ ۱۳۷۹ھ م ۱۹۵۹ء
۶۹۔ رسائل الجاحظ :	الجاحظ

م ۲۵۵ — قاہرہ ۔۱۳۸۵ھ م ۱۹۶۵

۷۰۔ سمط اللآلی : عبداللہ البکری

م ۴۸۷ — مصر۔ ۱۳۵۴

۷۱ سلسلۃ التواریخ : حسن ابوزید السیرانی

م بعد ۲۳۷ — پارس ۔ ۱۸۴۵ء

اس کا زمانۂ تالیف متعین نہیں ہے ۔ص ۶۰، ۶۱ پر ہے کہ ۲۳۷ میں لکھا گیا اور صفحہ ۶۳ و ۹۰ پر سنۃ ۲۶۴ کا ذکر ہے اور صفحہ ۱۴۸ پر ہے کہ تتمہ کا مقابلہ سنۃ ۵۹۶ میں ہوا۔

۷۲۔ سیرۃ الرسول : عبدالملک بن ہشام

۲۱۳ اَوْ ۲۱۸ — مصر ۱۳۵۵

۷۳۔ شرح دیوان الحماسہ — یحیی بن علی التبریزی

م ۵۰۲ — مصر ۱۳۵۷ ۔ ۱۳۵۸

۷۴۔ شرح دیوان الحماسۃ المرزوقی: ابوعلی المرزوقی

م ۴۵۳

۷۵۔ شرح القصائد العشر : یحیی بن علی التبریزی

م ۵۰۲ — مصر۔ ۱۳۴۳

۷۶۔ شرح المفضلیات : القاسم بن محمد

م ۳۲۸ — بیروت ۔ ۱۹۲۰

۷۷ صبح الاعشی فی کتابۃ الانشاء : احمد بن علی

م ۸۲۱ — مصر ۱۳۳۱ ۔ ۱۳۳۸

۷۸۔ الطبقات الکبری : محمد بن سعد

م ۲۳۰	لیدن ـ ۱۳۲۲ھ
۷۹ ـ ظفر الوالہ بمظفر و آلہ :	عبداللہ محمد بن عمر الغ خانی
م لعبد سنۃ	لندن ـ ۱۹۱۰
۸۰ ـ عجائب المخلوقات وغرائب الموجودات :	زکریا بن محمد القزوینی
م ۶۸۲	گوٹنجن ـ ۱۸۴۹ء
۸۱ ـ عجائب الہند :	بزرگ بن شہریار
م ۴۰۴	لیدن ۱۸۸۳ ـ ۱۸۸۶ء
۸۲ العقد الثمین :	
م	
۸۳ العقد الفرید :	احمد بن محمد، ابن عبد ربہ
م ۳۲۷	مصر ۱۳۵۹ ـ ۱۳۶۸ھ
۸۴ عمدۃ القاری :	محمود بن احمد
م ۸۵۵	آستانہ ـ ۱۳۰۸ ـ ۱۳۱۱ھ
۸۵ ـ عیون الاخبار :	ابو محمد عبداللہ بن مسلم بن قتیبہ
م ۲۷۶	مصر ۱۳۴۳ م ۱۹۲۵ و ۱۳۴۸ م ۱۹۳۰ء
۸۶ ـ فتح الباری :	احمد بن علی
م ۸۵۲	دہلی ـ ۱۳۰۸ھ
۸۷ ـ الفتح القسی فی فتح القدسی :	عماد الدین محمد بن محمد الاصفہانی
م ۵۹۷	لید ـ ۱۸۸۸ھ
۸۸ فتوح البلدان :	احمد بن یحیی البلاذری
م ۲۷۹	لیدن
۸۹ فتوح مصر :	HEAVEN
م	NEW HEAVEN ۱۹۲۲ء

جرمی سرسرمایاں

Marfat.com

۹۰ - الفوائد فی اصول البحر :	محمد بن احمد البیرونی
م ۴۴۰	لندن - ۱۸۸۷ء
۹۱ - قلادۃ الشموس :	سلیمان المهری
م	
۹۲ - قوانین الدواوین	سعد بن الخطر
م ۶۰۶	مصر ۱۲۹۹ھ
۹۳ - کتاب الاختیارین :	
م	
۹۴ - کتاب الروضتین فی اخبار الدولتین	عبدالرحمان بن اسماعیل
م ۶۶۵	مصر - ۱۲۸۷ ، ۱۲۸۸ھ
۹۵ مجالس ثعلب	احمد بن یحیٰ
م ۲۹۱	مصر ۱۳۶۸ھ
۹۶ - مجمع الامثال	احمد بن محمد
م ۵۱۸	مصر ۱۳۱۰ھ
۹۷ - المختار من شعر بشار	
م	مصر ۱۳۵۳
۹۸ - مختصر کتاب البلدان	احمد بن محمد بن الفقیہ
م ۲۸۰	لیدن ۱۸۸۵
۹۹ المدونۃ الکبری	عبدالسلام بن سعید سحنون
م ۲۴۰	مصر ۱۳۲۴ھ
۱۰۰ - مراصد الاطلاع علی اسماء الامکنۃ والبقاع :	عبدالمومن بن عبدالحق
م ۷۳۹	برل... ۱۸۵۰ - ۱۸۶۴ء
۱۰۱ - مروج الذہب	علی بن الحسین المسعودی

Marfat.com

م ۳۴۶	پارس ۱۸۶۱-۱۸۷۷، ۱۸۶۹-۱۸۸۷ء
۱۰۲۔ مسالک الممالک	ابراہیم بن محمد الاصطخری
م بعد سنۃ ۳۴۰	لیدن-۱۸۷۰
۱۰۳۔ المسالک والممالک	عبداللہ بن عبداللہ بن خرداذبہ
م فی حدود سنہ ۳۰۰ھ	لیدن-۱۸۸۹ء
۱۰۴۔ المسالک والممالک والمفاوز والمہالک:	محمد بن حوقل
م بعد سنۃ ۳۶۷	لیدن-۱۸۷۳ء
۱۰۵۔ معالم القربۃ فی احکام الحسبۃ	محمد القرشی، ابن الاخوۃ
م ۷۲۹-۵-۲	کمبرج ۱۹۳۷ء
۱۰۶۔ معاہد التنصیص	عبدالرحیم بن احمد
م ۹۶۳ھ	مصر ۱۳۶۷ء
۱۰۷۔ المعجب فی تلخیص اخبار المغرب	عبدالواحد المراکشی
الموجود فی سنۃ ۶۲۱ھ	لیدن ۱۸۸۱
۱۰۸۔ المقدمۃ	عبدالرحمان بن محمد، ابن خلدون
م ۸۰۸	مصر ۱۳۲۷ھ
۱۰۹۔ المواعظ والاعتبار بذکر الخطط والآثار:	احمد بن علی المقریزی
م ۸۴۵	مصر ۱۳۲۴-۱۳۲۵
۱۱۰۔ الموشح	محمد بن عمران المرزبانی
م ۳۸۴	مصر ۱۳۴۳ھ
۱۱۱۔ النجوم الزاہرہ فی ملوک مصر والقاہرہ:	یوسف بن تغری بردی
م ۸۷۴	کلیفورنیا-۱۹۱۵، ۱۹۲۳، ۱۹۲۶ء
۱۱۲۔ نخبۃ من کتاب الاختیارین:	
م	ڈکہ-۱۳۵۶ھ

۱۱۳ نزہۃ المشتاق فی اختراق الآفاق وصف الہند: محمد بن محمد الادریسی
م ۵۶۰ لیدن ۱۸۶۴ - علی گڑھ ۱۹۵۴ء
۱۱۴ نشوار المحاضرۃ: المحسن بن علی
م ۳۸۴ الجزو الثامن - دمشق ۱۳۴۸ھ ۱۹۳۰ء
۱۱۵ نقائض جریر و الفرزدق روایۃ أبی عبیدۃ
م ۲۰۹ لیدن ۱۹۰۵ - ۱۹۰۷ء
۱۱۶ النوادر السلطانیہ والمحاسن الیوسفیۃ بہاء الدین یوسف بن رافع، ابن شداد
م ۶۳۲ مصر ۱۳۱۷ھ
۱۱۷ نوادر المخطوطات عبد السلام ہارون
مصر ۱۳۷۳ھ ۱۹۵۴ء
۱۱۸ وفاء الوفاء نور الدین السمہودی
م ۹۱۱ھ مصر ۱۳۲۶

(جدید)

۱- الاسطول الاسلامی عبد الفتاح
م مصر ۱۹۱۳ء
۲- مجلۃ کلیۃ الآداب جامعہ فواد الاول - المجلد الثانی عشر - الجز الاول
مصر ۱۹۵۰ء

(اردو)

۱- رانی کیتکی میر انشاء اللہ خان انشاء
م کراچی ۱۹۵۵ء

فہرس القوامیس

اساس البلاغۃ محمود بن عمر الزمخشری

Marfat.com

م ۵۳۸	مصر - ۱۳[illegible]ھ
۲- اصلاح المنطق	یعقوب بن اسحاق
م ۲۴۴	مصر - ۱۳۶۸ھ
۳- الاضداد	محمد بن القاسم
م ۳۲۸	مصر - ۱۳۲۵
۴- اقرب الموارد	سعید الخوری الشرتونی
م ۱۹۱۲	بیروت - ۱۸۹۱-۱۸۹۳ء-
۵- الالفاظ الفارسیۃ المعربۃ	ادی شیر
م ۱۹۱۵	بیروت - ۱۹۰۸ء -
۶- البستان	عبداللہ البستانی
م ۱۹۳۰	بیروت - ۱۹۲۷
۷- تاج العروس من درر القاموس	محمد مرتضٰی بلگرامی
م ۱۲۰۵ھ	مصر - ۱۳۰۶-۱۳۰۷ھ
۸- تحقیق بعض الالفاظ الہندیۃ المعربۃ	محمد یوسف نوبالی
م	مصر - ۱۹۵۱ء-
۹- تہذیب الالفاظ العامیۃ	محمد علی الدسوقی
م	مصر ۱۳۳۹ھ
۱۰- جمہرۃ اللغۃ	محمد ابن درید
م ۳۲۱	حیدرآباد دکن
۱۱- الدلیل الی مرادف العامی والدخیل :	رشید عطیہ
م	بیروت ۱۸۹۸ء-
۱۲- الدلیل علی المولد والدخیل	سلیمان ندوی
م	لکھنؤ ۱۹۱۲ء-

Marfat.com

۱۳۔ شفاء الغلیل فی ما فی کلام العرب من الدخیل : احمد بن محمد

م ۱۰۶۹ھ	مصر ۔ ۱۲۸۲ھ
۱۴۔ الفائق	محمود بن عمر الزمخشری
م ۵۳۸ھ	مصر ۔ ۱۳۶۴ ۔ ۱۳۶۸ھ
۱۵۔ کنز الحفاظ فی تہذیب الالفاظ	یعقوب ابن السکیت
م ۲۴۴	بیروت ۱۸۹۵ء ۔
۱۶۔ لسان العرب	محمد بن مکرم
م ۷۱۱	مصر ۔ ۱۲۹۹ ۔ ۱۳۰۸
۱۷۔ محیط المحیط	بطرس البستانی
م ۱۸۸۷	بیروت ۔ ۱۸۷۰ء ۔
۱۸۔ المعجم المفہرس لالفاظ القرآن	محمد فؤاد عبد الباقی
	مصر ۔ ۱۳۶۴ھ
۱۹۔ المعرب	موہوب بن احمد الجوالیقی
م ۵۴۰	مصر ۔ ۱۳۶۱
۲۰۔ المخصص	علی بن احمد بن سیدہ
م ۴۵۸	مصر ۔ ۱۳۱۸ھ
۲۱۔ مقائیس اللغۃ	احمد بن فارس
م ۳۹۵	مصر ۔ ۱۳۶۶ ۔ ۱۳۷۱ھ
۲۲۔ مقدمۃ الادب	محمود بن عمر الزمخشری
م ۵۳۸	لیپزگ ۔ ۱۸۴۳ء ۔
۲۳۔ نزہۃ القلوب	محمد بن عزیز السجستانی
م ۳۳۰	مصر ۱۳۲۵ھ
۲۴۔ نہایۃ الارب فی فنون العرب	احمد بن عبد الوہاب النویری

Marfat.com

م ۶۳۳ — مصر ۱۹۲۳ع تا ؟

۲۵- النہایہ فی غریب الحدیث: ابوالسعادات مجدالدین المبارک بن محمد الجزری ابن الاثیر۔

م — مصر ۱۳۲۲ھ

کتاب الامثال — زید بن رفاعۃ

م ۳۷۳ — حیدرآباد ۱۳۵۱ھ

مجمع الامثال — ابوالفضل احمد بن محمد المیدانی

م ۵۱۸ — مصر ۱۳۱۰ھ

فہرس المجامیع والمعاجم

۱- ارشادالاریب الی معرفۃ الادیب: یاقوت بن عبداللہ

م ۶۲۶ — مصر

۲- الفہرست — محمد بن اسحاق، ابن ندیم

م فی حدود سنۃ ۳۸۵ — لیپسک- ۱۸۷۱-۱۸۷۲ء-

۳- کشف الظنون عن اسامی الکتب والفنون: مصطفیٰ بن عبداللہ حاجی خلیفہ

م ۱۰۶۷ھ

۴- معجم البلدان — یاقوت بن عبداللہ

م ۶۲۶ — لیپسک- ۱۸۶۶-۱۸۷۰ء

۵- معجم الشعراء — المرزبانی

م

۶- معجم ما استعجم — عبداللہ بن عبدالعزیز البکری

م ۴۸۷ — غوتنا- ۱۸۷۶-۱۸۷۷ء

۷- مفاتیح العلوم — محمد بن احمد الخوارزمی

م ۳۸۷ — لیڈن ۱۸۹۵ء۔

۸۔ مفتاح السعادۃ — احمد بن مصطفی

م ۹۶۲ھ — حیدرآباد دکن ۱۳۲۸–۱۳۵۴ھ

فارسی

۱۔ آئین اکبری — ابوالفضل علامی

م ۱۰۱۱ھ — کلکتہ۔ ۱۸۷۲ء۔

۲۔ بہار عجم م

۳۔ سفرنامہ ناصر خسرو

م ۴۸۱ — برلن ۱۳۴۱ھ

۴۔ سفینۃ النجات — غلام غوث خاں

م ۱۲۷۲ — مدارس۔ ۱۹۵۰ء

۵۔ سواء السبیل الی معرفۃ المعرب والدخیل — نوما آرنلڈ، ظفر الدین احمد

لاہور ۱۹۰۳ء

۶۔ غیاث اللغۃ :

م

۷۔ فرہنگ آنند راج :

م

۸۔ فرہنگ نظام :

م

۹۔ تاریخ گجرات : — ابوتراب ولی

م ۱۰۰۳ یا ۱۰۰۵ھ — کلکتہ ۱۹۰۹ء۔

تاریخ وصاف ۔

ذخیرہ محمد وقار مجددی

تمت بالخیر

Marfat.com